"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ "......(التوبة)

"قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ "......(الحديث)

ارشاد المفتین

(جلد پنجم)

(بقیہ کتاب الصلوۃ، کتاب الزکوۃ)

فقیہ العصر، مفتی اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر، ولی کامل

حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی جامعۃ الحمید لاہور

ناشر

مکتبہ الحسن

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب: ارشادالمفتین (جلد پنجم)

مجموعہ فتاویٰ جات: حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نوراللہ مرقدہ

بااہتمام: حضرت اقدس مفتی عارف اللہ خان صاحب

کمپوزنگ ترتیب وتبویب: مفتی محمد حامد علی نفیسی

تصحیح وتخریج: مفتیان ومتخصصین جامعۃ الحمید لاہور

اشاعت اول: فروری 2018ء

قیمت:

ناشر: مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

ملنے کے پتے!

ضروری وضاحت:

اگرچہ انسانی وسعت کے مطابق کوشش کی گئی ہے کہ فتاویٰ ارشادالمفتین کی تصحیح وتخریج وکمپوزنگ میں کسی قسم کی لفظی غلطی نہ رہے، لیکن کبھی سہواً کوئی غلطی رہ جاتی ہے اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہوسکے، ادارہ آپ کے تعاون کا شکر گزار رہوگا۔ از مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

ارشادالمفتین (جلدپنجم)

اجمالی فہرست

(کتاب الزکوٰۃ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

تفصیلی فہرست فتاویٰ ارشاد المفتین (جلد پنجم)

کتاب الصلوٰۃ

(بقیہ کتاب الجمعۃ)

الباب السادس عشر فی صلوۃ العیدین

الباب السابع عشر فی صلوۃ الجنائز

الباب الثامن عشر فی متفرقات الصلوۃ

کتاب الزکوۃ

الباب الاول فیمن تجب علیه ومن لاتجب وفیماتجب علیه وفیمالاتجب

الباب الثاني في مصارف الزکوة

عرضِ مرتب!

اللہ تعالیٰ کا اس امت پر ایک عظیم احسان ہے کہ اس نے ہر دور میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے جو اس امت کی ہدایت اور رہنمائی کا سبب بنتے رہے، اور امت کو اللہ سے ملاتے رہے، سیدھے راستے پر چلاتے رہے، گویا ان کی محنت کا میدان لوگوں کے قلوب تھے، ان کی ایک ہی مجلس سے لوگوں کو وہ کچھ ملا کرتا تھا کہ جو ہزاروں کتابوں کے مطالعہ سے نہیں ملا کرتا تھا، اور ان کی توجہ باطنی سے، بہت سارے لوگوں کی کایا پلٹ جاتی تھی، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی   بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

انہی اللہ والوں میں سے ایک شخصیت ولی کامل، محدث کبیر، ابوحنیفہ دوراں، راس الاتقیاء، مفتی اعظم حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ کی ہے، جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

ویسے تو استاذ محترم کی شخصیت مجمع کمالات واوصاف تھی، علم وحلم، توکل واستغناء، اخلاص وللہیت، وسعت مطالعہ، شفقت ومحبت، تمام علوم وفنون میں گہری بصیرت وغیرہ اوصاف جو آپ کی ذات گرامی کو دوسروں سے ممتاز کرتے تھے، لیکن آپ کا ایک خاص وصف آپ کا علمی شغف اور افتاء کے میدان میں آپ کو یدِ طولیٰ کا حاصل ہونا تھا، اور ذات باری تعالیٰ نے آپ کو ایک تحقیقی اور فقہی ذوق عطا فرمایا تھا، آپ کی تحقیق کا انداز بہت نرالا تھا، جس کی بنیاد فقہ حنفی اور افتاء کے اصول قواعد اور کلیات ہوتے تھے، آپ اپنے فتاویٰ جات میں اصول افتاء کا اور مراتب فقہاء کا اور فقہ حنفی کی کتب کے مراتب کا بہت خیال رکھتے تھے، اور تمام مسائل میں اصل مرجع کی طرف رجوع فرماتے اور اس کی تلقین کرتے تھے، جس کا مشاہدہ قارئین نے پہلی چار جلدوں میں کرلیا ہوگا۔

اور فتویٰ دینے میں انتہائی محتاط تھے، بلا وجہ کسی چیز کو جائز یا ناجائز کہنے کی بجائے ہمیشہ عربی کتب کی طرف رجوع کا حکم صادر فرماتے تھے، جواز اور عدم جواز کی علت اور ان کی حدود کی تعیین فرماتے، یعنی کسی مسئلہ کے ناجائز ہونے کی فقہاء نے جو علت ذکر کی ہے جہاں وہ علت پائی جائے گی تو وہ ناجائز ہوگا اور اگر وہ علت کراہت ختم ہو جائے تو پھر وہ جائز ہوگا، من کل الوجوہ اس پر کراہت کا فتویٰ صادر نہیں فرماتے تھے، شاید اسی وجہ سے بعض دوستوں کے ذہن میں پہلی جلد کے منظر عام پر آنے کے بعد کچھ اشکالات آئے اور وہ کہنے لگے کہ ہم تو آج تک ان چیزوں کو من کل الوجوہ ناجائز سمجھتے تھے لیکن حضرت کے فتاویٰ پڑھ کر معلوم ہوا کہ اس کے جواز اور عدم جواز کی کیا حد ہے، اور گہرائی

سے مطالعہ کرنے والا ہر آدمی اس چیز کو جانچ سکتا ہے کہ آپ نے کس طرح اپنے فتاوی جات میں ان چیزوں کو مدنظر رکھا ہے۔

آپ کے فتویٰ دینے کا انداز ''مختصر و پر اثر'' تھا تھوڑی سی عبارت میں بہت کچھ سمو دیتے تھے، کچھ قیودات لگا کر مسائل کو منقح فرما دیتے تھے، اور اس بات پر خصوصی توجہ دیتے تھے کہ اصل میں سائل کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ بس اس بات کا جواب دے دیا جائے، کوئی لمبی چوڑی تحریر نہ لکھی جائے، مگر کبھی کبھی آپ اپنے فقہی ذوق کے مطابق بعض اہم اور پیچیدہ مسائل کا جواب تفصیلاً اور تسلی بخش لکھتے جس سے ان مسائل کے تمام پہلو روشن ہو جاتے، اس طرح کے کچھ مسائل گذشتہ جلدوں میں بھی آچکے ہیں، اور بعض مسائل رسائل کی شکل میں چھپ بھی چکے ہیں اور آئندہ جلدوں میں بھی آئیں گے، اور اس جلد میں بھی آپ کے بعض مفصل مسائل شامل کتاب کیے جا رہے ہیں، مثلاً

''تکبیرات تشریق فی القریٰ کا حکم''

''دعا بعد الجنازہ کا حکم''

''توجیہ القبلہ فی القبر''

''قبر کے لیے تحفیر اور تعمیق ضروری ہے''

''حیلہ اسقاط کا حکم اور اس کا شرعی طریقہ''

''کیا مہتمم طلباء کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے؟''

الحمدللہ! جو طریقہ تحقیق آپ کا تھا وہی طریقہ تحقیق آپ کے فرزند ارجمند، آپ کی نسبت انعکاسی کے مظہر، استاذ محترم حضرت اقدس مفتی عارف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا ہے، جو آپ کے بعد مدرسہ کا اہتمام اور شیخ الحدیث کی مسند کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ میدان افتاء میں بھی آپ کے علمی فیضان کو ملک کے طول وعرض میں پھیلا رہے ہیں، اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ تمام امور جو حضرت کی زندگی میں چل رہے تھے وہ اسی آب وتاب کے ساتھ جاری وساری ہیں، بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر چل رہے ہیں، اس موقع پر ایک شعر کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو باپ کو استاد کو ... کہ اپنے سے بڑھ کر دیکھ لے شاگرد کو اولاد کو

اللہ تعالیٰ ان کا سایہ شفقت صحت وعافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے اور ہمیں ان کے علوم اور فیضان سے مالا مال فرمائے (آمین)۔

اس پانچویں جلد میں کتاب الصلوٰۃ کے مسائل مکمل ہو رہے ہیں، اور حضرت کی حیات مبارکہ میں ان مسائل پر نظر ثانی حضرتؒ کے فرزند حضرت اقدس مفتی کفایت اللہ حقانی صاحب مدظلہ نے بھی فرمائی، اور حضرتؒ کے معتمد

خاص اور خصوصی شاگرد، استاذ محترم مفتی محمد رئیس صاحب سرو ہی صاحب مدظلہ نے بھی فرمائی تھی، پھر جامعۃ الحمید کے متخصص مفتی مجیب الرحمٰن صاحب نے بڑی جانفشانی کے ساتھ اس پر کام کیا، اس کے بعد کتاب الصلوۃ کے اور بہت سے مسائل کو ساتھ شامل کر کے تمام مسائل کو ابواب میں تقسیم کیا گیا، اور آخر میں مفتی محمد فلک شیر صاحب مدرس جامعۃ الحمید اور مفتی محمد امیر معاویہ صاحب متخصص جامعۃ الحمید دونوں حضرات نے بڑی دل لگی کے ساتھ ان فتاوٰی کی پروف ریڈنگ کی اور عربی کتب کے حوالہ جات کو چیک کیا، اور مفتی نعمان صاحب مدرس جامعۃ الحمید نے بھی اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر اس کو چیک کیا اور مکررات کی نشاندہی فرمائی۔

استاذ محترم کی طرف سے اور ادارہ کی طرف سے یہ تمام حضرات شکریہ کے مستحق ہیں، اور وہ تمام حضرات بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی بہتری کے لیے وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے، اور استاذ جی کے اس فیض سے ہم سب کو حظ وافر نصیب فرمائے، اور استاذ جی کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری فرمائے اور اس کو دن دگنی اور رات چگنی ترقی نصیب فرما کر چہار دانگ عالم میں اس کا فیض پھیلائے، اور اس جامعہ کو پورے عالم کے لیے رشد وہدایت کا عظیم مرکز بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم والصلوۃ والسلام علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین.

والسلام

دعاؤں کا طلب گار

محمد حامد علی نفیسی

یکے از تلامذہ وخادمین حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ

خادم ومدرس جامعۃ الحمید عظیم آباد رائیونڈ روڈ لاہور

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

﴿بقیہ کتاب الجمعۃ﴾

سموں والاضلع گوجرانوالہ میں نمازِ جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں سموں والاضلع گوجرانوالہ کی تحصیل کاموکی کے نواح میں واقع ہے نیز ہمارے گاؤں سے شہر کاموکی آٹھ کلومیٹر دور واقع ہے جس کی آبادی تقریباً 120 گھروں پر مشتمل ہے، اس میں آٹھ دوکانیں ہیں جن سے ضروریاتِ زندگی کی اشیاء میں سے دالیں، گھی، چینی، سبزی وغیرہ مل سکتی ہیں، سوائے گوشت، کپڑے اور جوتے وغیرہ کے کہ ان کے لیے تحصیل کاموکی جانا پڑتا ہے، اردگرد کے گاؤں اگر چہ آبادی کے لحاظ سے ہمارے گاؤں سے بڑے ہیں لیکن جوتے، گوشت، کپڑے وغیرہ وہاں بھی دستیاب نہیں ہیں، لہٰذا اس نوعیت کے گاؤں میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوسکتا ہے تو اس گاؤں میں جب سے پاکستان بنا ہے جمعہ پڑھایا جارہا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جمعہ جاری رکھا جائے یا چھوڑ دیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عندالاحناف جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر ایسا قصبہ ہو جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے اور اس میں ضروریاتِ زندگی میسر ہوں۔

"لاجمعة ولاتشريق الافی مصر جامع رواه ابن ابی شيبة عن علی رضی الله عنه"

جب کہ مذکورہ فی السوال بستی چھوٹا گاؤں (قریہ صغیرہ) ہے اور ضروریاتِ زندگی بھی اس میں میسر نہیں ہیں لہٰذا یہاں والوں کو جمعہ کی نماز تو معاف ہے مگر نمازِ ظہر ادا کرنا فرض ہے، اور آج تک جتنی ظہر کی نمازیں جمعہ پڑھنے کی وجہ سے رہ گئی ہیں ان کی قضاء ذمہ میں لازم ہے۔

"ولاتصح الجمعة الافی مصر جامع اومصلی المصر ولاتجوز فی القری لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحی الافی مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود "

.....(هدايه:۱/۷۷، فتاوىٰ الهندية:۱/۱۴۵، البحر الرائق:۲/۲۴۵)

"لاجمعة ولاتشريق ولاصلوة فطر ولااضحی الافی مصر جامع اومدينة

عظیمة ولم ینقل عن الصحابة انهم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المقابر والجمع الافی الامصار دون القری ولو کان لفعل "......(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۵۰۴)

"ومن لاتجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۵)

"الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر وهذااذالم یتصل به حکم "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دیہات میں نماز جمعہ کی فرضیت کی کیفیت:

مسئلہ نمبر (۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) دیہات میں نماز جمعہ کی فرضیت کی کیفیت کیا ہے؟

(۲) فقہاء حنفیہ کی رائے میں کبھی ترمیم ہوئی ہے؟ کیا مزید ترمیم کی گنجائش ہے؟ حالات واحوال کے مطابق جمعہ کی تمام شرائط کیا ہیں؟

اصل سوالات یہ تھے۔

(۱) ایسے گاؤں میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے جہاں رکشے ویگن اور ٹیلی فون سوئی گیس اور سات آٹھ دوکانیں بجلی اور پکی سڑک وغیرہ کی سہولت موجود ہو اور آبادی تقریباً دو ہزار کے قریب ہو۔

(۲) جمعہ کی تمام شرائط کیا ہیں؟

(۳) دیہاتی نے شہر میں آکر جمعہ یا عیدین کا وقت پایا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر جمعہ واجب ہوگا یا ظہر کے فرض ادا کرلے؟

(۴) اگر دیہاتی عید کے دن سورج طلوع ہونے کے بعد نماز عید سے پہلے قربانی کرلے تو درست ہے یا نہیں؟

(۵) نابینا، معذور، بیمار اور عورت پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اس موضع میں بحالت مذکورہ جمعہ صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ جمعہ اور عیدین واجب ہونے کے لیے مصر جامع (یعنی شہر) یا قصبہ کا ہونا شرط ہے، اور مصر جامع امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے۔

"انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح".....(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۵)

یعنی وہ بڑا شہر جس میں شاہراہیں اور بازار ہوں (جس میں ضروریات روزمرہ موجود ہوں اور اس کے لیے دیہاتیں ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کو ظالم سے انصاف دلوانے پر قادر ہو اپنے دبدبے اور علم سے یا کسی اور کے علم سے اور لوگ اس کی طرف حادثات اور شدائد میں رجوع کرتے ہوں۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيهااسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب".....(ردالمحتار ۱/۵۹۰)

حاصل یہ کہ جمعہ صحیح ہونے کے لیے مصر جامع (یعنی ایسا شہر جو مرکز تجارت ہو اور اس میں حاکم مجاز بھی رہتا ہو) کا ہونا ضروری ہے۔

(۲) جمعہ کی تمام شرائط نہیں لکھی گئیں کیونکہ جب پہلی شرط مفقود ہے تو اور شرائط لکھنے کا کیا فائدہ؟

(۳) دیہاتی شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر وہ جمعہ کے دن شہر میں داخل ہوا اور اس کی نیت جمعہ کے دن وہیں ٹھہرنے کی ہو تو اس پر جمعہ واجب ہوگا اور اگر اس نے وقت جمعہ کے داخل ہونے سے پہلے نکلنے کی نیت کر لی تو جمعہ واجب نہ ہوگا، البتہ اگر وقت کے دخول کے بعد نکلنے کی نیت کی ہو تو واجب ہوگا۔

"وفي الخلاصة القروي اذادخل المصر يوم الجمعة ان نوى الخروج من ذلك المصر من يومه قبل دخول وقت الصلوة لاتلزمه وبعددخول وقت الجمعة تلزمه".....(ردالمحتار: ۱/۶۰۸)

(۴) اگر دیہاتی عید کے دن نماز عید سے پہلے قربانی کر لے تو درست ہے، ہاں شہر اور قصبہ کے رہنے والے نماز عید کے بعد کریں گے، اس سے پہلے کرنا ان کے لیے جائز نہیں۔

"ووقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النهر الاانه لايجوز لاهل الامصار الذبح حتى يصلي الامام العيد فاما اهل السواد فيذبحون".....(الهداية: ۴/۴۴۵)

(۵) نابینا، بیمار اور عورت پر جمعہ واجب نہیں۔

"وشرط لافتراضها تسعة تختص بها صحة وحرية وذكورة ووجود بصر وغيرها" ......(ردالمحتار: ۲۰۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سات سو افراد والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرصہ 30 سال سے ہماری بستی میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے، جب کہ ہماری بستی کی آبادی بشمول مرد وزن اور بالغ ونابالغ 702 سات صدودو افراد ہیں، تقریباً 60 گھر ہیں لیکن آبادی گنجان نہیں ہے، ضروریات زندگی بھی میسر نہیں ہیں اور یہ سا تھ گھر ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر ہیں، اب سوال یہ ہے کہ ہماری بستی میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ہے کہ گاؤں میں بازاریں ہوں اور وہ جگہ اردگرد کے دیہات کے لیے تجارتی مرکز ہو یا وہاں پر حاکم مجاز ہو جو مظلوم کو ظالم سے حق دلا سکے جب کہ مذکورہ گاؤں میں یہ تمام شرائط مفقود ہیں، گاؤں والے نماز ظہر باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کریں، بصورت دیگر ظہر کی نماز ذمہ میں باقی رہے گی جس کی وجہ سے آپ سخت گناہ گار اور مجرم ہوں گے۔

"لاتصح الجمعة الافى مصر جامع اوفى مصلى المصر ولاتجوزفى القرى لقوله عليه الصلوة والسلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الافى مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له اميروقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود"......(الهداية: ۱۷۷/۱)

"عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولهارساتيق وفيها وال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذاهوالاصح" ......(ردالمحتارعلى درالمختار: ۵۹۰/۱)

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب" ......(ردالمحتار على درالمختار : ۱/۵۹۰)

"وروى عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث" .... (بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں مرمنڈی ملتان میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔

عرض ہے کہ ہمارے گاؤں مرمنڈی ملتان میں نماز جمعہ کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بحث جواز یا عدم جواز سے بھی آگے نکل چکی ہے، ایک فریق مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ کو واجب کہتا ہے، جب کہ دوسرا فریق اسی گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کو ترک نماز ظہر کہتا ہے، عوام پریشان ہیں، فساد کا بھی قوی اندیشہ ہے، اس لیے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو قرآن وحدیث اور فقہاء کی کتابوں کی روشنی میں مکمل مدلل عام فہم اور مفصل فتویٰ ارسال کریں، نیز کتابوں کی عبارات اور حوالہ جات بھی ہوں۔

ہمارا گاؤں مرمنڈی ملتان سرائے نورنگ بازار سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے، آبادی ایک ہزار نوسو ہے، ایک گرلز پرائمری سکول اور چار بوائز پرائمری سکول ہیں، ایک بوائز مڈل سکول ہے، سات دکانیں ہیں جن میں چینی، گھی، سبزی وغیرہ تو ملتی ہے لیکن پھر بھی بہت سے لوگ سودا سلف وغیرہ کی خریداری کے لیے سرائے نورنگ بازار جاتے ہیں، دو میڈیکل سٹور ہیں، آٹھ عدد موٹر کار وغیرہ ہیں، نو عدد مساجد ہیں، دو عدد پولٹری فارم ہیں، آٹا پیسنے کی مشین ہے، پینے کے پانی کے لیے پریشر پمپ بھی ہے، بجلی اور ٹیلی فون کا انتظام بھی ہے۔

ہمارے گاؤں مرمنڈی ملتان کے ساتھ ایک طرف بالکل متصل گاؤں مرمنڈی عظیم ہے، جب کہ دوسری طرف بالکل متصل کوٹلہ شادی خان ہے، گاؤں مرمنڈی عظیم کی کل آبادی گیارہ سو ہے، جو دو حصوں میں تقسیم ہے، اور دونوں حصوں کے بین تقریباً دو سوفٹ چوڑائی کی زیرکاشت زمین ہے، ایک حصہ پرانی آبادی ہے، جو سات سو اسی نفوس پر مشتمل ہے، جس میں ایک گرلز پرائمری سکول، ایک بوائز پرائمری سکول اور ایک گرلز مڈل سکول ہے، سات دوکانیں ہیں، دس عدد موٹرکار وغیرہ ہیں، دس پولٹری فارم ہیں، آب نوشی کا ٹیوب ویل ہے، آب پاشی کے سات ٹیوب ویلز ہیں، پانچ مساجد ہیں جب کہ مرمنڈی عظیم کا دوسرا حصہ جو نئی آبادی ہے تین سو بیس نفوس پر مشتمل ہے، جس میں دو دو کانیں اور حکیم کا دواخانہ ہے، ایک پولٹری فارم ہے۔

گاؤں مرمنڈی عظیم کی نئی آبادی ہمارے گاؤں مرمنڈی ملتان کے ساتھ بالکل متصل ہے۔

گاؤں مرمنڈی عظیم میں بھی پچھلے چھ سال سے نماز جمعہ ہوتا رہا ہے، جس پر علاقے کے علماء کا ابھی تک زبردست اختلاف ہے، گاؤں مرمنڈی عظیم میں ایک آٹا پینے کی مشین ہے بجلی اور ٹیلی فون کی سہولت بھی موجود ہے، اس گاؤں کا سرائے نورنگ بازار سے فاصلہ پونے تین میل ہے۔

گاؤں مرمنڈی ملتان کے ساتھ دوسری طرف بالکل متصل گاؤں کوٹلہ شادی ہے، اس گاؤں کی آبادی ایک سو اسی ہے، ایک دوکان اور حکیم کا دواخانہ ہے، ایک دینی مدرسہ ہے جس میں حفظ وقرأت اور ابتدائی دینی کتب پڑھائی جاتی ہیں، تقریباً تیس طالب علم اس مدرسہ میں پڑھتے ہیں، دو بوائز پرائمری سکول ہیں، دو مساجد ہیں، آب پاشی کے دو ٹیوب ویل ہیں، پانچ عدد موٹرکار وغیرہ ہیں، سرائے نورنگ بازار سے فاصلہ تقریباً تین میل ہے۔

ان تینوں گاؤں کی سڑک الگ الگ ہیں، تینوں گاؤں کے لوگوں کے شناختی کارڈ الگ الگ ہیں، قبرستان علیحدہ ہیں، تینوں گاؤں کے لوگ ایک ہی پولنگ سٹیشن میں ووٹ ڈالتے ہیں، لیکن پولنگ سٹیشن کا نام سرکاری کاغذات میں پولنگ سٹیشن مرمنڈی عظیم ہے، عیدالفطر کبھی ایک ہی دن میں تینوں گاؤں میں ہوتی ہے اور اس طرح بھی ہوتا ہے کہ کبھی دو گاؤں والے عید مناتے ہیں جب کہ تیسرے گاؤں والوں کا روزہ ہوتا ہے، ایک ہی یونین کونسل میں واقع ہیں، یونین کونسل کا نام مرمنڈی عظیم ہے۔

موضع پٹوار ایک ہے تینوں گاؤں کے لوگ ایک دوسرے کے غم وخوشی میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں، کاشت والی زمینیں ایک دوسرے کے گاؤں میں واقع ہیں، تینوں گاؤں کی ایک ہی مشترکہ اصلاحی کمیٹی ہے۔

محترم مفتی صاحب امید ہے کہ آپ میرے سوالات کے نمبروار جوابات ارسال فرمائیں گے۔

(۱) کیا شریعت میں جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے ان تینوں گاؤں کو ایک ہی گاؤں سمجھا جاتا ہے، اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر شریعت میں ان تینوں دیہاتوں کو الگ الگ دیہات (گاؤں) تصور کیا جاتا ہے تو پھر

(الف) گاؤں مرمنڈی ملتان میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(ب) گاؤں مرمنڈی عظیم میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(د) کونکہ شادی خان میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر مرمنڈی عظیم میں نماز جمعہ جائز ہے تو جو لوگ پچھلے چھ سال سے نہیں پڑھتے ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴) اگر مرمنڈی عظیم میں نماز جمعہ جائز نہیں تو جو لوگ پچھلے چھ سال سے جمعہ پڑھتے رہے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عندالاحناف جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ (قریہ کبیرہ) کا ہونا شرط ہے۔

"لاجمعة ولاتشريق الافی مصر جامع رواه ابن ابی شيبة عن علی رضی الله عنه تقع فرضافی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها اسواق "۔ ....(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

اور مصر کی تعریف امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

"عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيها وال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذاهوالاصح "..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ گاؤں مرمنڈی ملتان قریہ صغیرہ ہے اسی طرح شادی خان اور مرمنڈی عظیم بھی چھوٹے قریہ ہیں، ان میں سے کسی کے اندر بھی جمعہ کی شرائط موجود نہیں ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی بستی میں جمعہ وعیدین قائم کرنا درست نہیں ہے، بلکہ ان کو ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے، اور ان کو ایک شمار کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ سب کے مفادات الگ الگ ہیں جیسا کہ سوال میں بھی مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موضع ہلڑکے قصور میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵): بخدمت جناب حضرت مولانامفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

جناب عالی!

گزارش ہے کہ ہم لوگ موضع ہلڑ کے پیار ہٹھاڑ ضلع وتحصیل قصور کے رہائشی ہیں، اب اس کی صورت حال یہ ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے ہٹھاڑ میں آباد تھے، پانی کا سیلاب آنے کی وجہ سے وہ جگہ چھوڑ کر اونا ڑ والے رقبہ میں اپنے اپنے زمین کا موقع دیکھ کر آبادی کرلی، رقبہ ہلڑ کے پیار کا تقریباً 8000 ایکڑ پر مشتمل ہے، اس گاؤں کا حدبست نمبر 226 ہے، آبادی کی صورت حال یہ ہے کہ اس میں ہلڑ اور پیار ۲ خاندان آباد تھے، ہلڑ مسلمان تھے اور پیار سکھ تھے، پاکستان بننے سے تقریباً 15 سال پہلے سکھوں نے پانچ بستیاں بنالیں، اور جو مسلمان تھے انہوں نے بھی پانچ بستیاں اپنی زمینوں میں بنالیں، پاکستان بننے کے بعد ہم لوگ مہاجر ہوکر سکھوں والی بستیوں میں آباد ہوگئے، تقریباً تین سال بعد اپنی اپنی بستیوں میں مسجد کی تعمیر مکمل کر کے نماز باجماعت اور نماز جمعہ پڑھنا شروع کردیا، کیونکہ ہلڑ جو کہ مسمان بستیاں تھیں اور ان کا آدھا رقبہ تھا یعنی ان کی ملکیت تھی اور ہم نے ان کو نماز جمعہ پڑھتے ہوئے پایا، آدھے رقبے کی ملکیت مہاجر مسلمانوں کو ملی جیسے کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ ان بستیوں کا نمبر 226 ایک ہی ہے، اس لیے ہم نے بھی نماز جمعہ پڑھنا شروع کردیا، تقریباً 55 سال ہمیں نماز جمعہ پڑھتے ہوئے گزر گئے، اب صورت حال یہ ہے کہ ہم مہاجر پانچ جگہ پر بستیوں کی شکل میں اسی حدود کے اندر آباد ہیں، اس وقت تقریباً 12000 افراد پر مشتمل ہلڑ کے پیار کی تمام بستیوں میں تقریباً 30 دوکانیں ہیں جن سے جوتے کپڑوں سمیت تمام ضروریات زندگی پوری ہوتی ہیں، علاج معالجہ کے لیے ہسپتال اور کلینک موجود ہیں فرنیچر اور تعمیرات کے ماہر افراد موجود ہیں جو مختلف جگہوں پر اسی گاؤں کی حدود میں اپنا کاروبار کررہے ہیں، مہاجر آبادی کی مسجدوں میں سے ایک مسجد میں اختلاف ہے کہ جمعہ نماز نہیں ہوئی، کچھ افراد اس کی وجہ آبادی کا چھوٹا ہونا بتاتے ہیں، جب کہ کچھ افراد یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام آبادیاں ایک گاؤں ہیں اس لیے جمعہ کی نماز ترک نہ کرنی چاہیے، اب ہم علماء کرام سے گزارش کرتے ہیں کہ نماز جمعہ جاری رکھیں یا ترک کرویں۔

نوٹ: برائے مہربانی اس کی وضاحت بھی فرمائیں، ایسے گاؤں میں جس میں جمعہ کی شرائط پوری نہ ہوتی ہوں اس گاؤں والے جمعہ کی نماز ترک کرنے پر گناہ گار ہوں گے یا جمعہ کی نماز سے بری الذمہ ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ بستیوں میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ تمام بستیاں ہیں اور جمعہ کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے، جوکہ یہاں نہیں پائی جارہی، لہٰذا ان بستیوں میں ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔

"قوله وفی القهستانی الخ تاییدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق"..... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کو چھوڑ کر مصلیٰ میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے لاہور شہر میں ایک جگہ نماز کے لیے مختص کی ہوئی ہے اور وہاں پر پانچ وقت کی نماز ہوتی ہے اور دیگر لوگوں کو نماز کے لیے اذن عام بھی ہے، سوال یہ ہے کہ اس مصلیٰ پر نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جمعہ پڑھنا تو شرعاً جائز ہے، البتہ مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے ثواب سے محرومی ہوگی۔

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیها وال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذاهوالاصح"..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"قوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطر ولااضحی الافی مصر جامع اومدینة عظیمة ولم ینقل عن الصحابة انهم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الافی الامصار دون القری ولوکان لفعل"...... (طحطاوی علی المراقی الفلاح: ۵۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک خطبہ سے نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد غیر مقلد صرف ایک خطبہ جمعہ شریف کا پڑھ کر نماز جمعہ پڑھا دیتے ہیں پوچھنے پر انہوں نے جواب دیا کہ میری تقریر یہ ایک خطبہ ہے، اب آپ فرمائیں کہ مسلک احناف کے مطابق صرف ایک خطبہ سے نماز جمعہ اداء ہو جاتی ہے یا کہ نہیں ہوتی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال نماز جمعہ سے پہلے عربی زبان میں دو خطبے پڑھنا سنت ہیں، بمسلک احناف میں ایک خطبہ عربی میں پڑھنے سے جمعہ تو ادا ہو جائے گا لیکن ترک سنت پر استمرار کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، نیز غیر عربی زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو کہ گناہ ہے۔

"وفی الهداية وجامع المضمرات والمجتبی وغيرهما ان الخطبة علی الاختلاف يعنی ان يجوز عندابی حنيفة رحمه الله تعالی بغير العربية للقادر والعاجز كليهما وعندهما لاحدهما ودليل قوله هواطلاق قوله تعالیٰ يايها الذين امنوا اذانو دی للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الی ذكر الله الاية فان المراد بذكر الله هو الخطبة علی ماذكره اهل التفاسير وهومطلق غير مقيد بالعربی فيكون كالتذكير فی انه لايشترط فيه خصوصية لسان دون لسان ويجاب من قبلهما ان الخطبة تشابه الصلوة بل كانهاقائمة مقام الصلوة فكما ان اذكار الصلوة لاتجوزلغير العاجز بغير العربية كذلک لاتجوز الخطبة الابالعربية"......(مجموعه رسائل اللكنوی: ۳/۴۴)

"فلوخطب بالفارسية اوبغيرهاجازكذاقالوا والمراد بالجواز هوالجواز فی حق الصلوة بمعنی انه يكفی لاداء الشرطية وتصح بهاالصلوة فلاالجواز بمعنی الاباحة المطلقة لانه لاشک فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فيكون مكروها تحريما" ......(عمدة الرعاية علی هامش شرح الوقاية: ۱/۲۴۲)

"فعارضنی بعض الاعزة بان الخطبة انماهی لافهام السامعين وتعليم

الحاضرين وهومفقودفي العربية في الديار العجمية بالنسبة الى اكثر الحاضرين فينبغي ان يجوز مطلقا من غير كراهة فقلت الكراهة انماهي لمخالفة السنة لان النبي ﷺ واصحابه قدخطبوا دائمابالعربية ولم ينقل عن احدمنهم خطبوا الخطبة وهوخطبة غيرالجمعة بغيرالعربية ، فعاد قائلافي ذلك الزمان والبلدان ان لم يكن احتياج التذيل اللسان لان الحاضرين كانوامن العرب ولغتهم كانت العرب وامافي هذه البلدان فليس كذلك فيحتاج الى التبديل لذلك فعدت قائلا قدكان يحضر في مجالس الخطب النبوية ﷺ رجال من الفرس والروم والحبش والعجم ولم يبدل النبي ﷺ خطبة ابدا ولاعلمه احدا ومن المعلوم ان منهم من لم يكن يفهم لسان العرب مطلقا ومنهم من لايقدر على فهم الكثير منه وان فهم قدرا قدرا ولايتوهم انه لم يكن النبي ﷺ يعلم اللغة العجمية وغيرها من اللغات الغيرالعربية ولوكان علمها لخطب بها لانانقول بعدالتسليم ذلك ان بعض الصحابة كزيد بن ثابت قدكان تعلم اللسان العجمي والرومي والحبش وغيرهما من الالسنة فلم لم يامره النبي ﷺ ان يخطبهم ويعظهم بالسنتهم وبالجملة فالاحتياج الى الخطبة بغيرالعربية لتفهيم اصحاب العجمية كان موجودافي القرون الثلاثة ومع ذكر ذلك فلم يروا احدذلك من احد في تلك الازمنة وهذادليل على الكراهة ،وبوجه آخر الخطبة بالفارسية وغيرها من اللغات الغيرالعربية بدعة فكل بدعة ضلالة والضلالة ادنى درجاتها الكراهة فلايخلوا الخطبة بغيرالعربية عن الكراهة ووجه كونه بدعة انه لم يكن في القرون الثلاثة " .....(آكام النفائس في اداء الاذكار بلسان الفارس :٣٣)

"ولماكانت اكثر شريعتنا بالعربية يلزم على الناس ان يعلموا اللسان العربي بقدرما يرتفع به الحاجة فان مالايتم الواجب الابه واجب ،ومن هنا صرحوا ان تعلم الصرف والنحووغيرهمامن مبادى العلوم بقدرمايحتاج اليه في فهم الشريعة واجب فاذالم يفهم الحاضرون الخطبة العربية فالتزام عدم الفهم

الیھم لاالی الخطباء ولایلزم الخطباء ان یغیرواللسان العربی ویخطبوا بلسان یفھمہ الجھلاء "..... (آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس:۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاجمعہ کاخطبہ دورکعتوں کے قائم مقام ہے؟

مسئلہ نمبر(۸): (۱) کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کاخطبہ ظہرکی دورکعتوں کے قائم مقام ہے کہ نہیں؟

(۲) نابالغ، عاقل بچے کی اذان کاکیاحکم ہے؟اگرجائزنہیں ہےاوراذان دے دےتواعادہ ہےکہ نہیں ہے؟ فقہ حنفی کی روسےجواب دےکرممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال جمعہ کاخطبہ ظہرکی دورکعتوں کے قائم مقام نہیں ہےالبتہ اس کوایساثواب ملتاہےجیسے کہ جمعہ کاجزءہو۔

"وھل ھی قائمۃ مقام رکعتیں الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشرطھا فی الثواب قولہ الاصح لا ولذا لایشترط لھا سائرشروط الصلوۃ کالاستقبال والطھارۃ وغیرھما قولہ بل کشطرھا فی الثواب ھذاتاویل لماوردبہ الاثر من ان الخطبۃ کشطر الصلوۃ فان مقتضاہ انھاقامت مقام رکعتین من الظھر کماقامت الجمعۃ مقام رکعتین منہ فیشترط لھاشروط الصلوۃ کماھوقول الشافعی".....(الدرمع الرد: ۵۹۹،۱/۶۰۰)

(۲) نابالغ عاقل بچےکی اذان جائزہےمگربالغ کی اذان افضل ہے۔

"واماالصبی الذی یعقل فاذانہ صحیح من غیر کراھۃ فی ظاھرالروایۃ الاان اذان البالغ افضل"......(البحرالرائق: ۱/۲۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھوٹے دیہات میں اگر نماز جمعہ شروع ہو جائے تو اس کو بند کرنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۹): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک چھوٹا سا دیہات ہے، آبادی تقریباً تین سو کے قریب ہے، ہمارے گاؤں سے بڑا قصبہ تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، ہمارے دیہات کی زیادہ تر آبادی کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی اور مویشی پالنا ہے، دیہات کے لوگوں کو بڑے قصبے میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے دو سے تین گھنٹے کا وقت درکار ہوتا ہے، جو کھیتی باڑی اور مویشیوں کی پرورش کرنے والے لوگوں کے لیے کافی مشکل ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے، ہم نے ابھی اپنے دیہات میں جمعہ شروع کیا ہے، شریعت کی رو سے ہم جمعہ پابندی سے ادا کرتے رہیں یا کہ ترک کر دیں، برائے مہربانی مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کے بیان کے مطابق چھوٹے سے دیہات میں نماز جمعہ شروع کی گئی ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا اس کو فی الفور بند کرنا ضروری ہے۔

"شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود اومصلاه قوله شرط ادائها المصر اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى قرية ولامفازة لقول على رضى الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحى الافى مصرجامع اوفى مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم وكفى بقوله قدوة واماما واذالم تصح فى غيرالمصر فلاتجب على غيراهله"۔۔۔(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"لاتجوزفى الصغيرة التى ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافى المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فى الجواهر لوصلوافى القرى لزمهم اداء الظهر"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"لاتصح الجمعة الافى مصرجامع اوفى مصلى المصر ولاتجوز فى القرى لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الافى مصرجامع

والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود "

.....(الھدایۃ: ۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں کوٹلہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰): کیا فرماتے ہیں علماء حضرات مشائخ عظام اور مفتیان حضرات مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ گاؤں کوٹلہ (مرکز تراڑکھل) جس کے مشرق میں تراڑکھل شہر تقریباً ۲ کلومیٹر کے فاصلے پر اور شمال کی جانب بن جونسہ مرکز تقریباً اڑھائی کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، گاؤں کوٹلہ کا مشرقی کونہ ٹاؤن ایریا تراڑکھل سے منسلک ہے، اس گاؤں کی عوام تقریباً تمام لوگ فقہ حنفیہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس گاؤں کے عوام آج سے ایک سو سال قبل سے گاؤں میں عید پڑھتے تھے، اس زمانے میں مرکز تراڑکھل یا بن جونسہ میں جمعہ نہیں پڑھایا جاتا تھا اور نہ ہی کوٹلہ میں جمعہ پڑھایا جاتا تھا، ایک مسجد جو تقریباً سو سال پرانی ہے اور یہاں کے لوگ گاؤں میں نماز عیدین پڑھتے تھے، اب گاؤں کے کچھ لوگ مرکز تراڑکھل جامع مسجد میں عیدین ادا کرتے ہیں اور بعض لوگ سابقہ طریقے سے گاؤں میں عیدین ادا کرتے ہیں، جو لوگ گاؤں میں عیدین ادا کرتے ہیں ان کا استدلال ہے کہ چونکہ یہاں سو سال قبل عیدین پڑھی جاتی تھیں اس لیے اب یہاں عیدین کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ بچے، بوڑھے اور معذور افراد تراڑکھل نہیں جاسکتے، اس کے علاوہ برفباری اور بارش میں تراڑکھل جانا مشکل ہے، گاؤں ہذا میں گرلز مڈل سکول اور بوائز پرائمری سکول کے علاوہ چند ایک مقامات پر چیدہ چیدہ دوکانیں ہیں، گاؤں کے اندر مختلف جگہوں پر چار مساجد موجود وآباد ہیں، اور چار مساجد میں نماز تراویح ادا کی جاتی ہے، آبادی تقریباً 500 افراد پر مشتمل ہے، ضروریات زندگی کی تقریباً چیزیں گاؤں سے میسر ہو جاتی ہیں، لہٰذا عیدین گاؤں میں ادا کرنا جائز ہے (گاؤں کوٹلہ) اور بعض کا اعتراض ہے کہ گاؤں میں چونکہ جمعہ نہیں پڑھا جاتا ہے اور نہ ہی عید گاہ موجود ہے، اس لیے فقہ حنفی کے مطابق گاؤں میں نماز عیدین ادا نہیں ہوتی، اس وجہ سے گاؤں میں لوگوں کے درمیان اختلافات ہیں، لہٰذا تمام معاملے پر نظر رکھتے ہوئے بتایا جائے کہ کیا تمام لوگ گاؤں میں عیدین ادا کر سکتے ہیں یا ان کو مرکز تراڑکھل میں ادا کرنی چاہیئے؟ چونکہ معاملہ شدت اختیار کر چکا ہے اس لیے مسئلہ ہذا کے بارے میں تفصیلاً وضاحت کے ساتھ فتویٰ جاری فرمایا جائے، تاکہ گاؤں کے عوام ایک فتنے سے بچ سکیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال جمعہ کی نماز کے لیے جو شرائط ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ وہ قریہ کبیرہ ہو یا وہ شہر ہو تو وہاں جمعہ اور عیدین کی نماز جائز ہے، اور صورت مذکورہ میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں، لہذا یہاں پر جمعہ اور عیدین کی نماز نہیں ہوگی۔

"قوله وفي القهستاني تاتيدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات " ..... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی رکعتوں کی ترتیب:

مسئلہ نمبر (۱۱): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ جمعہ کی رکعات کی ترتیب بیان فرمادیجئے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں، پھر فرض پڑھنے کے بعد چھ رکعت سنت مؤکدہ ثابت ہیں پہلے چار پھر دو رکعت پڑھنی چاہئیں۔

"وقبل الظهر والجمعة وبعدها اربع ". ..... (كنز الدقائق على البحر الرائق: ۲/۴۷)

"وعن ابي يوسف انه ينبغي ان يصلي اربعا ثم ركعتين وذكر محمدفي كتاب الاعتكاف ان المعتكف يمكث في المسجد الجامع مقدارمايصلي اربعا اوستاه وفي الذخيرة والتجنيس وكثيرمن مشايخنا على قول ابي يوسف وفي

منية المصلي والافضل عندنا ان يصلي اربعاثم ركعتين "......(البحر الرائق: ۲/۴۹)

"قال في الذخيرة وعن علي انه يصلي ستا ركعتين ثم اربعا وعنه رواية اخرى انه يصلي بعدها ستا اربعا ثم ركعتين وبه اخذابو يوسف والطحاوي وكثير من المشايخ رحمهم الله تعالى وعلى هذا قال شمس الائمة الحلواني رحمه الله تعالى الاصل ان يصلي اربعا ثم ركعتين .... لكن الافضل تقديم الاربع كيلايصير متطوعا بعدالفرض مثلها اه "..... (منحة الخالق على البحر الرائق : ۲/۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں نماز جمعہ پر اصرار کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲): کیا فرماتے ہیں علمائے عظام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں بولی میں دومساجد ہیں، ایک مین سڑک کے کنارے پر مسجد خضریٰ اور دوسری بستی کے درمیان، اکتوبر 2005ء کے زلزلے کے بعدامہ وطظیر ٹرسٹ نے سڑک کے کنارے پر واقع اس مسجد کی توسیع کی اور جامع مسجد قرار دے کر جمعہ کی نماز شروع کی گئی، اوراپنا امام وخطیب مقرر کردیا، روڈ پر واقع ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے لوگ جمعہ کی نماز میں شریک ہوجاتے تھے، ہوٹل، کچھ تنظیموں کے دفاتر اور تین چار دوکانیں اس پوری بستی میں تھیں، اب سیلاب سے جامع مسجد خضریٰ شہید ہوگئی تو دوسری مسجد مدنی مسجد کے امام نے لوگوں کو جمع کیا اور جمعہ پڑھایا اور باقاعدہ مدنی مسجد میں جمعہ شروع کروایا، حالانکہ اس پورے گاؤں میں چار دوکانیں اور ایک پرائمری سرکاری سکول اور تنظیم کا ایک سکول ہے۔

مفتی صاحب برائے مہربانی مندرجہ ذیل امور کا قرآن وسنت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) اس گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر نہیں ہوتی تو امام صاحب جو پڑھانے پر اصرار کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ امام کو بخوبی مسئلہ کا علم ہے؟

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جمعہ کی نماز ادا ہو یا نہ ہو ہمارا ذمہ دار تو امام ہے، کیا واقعی ان کا ذمہ دار امام ہے؟ اور لوگوں کو مسئلہ معلوم ہوجانے کے بعد بھی اگر وہ جمعہ پڑھنے پر اصرار کریں تو وہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟

(۴) اگر جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوتی تو لوگ ظہر کی نماز ادا کریں یا نہیں؟ اور گزشتہ جو جمعے پڑھے ہیں ان کے بدلے ظہر کی قضاء کریں گے یا نہیں؟ اور اگر لوگ جمعہ پڑھنے پر ہی اصرار کریں تو جو لوگ گھروں میں ظہر کی نماز ادا کرلیں وہ گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟

(۵) بعض لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک دفعہ جمعہ شروع ہو گیا تو اب فساد کی وجہ سے اسے ختم نہیں کیا جاسکتا، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۶) بعض لوگ شہر میں جا کر جمعہ یا عید کی نماز ادا کرتے ہیں، بعض لوگ از راہ محبت ان سے کہتے ہیں کہ گاؤں ہی میں جمعہ یا عید کی نماز پڑھو، اب گاؤں کی مسجد کو چھوڑ کر ان کا شہر میں جانا کیسا ہے؟

(۶) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ معذور، ضعیف اور بوڑھے افراد شہر میں نہیں جاسکتے لہٰذا اگر گاؤں کی اس مسجد میں جمعہ ہو تو یہ افراد با آسانی شامل ہو سکتے ہیں، واقعی معذورین اور بوڑھوں پر جمعہ واجب ہے کہ اس مسجد میں ادا کریں؟

(۷) جامع مسجد خضریٰ کے امام نے لوگوں کو مسئلہ بتایا کہ اس مسجد میں جمعہ صحیح نہیں تو ان لوگوں نے دوٹوک کہا، اگر خضریٰ مسجد میں جمعہ ادا ہوجاتا تھا تو یہاں بھی ہوجائے گا، اگر وہاں نہیں ہوتا تھا تو یہاں بھی نہیں ہوگا، مفتی صاحب بندہ خضریٰ مسجد میں امام رہا اور جمعہ بھی پڑھاتا رہا کیونکہ لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم نے لوگوں سے مسئلہ پوچھا ہوا ہے، لیکن مجھے اب اس مسئلہ کی تحقیق معلوم ہوئی کہ اس گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا جب لوگوں کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ آپ کی مسجد میں کیوں جمعہ ہوجاتا تھا؟ اور واضح رہے کہ اس گاؤں میں تین چار دوکانیں 200 نمازی جمعہ کے بیے ہیں، ایک سرکاری اور ایک غیر سرکاری سکول ہے۔

مفتی صاحب برائے مہربانی ان مسائل کا تسلی بخش جواب دیں تاکہ لوگوں کی نمازوں کو بچایا جاسکے، اور ماضی کے گناہوں کی تلافی ہوسکے اور اظہار حق ہوسکے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اس گاؤں میں فقہاء حنفیہ کے نزدیک جمعہ اداء کرنا صحیح نہیں۔

مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود جو اصرار کرتے ہیں وہ گناہ گار ہیں کیونکہ جمعہ اداء کرنے کے باوجود ان کے ذمہ ظہر کی فرض نماز باقی رہتی ہے جس وجہ سے وہ عند اللہ ماخوذ ہوں گے۔

اس گاؤں میں رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں وہ ظہر کی نماز ادا کریں گے۔

جو لوگ ثواب کمانا چاہیں وہ شہر جا کر جمعہ اداء کریں اور جو لوگ نہیں جاسکتے ان کے ذمہ ضروری نہیں ہے۔

اس گاؤں میں جہاں پہلے سے جمعہ اداء کیا جاتا ہے حکمت عملی سے منع کیا جائے تا کہ ان کے ذمہ جو ظہر کی نماز فرض ہے وہ وقت پر اداء کی جائے۔

"قوله شرائط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قرية ولا مفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحی الافی مصر جامع اوفی مدينة عظيمة ......واذالم تصح فی غير المصر فلاتجب علی غير اهله"......(البحر الرائق : ۲/۲۴۵)

"فلاتجب علی اهل القرىٰ التی ليست من توابع المصر ولايصح اداء الجمعة فيها"......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

"قوله فی مصر بخلاف القری لانه لاجمعة عليهم فكان هذااليوم فی حقهم كغيره من الايام شرح المنية وفی المعراج عن المجتبی من لاتجب عليهم الجمعة بعدالموضع صلواالظهر بجماعة"......(ردالمحتار : ۱/۶۰۴)

"وفيماذكرنا اشارة الی انه لاتجوز(ای الجمعة) فی الصغيرة التی ليس فيهاقاض ومنبر وخطيب كمافی المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر"......(ردالمحتار : ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مارکیٹ کے کمرے کی مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے ایک مارکیٹ کے اندر ایک چھوٹی سی تقریباً دس فٹ کی ایک دوکان کرائے پر لی ہوئی ہے۔

ہم وہاں تین نمازیں، ظہر، عصر، مغرب باجماعت کرواتے ہیں مغرب کے بعد تالہ لگا دیتے ہیں، اتوار کو مکمل چھٹی ہوتی ہے، اس لیے جائے نماز بھی بند رہتی ہے، جمعہ کے دن بھی تقریباً آدھی چھٹی ہوتی ہے، کوئی اور سرکاری چھٹی

ہوتو بھی مارکیٹ بند رہتی ہے، مارکیٹ کے اوپر رہائشی فلائٹس ہیں وہاں بھی ایک کمرے کی مسجد ہے اس میں پانچ وقت کی نماز ہوتی ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ فلائٹس والے مولوی صاحب نیچے مارکیٹ کی مسجد میں نماز جمعہ کروانا چاہتے ہیں، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ بلڈنگ تو ایک ہی ہے، تو آیا ایسی چھوٹی جگہوں پر جمعۃ المبارک کی نماز کروانا سنت کے مطابق ہے یا خلاف شرع ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جامع مسجد میں نماز جمعہ اداء کرنی چاہیے تاکہ شوکت اسلام ظاہر ہو اور کسی بھی ایسی جگہ شہر میں نماز جمعہ اداء ہوسکے گی جہاں اذن عام ہو البتہ چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں نماز جمعہ شروع کرنا تکثیر جمعہ کی وجہ سے خلاف سنت ہے۔

"ولان الجمعة من اعظم الشعائر فتختص بمكان اظهار الشعائر وهو المصر" .....(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۴)

"تعدد المساجد التى تقام فيها الجمعة ، الغرض من صلاة الجمعة هو ان يجتمع الناس فى مكان واحد خاشعين لربهم فتوثق بينهم روابط الالفة وتقوى صلاة المحبة وتحيافى انفسهم عاطفة الرحمة والرفق وتموت عوامل البغضاء والحقد وكل منهم ينظر الى الآخر نظرة المودة والاخاء فيعين قويهم ضعيفهم ويساعد غنيهم فقيرهم ويرحم كبيرهم صغيرهم ويوقر صغيرهم كبيرهم ويشعرون جميعا بانهم عبيدالله وحده وانه هو الغنى الحميد ذوالسلطان القاهر والعظمة التى لاحدلها ، ذلك بعض اغراض الشريعة الاسلامية من حث الناس على الاجتماع فى العبادة ومما لاريب فيه ان تعددالمساجد لغيرحاجة يذهب بهذه المعانى السامية لان المسلمين يتفرقون فى المساجد فلايشعرون بفائدة الاجتماع ولاتتأثر انفسهم بعظمة الخالق الذى يجتمعون لعبادته خاضعين متذللين"......(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة : ۱/۳۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعے کے خطبہ سے پہلے سنتوں کے لیے وقت دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کی دوسری اذان سے پہلے اوراردو والی تقریر کے بعد چار سنتوں کے پڑھنے کے لیے وقفہ دیا جانا درست ہے کہ نہیں؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خطبہ جمعہ سے پہلے چار سنتوں کو پڑھا جائے، اور لوگ عام طور پر سے تقریر کے آخر میں آتے ہیں اس لیے ان کوادائیگی سنن کے لیے موقع دے دینا چاہیے۔

”وقدتعلق بماذکرنا بعض من نفی ان للجمعة سنة فانه من المعلوم انه کان علیه الصلوۃ والسلام اذارقی المنبر اخذبلال رضی الله عنه فی الاذان فاذااکمله اخذﷺ فی الخطبة فمتی کانوا یصلون السنة ومن ظن انهم اذافرغ من الاذان قاموا فرکعوا فهومن اجهل الناس وهذا مدفوع بان فروجهﷺ کان بعدالزوال بالضرورة فیجوزکونه بعدماکان یصلی الاربع ویجب هذاالحکم بوقوع هذاالمجوز لماقدمنا فی باب النوافل انهﷺ یصلی اذازالت الشمس اربعا ویقول هذا ساعة تفتح ابواب السماء ویجب ان یصعدلی فیهاعمل صالح وکذایجب فی حقهم“......(فتح القدیر : ۲/۳۹،۳۸)

”عن ابن مسعود انه کان یصلی قبل الجمعة اربعا وبعدالجمعة اربعا“.....(فتح القدیر : ۲/۳۹)

”عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول اللهﷺ وهویخطب اذاجاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب لیرکع رکعتین ولیتجوز فیهما رواه مسلم قیل ینبغی ان ینوی سنة الجمعة لان تحیة المسجد تحصل بها بخلاف عکسه“ .....(مرقاۃ المفاتیح : ۳/۳۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں والے جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں گے:

مسئلہ نمبر(۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی ایک مسجد ہے اور اس مسجد میں پانچوں وقت نماز باجماعت ہوتی ہے اور اس گاؤں سے شہر دور ہے اور چند ایک دو دو کانیں جو کہ لوگوں نے اپنے گھروں میں ڈالی ہوئی ہیں اور ہر ایک چیز جو ضرورت زندگی کی وہ تمام اشیاء وہاں میسر نہیں ہیں، وہاں پر عرصہ دراز سے جمعہ اور عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے، آیا کہ اس مسجد میں نماز جمعہ اور عید کی شرعی اجازت ہے اور اگر اجازت نہیں تو جو نمازیں لوگ پڑھ چکے ہیں جمعہ کی وہ لوٹائیں یا پھر وہ نمازیں صحیح ہیں اور اسی مسجد میں کیا حکم ہے؟ جمعہ کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں جمعہ کی ادائیگی کی شرائط میں سے قریہ کبیرہ یا شہر یا حاکم مجاز ہونا ہے، لہذا یہاں نہ قریہ کبیرہ ہے اور نہ ہی یہاں کوئی حاکم مجاز ہے تو ان لوگوں کے لیے نماز جمعہ جائز نہیں ہے اور عیدین کی نمازیں پڑھنا بھی جائز نہیں، یہ لوگ جمعہ کی بجائے نماز ظہر باجماعت ادا کریں گے، اگر وہ پڑھ چکے ہیں تو اتنی مقدار میں ظہر کی نمازیں لوٹائیں گے۔

"قوله وفی القهستانی تائیدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة فیها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فیه فاذااتصل به الحکم صارمجمعا علیه وفیماذکرنااشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات"...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"اماالمصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن کان ساکنا فی توابعه کذاک لایصح اداء الجمعة الافی المصر وتوابعه فلاتجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصر ولایصح اداء الجمعة فیها" .... (بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لو صلوافي القرى لزمهم اداء الظهر "......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نئی مسجد میں جمعہ شروع ہونے کی وجہ سے پرانے جمعہ کو بند نہیں کیا جائے گا:

مسئلہ نمبر(۱۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں۔

تفصیلی پس منظر:

(۱) ضلع استور گلگت کے ضلعی ہیڈکوارٹر شہر استور کی مرکزی جامع مسجد میں قیام پاکستان سے پہلے سے جمعہ کی نماز ہورہی ہے۔

(۲) آبادی میں اضافہ اور مسجد کی تنگی کی وجہ سے ایک قطعہ اراضی بغرض تعمیر جامع مسجد خرید کر تعمیر شروع کی گئی۔

(۳) 1996ء میں جمعہ کی نماز مذکورہ بالا جگہ پر جو کہ بغیر دیوار چھت تھی، زیر تعمیر مسجد میں منتقل کی گئی۔

(۴) اس دوران جامع مسجد کے خطیب صاحب سے چند خلاف شرع کام سرزد ہوئے۔

i۔ اہل تشیع حضرات استور شہر کے ایک (غیر روایتی) غیر پرمٹ یافتہ روڈ سے ماتمی جلوس گزارنا چاہتے تھے، جس کے خلاف اہل سنت نے اعتراض واحتجاج کیا (جو کہ حق بجانب تھے) مگر خطیب صاحب نے حکومت اور شیعوں سے ساز باز کر کے رقم لے کر متنازعہ اور غیر اجازت یافتہ راستہ سے جلوس گزارنے کی اجازت دے دی (حالانکہ قبل ازیں خود خطیب صاحب اس کے خلاف کفر اور حرام کا فتویٰ دے چکے ہیں)

ii۔ خطیب صاحب مذکور نے کوآپریٹو بنک استور سے مروجہ طریقہ کار کے مطابق دو ضامنوں اور اپنے دستخطوں سے فارم پر کر کے مبلغ پچاس ہزار روپے سودی قرضہ وصول کیا (مذکورہ بینک کا منیجر شیعہ تھا)

iii۔ طالبان کے دور کے آخری ایام میں طالبان حکومت کے لیے چندے کی مد میں تقریباً آٹھ ٹن کپڑے اور بقول خطیب صاحب 390.000 روپے سے کچھ زائد رقم جمع ہوئے تھے جن کی تفصیلی کارروائی رجسٹر میں درج ہے، طالبان حکومت کے سفیر تک اسلام آباد پہنچانے کی ذمہ داری خود خطیب صاحب نے از خود قبول کی تھی مگر پہنچانے میں تاخیری حربے استعمال کرتے رہے، مجاہدین کمانڈر کے طلب کرنے پر بھی لیت ولعل سے کام لیتے رہے، تاوقتیکہ طالبان حکومت کا سقوط ہوا، بعد ازاں کمیٹی کے ذریعے مذکورہ رقم کی واپسی کی شدید کوشش پر خطیب صاحب بمشکل 330.000 روپے واپس کر دیے، اور 60.000 روپے ہضم کر گئے۔

مذکورہ بالاومزید کئی غیرشرعی الزامات کی بناء پراکثرنمازی حضرات خطیب صاحب سے ناراض ہوگئے،ان کو خطابت سے الگ کرنے کی کوشش کی گئی تو نمازی دوگروہوں میں تقسیم ہوگئے، فتنے اورنقض امن سے بچنے کے لیے خطیب صاحب کے غیرشرعی افعل کی وجہ سے ناراض حضرات نے اسی پرانی مرکزی جامع مسجد میں تقریباً چھ سات سال قبل دوبارہ مستقل جمعہ شروع کروادیا ہے، واضح رہے کہ پرانی جامع مسجد میں مستقل امام متعین ہیں جب کہ سن 2010ء سے قبل نئی مسجد میں پانچ وقت آذان ونمازنہیں ہوتی تھی۔

(۵) خطیب صاحب موصوف نے فتویٰ دیا ہے کہ نئی جامع مسجد میں نماز جمعہ شروع ہونے کے بعد پرانی مرکزی جامع مسجد میں نماز جمعہ جائزنہیں ہے (حالانکہ قبل ازیں بارش کے دوران خود پرانی مسجد میں نماز جمعہ پڑھاتے رہے ہیں) واضح رہے کہ استور ضلعی ہیڈکوارٹر ہے جس میں متعلقہ تمام افسران، عدالت، چھاؤنی اور بڑے بڑے بازار کئی ہزار مکانوں پرمشتمل آبادی اورزندگی کی ہرسہولت میسر ہے۔

مذکورہ بالاتفصیل کوپیش نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالات کے شریعت شریف کی روشنی میں جوابات مرحمت فرمائے جائیں۔

(۱) کیاخطیب موصوف کافتویٰ درست ہے کہ پرانی جامع مسجد میں جمعہ جائزنہیں ہے۔

(۲) جس شہر میں ستراسی سال سے جمعہ کی نماز ہورہی ہوکیاوہاں ایک سے زائد جگہوں پرنماز جمعہ اداکرنا ناجائز ہے؟

(۳) کیاجس مسجد سے کسی مصلحت کے تحت جمعہ منتقل ہوچکاہودوبارہ بحال نہیں ہوسکتا ؟

(۴) جس مسجد میں پانچ وقت اذان ونمازنہ ہوتی ہواس میں نماز جمعہ کاکیاحکم ہے؟

(۵) کیاخطیب موصوف مذکورہ بالاشرعی الزامات وعیوب کے ہوتے ہوئے بھی امامت اورخطابت کے اہل ہیں،اورکیاان کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں پرانی جامع مسجد میں نماز جمعہ اداکرنا جائز ہے،خطیب موصوف کادعویٰ درست نہیں ہے اوراسی طرح وہ مسجد جس میں پانچ وقت اذان وجماعت نہ ہوتی ہواگروہ شہرمیں واقع ہے تواس میں نماز جمعہ درست ہے،اورخطیب موصوف کے متعلق جوباتیں کی گئی ہےاگروہ حقیقت پرمبنی ہیں تواس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

"وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیه الفتوی"... (الدرعلی الود: ۱/۵۹۵)

"تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لماذکرنا"۔ ....(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس جگہ شرائط جمعہ نہ پائی جاتی ہوں وہاں ظہر کی ادائیگی فرض ہے:

مسئلہ نمبر(۱۷): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے لیکن درمیان میں کم وبیش فاصلے کے ساتھ چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں جس کی وجہ سے اس گاؤں کا اتصال شہر کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس مذکورہ گاؤں میں دیگر مسالک یعنی غیر مقلدین و بریلوی کے لوگ عرصہ دراز سے میں نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں۔

جب کہ اس گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ متصل بازار موجود نہیں ہے اور اس کی آبادی 1500 گھر کے لگ بھگ ہے، اور حسب ضرورت اشیاء خورد و نوش بھی دستیاب ہیں، اور سکول بھی موجود ہے آیا اس مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس مذکورہ گاؤں کے قریب واقع بستی جو کہ 30 گھروں پر مشتمل ہے اور اس کا فاصلہ اس گاؤں سے 14 ایکڑ ہے اور مزید یہ کہ اس بستی میں پہلے سے جمعہ شروع ہوا پھر امام کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے جمعہ رک گیا، اور اب دوبارہ شروع ہو چکا ہے اور مسلسل ایک سال سے ادا کیا جارہا ہے، اس مذکورہ بستی والوں کا جمعہ ادا کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے، جس میں گلیاں، بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو صورت مسئولہ میں مذکورہ دونوں مقامات کے رہائشی لوگوں پر نماز ظہر کی ادائیگی فرض ہے اور نماز جمعہ کے عنوان سے نماز ظہر کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، اور جو ظہر کی نمازیں اس بنیاد پر نہیں پڑھ چکے ہیں اس کی قضاء ضروری ہے۔

"فی التحفۃ عن ابی حنیفہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث"۔ .... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق .... لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"وفی الخانیۃ المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان بینہ وبین عمران المصر فرجۃ من مزارع لاجمعۃ علیہ وان بلغہ النداء وتقدیر البعد بغلوۃ اومیل لیس بشیء ھکذا رواہ ابوجعفر عن الامامین وھواختیار الحلوانی وفی التتارخانیۃ ثم ظاھر روایۃ اصحابنا لاتجب الاعلی من یسکن المصر اومایتصل بہ فلاتجب علی اھل السواد ولوقریباوھذا اصح ماقیل فیہ " ......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

250افراد والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں کے اندر پانچ مسجدیں ہیں اور تمام مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہوتی ہے، گاؤں میں چند گھر ہیں جن کی تقریباً آبادی 250 کے قریب ہے اور بڑے گاؤں سے تقریباً 16 ایکڑ دور ہے اور پٹواری کے کاغذات میں بھی گاؤں ایک ہی ہے لیکن اپنی زمین میں بیٹھے ہیں، بڑے گاؤں میں ہائی سکول ہے اور ہمارے گاؤں میں پرائمری سکول ہے، ہمارا گاؤں تقریباً دو ایکڑ دور ہے، ایک ڈیرے کی آبادی 150 کے قریب ہے، اور دوسرے ڈیرے کی آبادی 200 ہے اور تین چار ڈیروں کے درمیان مسجد صرف ہمارے ڈیرے میں ہے اور یہ تمام ڈیرے اور ہمارے گاؤں کا تعلق اس بڑے گاؤں سے ہے، اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہماری مسجد میں نماز جمعہ ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت موجودہ گاؤں میں شرائط جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وفیماذکرناالاشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبر وخطیب “.....(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبل اززوال خطبہ جمعہ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۹): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چند ہفتے پہلے ایک مراسلہ امریکہ سے موصول ہواجس میں کچھ وضاحت طلب کی گئی ہے،انگریزی کے اس مراسلہ کاترجمہ ممکنہ حدتک پیش خدمت ہےازراہ کرم اس مراسلہ پرفتویٰ جاری فرمائیں۔

ترجمہ مراسلہ:

امید ہے کہ آپ صحت سے ہوں گےایک مسئلہ درپیش ہے،ہماری مسجد جوکہ(pitts Buygh)میں ہے، نمازجمعہ کاخطبہ تقریباًزوال سے آدھاگھنٹہ پہلےشروع ہوتاہے،اس وقت زوال تقریباً12:32 پرہےاورجمعہ کاخطبہ 12:10 پرشروع ہوتاہے جب کہ نمازجمعہ 12:45 پراداکی جاتی ہے،موسم بہارمیں زوال تقریباً01:30 بجے ہوتاہے،جب کہ جمعہ(خطبہ)کاوقت 01:10 پرہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ چاروں فقہ میں جائزہے کہ نہیں؟

میں نے مسجدانتظامیہ سے بات کی توانہوں نے کہاکہ حنبلی فقہ کے مطابق جمعہ زوال سے پہلے جائزہے (درحقیت انہوں نے کہاکہ یہ طلوع آفتاب سے عصرتک جائزہے)پہلی چیزتویہ ہے کہ اس جگہ حنبلی فقہ کے ماننے والے ہی نہیں رہتے،جہاں تک مجھےعلم ہے یہ محض اپنی صوابدید کےمطابق جائزنہیں ہے،انسان کسی بھی فقہ پرعمل پیراہوسکتاہے،یاتوانسان مجتہدہویاکسی مجتہدکاپیروکاررہو۔

یہاں پرزیادہ ترحنفی اورشافعی ہیں،مالکی فقہ کےفتویٰ کےمطابق یہ جائزنہیں ہے(ہم نے شیخ کھتری جوموریطانیہ سےتعلق رکھتے ہیں ان سے دریافت کیا)انہوں نےجواب دیاکہ یہ حرام ہے،اورہمیں چاررکعت ظہرکی جمعہ کے بعداداکرنی چاہئیں،لہٰذامجھے حنفی فقہ کےمطابق اس مسئلہ پرفتویٰ درکارہے کہ مجھے اس صورت حال میں کیاکرناچاہئے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ خطبہ جمعہ (یعنی وہ خطبہ جو دوسری اذان کے بعد عربی زبان میں دیا جاتا ہے) وقت داخل ہونے کے بعد پڑھا جائے ،لہذاصورت مسئولہ میں اگراذان اول وقت داخل ہونے کے بعد دی جاتی ہے،اسی طرح اذان ثانی اورخطبہ عربی بھی وقت داخل ہونے کے بعد پڑھے جاتے ہیں تواس صورت میں نماز جمعہ صحیح ہے،اوراگرعربی خطبہ قبل ازوقت پڑھتے ہیں تونماز جمعہ صحیح نہیں۔

"والرابع الخطبة فيه فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح اه في الشامية (الخطبة فيه) اى في الوقت وهذااحسن من قول الكنز والخطبة قبلها اذلاتنصيص فيه على اشتراط كونهافى الوقت "......(درمختارمع ردالمحتار: ۲/۱۴۷)

"ووجب سعى اليها وترك البيع بالاذان الاول فى الاصح (قوله فى الاصح) والاصح انه الاول باعتبار الوقت وهوالذى يكون على المنارة بعدالزوال اه "

......(در مختار مع ردالمحتار: ۱/۱۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

روہیلہ میتلا میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کا نام روہیلہ میتلاتحصیل دیپالپورضلع اوکاڑہ ہے، ہمارے گاؤں میں کوئی ڈاکخانہ نہیں ہے،کوئی ہسپتال نہیں ہے،گھروں کی تعدادتقریباًڈیڑھ سوہے،اورکل آبادی تقریباًچھوٹے بڑوں سمیت پانچ یاچھ سوتک ہیں،اوردومسجدیں ہیں،دونوں میں آج کل جمعہ پڑھایاجارہاہے،ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول ہے،دوتین آڑھتی ہیں،اورتقریباًسات کریانہ کی دوکانیں ہیں،رمضان کے علاوہ جمعہ میں تقریباً20سے25 تک آدمی ہوتے ہیں،کپڑوں کی دودودکانیں بھی ہیں،اورایک عام سی پکی سڑک بھی گزرتی ہے،مہربانی فرماکر ہماری راہنمائی فرمائیں کہ ہمارے گاؤں میں جمعہ جائزہے یانہیں؟ اورشرائط پربھی روشنی ڈالیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مندرجہ بالاگاؤں میں جمعہ کی ادائیگی درست نہیں ہے،کیونکہ مذکورہ گاؤں نہ مصرہےاورنہ قریہ کبیرہ ہے، جب کہ ادائیگی جمعہ کے لیے مصریاقریہ کبیرہ کاہوناشرط ہے،اورظہرکی نماز کاترک پایاجارہاہے جوکہ کبیرہ گناہ ہے۔

"کمافی الھدایۃ ولاتجوزفی القری لقولہ علیہ السلام لاجمعۃ ولاتشریق ولافطر ولااضحی الافی مصرجامع".....(ھدایہ :۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ساٹھ گھروں والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک گاؤں ہے اس میں تقریباً ساٹھ گھر ہیں، اس گاؤں میں تقریباً نو دوکانیں ہیں، اور ایک پولیس چوکی ہے اور ایک ہسپتال نیز پرائمری اور ہائی سکول بھی موجود ہے، اس گاؤں کی جو دوکانیں ہیں ان میں تقریباً عمارتی اشیاء اور کپڑے اور گوشت کے علاوہ ہر چیز مل جاتی ہے، اس گاؤں کے ساتھ تقریباً چھ گاؤں اور ہیں اور اس گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھائی جاتی ہے، اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھائی جاتی، اوران گاؤں میں فاصلہ تقریباً ایک کلومیٹر ہے، اوران میں سے ہر گاؤں کا قبرستان الگ الگ ہے، اس گاؤں کی آبادی تقریباً ڈیڑھ ہزار بنتی ہے، کیا اس گاؤں میں عید کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی وجہ بالتفصیل تحریر کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس گاؤں کے اندر جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں ہے، کیونکہ شرائط جمعہ مفقود ہیں، ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ مصر ہو۔

"عن علی رضی اللہ عنہ قال لاجمعۃ ولاتشریق ولاصلوۃ فطر ولااضحی الافی مصرجامع".... (نصب الرایۃ :۲/۲۰۲، مکتبہ رحمانیہ)

"عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھا وال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمۃ"...... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"ولادائھا شرائط فی غیرالمصلی منھاالمصر ھکذافی الکافی والمصر فی ظاھرالروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۴۵)

"قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قرية ولامفازة لقول علی رضی الله عنه "......(البحر الرائق : ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک شہر میں تکثیر جمعہ خلاف سنت ہے:

مسئلہ نمبر (۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ادارہ کی ایک مسجد ہے جس کی تقریباً 10 صفیں بنتی ہیں اور 115 آدمیوں کی گنجائش ہے، رمضان المبارک سے قبل صرف نماز ظہر ہی ادا کی جاتی تھی، اب پانچ نمازیں باجماعت اداء ہوتی ہیں، کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ کا اہتمام کرنا جائز اور ٹھیک ہے یا نہیں؟

جب کہ اس مسجد کے قریب دوسری مارکیٹوں میں تین بڑی جامع مساجد بھی موجود ہیں اور مسجد ہذا میں پہلے کبھی بھی جمعہ کا اہتمام نہیں ہوا، کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ اداء کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر یہ ادارہ شہر کے اندر ہے اور اس مسجد میں عام مسلمانوں کو نماز کے لیے آنے کی عام اجازت ہے تو اس مسجد میں نماز جمعہ درست ہے، مگر بلاضرورت جمعوں کی تکثیر ایک شہر میں خلاف سنت ہے۔

"الشرط السادس الاذن العام حتی لوان السلطان اوالامیر اذاغلق باب قصره وصلی فیه بحشمه لاتجوز جمعته وان فتحه واذن للناس بالدخول جازت سواء دخلوا اولا وذلک لمامر غیرمرة انهاشرعت بخصوصیات لاتجوز بدونها والاذن العام والاداء علی سبیل الشهرة من جملة تلک الخصوصیات فلاتجوز بدونه "......(حلبی کبیری: ۳۸۰)

"ولاشک فی جواز الجمعة فی البلاد والقصبات انتهی وهذاالذی قاله من حیث کون الموضع مصرا اولا وامامن حیث جوازالتعدد وعدمه فالاول هوالاحتیاط لان فیه قوی اذاالجمعة جامعة للجماعات ولم تکن فی زمن السلف تصلی الافی موضع واحدمن المصر وکون التصحیح جواز التعدد للضرورة للفتوی لایمنع شرعیة الاحتیاط للتقوی وذکر فی فتاوی "......(حلبی کبیری: ۵۷۴)

"لان الجمعة جامعة للجماعات ،قوله جامعة ولهذا لم يرد في عهد النبي ﷺ وعهد الصحابة اداء الجمعة في موضعين او اكثر كما صرح به الحافظ ابن حجر العسقلاني في بعض رسائله ومن ثم اجمع العلماء على ان المسنون هو التوحد وانما اختلفوا في الجواز وعدمه"......(حاشية عمدة الرعاية على شرح الوقاية :۲۴۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر کھیوڑہ سے پون کلومیٹر دور مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳): السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے حوالے سے کہ شہر کھیوڑہ سے تقریباً پون میل کے فاصلے پر صاحب ثروت لوگ چھوٹی سی مسجد کو الحمدللہ انفرادی طور پر خاصی توسیع کے ساتھ تیار کرا رہے ہیں، مسجد میں چھوٹا سا مدرسہ بھی ہے، صبح وشام تقریباً پانچ سات نمازی ہوتے ہیں، ظہر عصر مغرب میں پندرہ سے بیس نمازی ہوتے ہیں، رمضان شریف میں مسجد آباد ہوتی ہے، مسجد ہذا کے ساتھ ملحقہ قدیمی قبرستان بھی ہے، مسجد کے قریب ایک چھوٹی سی دوکان بھی ہے، مسجد کے اردگرد پندرہ بیس گھر ہیں، باقی نصف فرلانگ پون فرلانگ اور ایک فرلانگ تک کافی ڈیرہ جات ہیں، بفضل تعالیٰ شہر کھیوڑہ کی تین مساجد میں جمعہ اہتمام وانتظام سے ہو رہا ہے، متعلقہ مسجد والوں میں سے کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ مسجد ہذا میں بھی جمعہ کی نماز شروع کی جائے، جب کہ شہر کی تینوں مساجد انہیں نمازیوں کی وجہ سے آباد وشاداب ہیں، لہٰذا آپ حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ اپنی جملہ مصروفیت کے باوجود اپنی پہلی فرصت میں ہماری مکمل راہنمائی فرمائیں، اور حوصلہ افزائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر مذکورہ جگہ فناء مصر میں داخل ہے تو اس صورت میں فی نفسہ تو اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے باقی بہتر یہی ہے کہ تمام چھوٹی چھوٹی جگہوں پر جمعہ کا اہتمام کرنے کی بجائے ایک مرکزی جگہ پر نماز جمعہ کا اہتمام کیا جائے اور اس مرکزی جگہ کا انتخاب باہمی افہام وتفہیم سے طے کیا جا سکتا ہے۔

"والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم

الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى وكمايجوزاداء الجمعة فى المصر يجوزاداؤها فى فناء المصر وهوالموضع المعدلمصالح المصر متصلابالمصر" ......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۴۵)

"وكمايجوز اقامة الجمعة فى المصر تجوزاقامتها خارج المصر قريبامنه نحومصلى العيد (الهداية) الحكم غير مقصور على المصلى بل تجوز فى جميع افنية المصر وفى فتاوى الشيخ الامام الفقيه ابى الليث شرط الفناء نصافقال تجوزاقامة الجمعة خارج المصر اذاكان فى فناء المصر وفى النوازل وبه نأخذ وفى الخانية فناء المصرهوالموضع المعد لمصالح المصر المتصل به" ......(التاتارخانية : ۲/۴۱،مطبوعه كوئٹه: ۲/۵۵۰

"وفى التفريد والافضل هوالجامع الواحد اذالم يكن عذر وضرورة" ......(التاتارخانيه : ۲/۴۱)

"وانمايجوزتعطيل المساجديوم الجمعة لاهل المصر فقط فيستحب لهم ان يجمعوا فى مسجدواحد" ......(اعلاء السنن : ۸/۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سوگھروں پر مشتمل بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی بستی تقریباً سوگھروں پر مشتمل ہے اور سارے لوگ مسلمان ہیں اور جن کی عمر اٹھارہ سال ہے مرد عورتیں تقریباً پانچ سو افراد ہیں، گاؤں میں پرچون کی تین دو کانیں ہیں ایک مسجد ہے اور ایک سرکاری سکول ہے اور بڑا گاؤں ہم سے تقریباً ڈیڑھ میل دور ہے اور ہمارے گاؤں میں جب سے مسجد بنی ہے یعنی پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جارہا ہے، اور گاؤں کے سارے لوگ نماز جمعہ جاری رکھنے کے حق میں ہیں اور نماز جمعہ نہ ہونے کی صورت میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے آگاہ کریں کیا ہماری نماز جمعہ صحیح ہورہی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں یہ گاؤں چھوٹا ہے اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

"وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق... وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب الخ "
......(الدرعلی الرد: ۱/۵۹۰)

لہٰذاوہاں ظہر کی نماز باجماعت اداکرے، ترک ظہر وہاں حرام ہے اور معصیت ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"صلوة العيد في القرى تكره تحريما ومثله الجمعة "......(الدرعلى الرد : ۱/۶۱۱)

"ومن لاتجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبوادي لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة "......(فتاوىٰ الهندية : ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے 33 کلومیٹر دور فیکٹری میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک فیکٹری خوشاب شہر سے جو کہ بڑا شہر ہے ضلع وتحصیل بھی ہے اس سے 33 کلومیٹر دور ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

(۲) یہ فیکٹری منگوال گاؤں سے 5 کلومیٹر دور پہاڑوں میں واقع ہے ،اور یہ منگوال گاؤں خوشاب سے 28 کلومیٹر دور ہے بلکہ زیادہ ہے۔

(۳) یہاں سے منگوال گاؤں تک جہاں روڈ ہے جو کہ خوشاب جاتی ہے، وہاں تک اس ایریا میں ٹریفک کی کوئی سہولت نہیں ہے، اگر ایمرجنسی ہوجائے تو پھر فیکٹری کی گاڑی لینی پڑتی ہے۔

(۴) اس فیکٹری میں تقریباً 250 آدمی ہیں جو کہ مزدور ہیں اور یہ فیکٹری ابھی بن رہی ہے مکمل تیار نہیں ہے۔

(۵) مسجد بھی نہیں بنی ہوئی اور مسجد کے لیے جگہ مختص نہیں ہوئی ، ویسے ایک عارضی جگہ ہے جس پر نماز ادا کرتے ہیں۔

(۶) فیکٹری کی طرف سے کھانا پینا ہے سب کے لیے رہائش بھی ہے، ایک دوکان فیکٹری میں ہے جس میں بسکٹ وغیرہ ہیں۔

(۷) ادھر منگوال گاؤں میں ایک پرائمری سکول ہے ہسپتال نہیں ہے، تھانہ نہیں ہے، دوکانیں نہیں ہیں۔

(۸) جمعہ والے دن 25,30 آدمی ہوتے ہیں کبھی اس سے بھی کم ہوتے ہیں آج تک چالیس نہیں ہوئے۔

(۹) پانچوں نمازوں میں تقریباً 10 آدمی ہوتے ہیں کبھی نہیں بھی ہوتے۔

کیا ادھر جمعہ ہوسکتا ہے؟ کیا فیکٹری والوں پر یا گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں جمعہ کی ادائیگی کی شرائط نہیں پائی جاتیں، اور جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، یعنی وہاں پر حاکم مجاز ہو یا کئی بازار ہوں۔

"قوله عليه الصلوة والسلام لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع وقال علي رضي الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع ولان الصحابة حين فتحوا الامصار والقرى ما اشتغلوا بنصب المنابر وبناء الجوامع الا في الامصار والمدن وذلك اتفاق منهم على ان المصر من شرائط الجمعة"......(المبسوط للسرخسي : ۲/۳۷)

"واما الشرائط التي ترجع الى غير المصلي فخمسة في ظاهر الروايات المصر الجامع والسلطان والخطبة والجماعة والوقت اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الا على اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها" .....(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

"والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات " .....(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے 4 کلومیٹر دور بستی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶): انتہائی قابل قدر حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ہماری بستی پرانی جو کہ شہر سے تقریباً 4 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، جس کے قریب کی آبادیوں کی مساجد بھی ہم سے اسی قدر دور ہیں کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر ان کی اذان کی آواز ہماری بستی تک نہیں پہنچتی، ہماری بستی تقریباً ۹۰ گھرانوں پر مشتمل ہے جس میں تقریباً بچے اور خواتین سمیت ۵۰۷ افراد رہائش پذیر ہیں، دو مسجدیں ہیں اور علیحدہ علیحدہ دو دکانیں ہیں جو کہ ایک ساتھ آمنے سامنے بازار کی شکل میں نہیں ہیں، نیز ہماری بستی کے قریب دس دس پندرہ پندرہ گھروں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی ہیں، بایں صورت واحوال کیا ہماری یہ بستی شرعاً شہر کے حکم میں ہے؟ یا مذکورہ بالا شہر کی آبادی میں داخل ہے؟ اور کیا ہماری اس بستی میں نماز جمعہ شرعاً جائز ہے؟

وضاحت: راقم سے بہت پہلے جمعہ کی شرط ہماری اس مسجد میں تمام افراد کا جمع ہونا بتلایا جاتا تھا لیکن پھر ختم ہوگیا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہاتوں کے لیے وہ جگہ مرکز تجارت ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز جمعہ کا ادا کرنا درست نہیں ہے۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى انه في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر وهذا اذالم يتصل به الحكم "......(فتاویٰ شامی: ۲/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس گاؤں میں اٹھارہ دوکانیں ہوں اس میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی پانچ ہزار سے کم ہے اور مساجد کی تعداد ۹ ہے جب کہ دوکانوں کی تعداد اٹھارہ ہے، کیا اس قسم کے گاؤں میں شریعت مطہرہ کی رو سے جمعہ پڑھنے کی اجازت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر کیا گیا ہے فقہاء کی تعریف کے مطابق نہ شہر ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

"وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهار ساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم ......یرجع الناس الیه فیمایقع من الحوادث "... ..(فتاویٰ شامی :۲/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے متصل آبادی کی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے:

مسئلہ نمبر (۲۸): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

کہ مدنی مسجد جو شیخوپورہ شہر کے مضافات کی آبادی کی انتظامی حدود میں واقع ہے، مذکورہ آبادی شیخوپورہ روڈ پر سڑک کی جنوبی جانب ہے جب کہ سڑک کی شمالی جانب ہاؤسنگ کالونی کی آبادی ہے جو مغربی جانب سے شیخوپورہ شہر کے متصل ہے نیز مذکورہ آبادی شمال مغربی جانب سے بھی شیخوپورہ سے اتصال رکھتی ہے، اس صورت حال کے پیش نظر مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ کا قیام جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سوال میں ذکر کردہ تفصیل اور مذکورہ مقام کا معائنہ کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مذکورہ آبادی

کا شہر سے اتصال واضح ہے اور مذکورہ آبادی شیخوپورہ شہر کے مضافات کی آبادی ہے لہٰذا اس آبادی کی مسجد واقع تبلیغی مرکز شیخوپورہ میں نماز جمعہ کا قیام جائز ہے۔

"اوفنـاؤه بـكسـر الفاء وهوما حوله اتصل به اولاكماحرره ابن الكمال وغيره لاجل مصالحه كدفن الموتىٰ وركض الخيل والمختار للفتوىٰ تقديره بفرسخ ذكره الولوالجي" ......(درمختار على هامش الرد : 1/591)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

900افراد والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً 900افراد پر مشتمل ہے، اور اس گاؤں کے ساتھ دو اور گاؤں ہیں جن میں سے ایک گاؤں اور اس کی ملحقہ آبادی 450افراد پر مشتمل ہے، اور دوسرا گاؤں موڑی منڈیاں ہے جس کی آبادی تقریباً 700افراد پر مشتمل ہے اس کی جامع مسجد میں بریلوی مسلک والے جمعہ ادا کرتے ہیں، باقی دو گاؤں اور ملحقہ علاقہ جن کی مجموعی آبادی 1350 تقریباً ہے، ایک جامع مسجد ہے جس میں تقریباً دوسوآدمی نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، اس گاؤں میں نماز جمعہ تقریباً 15سال قبل شروع کیا گیا تھا، اور اس گاؤں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس وقت مفتی شفیق الرحمٰن صاحب ایبٹ آباد والوں کے فتویٰ سے نماز جمعہ شروع کیا گیا تھا۔

ان تینوں گاؤں میں ایک سٹاپ موڑہ منڈیاں ہے جہاں پر دو ہوٹل اور حمام کی دو کانیں، دو کریانہ اور ایک جنرل سٹور موجود ہے، اور اس سٹاپ سے تقریباً دو تین کلومیٹر دو سرائے صالح کا بازار موجود ہے اور ایک کلومیٹر دور پولیس چوکی شاہ مقصود ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہاں حنفی المسلک کی شرائط جمعہ پوری نہیں ہوتی، جب کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جس جگہ نماز جمعہ شروع ہو جائے وہاں اس کا چھوڑنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوتا ہے، برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں کہ ان تینوں گاؤں میں دو مسلک کے لوگ ہیں اور دونوں الگ الگ نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، کیا یہاں نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہیں تو جن حضرات نے ابھی تک ان مساجد میں نماز جمعہ ادا کی ان کی نمازوں کا کیا ہوگا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ضروری وضاحت: اسٹاپ کا فاصلہ گاؤں سے ایک کلومیٹر کے لگ بھگ ہے جب کہ گاؤں کا ایک دوسرے سے فاصلہ صرف راہ گزر ہے، اور گاؤں کے اندر بھی اشیائے ضروریہ کی چھوٹی دوکانیں موجود ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کی بستی نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔

"وعبارۃ القھستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابو القاسم ھذا بلاخلاف اذااذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ الخ"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واضح رہے کہ جو حضرات ایسی بستی میں نماز ظہر ادا نہیں کر چکے ہیں ان کی قضاء ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رنگپور اڈہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مین روڈ پر واقع ایک جگہ موسوم بہ "رنگپور اڈا" ہے جہاں پر رہائشی آبادی بالکل نہیں ہے البتہ تین چار سو دوکانیں مارکیٹ کی شکل میں موجود ہیں، ان میں ہر قسم کی دوکانیں ہیں، مثلاً میڈیکل سٹور، جنرل سٹور، کریانہ سٹور، سبزی وغیرہ، ہر قسم کی تھوک و پرچون کی دوکانیں ہیں، اڈہ پر دو بڑی مسجدیں ہیں ایک پوسٹ آفس ہے، جب کہ عنقریب بینک کی برانچ بھی آنے والی ہے، لیکن رہائشی آبادی یعنی مکان بالکل نہیں ہیں البتہ دور دراز کے دوکان داروں نے اپنے گذر بسر کے لیے مارکیٹ کی چھتوں پر کچھ رہائشی کمرے بنائے ہوئے ہیں، جب کہ موجودہ اڈہ سے آدھا کلومیٹر کے فاصلہ پر رنگپور شہر کے نام سے کافی آبادی ہے جو ایک دیہی علاقہ ہے اس میں ایک ہائی سکول اور ضرورت کی چند دوکانیں بھی ہیں، گاؤں کی آبادی تقریباً تین ہزار تک ہوگی، رنگپور اڈہ اور رنگپور شہر میں آدھ کلومیٹر کا فاصلہ ہے جس میں ایک نہر اور زرعی اراضی حائل ہیں، مذکورہ دونوں جگہ یعنی رنگپور اڈہ اور رنگپور شہر میں فقہ حنفی کے مطابق نماز جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں رنگپور اڈہ اور رنگپور شہر کے نام سے موسوم جو دیہی علاقہ ہے ان دونوں جگہوں کے درمیان کیونکہ زرعی اراضی حائل ہیں اس لیے یہ ایک آبادی نہیں ہے، لہٰذا ان میں سے ایک پر بھی علیحدہ علیحدہ مصر کی تعریف صادق نہیں آتی، اس بناء پر ان دونوں جگہوں میں فقہ حنفی کے مطابق نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

"وفی الخانیۃ المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان بینہ وبین عمران المصر فرجۃ من مزارع لاجمعۃ علیہ وان بلغہ النداء وتقدیر البعد بغلوہ اومیل لیس بشیء ھکذا رواہ ابوجعفر عن الامامین وھواختیار الحلوانی وفی التتارخانیۃ ثم ظاھر روایۃ اصحابنا لاتجب الاعلی من یسکن المصر اومایتصل بہ فلاتجب علی اھل السواد ولوقریبا وھذااصح ماقیل فیہ اھ"

......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۰۲)

"وشرط ادائھاالمصر وھوکل موضع لہ امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود اومصلاہ"..... (البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھوالاصح اھ"..... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"وعبارۃ القھستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابوالقاسم ھذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ھذامجتھد فیہ فاذااتصل بہ الحکم صارمجمعاعلیہ وفیماذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاھر انہ اریدبہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر"

......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جیل میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱): ذی المجد والکرم حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ازراہ کرم اس سوال کا جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

سائل فیروز پور روڈ پر واقع ڈسٹرکٹ جیل کا سپرنٹنڈنٹ ہے جیل کے اندر جمعہ اور عید کی نماز کا اہتمام موجود ہے، میں اور میرا ماتحت عملہ نماز عید اور کبھی کبھی نماز جمعہ جیل کے اندر قیدیوں کے ساتھ ادا کر لیتے ہیں، میرے ایک مخلص دوست عالم دین نے مجھے کہا کہ جیل کے قیدیوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں، آپ پر فرض ہے، لہٰذا جیل کے اندر آپ کی نہ جمعہ کی نماز ادا ہوتی ہے اور نہ عید کی، جواب سے مشرف فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جیل میں چونکہ اذن عام نہیں پایا جاتا اس وجہ سے وہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہیں۔

"ومنها الاذن العام وهو ان تفتح ابواب الجامع فيؤذن للناس كافة حتى ان جماعة لو اجتمعوا فی الجامع واغلقوا ابواب المسجد علی انفسهم وجمعوا لم يجز"۔ ۔(فتاویٰ الهندیة : ۱/۱۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں مالی سنگھ اوکاڑہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲): کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گاؤں مالی سنگھ حجرہ شاہ مقیم تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں 2 جنرل سٹور 8 پرچون کی دوکانیں اور تین کلینک اور دو سبزی اور دو گوشت کی دوکانیں موجود ہیں، اور کپڑے سلائی کرنے والی اور آٹا نکالنے والی دو، دو، دوکانیں موجود ہیں، جب کہ اس گاؤں میں 235 گھر اور آبادی 1600 ہے، اور بچوں اور بچیوں کے لیے پرائمری گورنمنٹ سکول بھی موجود ہے اور ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر سرکاری ہسپتال بھی موجود ہے، اور گاؤں میں چار مساجد ہیں جب کہ دیوبندی مسلک کی اور دو بریلوی مسلک کی ہیں، بریلوی اپنی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں، کیا ہم بھی اپنی مسجد میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں؟ ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال آپ کا گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس گاؤں والے اپنی ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں۔

"وفي القهستاني اذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق اذن الجمعة اتفاقاعلى ماقاله السرخسي (قوله وفي القهستاني تائيدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيهااسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيما ذكرنااشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر "......(درمع الرد: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اڑھائی سوگھروں پر مشتمل بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہمیں نماز جمعہ کا مسئلہ درپیش ہے امید ہے کہ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں گے، ہم موضع پانڈوکی میں رہائش پذیر ہیں جس کی آبادی تقریباً سولہ ہزار نفوس پر مشتمل گاؤں میں تین مساجد ہیں تینوں میں علیحدہ علیحدہ نماز جمعہ ہوتا ہے، یہ کہ ہماری رہائش گاؤں سے تقریباً پندرہ بیس ایکڑ دور ہے اور تقریباً اڑھائی سوگھرانوں پر مشتمل ہے اور تقریباً سولہ سوافراد پر مشتمل ہیں، ہماری مسجد میں عرصہ 12 سال سے نماز جمعہ ہورہی ہے، ہمارا لین دین خرید وفروخت گاؤں سے ہی ہوتا ہے، ہماری بستی کا قبرستان اور گاؤں کی قبرستان مشترکہ ہے، یہ کہ جناب محترم آپ مولوی حضرات نے ہماری بستی کا نماز جمعہ بند کردیا ہے، لہٰذا آپ ہمیں اس مسئلہ سے آگاہ کریں، موضع پانڈوکی میں ایک بڑا گاؤں ہے اس کے اردگرد ۴ بستیاں ہیں، ان کا آپس میں فاصلہ ۱۰ سے ۱۲۰ ایکڑ ہے، باہر سے جب کوئی شخص آتا ہے تو وہ موضع پانڈوکی کہتا ہے، اور مقامی لوگ بھی ان بستیوں کو موضع پانڈوکی کہتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کی یہ بستی جو تقریباً اڑھائی سوگھروں پر مشتمل ہے چھوٹی بستی ہے جس میں نماز جمعہ اور نماز عید دونوں جائز نہیں آپ کے اوپر ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔

"قال فی البدائع ،وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهوالاصح "...(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵،کذافی البحرالرائق: ۲/۲۴۶)

"ولادائها شرائط فی غیرالمصلی منهاالمصر هکذافی الکافی والمصرفی ظاهرالروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۵)

"باب صلوۃ الجمعة الجمعة فریضة علی الرجال الاحرارالعاقلین المقیمین فی الامصار ولایکون الموضع مصرافی ظاهرالروایة الاان یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی وکمایجوز اداء الجمعة فی المصریجوز اداؤها فی فناء المصر وفناء المصر هوالموضع المعدلمصالح المصر المتصل به ومن کان مقیما فی عمران المصر واطرافه ولیس بین ذلک الموضع وبین المصر فرجة فعلیه الجمعة ولوکان بین ذلک الموضع وبین عمران المصر فرجة من المزارع والمراعی نحوالقلع ببخارا لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشیء "......(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۱۷۳)

"ومن لاتجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۵)

"قوله وفی القهستانی الخ تاییدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذااتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر

وھذاالم یتصل بہ حکم فان فی فتاوی الدیناری اذابنی مسجد فی الرستاق بامر الامام فھو امر بالجمعة اتفاقاعلی ماقال السرخسی فافھم والرستاق القری کمافی القاموس "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پندرہ سو والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ اپنے گاؤں کی ایک مسجد میں مسلسل پچاس سال سے نماز جمعہ ادا کرتے آرہے ہیں، جب کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پندرہ سو سے زیادہ نہیں ہے، تین چار دوکانیں ہیں لیکن ان سے روزمرہ کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، مساجد کی تعداد پانچ تک ہے، تھوڑے دن ہوئے ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا اب ہمارے ساتھی (متعلقہ دیوبندی مسلک) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے گاؤں پر مصر کی تعریف صادق نہیں آتی، اب ان ساتھیوں نے ایک دوسری مسجد میں نماز ظہر پڑھنا شروع کردی ہے، براہ کرم از روئے شریعت ہماری رہنمائی فرمائیں کہ کیا ہم لوگ الگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرسکتے ہیں؟ کیا ہمارا یہ فعل انتشار اور عدم اتحاد کا باعث نہ ہوگا؟ جب ہمارے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں تو کیا جو لوگ جمعہ پڑھ رہے ہیں ان کی نماز جمعہ ہوجائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ تحریر کی روشنی میں مذکورہ بستی میں فی الحال جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے اور ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا ضروری ہے اس کے باوجود اگر کوئی جمعہ قائم کرتا ہے تو ان کے ذمہ سے وقتی فرض ساقط نہ ہوگا۔

"وھو کل موضع لہ امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود...... وفی حدالمصر اقوال کثیرة اختاروامنھاقولین احدھما مافی المختصر ثانیھما ماعزوہ لابی حنیفة انہ بلدة کبیرة فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث"......(البحر الرائق: ۲/۲۳۶)

"وقیدبالمصر لان الجماعۃ غیرمکروھۃ فی حق اھل السواد لانہ لاجمعۃ علیھم"..... (البحرالرائق: ۲/۲۶۹)

"ومن لاتجب علیھم الجمعۃ من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان واقامۃ" ......(فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ:۱/۱۷۷)

"قولہ فی مصر بخلاف القری لانہ لاجمعۃ علیھم"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۳)

"لاتجوز ای الجمعۃ فی صغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات والظاھرانہ اریدبہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فوج کی ورکشاپ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ کے متعلق کہ حکومت پاکستان کے ادارے فوج کی ایک ورکشاپ ہے، سیکورٹی کے لحاظ سے وہاں اذن عام نہیں، تاہم مسجد میں پانچوں نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اب کرنل صاحب اس مسجد میں جو مذکورہ ورکشاپ میں واقع ہے جہاں اذن عام نہیں، نماز جمعہ شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں نماز جمعہ جماعت کے ساتھ شروع کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے اذن عام دیا جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے، اذن عام کے ہوتے ہوئے بھی سیکورٹی کے انتظام کی کئی شکلیں ہوسکتی ہیں۔

"للجمعۃ شرائط بعضھا فی نفس المصلی وبعضھا فی غیرہ اماالشرائط التی فی غیرالمصلی فستۃ .... والشرط السادس الاذن العام وھوان یفتح ابواب الجامع ویؤذن للناس کافۃ حتی ان جماعۃ لواجتمعوا فی الجامع واغلقوا ابواب المسجد علی انفسھم وجمعوا لم یجزھم وکذلک السلطان اذااراد ان یجمع

بحشمة في داره فان فتح باب الدار واذن للناس اذنا عاما جازت صلاته شهدها العامة اولم يشهدوها وان لم يفتح باب الدار واغلق الابواب واجلس البوابين عليها ليمنعوا عن الدخول لم تجزهم الجمعة لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفويتها على الناس ولايحصل ذالك الابالاذن العام فكمايحتاج العام الى السلطان لاقامة الجمعة فالسلطان ايضا محتاج الى العامة بان ياذن لهم اذنا عاما حتى تجوز صلوۃ الكل"......(المحيط البرهاني :۲/۴۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تارمحمد خان غزنی خیل میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶): کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک گاؤں "تارمحمد خان غزنی خیل" میں جمعہ کی نماز کے سلسلہ میں پوچھنا چاہتے ہیں، گاؤں کی صورت حال درج ذیل ہے۔

(۱) کل آبادی 3250 (۲) 8 مسجدیں (۳) ایک ہائی سکول، ایک مڈل سکول لڑکیوں کا 2 پرائمری لڑکیوں کے 3 پرائمری سکول لڑکوں کے (۴) 10 دوکانیں (۵) 3 میڈیکل اسٹور ہیں (۶) زرگر، ڈاکخانہ، ہسپتال، تھانہ وغیرہ چوکی نہیں ہے، دوکانیں متفرق ہیں، ان 3250 میں 14 گھرانے متاثرین کے بھی شمار کیے گئے ہیں، جو کہ ذاتی گھر نہیں رکھتے کرایہ اور عاریۃً کے مکانوں میں عارضی سکونت اختیار کی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ یعنی یہ قریہ کبیرہ ہوگا یا صغیرہ؟ مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں، عین مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی نماز شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی نماز کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اوراس سے مراد یہ ہے کہ جس میں بازاریں ہوں اوراس جگہ کو آس پاس کے دیہاتوں کے لیے تجارتی مرجعیت ومرکزیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجاز ہو، جب کہ مذکورہ گاؤں میں ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی ،لہٰذا اس میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے، شریعت کے سامنے انسان کو سرتسلیم خم کردینا چاہیے۔

"وفی القهستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعة اتفاقاعلی ماقاله السرخسی (قوله وفی القهستانی) تاییدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیهااسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذااتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة التنفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر"۔ ....(درمع الرد: ۱/۵۹۰)

"قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشریق ولاصلوة فطر ولااضحی الافی مصرجامع او فی مدینة عظیمة "..... (البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"امالمصرالجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائهاعنداصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن کان ساکنا فی توابعه وکذالایصح اداء الجمعة الافی المصر وتوابعه فلاتجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصر ولایصح اداء الجمعة فیها"۔ ....(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیها وال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الیه الناس فیما یقع من الحوادث وهذاهوالاصح اه "......(حاشیة ابن عابدین: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب السادس عشر فی صلوۃ العیدین﴾

نماز عید میں اگر تکبیرات بھول جائیں تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عید الاضحیٰ میں امام صاحب دوسری رکعت میں قراءۃ کے بعد تکبیرات زوائد کو بھول کر رکوع میں چلے گئے مقتدیوں کے اللہ اکبر کہنے کی وجہ سے امام صاحب رکوع سے قیام کی طرف آ گئے تکبیرات زوائد کہہ کر دوبارہ رکوع میں چلے گئے اور آخر تک نماز مکمل کرائی آخر میں سجدہ سہو کیا اب آیا اس طرح کرنے سے عید الاضحیٰ کی نماز ادا ہو گئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو ان کا گناہ کس پر ہے اور چھٹکارے کی کیا صورت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز ادا ہو گئی ہے لیکن امام صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ قیام کی طرف نہ لوٹتے بلکہ رکوع میں ہی تکبیرات کہہ دیتے۔

"كما لوركع الامام قبل ان يكبر فان الامام يكبر فى الركوع ولايعود الى القيام ليكبر فى ظاهر الرواية فلوعاد ينبغى الفساد قال ابن عابدين تحت قوله فلو عادينبغى الفساد تبع فيه صاحب النهر وقدعلمت ان العود رواية النوادر على انه يقال عليه ماقاله ابن همام فى ترجيح القول بعدم الفساد فيما لوعاد الى القعود الاول بعدمااستتم قائما بان فيه رفض الفرض لاجل الواجب وهووان لم يحل فهوبالصحة لايخل". ....(درمع الرد: ۱/۷۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے یا بعد میں کھانا کھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں کیا چیز کھانا مستحب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز سے پہلے کچھ نہیں کھانا چاہیئے بلکہ صبر کر کے عید کی نماز کے بعد قربانی کے گوشت

سے کھائے اور یہ مستحب ہے البتہ وہ فقراء جنہوں نے قربانی نہیں کی ہے عید کی نماز سے پہلے بھی کھا سکتے ہیں مگران کے لیے بھی صبر کرنا بہتر ہے۔

"وفی یوم النحر لایطعم حتی یرجع فیاکل من اضحیته وفی الحجة اماالفقراء الذین لایضحون لیس لھم ان یؤخروا قال الحجة جاء فی الاخبار فضیلة لمن صبر حتی یصلی مطلقا فترجی لکل من صبر کما روی عن عبدالله بن عمر رضی الله عنھما قال قال رسول الله ﷺ من صام یوم الترویة فکانما عبدالله اثنی عشر الف سنة ومن صام یوم عرفة فکانما عبدالله اربعة وعشرین الف سنة ومن صام یوم النحر الی ان یصلی صلاة العید فکانما عبدالله ستین الف سنة،(قلت ھذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن الفقھاء اتفقوا علی استحباب ھذه الصیام المذکورة لروایات اخر)"......(الفتاوی التاتارخانیة : ۲/ ۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عیدالاضحیٰ کو جاتے ہوئے تکبیرات کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیرات کہنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ کو جاتے ہوئے جہراً (بلند آواز سے) تکبیرات پڑھنا اور عیدالفطر میں سراً پڑھنا مستحب ہے۔

"قوله لا یکبر فی طریق المصلی عند ابی حنیفة یعنی جھرا اما سرا فمستحب وھذا فی عید الفطر لان الاصل فی الثناء الاخفاء قال الله تعالی(واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة ودون الجھر)قال علیه السلام خیر الذکر الخفی"......(الجوھرة النیرة: ۱/ ۱۱۲)

"وفی الکافی وفی الاضحی یکبر فی الطریق جھرا ثم یقطعھا کما انتھی الی

الجبانة في رواية وفي رواية حتى يشرع الامام في الصلاة وفي الحجة قال الفقيه ابو جعفر وبه ناخذ "... (الفتاوی التاتارخانية : ۳/ ۷۱، ۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب عید کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عید کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

"قال محمد في الاصل وليس قبل العيدين صلاة يريد انه لايتطوع قبل صلاة العيدين وفي التفريد وعند الشافعي لاباس به وفي الحجة هذا في الجبانة امافي البلدة لاباس بها في بيته اوفي ناحية المسجد وقال اكثر المشائخ يكره مالم يصل العيد "......(الفتاوی التاتارخانية : ۳/ ۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید الفطر کی نماز سے پہلے میٹھی چیز کھانا:

مسئلہ نمبر (۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الفطر کے دن عید کی نماز سے پہلے کیا چیز کھانا مستحب ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عید الفطر کے دن عید کی نماز سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔

"واستحب في عيد الفطر ان ياكل قبل الخروج الى المصلى تميرات ثلاثا اوخمسا اوسبعا اواقل اواكثر بعدان يكون وترا والا ماشاء من اى حلو كان كذا في العيني شرح الكنز"......(الهندية: ۱/ ۱۴۹، ۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز سے واپسی پر نفل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کی نماز کے بعد عیدگاہ سے واپسی پر نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عید کی نماز کے بعد عیدگاہ سے واپسی پر گھر میں نفل پڑھنا مستحب ہے۔

"المستحب ان یصلی اربعا بعدالرجوع الی منزلہ کذا فی الزاد"......

(الھندیۃ: ۱/۱۵۰)

"وفی الزاد وان احب ان یصلی فیہ بعدھا صلی اربعا ھکذا قال صاحب الکتاب الا ان مشایخنا قالوا ان المستحب ان یصلی اربعا بعدالرجوع الی منزلہ کیلایظن ظان انہ ھو سنۃ متوارثۃ"......(الفتاوی التاتارخانیۃ: ۲/۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فجر کی نماز نہ پڑھنے کی صورت میں نماز عید کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی نماز نہ پڑھنے کی صورت میں عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

فجر کی نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بھی نماز عید پڑھ سکتے ہیں۔

"وفی الحجۃ واذاقضی صلاۃ الفجر قبل صلوۃ العید لاباس بہ ولولم یصل صلاۃ الفجر لایمنع جواز صلوۃ العید"..... (الفتاوی التاتارخانیۃ ۲/۷۵)

"اذا قضی صلاۃ الفجر قبل صلاۃ العید لاباس بہ ولولم یصل صلاۃ الفجر لایمنع جوازصلاۃ العید"......(الھندیۃ: ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات عیدین اور دعائے قنوت میں فرق:

مسئلہ نمبر(۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین کی تکبیرات واجب ہیں، اگر مقتدی امام کو رکوع میں پائے تو وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تکبیرات رکوع میں کہے گا، جب کہ وتروں میں دعائے قنوت بھی واجب ہے اور دعائے قنوت سے قبل تکبیر بھی واجب ہے، عیدین کی تکبیرات ادا کرنی لازمی ہیں جب کہ دعائے قنوت کو ادا کرنے میں یہ مسئلہ نہیں ہے؟ دونوں میں فرق کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

دعائے قنوت اور تکبیرات عید میں فرق معلوم کرنے کے لیے چند باتیں مدنظر رکھیں۔

نمبر۱: رکوع اگرچہ قیام کامل نہیں لیکن فقہاء اس کو من وجہ قیام کا حکم دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مدرک رکوع کو مدرک رکعت کہا گیا ہے، حدیث میں بھی اور فقہ میں بھی۔

”ان للرکوع حکم القیام الاتری ان مدرکه یکون مدرکاللرکعة “..... (بدائع الصنائع: ۱/ ۶۳۲)

نمبر۲: دعائے قنوت اگرچہ حقیقتاً قراءۃ نہیں لیکن فقہاء نے اس کو بھی حکماً اور معناً قراءۃ ہی میں شمار کیا ہے، کیونکہ بعض مصحف قرآنی مثلاً مصحف ابن مسعود میں اس کو سورۃ القنوت کے نام سے قرآن میں شامل کیا گیا، اسی وجہ سے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو حالت جنابت میں پڑھنے سے منع کیا ہے۔

”واذاارادان یقنت کبرلان الحالة قداختلفت من حقیقة القراء ة الیٰ شبیهتها القول انما قال شبیهتها لان قوله اللهم انانستعینک کان مکتوبافی مصحف ابی و ابن مسعودو کان ابن مسعودیسمیه سورة القنوت و لهذاکره ابوحنیفة ومحمدقراء ته للجنب“..... (فتح القدیر: ۱/ ۳۷۸)

لہٰذا جب دعائے قنوت قراءۃ کے معنی میں ہے تو جس طرح قراءت حالت رکوع میں نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کے لیے قیام کامل اور حقیقتاً قیام کا ہونا ضروری ہے ایسے ہی دعائے قنوت بھی حالت رکوع میں جائز نہیں، اور جیسے امام کی قراءۃ مقتدی کو کافی ہوجاتی ہے ایسے ہی دعائے قنوت بھی کافی ہوجائے گی، بخلاف تکبیرات عیدین کے کہ اس کا محل بھی اگرچہ قیام ہی ہے لیکن یہ قراءۃ کی طرح نہیں ہے کہ جس کا قیام کامل اور حقیقی قیام میں ہی کرنا ضروری ہو لہٰذا مقتدی رکوع میں آکر شامل ہو تو بالکل تکبیرات واجبہ کو ترک کرنے کی بجائے حالت رکوع میں ہی کہہ لے جو کہ من وجہ قیام ہی ہے۔

کیونکہ فقہی ضابطہ ہے کہ کسی واجب کو بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے کہ اس کو ایسے محل میں ادا کرلیا جائے جو من وجہ محل بن سکتا ہے۔

"لانہ لوتابع الامام لایخلواماان یاتی بھذاالتکبیرات اولایاتی بھافان کان لایاتی بھا فھذاتفویت الواجب وان کان یاتی بھافقدادی الواجب فیماھومحل لہ من وجہ دون وجہ فکان فیہ تفویتہ عن محلہ من وجہ ولاشک ان اداء الواجب فیماھومحل لہ من وجہ اولی من تفویتہ راسا"۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۱/۲۲۲)

"ثم اذارکع یکبرتکبیرات العیدفی الرکوع عندابی حنیفۃ ومحمد......الی قولہ بخلاف القنوت لانہ بمعنی القراءۃ فکان محلہ القیام المحض وقدفات"۔۔۔۔(بدائع الصنائع: ۱/۲۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازعید کے بعددعا کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازعید کے خطبوں کے بعد دعا کرنا ثابت ہے یانہیں؟ اگر ہے تو دلائل سے آگاہ فرمائیں، اگر ثابت نہیں تو یہ دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نمازعیدین کے بعد دعا کرنا صحابہ اور تابعین یا تبع تابعین سے اگر چہ منقول نہیں لیکن چونکہ ہر نماز کے بعد دعا کرنا مسنون ہے اس لیے عیدین میں بھی مسنون ہوگا لیکن اس کو ضروری نہ سمجھنا چاہیئے۔

"اذاانصرف من صلوتہ استغفر اللہ ثلثاوقال اللھم انت السلام الی قولہ ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین لقولہ علیہ السلام واللہ انی لاحبک اوصیک یامعاذلاتدعن دبرکل صلوۃ ان تقول اللھم اعنی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک"۔۔۔۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۱۲،۳۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقررہ امام کی اجازت کے بغیر کسی اور کا نماز عید پڑھانا:

مسئلہ نمبر(۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کیا امام اور خطیب کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا آدمی جو وہاں صرف بچوں کو درس دیتا ہو وہ اپنی من مانی کے طور پر عید پڑھائے تو نماز عید ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

امامت اور خطابت کا حق مقررہ امام کو ہے دوسرے شخص کو اس کی اجازت کے بغیر امامت وغیرہ کرنا درست نہیں ہے۔

"فصاحب البيت والمجلس وامام المسجد أحق بالامامة من غيره وان كان الغير أفقه وأقرأ وأورع وأفضل منه، ان شاء تقدم وان شاء قدم من يريده اه"

.....(الطحطاوی علی المراقی: ۲۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا نماز عید فرداً فرداً پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مختلف گھروں والی عورتیں مل کر ایک گھر میں نماز عید اکٹھی ہو کر فرداً فرداً پڑھتی ہیں ایک کی آواز اونچی ہوتی ہے باقی اپنی اپنی آہستہ آواز میں پڑھتی ہیں پھر سلام پھیرنے کے بعد ایک عورت کھڑی ہو کر خطبہ دیتی ہے پھر دعا مانگتی ہیں آیا ان کا ایسا جمع ہونا خطبہ پڑھنا یا عورتوں کا امامت کروانا کیسا ہے؟ کیا کوئی صورت اس کے علاوہ عورتوں کی نکل سکتی ہے کہ وہ عید ادا کر سکیں؟ مفصلاً قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز عیدین کے لیے جماعت شرط ہے فرداً فرداً نماز عید پڑھنے سے نماز عید ادا نہیں ہوتی، نیز عورتوں پر عید کی نماز واجب بھی نہیں ہے، اور عورتوں کی جماعت بھی مکروہ ہے اور اس طرح عورت کا عیدگاہ میں جانا بھی عید کی نماز پڑھنے کے لیے مکروہ ہے، لہٰذا عورتیں عید کی نماز ادا نہ کریں۔

"(ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقا) ولو

عجوز الیلا (علی المذھب) المفتی به لفساد الزمان" ..... (الدر المختار: ۱/۳۱۸)

"ویکرہ تحریما (جماعة النساء) ولو فی التراویح"..... (الدر مع الرد: ۱/۳۱۸)

"باب العیدین (تجب صلاتھما) فی الاصح (علی من تجب علیه الجمعة بشرائطھا) المتقدمة (سوی الخطبة) فانھا سنة بعدھا (تحت قوله بشرائطھا وجزم به فی البحر قلت وفی امامة البحران الجماعة فی العید تسن علی القول بسنیتھا وتجب علی القول بوجوبھا اہ وظاھرہ انھا غیر شرط علی القول بالسنیة لکن صرح بعدہ بانھا شرط لصحتھا علی کل من القولین ای فتکون شرطا لصحة الاتیان بھا علی وجه السنة والا کانت نفلا مطلقا فتأمل"..... (الدر مع الرد: ۱/۶۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جو شرائط جمعہ کے لیے ہیں وہی عیدین کے لیے بھی ہیں:

مسئلہ نمبر (۴۸): السلام علیکم کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً ایک سو گھروں پر مشتمل ہے وہاں ایک مسجد ہے جس میں نماز جمعہ نہیں ہوتی اور دیگر نمازوں کا وہاں اہتمام بھی نہیں اور وہ گاؤں شہر سے ایک میل دور ہے اس گاؤں میں لوگ نماز عید ادا کرتے ہیں، کیا وہاں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے؟ تفصیل سے جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جو شرائط جمعہ کے لیے ہیں وہی شرائط عیدین کی نماز کے لیے بھی ہیں جیسا کہ نماز جمعہ چھوٹی بستی میں جائز نہیں ہے اسی طرح نماز عید بھی چھوٹی بستی میں جائز نہیں ہے۔

"واما شرائط وجوبھا وجوازھا فکل ما ھو شرط وجوب الجمعة وجوازھا فھو شرط وجوب صلوٰۃ العیدین وجوازھا من الامام والمصر

والجماعة والوقت الا الخطبة فانهاسنة بعدالصلاة ولوتركهاجازت صلاة العيدامـا الامـام فشـرط عـنـدنـا لـمـاذكـرنـا في صلاة الجمعة وكذا المصر لمارويناعن علي رضي الله عنه انه قال لاجمعة ولاتشريق ولافطرولا أضحى الافي مصرجامع ولم يردبذلك نفس الفطرونفس الاضحى ونفس التشريق لان ذلك ممايوجدفي كل موضع بل المرادمن لفظ الفطروالأضحى صلاة العيدين ولانهاماثبتت بالتوارث من الصدرالاول الافي الامصار‘‘......(بدائع الصنائع: ۱/ ۲۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بڑی جامع مسجد میں نماز عید ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے شہر میں بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر عیدگاہ قدیم آبادی کے اندر آ گئی ہے اور جگہ بھی کم پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو ساتھ سڑک اور ناپاک جگہ گلیوں میں بھی کھڑا ہونا پڑتا ہے اور ابھی تک آبادی سے باہر کسی میدان میں بھی عید پڑھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے، جبکہ کچھ مساجد میں لوگ پہلے سے عید پڑھتے ہیں ہم نے بھی اپنی بڑی جامع مسجد میں عید کی نماز پڑھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری عید نہیں ہوئی بڑی جامع مسجد میں نماز عید منع ہے یا جائز ہے؟ خصوصاً مذکورہ بالا صورت میں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں بڑی مسجد میں نماز عید جائز ہے لیکن حتی الامکان کوشش کی جائے کہ چھوٹے چھوٹے اجتماعات کی بجائے کسی میدان میں عید کے لیے اجتماع عظیم ہو اس لیے کہ یہ سنت ہے اور اس میں شوکت اسلام کا مظاہرہ بھی ہے۔

”والخروج اليها اى الجبانة لصلوة العيدسنة وان وسعهم المسجدالجامع تحت قوله هوالصحيح قال في الظهيرية وقال بعضهم ليس بسنة وتعارف الناس ذلك لضيق المسجدوكثرة الرحام والصحيح هوالاول وفي الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانة ويستخلف غيره ليصلي في

المصر بالضعفاء بناء علی ان صلاۃ العیدین فی موضعین جائزۃ بالاتفاق وان لم یستخلف فلہ ذلک"۔ ...(الدر مع الرد: ۱/۲۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

صحت جمعہ اور عیدین کا مدار آبادی پر نہیں:

مسئلہ نمبر (۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تحصیلدار، فوجی حوالدار، صوبہ دار، ڈاکٹر، بڑا ہسپتال، چار، پانچ پرائمری سکولز، ڈاکخانہ، دواخانہ اور ۲۰۰ دکانیں اسلامی مدرسہ پولیس اسٹیشن موجود ہے مردم شماری ۲۵۰۰ ہے، پندرہ مساجد ہیں ہر مسجد اپنے اپنے محلہ میں واقع ہے محلوں کے درمیان میں گلیاں اور کھیت ہیں لیکن تمام محلے ایک ہی نام سے موسوم ہیں اس گاؤں پر قریہ کبیرہ کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس گاؤں میں عیدین پڑھنے والے کراہت تحریمی کے مرتکب ہیں یا نہیں؟ پڑھنے والے تارک واجب عمل ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال مذکورہ بالا گاؤں میں جمعہ وعیدین پڑھنا پڑھانا درست ہے یہ قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے، کیونکہ اس میں حاکم مجاز (اے، سی) موجود ہے اور صحت جمعہ وعیدین کا دارومدار آبادی پر نہیں بلکہ حاکم یا حاکم مجاز پر بھی ہے۔

"(قولہ شرط ادائھا المصر ای شرط صحتھا ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریۃ ولامفازۃ لقول علیؓ لاجمعۃ ولاتشریق ولاصلاۃ فطرولا اضحی الافی مصر جامع اوفی مدینۃ عظیمۃ رواہ ابن ابی شیبۃ وصححہ ابن حزم وکفی بقولہ قدوۃ واماما، واذالم تصح فی غیر المصرفلاتجب علی غیر اھلہ" ... (البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"(ولادائھاشرائط فی غیر المصلی) منھا المصرھکذافی الکافی والمصرفی ظاھر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی، ھکذافی الظھیریۃ، وفتاوی قاضی خان، وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتمادکذافی التتارخانیۃ"... (الھندیۃ: ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات تشریق واجب ہیں:

مسئلہ نمبر (۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات تشریق سنت ہیں یا واجب؟ اور تکبیرات تشریق کتنی مرتبہ پڑھنی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

تکبیرات تشریق واجب ہیں، ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ کہنا واجب ہے اور ایک سے زائد مرتبہ سنت نبوی سمجھ کر کہنا بدعت ہے اور ذکر الٰہی سمجھ کر کہنا مستحب ہے۔

"فصل وأمابيان وجوبه:فالصحيح أنه واجب،وقدسماه الكرخي سنة ثم فسره بالواجب فقال تكبير التشريق.....واطلاق اسم السنة على الواجب جائز"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۴۵۸)

"(ويأتى به مرة) ومازاد فهو مستحب قال البدرالعيني في شرح التحفة،وأقره في الدروفي الحموى عن القراحصارى الاتيان به مرتين خلاف السنة،وفي مجمع الأنهران زادفقدخالف السنة اه ولعل محله ما اذا أتى به على أنه سنة وأما اذا أتى به على أنه ذكر مطلق، فلا(حاشية الطحطاوى: ۵۳۹) وأماعدده وماهيته فهو أن يقول مرة واحدة"..... (الهندية : ۱/ ۱۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایک دوست کے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا لیکن اب وہاں پر کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ گاؤں میں عید کی نماز پڑھیں گے پوچھنا یہ ہے کہ آیا وہاں عید کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عید کی نماز بھی جائز نہیں، لہٰذا اس گاؤں میں عید کی نماز نہ پڑھیں۔

"تجب صلاۃ العیدعلی کل من تجب علیه صلاۃ الجمعة"۔۔۔(الهندیة : ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں عید کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی گاؤں میں عیدگاہ نہ ہوتو عید کی نماز مسجد میں کروانا کیسا ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ مسجد میں ادا کرنا منع ہے اور کیا سرکاری جگہ یا کسی کی ذاتی جگہ حجرہ وغیرہ میں ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں آپ کے گاؤں میں عید کی نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ عید کی نماز کے لیے شرط ہے کہ وہ مصر جامع یا قریہ کبیرہ میں پڑھی جائے جیسا کہ جمعہ کے لیے شرط ہے۔

"وأما شرائط وجوبها وجوازها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة وجوازها فهو شرط وجوب صلاة العيدين وجوازها"۔۔۔۔(بدائع الصنائع: ۱/۲۷۶)

"(ولادائهاشرائط في غيرالمصلى) منها المصرهكذافي الكافي والمصرفي ظاهر الرواية الموضع الذى يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذالاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذافي الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذافي التتارخانية ومعنى اقامة الحد ودالقدرة عليهاهكذافي الغياثية وكمايجوزاداء الجمعة في المصريجوز ادازهافي فناء المصروهوالموضع المعدلمصالح المصر متصلا بالمصر و من كان مقيمابموضع بينه وبين المصرفرجة من المزارع والمراعي نحوالقلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذافي الخلاصةاه"۔۔۔(الهندية : ۱/۱۴۵)

" قوله (وفي القهستاني) تأييدلمتن وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات

والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق قال ابو القاسم ھذا بلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ھذا مجتھد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر اھ"......(ردالمحتار: ۵۹۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شرائط معدوم ہونے کی وجہ سے جمعہ وعیدین پڑھنا جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ضروریات زندگی کے میسر ہونے میں اور شرائط کی موجودگی میں جمعہ اور عیدین جائز ہے یا نہیں؟ مدلل اور مفصل حوالہ جات تحریر کر کے مطمئن فرمائیں تحقیق حدیث (لا جمعة فی القری وغیرہ بمذھب) عندالاحناف جائز ہے یا نہیں؟ یا عدول عن المذہب کے ضمن میں اتباع الھواء کے زمرے میں تو نہیں آتا، گاؤں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ کل گھروں کی تعداد ایک سو بہتر ہے اور کل مرد بالغ افراد کی تعداد ۴۴۱ ہے ٹرانسپورٹ کی سہولت بھی موجود ہے دوکانوں کی تعداد گیارہ ہے جس سے روزمرہ زندگی کی سہولیات پوری ہوتی ہیں ٹیلیفون بجلی روڈ کی سہوت بھی موجود ہے گاؤں اور مضافات میں چار مساجد ہیں جس میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا ہوتی ہے ڈاکٹر اور ٹیلرز کی سہولت بھی موجود ہے جبکہ آٹے کی چار مشینیں ہیں گاؤں سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک تھانہ بھی موجود ہے کئی سال پہلے نماز جمعہ اور عیدین پڑھی جاتی تھیں اول نماز جمعہ بند ہو گیا اب تین سال سے نماز عید بھی بند ہوئی ہے جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب اور پریشانی کا سماں ہے جبکہ قریب گاؤں میں بریلویوں کے ہاں لوگ جاتے ہیں عیدین اور نماز جمعہ میں وہاں خرافات سنتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کے ذہن خراب ہو جاتے ہیں، لہٰذا مذکورہ بالا بیان کو مدنظر رکھ کر ہمیں ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین کے جواز اور عدم جواز پر مدلل فتویٰ دے کر ہمیں مطمئن فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں نماز جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے آپ کی بستی نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے، لہٰذا ایسے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، اور نہ ہی عیدین، بلکہ اپنی ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے رہا کریں، بدعتیوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں احکام شرعیہ پر عمل چھوڑنا عقلمندی نہیں۔

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عند اصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصرومن کان ساکنافی توابعه وکذالایصح اداء الجمعة الافی المصروتوابعه فلاتجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصرولایصح اداء الجمعة فیها"......(بدائع الصنائع:۱/۵۸۳)

"و عبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات،والظاهرانه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر"......(ردالمحتار:۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات عیدین سے متعلق بعض مسائل:

مسئلہ نمبر(۵۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) عیدین کی زائد تکبیروں کے درمیان امام فاصلہ تین تسبیحات کے بقدر رکھے گایااس سے کم؟

(۲) اگرامام تکبیرات کوپہلی رکعت میں بھول گیا اورسورت فاتحہ شروع کروی اوردرمیان سورت فاتحہ کے یادآ گیاتو کیاوہ تکبیرات کوکہے گااورپھرسورت فاتحہ پڑھے گایانہیں؟

(۳) اگرامام عید کی نمازمیں بغیرزائدتکبیرکہے رکوع میں چلاگیا اوررکوع سے کھڑانہ ہوابلکہ اس نے تکبیرات جہرارکوع ہی میں کہہ لیں توصحیح ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) تکبیرات عیدین کے موقع پرتکبیرات کے درمیان فاصلہ تین تسبیحات کے مقدار ہوناچاہیے۔

(۲) اگر امام تکبیرات عیدین بھول گیا اور اسے سورت فاتحہ کے درمیان یاد آیا تو اسے چاہیے کہ وہ پہلے تلاوت مکمل کرے پھر تلاوت کے بعد تکبیرات کی قضا کرے اور اگر چاہے تو رکوع میں کرے اور آخر میں سجدہ سہو ادا کرے اور اگر مجمع زیادہ ہو اور فتنہ کا خوف ہو تو سجدہ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے۔

(۳) اسی طرح اگر امام بغیر زائد تکبیریں کہے رکوع میں چلا گیا ہے تو پھر رکوع میں تکبیر کہہ لے اور سجدہ سہو کرے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

"والمختار عند المتأخرين أن لا يسجد للسهو في الجمعة والعيدين لتوهم الزيادة من الجهال كذا في السراج وغيره بحر، وليس المراد عدم جوازه بل الاولى تركه كيلا يقع الناس في فتنة"..... ردالمحتار: ۱۷۱/۲)

"قال ابو حنيفة اذا نسي الامام تكبيرات العيد حتى قرأ فانه يكبر بعد القرأة اوفي الركوع مالم يرفع رأسه ويسجد للسهو، وقال ابن ابي ليلى: يكبر في السجود..... والصحيح قول ابي حنيفة لانها واجبة فحكمها حكم القراءة"

.....(التتارخانية: ۶۹/۲) و (الهندية: ۱۵۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

تین مساجد والے قصبے میں نماز جمعہ وعیدین کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قصبہ گیارہ سو کی آبادی والا ہے، پانچ دکانیں اور ایک کارخانہ آٹے کی پسائی اور تیل وغیرہ کا ہے، تین مساجد ہیں جن میں سے ایک مسجد آبادی سے ایک مربعہ پر واقع ہے پانی کے لیے واٹر سپلائی سسٹم ہے آسانی ہے سرکاری اردو سکول بھی ہے روزانہ آمد و رفت کے لیے موٹر وغیرہ سفر کے لیے سہولت میسر ہے، کلومیٹر سے بھی کم فاصلہ پر قریب بستی میں چھ سات سو آبادی موجود ہے، اکثر حضرات نمازی صحیح العقیدہ قرآن وسنت کی تعلیم وتفہیم کے مشتاق ہیں، کیا یہاں جمعہ وعیدین ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں مذکورہ جگہ نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ نماز جمعہ وعیدین کی ادائیگی کے لیے شہر یا بڑا قصبہ کا ہونا شرط ہے جبکہ مذکورہ جگہ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔

"(ولادائها شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هکذا فی الکافی، والمصر فی ظاهر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی ھکذا فی الظھیریۃ وفتاویٰ قاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذا فی التتارخانیۃ ومعنی اقامۃ الحدود القدرۃ علیہا ھکذا فی الغیاثیۃ وکما یجوز اداء الجمعۃ فی المصر یجوز اداؤھا فی فناء المصر وھو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقیما بموضع بینہ وبین المصر فرجۃ من المزارع والمراعی نحو القلع ببخاریٰ لا جمعۃ علی اھل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغھم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشیٔ ھکذا فی الخلاصۃ اھ"۔۔۔۔(الھندیۃ: ۱/۱۴۵)

" قولہ(وفی القھستانی) تأیید لمتن وعبارۃ القھستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابو القاسم ھذا بلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ھذا مجتھد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات۔۔۔۔الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر اھ"۔ ۔۔۔(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں والوں پر شہر میں جاکر نماز جمعہ وعیدین پڑھنا فرض نہیں:

مسئلہ نمبر(۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جناب ہم گاؤں "گھنکے" کے باشندے ہیں اور آج کل اپنی رہائش کھیتوں میں گاؤں سے تقریباً ایک کلومیٹر دور ہے، گاؤں اور ہمارے گاؤں کی آبادی سوا یا سوا سو گھروں پر مشتمل ہے تقریباً پانچ چھ عام دکانیں خورد ونوش کی ہیں بچوں اور بچیوں کے لیے دو علیحدہ علیحدہ پرائمری سکول ہیں اس کے علاوہ گاؤں میں ان تمام چیزوں کے علاوہ دونوں گاؤں میں کوئی دوسری چیزیں نہیں پائی جاتیں، حالانکہ ہمیں اپنی تمام حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے دوسرے گاؤں "ہڈیارہ" میں جانا پڑتا ہے یا پھر لاہور شہر سے رجوع کرنا پڑتا ہے جب کہ میں نے پہلے تحریر کیا کہ دونوں گاؤں میں کل پانچ

مساجد ہیں اور پانچوں مساجد میں نماز جمعہ پڑھائی جاتی ہے پانچوں مساجد مقرر حضرات سوائے ایک حافظ قرآن کے عالم پڑھے لکھے ہیں، دین کا علم محض کتابوں سے پڑھا ہے، مسائل سے کوئی خاص واقفیت نہیں، اب سوال یہ ہے کہ نماز جمعہ کی کیا شرائط ہیں ان مساجد میں جمعہ پڑھائی جاتی چاہیے یا نہیں؟ اگر کہنے کے بعد بھی کوئی شخص نہ مانے تو اس کے لیے کیا وعید ہے؟ کیا یہاں کے لوگوں پر جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہے؟ اور نماز جمعہ نہ ہونے کی صورت میں امام صاحب نماز جمعہ پڑھائے تو کیا دوسرے نمازیوں کی نماز ظہر رہ جانے کی صورت میں نماز کا وبال امام صاحب پر ہوگا؟ اور جو پہلے ہو چکا ہے اس کے ازالہ کے لیے کیا کیا جائے؟ مکمل تفصیل کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان تمام سوالوں کا جواب ارسال کریں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں نماز جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ شرط ہے، لہٰذا مذکورہ دونوں گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں اور جو لوگ گاؤں کے رہنے والے ہیں نہ تو ان پر گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے اور نہ ہی کسی شہر میں آکر پڑھنا فرض ہے، بلکہ ان کے ذمہ ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے، لہٰذا جتنی ظہر کی نمازیں مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کی وجہ سے رہ گئی ہیں ان کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

"(ولادائهاشرائط فی غیرالمصلی) منها المصرهكذافی الكافی،والمصرفی ظاهرالرواية الموضع الذی يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذالاحكام وبلغت ابنيته ابنية منی هكذافی الظهيرية وفتاوی قاضی خان وفی الخلاصة وعليه الاعتمادكذافی التتارخانية ومعنی اقامة الحدودالقدرة عليهاهكذافی الغياثية وكمايجوزاداء الجمعة فی المصريجوزادائهافی فناء المصروهوالموضع المعدلمصالح المصرمتصلا بالمصر ومن كان مقيمابموضع بينه وبين المصرفرجة من المزارع والمراعی نحوالقلع ببخاری لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذافی الخلاصةاه"......(الهندية : ۱/۱۴۵)

"قوله(وفی القهستانی) تأييدلمتن وعبارة القهستانی وتقع فرضافی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل

بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیماذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھراھ"۔...(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"وعن ابی حنیفۃؒ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیمایقع من الحوادث وھذاھوالاصح"۔... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عیدین کے خطبہ کے بعددعامانگنا:

مسئلہ نمبر(۵۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دفعہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ہماری مسجد میں دومولاناصاحبان کے اختلافات کی وجہ سے جھگڑاکھڑاہوگیا اورکافی شورشرابہ ہواجسے مشکل سے رفع کیاگیاوجہ یہ تھی کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ عید کے خطبہ کے بعددعامانگنی ہے اوردوسرے صاحب کہتے تھے کہ نہیں مانگنی،عوام بے چارے جوکہ اتنی گہرائی تک دینی علم نہیں رکھتے،وہ تذبذب کاشکارہیں،مہربانی فرماکراس مسئلہ کے بارے میں سمجھائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں طریقہ متعارفہ کے طورپرنمازعیدین کے بعددعامانگنارسول ﷺ سے صراحتاواضح ثابت نہیں لیکن کسی خاص موقع کاحکم ثابت کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ احادیث میں اس کانام بھی تعیین کے ساتھ واردہوبلکہ عمومات حدیث سے بھی احکام بکثرت ثابت کئے جاتے ہیں،عیدین کے بعددعابھی اسی قبیل سے ہے کہ عام نمازوں کے بعددعاکرنا حضورعلیہ السلام سے ثابت ہے تونمازعید کے بعدبھی دعاکرناجائزاورمستحب ہے اورخطبہ کے بعدبھی مانگ سکتے ہیں لیکن اس کولڑائی جھگڑے کی بنیادبنانادرست نہیں ہے جوشرعی مسئلہ جس درجہ میں ہواس کواسی درجہ میں رکھاجائے،اس لیے کہ اکابرکی آراءدونوں طرف ہیں۔

"حدثنامحمدوھوالبخاری نفسہ حتی تخرج الحیض ولیس لھن غیرالتکبیرویدعون بدعائھم ای بدعائھم للمؤمنین فی خلال الخطبۃ لانہ

لم یثبت عنه ﷺ بعدصلاۃ العیدین دعاء فالسنة الخاصة فی ذلک قاضیة علی عموم الاحادیث فی الاذکاربعدالصلوات وفی المدخل لابن الحاج المالکی ان السلف الصالحین کانوایجلسون بعدالصبح والعصرفی المسجدلهم زمزمة ودوی کدوی النحل فهذه احوالهم لانفسهم دون حال الجماعة اھ" .....(فیض الباری:۲/۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات التشریق فی القریٰ:

مسئلہ نمبر(۵۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیاتکبیرات تشریق بستی والوں پرواجب ہیں یانہیں؟نیزکس دن تک پڑھناچاہیے؟بسط وتفصیل سے مکمل ومدلل جواب تحریرفرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بالامسئلہ غورطلب ہے،لہٰذاتفصیل میں جانے سے پہلے مقدمہ کے طورپراس کوواضح کرناضروری سمجھتاہوں کہ فقہاء کرام کااپنی کتب میں طریقہ ترجیح کاانداز مختلف ہے جوفقہاء کرام اپنی کتب میں صرف مسائل کوبغیردلائل کے ذکرکرتے ہیں ان کاطریقہ ترجیح یہ ہوتاہے کہ پہلے راجح قول کوذکرکرتے ہیں اوربعدمیں مرجوح کوذکرکرتے ہیں جیساکہ صاحب فتاویٰ قاضی خان اورصاحب ملتقی الابحررحمہمااللہ کاطرزعمل ہے۔

اورجوفقہاء کرام اپنی کتب میں مسائل کودلائل کے ساتھ جمع فرماتے ہیں تووہ سب سے آخرمیں جوقول دلیل کے ساتھ ذکرکرتے ہیں وہ راجح ہوتاہے جیساکہ صاحب ہدایہ،صاحب بدائع،صاحب مبسوط سرخسی اورصاحب فتح القدیروغیرہم رحمہم اللہ کاطرزعمل ہے علامہ شامیؒ اپنے رسالہ شرح عقودرسم المفتی میں اس ضابطہ کوان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

"ای ان اول الاقوال الواقعة فی فتاوی الامام قاضی خان له مزیة علی غیره فی الرجحان لانه قال فی اول الفتاوی وفیماکثرت فیه الاقاویل من المتأخرین اقتصرت علی قول اوقولین وقدمت ماهوالاظهروافتتحت بماهوالاشهراجابة للطالبین وتیسیراعلی الراغبین انتهی وکذاصاحب ملتقی الابحرالتزم تقدیم

القول المعتمدوماعداهامن الکتب التی تذکرفیها الاقوال بادلتهاکالهدایة وشروحهاوشروح الکنزوکافی النسفی والبدائع وغیرهامن الکتب المبسوطة فقدجرت العادة فیهاعندحکایة الاقوال انهم یؤخرون قول الامام ثم یذکرون دلیل کل قول ثم یذکرون دلیل الامام متضمناللجواب عما استدل به غیره وهذاترجیح له الا ان ینصواعلی ترجیح غیره"......(شرح العقود: ۳۰)

ترجمہ: "امام قاضی خان کے فتاویٰ میں تمام واقع اقوال میں سے سب سے پہلے قول ترجیح کے باب میں خصوصیت حاصل ہے، کیونکہ وہ فتاویٰ کے شروع میں فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں متاخرین علماء کے اقوال زیادہ ہوں تو میں نے ایک یادواقوال پراکتفاءکرکے "اظہر" قول کومقدم کیا، اورمشہورقول کوطلبہ کے قبول کرنے اور رغبت رکھنے والوں کی سہولت کے لیے شروع میں ذکرکیاہے، اسی طرح صاحب "ملتقی الابحر" نے بھی معتمدعیہ قول کومقدم کرنے کاالتزام کیاہے، اس کے علاوہ دیگران کتابوں میں جن میں اقوال کودلائل کے ساتھ ذکرکرتے ہیں جیسے ہدایہ اورشروحات، کنز کی شروحات، علامہ نسفی کی "کافی"، بدائع وغیرہ ان مفصل کتابوں میں عادت یہ جاری ہوئی ہے کہ اقوال کوذکرکرتے وقت امام صاحبؒ کے قول کومؤخر کرتے ہیں، پھراس کے بعدہرقول کی دلیل ذکرکرتے ہیں، پھر (آخرمیں) امام صاحبؒ کی دلیل کوذکرکرتے ہیں جودوسرں کے مستدل کے جواب کومتضمن ہوتی ہے، لہٰذا اس سے امام صاحبؒ کے قول کوترجیح دینامقصودہوتاہے، ہاں البتہ اگرغیرکے قول کی ترجیح کی تصریح ہو (تواس لیاجائے گا)"

واضح رہے کہ ان دونوں قسم کی کتابوں میں مذکورہ اندازترجیح اس وقت قابل اعتبارہے جبکہ اسی کتاب میں اس انداز کے خلاف صراحتاًترجیح کاذکرموجودنہ ہو۔

اس تمہیدی مقدمہ کے بعدتفصیلاًعرض ہے کہ تکبیرات تشریق کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اورصاحبین رحمہما اللہ کے درمیان دوچیزوں میں اختلاف ہے پہلااختلاف انتہاءوقت کے بارے میں ہے، امام صاحب کے نزدیک یوم النحر کی نمازعصرتک تکبیرات تشریق پڑھناواجب ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک ایام تشریق کے آخرتک پڑھناواجب ہے دوسری چیزجس میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ کیایہ تکبیرات صرف شہرمیں رہنے والوں پرواجب

ہیں یا دیہات کے رہنے والوں پر بھی واجب ہیں؟ تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس کے لیے مصر جامع شرط ہے، لہٰذا دیہات والوں پر واجب نہیں، جبکہ صاحبین کے نزدیک مصر جامع شرط نہیں ہے، لہٰذا تکبیرات دیہات والوں پر بھی ایسے ہی واجب ہیں جیسا کہ شہر والوں پر واجب ہیں صاحب ہدایہ، صاحب بدائع اور محقق ابن ہمام وغیرہم نے دونوں (یعنی انتہاء وقت اور شرطیت مصر) کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

"ویبدابتکبیر التشریق بعد صلاۃ الفجر من یوم عرفۃ ویختم عقیب صلاۃ العصر من یوم النحر عندابی حنیفۃؒ وقالا یختم عقیب صلاۃ العصر من آخر ایام التشریق والمسئلۃ مختلفۃ بین الصحابۃ فأخذا بقول علیؓ اخذا بالاکثر اذھو الاحتیاط فی العبادات واخذ بقول ابن مسعودؓ اخذا بالاقل لان الجھر بالتکبیر بدعۃ....وھو عقیب الصلوات المفروضات علی المقیمین فی الامصار فی الجماعات المستحبۃ عند ابی حنیفۃؒ ولیس علی جماعات النساء اذا لم یکن معھن رجل ولا علی جماعۃ المسافرین اذا لم یکن معھم مقیم وقالا ھو علی کل من صلی المکتوبۃ لانہ تبع للمکتوبۃ ولہ ماروینا من قبل الخ"۔ ...(الھدایۃ: ۱۸۵، ۱/۱۸۶)

ترجمہ: "امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق کو یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) فجر کی نماز سے شروع کر کے یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) کی عصر کی نماز کے بعد ختم کریں گے، جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن بعد از نماز عصر ختم کریں گے، چنانچہ یہ مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مختلف فیہ ہے، تو صاحبین رحمہما اللہ نے حضرت علیؓ کے قول اکثر کو لیا، کیونکہ عبادات میں یہی قول احتیاط پر مبنی ہے اور امام صاحبؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کے قول اقل کو لیا کیونکہ جہراً تکبیر کہنا بدعت ہے اور حاں یہ ہے کہ یہ تکبیرات مقیمین پر ہر فرض نماز کے بعد شہر میں مستحب جماعت کے بعد امام صاحبؒ کے نزدیک پڑھنا واجب ہے، جبکہ عورتوں کی جماعت پر واجب نہیں، جب ان کے ساتھ جماعت میں کوئی مرد شریک نہ ہو اور نہ ہی مسافروں کی جماعت پر واجب ہے، جب تک اس کے ساتھ کوئی مقیم شریک نہ ہو، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہر اس شخص پر واجب ہیں جو فرض نماز ادا کرے، کیونکہ یہ فرض نماز کے تابع ہے امام صاحبؒ کی دلیل ہم نے اس سے پہلے بیان کی۔"

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"وقول من جعل الفتوی علی قولھما خلاف مقتضی الترجیح فان الخلاف فیہ

مع رفع الصوت لافی نفس الذکر والاصل فی الاذکار الاخفاء والجھر بہ بدعۃ"......(فتح القدیر: ۴۹/۲)

ترجمہ:"جن حضرات نے صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ دیا ان کا قول ترجیح کے خلاف ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف رفع صوت میں ہے، نفس ذکر میں نہیں، جبکہ اذکار میں اصل اخفاء ہے اور اس کو جہراً پڑھنا بدعت ہے۔"

صاحب بدائع انتہاء وقت کو بیان کرتے ہوئے صاحبین کا مذہب اوران کے دلائل کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں امام ابوحنیفہؒ کی دلیل کو ذکر کرتے ہوئے اور صاحبینؒ کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ولابی حنیفۃؒ ان رفع الصوت بالتکبیر بدعۃ فی الاصل لانہ ذکر والسنۃ فی الاذکار المخافۃ....ولھذا ھو اقرب الی التضرع والادب وابعد عن الریاء فلایترک ھذا الاصل الاعندقیام الدلیل المخصص جاء المخصص للتکبیر من یوم عرفۃ الی صلاۃ العصر من یوم النحر وھو قولہ تعالٰی ویذکرواسم اللہ فی ایام معلومات وھی عشر ذی الحجۃ والعمل بالکتاب واجب الافیماخص بالاجماع وانعقدالاجماع فیماقبل یوم عرفۃ انہ لیس بمرادولا اجماع فی یوم عرفۃ ویوم النحر فوجب العمل بظاھر الکتاب عندوقوع الشک فی الخصوص وامافی ماوراء العصر من یوم النحر فلاتخصیص لاختلاف الصحابۃ وترددالتکبیر بین السنۃ والبدعۃ فوقع الشک فی دلیل التخصیص فلایترک العمل بدلیل عموم قولہ تعالٰی ادعواربکم تضرعاوخفیۃ وبہ تبین ان الاحتیاط فی الترک لافی الاتیان لان ترک السنۃ اولی من اتیان البدعۃ"..... (بدائع الصنائع: ۱۹۶/۱)

ترجمہ:"امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تکبیرات کو بلند آواز سے پڑھنا اصل میں بدعت ہے، کیونکہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اذکار میں اخفاء سنت ہے، اسی وجہ سے یہ تضرع اور ادب کے زیادہ قریب ہے اور ریاکاری سے دور ہے چنانچہ اس اصل کو اس وقت چھوڑا جائے گا، جب کوئی مخصص دلیل موجود ہو، لہٰذا یوم عرفہ سے لیکر یوم نحر کی عصر تک تکبیرات کہنے کا مخصص ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کا قول:"ویذکرو اسم اللہ فی ایام معلومات" اور یہ دس ذی الحجہ کا دن ہے، اور حال یہ ہے کہ کتاب اللہ پر عمل کرنا اس وقت واجب ہے جب تک کسی مسئلہ کی تخصیص میں شک کے وقت کتاب اللہ کے ظاہر پر عمل کرنا واجب ہو اور یوم نحر کی عصر کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی وجہ سے کوئی تخصیص نہیں،

اور تکبیرات تشریق کے سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہوا، چنانچہ اس کی تخصیص کی دلیل میں بھی شک پیدا ہوگیا، تو (اس صورت) میں اللہ تعالیٰ کے عمومی قول: "ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة" والی دلیل پر عمل نہیں چھوڑا جائے گا، اس سے ظاہر ہوا کہ احتیاط ترک میں ہے، تکبیرات کہنے میں نہیں، کیونکہ بدعت عمل کرنے سے ترک سنت اولیٰ ہے۔"

اور "من یجب علیہ" کو بیان کرتے ہوئے صاحب بدائع نے صاحبین رحمہما اللہ کی دلیل کو ذکر کرنے کے بعد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل کو ذکر کرتے ہوئے صاحبین کی دلیل کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

" ولان رفع الصوت بالتكبير من شعائر الاسلام و اعلام الدين وماهذا سبيله لايشرع الافي موضع يشتهر فيه ويشيع وليس ذلك الافي المصر الجامع ولهذا اختص بالجمعة والاعياد وهذا المعنى يقتضي ان لايأتي به المنفرد والنسوان لان معنى الاشتهار يختص بالجماعة دون الافراد ولهذا لايصلى المنفرد صلاة الجمعة والعيد وامر النسوان مبنى على الستر دون الشتهار واما الاية الثانية فقد ذكرنا اختلاف اهل التأويل فيها واما الاولى فنحملها على خصوص المكان والجنس والحال عملا بالدليلين بقدر الامكان وما ذكروا من معنى التبعية مسلم عند وجود شرط المصر والجماعة وغير هما من الشرائط واما عند عدمها فلا نسلم التبعية الخ" (بدائع الصنائع: ۱/۱۹۸)

ترجمہ: "کیونکہ تکبیرات کو بلند آواز سے کہنا شعائر اسلام اور دین کے اعلام میں سے ہے اور جو اس طرح کے ہو تو وہ صرف اس جگہ میں مشروع ہے جس میں وہ مشہور ہو اور وہ صرف مصر جامع ہی ہے اسی وجہ سے یہ جمعہ اور عیدین کے ساتھ مختص ہوگیا تو لہٰذا اس معنی کا تقاضا یہ ہے کہ منفرد اور عورتیں ان تکبیرات کو نہ کہے، کیونکہ اشتہار (مشہور ہونے) کا یہ معنی جماعت کے ساتھ خاص ہے نہ کہ اکیلے نمازی کے ساتھ، اسی وجہ سے اکیلے نمازی پر جمعہ اور عیدین نہیں، جبکہ عورتوں کا معاملہ ستر پر مبنی ہے نہ کہ اشتہار پر اور رہی بات دوسری آیت کی تو ہم نے اہل تاویل کا اختلاف اس میں ذکر کیا اور پہلی آیت خصوصی مکان اور جنس پر محمول کی جائے گی، اور حال یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دونوں دلیلوں پر عمل کریں گے اور انہوں نے جو تبعیت کا معنی ذکر کیا تو وہ اس وقت مسلم ہے جب مصر، جماعت وغیرہ اور دیگر شرائط پائی جائیں، البتہ ان شرائط کے عدم موجودگی کے وقت ہمیں تبعیت مسلم نہیں۔"

علامہ حلبی رحمہ اللہ کافی تفصیل لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"وبهذا ظهر انه لاوجه لمن جعل الفتوى على قولهما الخ"......(غنية المستملی:۴۹۴)

ترجمہ: اس سے ظاہر ہوا کہ جنھوں نے صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ قرار دیا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں۔"

جبکہ صاحب بحر، صاحب درمختار اور صاحب نور الایضاح وغیرہم حضرات نے اپنی کتب میں ایام وقری دونوں میں صاحبین کے قول کی ترجیح کو بیان کیا ہے۔

صاحب بحر لکھتے ہیں:

"واما عندهما فهو واجب على كل من يصلى المكتوبة لانه تبع لها فيجب على المسافر والمرأة والقروى قال فى السراج الوهاج والجوهرة والفتوى على قولهما فى هذا ايضا فالحاصل ان الفتوى على قولهما فى اخر وقته وفيمن يجب عليه الخ"....(البحر الرائق:۲/۲۹۰)

ترجمہ: "البتہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ہر اس شخص پر واجب ہے جو فرض نماز پڑھتا ہو کیونکہ یہ فرائض کے تابع ہیں چنانچہ مسافر، عورت اور دیہاتی سب پر واجب ہے،" سراج الوہاج" اور "جوہرہ" میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں بھی فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے، پس حاصل یہ ہے کہ (تکبیرات تشریق) کے آخری وقت اور کن لوگوں پر واجب ہے کے بارے میں فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔"

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

"(يجب تكبير التشريق......عقب كل فرض) عينى بلا فصل يمنع البناء (ادى بجماعة) او قضى فيها منها من عامة القيام وقته كالاضحية (مستحبة) خرج جماعة النساء والغزاة لا العبيد فى الاصح جوهرة اوله (من فجر عرفة) وآخره (الى عصر العيد) بادخال الغاية فهى ثمان صلوات ووجوبه (على امام مقيم) بمصر (و) على مقتد (مسافر او قروى او امرأة) بالتبعية لكن المرأة تخافت ويجب على مقيم اقتدى بمسافر (وقالا بوجوبه فور كل فرض مطلقا) ولو منفردا او مسافرا او امرأة لانه تبع للمكتوبة (الى) عصر اليوم الخامس (آخر ايام التشريق وعليه الاعتماد والعمل والفتوى فى عامة الامصار وكافة الاعصار"......(درمع الرد: ۱/۶۳۰)

(تکبیراتِ تشریق واجب ہیں...... ہر فرض نماز کے بعد) بغیر ایسے فصل کے جو بناء کے لیے مانع ہو (جو جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہو) یا ان دنوں کی قضاء نمازوں کو انہی دنوں میں پڑھنے کے بعد عام لوگوں پر واجب ہے، کیونکہ ان (تکبیرات تشریق) کا وقت ابھی قائم اور باقی ہے، جیسے قربانی، تو اصح قول میں اس سے عورت اور مجاہدین کی جماعت نکل گئی نہ کہ غلاموں کی جماعت، اس کی ابتداء یوم عرفہ کے فجر سے عید کے دن (یوم نحر) کے عصر تک ہے غایت کو مغیہ میں داخل کرنے کی وجہ سے یہ آٹھ نمازیں بنتی ہیں، یہ مقیم امام پر شہر میں واجب ہیں، جبکہ مقتدی چاہے مسافر ہو یا دیہاتی ہو یا عورت پر متبعاً واجب ہیں، لیکن عورت ان کو اخفاء کے ساتھ کہے گی اور اس مقیم مقتدی پر بھی واجب ہیں، جس نے مسافر کے پیچھے اقتداء کی، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد مطلقاً واجب ہیں، اگرچہ منفرد ہو یا مسافر یا عورت، کیونکہ یہ فرض نماز کے تابع ہے ایام تشریق کے آخری پانچویں دن تک پڑھنا ہے، اسی قول پر اعتماد و عمل، عام شہروں اور ہر زمانے میں فتویٰ ہے۔''

صاحب نورالایضاح لکھتے ہیں:

''ویجب تکبیر التشریق من بعدفجر عرفة الی عصر العیدمرة فورکل فرض ادی بجماعة مستحبة علی امام مقیم بمصرومن اقتدی به ولوکان مسافرا اورقیقا اوانثی عندابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وقالایجب فورکل فرض علی من صلاه ولومنفردا اومسافرا اوقرویا الی عصر الخامس من یوم عرفة وبه یعمل وعلیه الفتوی''......(نورالایضاح علی حاشیة الطحطاوی:۵۳۸، ۵۴۰)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق یوم عرفہ کی فجر سے لیکر عید کی عصر تک ہر فرض نماز جو مستحب جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہو، مقیم امام پر شہر میں واجب ہے اور جن لوگوں نے اس امام کی اقتداء کی، اگرچہ مسافر ہو یا غلام ہو یا عورت ہو یوم عرفہ ایام تشریق کے پانچویں دن تک (تکبیرات) کہنی واجب ہیں، یہی قول معمول بہ اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد ہر نمازی پر واجب ہیں، اگرچہ منفرد ہو یا مسافر ہو یا دیہاتی ہو۔''

جبکہ خلاصۃ الفتاویٰ، شرح الوقایہ، فتاویٰ ہندیہ، تاتارخانیہ اور فتاویٰ سراجیہ میں صرف ایام کے بارے میں صاحبین کے قول کی ترجیح کو بیان کیا گیا ہے خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

''واختلفوافی القطع قال ابن مسعودؓیکبر الی صلاة العصرمن اول یوم النحروهوثمانی تکبیرات وبه اخذابوحنیفةؒ وقال علیؓ الی صلاة العصرمن

آخر ایام التشریق وهو ثلاث وعشرون تکبیرۃ وبه اخذ ابو یوسف ومحمد رحمهما الله وعلیه الفتوی وعلیه عمل الناس الیوم ثم هذا التکبیر علی اهل الامصار فی الصلاۃ المکتوبات المؤدیات بالجماعة مستحبة حتی لایجب علی النسوان وان صلین بجماعة وعندهما کل من صلی المکتوبة فی هذه الایام فعلیه التکبیر مقیما کان او مسافرا رجلا کان او امرأۃ فی المصر او فی غیر المصر فی الجماعات او وحده"......(خلاصة الفتاوی: ۲۱۵/۱)

تکبیرات تشریق کی انتہاء میں اختلاف ہے چنانچہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یوم نحر کی عصر تک کہیں گے، جو کہ آٹھ تکبیریں بنتی ہیں، اسی قول کو امام ابوحنیفہؒ نے لیا ہے، اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن کی عصر کی نماز تک کہیں گے جو کہ تیئیس (۲۳) تکبیریں بنتی ہیں اس قول کو امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے لیا ہے، اسی پر فتویٰ اور آج کل لوگوں کا عمل ہے، پھر یہ تکبیرات شہر والوں پر ہر اس فرض نماز کے بعد واجب ہیں جو مستحب جماعت سے ادا کی گئی ہو یہاں تک کہ عورتوں پر واجب نہیں، اگرچہ انہوں نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی ہو، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ان ایام میں ہر فرض نماز پڑھنے والے پر واجب ہیں، چاہے مقیم ہو یا مسافر، مرد ہو یا عورت، شہر میں ہو یا دیہات میں، جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہو یا منفرد۔

شرح الوقایہ میں ہے:

"ویجب تکبیرات التشریق....من فجر یوم عرفة عقیب کل فرض ادی بجماعة مستحبة) احتراز عن جماعة النساء وحدهن(علی المقیم بالمصر والمقتدیة برجل ومسافر مقتد بمقیم الی عصر العید) وقالا الی عصر آخر ایام التشریق وبه یعمل"....(شرح الوقایة: ۵۹ نولکشور)

ترجمہ: "تکبیرات تشریق شہری مقیم پر، مقتدی عورت جو مرد کی اقتداء میں ہو اور اس مسافر پر جو مقیم کی اقتدا میں ہو سب پر واجب ہیں، یوم عرفہ کی فجر سے ہر اس فرض نماز کے بعد جو مستحب جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اس سے عورتوں کی اکیلی جماعت سے احتراز کیا، اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن عصر تک اور اسی قول پر عمل ہے۔"

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"واما وقته واوله عقیب صلاۃ الفجر من یوم عرفة وآخره فی قول ابی یوسف ومحمد رحمهما اللہ تعالیٰ عقیب صلاۃ العصر من آخر ایام التشریق هکذا فی التبیین والفتوی والعمل فی عامة الامصار وکافة الاعصار علی قولهما"......(الهندیة : ۱/۱۵۲)

ترجمہ: "(تکبیرات تشریق کا وقت یہ ہے کہ یوم عرفہ فجر کی نماز کے بعد سے صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر کے بعد تک ہے اسی طرح "تبیین" میں ہے فتویٰ، اور اکثر شہروں اور ہر زمانے میں عمل صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔"

"واما الاختلاف فی انتهائه قال ابن مسعودؓ یکبر الی صلاۃ العصر من اول یوم النحر ویقطع فیکون الجملة عنده ثمانی صلوات وبه اخذ ابو حنیفةؒ وقال علیؓ یکبر الی صلاۃ العصر من آخر ایام التشریق ویقطع فیکون الجملة ثلاث وعشرین صلاۃ وبه اخذ ابو یوسف ومحمد رحمهما اللہ وفی الاسبیجابی والفتوی علی قولهما"......(التاتارخانیة : ۲/۶۹۷)

ترجمہ: "(تکبیرات تشریق) کے انتہاء وقت میں اختلاف ہے، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یوم نحر کی عصر تک کہیں گے اس کے بعد چھوڑ دیں گے، تو یہ ساری امام صاحبؒ کے نزدیک آٹھ نمازیں بنتی ہیں، اسی قول کو امام صاحبؒ نے لیا ہے اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیرات کہیں گے، اس کے بعد چھوڑ دیں گے تو یہ کل تئیس (۲۳) نمازیں بنتی ہیں اس قول کو صاحبین رحمہما اللہ نے لیا ہے،" اسبیجابی" میں ہے کہ فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔"

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

"قال شمس الائمة السرخسی بانها واجبة وهو عقیب صلاۃ الفجر من یوم العرفة الی ثمانی صلوات عند ابی حنیفةؒ وهو مذهب عبداللہ بن مسعودؓ وقال علیؓ الی ثلاث وعشرین صلاۃ وبه اخذ ابو یوسف ومحمد رحمهما اللہ وعلیه الفتوی قاله الامام الاسبیجابی اهل الرساتیق لاتکبیر علیهم خلافا لهما لاتکبیر علی المنفرد عند ابی حنیفة ولا علی جماعة المسافرین ولا علی نسوان الا اذا کان امامهن رجلا"......(سراجیة علی هامش الخانیة : ۱/۱۰۸)

ترجمہ:"شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ تکبیرات تشریق یوم عرفہ کی فجر کی نماز کے بعد سے آٹھ نمازوں تک امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہیں، یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب ہے اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ کل تئیس (۲۳) نمازیں ہیں، اس قول کو صاحبین رحمہما اللہ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، امام اسبیجابیؒ نے فرمایا ہے کہ دیہاتیوں پر تکبیرات نہیں، بخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے اور نہ ہی منفرد پر، نہ مسافروں کی جماعت پر اور نہ عورتوں پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات واجب ہیں، ہاں البتہ جب عورتوں کا امام مرد ہو واجب ہیں۔"

جبکہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب البنایۃ فی شرح الہدایہ میں ایام کے بارے میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے وہ لمبی بحث کے بعد فرماتے ہیں:

"والخلاصة الفتوى على قولهما اى قول ابى يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وعليه عمل الامصار فى اغلب الاعصار"...(البناية: ۱/۱۳۹)

ترجمہ:"اور خلاصہ یہ ہے کہ (اس مسئلہ میں) فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور اسی پر بیشتر شہروں اور ہر زمانے میں تعامل رہا ہے۔"

اور"من يجب عليه" کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی ترجیح کو بیان کرتے ہیں ہوئے صاحبین کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقالا هو على كل من صلى المكتوبة لانه تبع للمكتوبة" اى لان التكبير تبع للمفروضة يكبر كل من صلاها قلنا التبعية عرفت شرعا بخلاف القياس لانه لم يشرع فى غير هذه الايام فتراعى لهذه التبعية جميع ما ورد به النص جعل من احده شرائطه المصر فوجب ان يشترط القوم الخاص والجماعة الخاص كما فى الجمعة والعيد"...... (البناية: ۱/۱۴۱)

ترجمہ:"اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات تشریق ہر اس شخص پر واجب ہیں جو فرض نماز پڑھتا ہے کیونکہ یہ اس کے تابع ہیں، یعنی تکبیرات تشریق فرض نماز کے تابع ہیں، ہر فرض نماز پڑھنے والا تکبیرات پڑھے گا، ہم کہتے ہیں یہ تبعیت شرعاً معلوم ہوئی ہے، بخلاف قیاس کے، کیونکہ تکبیرات ان ایام کے علاوہ میں مشروع نہیں تو تبعیت کی وجہ سے ہر اس چیز کی رعایت رکھی جائے گی، جس کے بارے میں نص وارد ہو تو اس کی شرائط میں سے ایک شرط مصر قرار دیا، چنانچہ یہ کسی خاص قوم اور خاص جماعت پر واجب ہیں جیسا کہ جمعہ اور عیدین میں ہے۔"

اورعلامہ زیلعی رحمہ اللہ کے طرزِ عمل سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، علامہ تحریر فرماتے ہیں:

”واما شروطه فقد قال فی الکتاب بشرط اقامة ومصر ومکتوبة وجماعة مستحبة احترازا عن المسافرین والقری والنافلة والوتر وصلاة العیدین وصلاة الجنازة والمنفرد وجماعة غیر مستحبة کجماعة النساء والعبیدفحاصله ان شروطه شروط الجمعة غیر الخطبة والسلطان والحریة فی روایة وهو الاصح وهذا عند ابی حنیفة وقال هو علی کل من یصلی المکتوبة لانه تبع للمکتوبة وله ماروینا من اثر علی رضی الله عنه فی الجمعة“ .....(تبیین الحقائق: ۱/۲۲۷)

ترجمہ: ”اور بہرحال جو ان کی شروط ہیں تو کتاب میں فرمایا کہ اقامت، شہر، فرض نماز، مستحب جماعت اس کے لیے شرط ہیں اور مسافروں، دیہات، نفل، وتر، عیدین، نماز جنازہ، منفرد، غیر مستحب جماعت، جیسے عورتوں اور غلاموں کی جماعت سے احتراز کیا، چنانچہ اس کا حاصل یہ ہے کہ تکبیرات کی شرائط وہی ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں، سوائے خطبہ، سلطان اور ایک روایت کے مطابق حریت کے، یہی اصح ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات ہر اس شخص پر واجب ہیں، جو فرض نماز پڑھتا ہو، کیونکہ یہ فرض کے تابع ہیں، اور امام صاحبؒ کی دلیل وہ روایت ہے جس میں ہم نے حضرت علیؓ سے جمعہ کے بارے میں اثر نقل کیا ہے۔“

لہٰذا تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جن فقہاء کرام نے دونوں چیزوں میں ترجیح امام صاحب کے قول کو دی ہے ان میں اہل ترجیح اور اصحاب تحقیق موجود ہیں جیسے صاحب ہدایہ، صاحب فتح القدیر وغیرہ اور جن حضرات نے صرف ایام کے بارے میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں بھی صاحب خلاصۃ الفتاوی جیسے اہل ترجیح موجود ہیں لیکن جن حضرات نے دیہات میں تکبیرات تشریق کے حق میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں کوئی بھی اہل ترجیح نہیں ہے بلکہ بعض ایسی کتب سے ترجیح نقل کی گئی ہے جن کو فقہاء کرام کتب غیر معتبرہ میں سے شمار کرتے ہیں مثلاً صاحب بحر نے السراج الوہاج اور جوہرہ سے ترجیح نقل کی ہے نہ تو خود صاحب بحر اہل ترجیح میں سے ہیں اور نہ ان کتابوں والے جن سے صاحب بحر نے ترجیح کو نقل کیا ہے بلکہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کتب غیر معتبرہ کو شمار کرتے ہوئے سراج الوہاج کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ومنها السراج الوهاج شرح مختصر القدوری من مؤلفات ابی بکر بن علی الحدادی المتوفی سنة ثمان مائة کمانقله صاحب کشف الظنون عن المولی البرکلی الخ “......(مقدمة عمدة الرعایة: ۱۲)

ترجمہ: ''ان میں ''مختصر القدوری کی شرح سراج الوہاج'' جو امام ابوبکر بن علی الحدادیؒ متوفی ۸۰۰ھ کے مؤلفات میں سے ہے، جیسا کہ ''کشف الظنون'' کے مصنف نے مولی برکلیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔''

صاحب بحر کے بارے میں علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ويؤخذ من قول صاحب البحر يجب علينا الافتاء بقول الامام الخ انه نفسه ليس من اهل النظر في الدليل فاذا صحح قولا مخالفا لتصحيح غيره لا يعتبر فضلا عن الاستنباط والتخريج على القواعد الخ''.....(شرح عقود رسم المفتي: ٢٢)

ترجمہ: ''صاحب ''بحر'' کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کے قول پر فتوی دینا ہم پر واجب ہے، کیونکہ ہم دلیل میں غور وفکر کی اہلیت نہیں رکھتے، پس جب امام صاحبؒ کسی ایسے قول کی تصحیح کریں جو دوسروں کی تصحیح کے مخالف ہو، تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، چہ جائیکہ اس سے استنباط کیا جائے، جبکہ تخریج ایسے قواعد کے مطابق ہوگی۔''

اور علامہ شامیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ورأيت في حاشية ابي السعود الازهري على شرح مسكين انه لا يعتمد على فتاوى ابن نجيم ولا على فتاوى الطوري''..... (ردالمحتار: ١/ ٥٢)

ترجمہ: ''شرح مسکین'' پر ابو سعودؒ کے حاشیہ میں میں نے دیکھا کہ ابن نجیمؒ اور طوریؒ کے فتاویٰ پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔''

لہٰذا دونوں (انتہاء وقت اور عدم اشتراط مصریت) میں صاحبین کے قول کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہے بلکہ انتہاء وقت کے بارے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ صحیح ہے اور اشتراط مصریت کے بارے میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ صحیح ہے اور اس طرف مبسوط میں علامہ سرخسی رحمہ اللہ کا طرز عمل مشیر ہے کیونکہ انتہاء وقت کے بارے میں دلائل کے ساتھ صاحبین کے قول کو آخر میں ذکر فرمایا ہے جبکہ اشتراط مصریت کے بارے میں امام صاحب کے قول کو دلیل کے ساتھ آخر میں ذکر فرما چکے ہیں:

''وانما اخذنا بقول علي وابن مسعود (رضي الله عنهما) لانه عمل الناس في الامصار ولانه يشتمل على التكبير والتهليل والتحميد فهو اجمع وهذا التكبير على الرجال المقيمين من اهل الامصار في الصلوات المكتوبات في الجماعة عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله

تعالیٰ کل من یصلی مکتوبة فی هذه الایام فعلیه التکبیر مسافر کان اومقیما فی المصر او القریة رجلا او امرأة فی الجماعة اووحده وهو قول ابراهیم رحمه الله تعالیٰ لان هذه التکبیرات فی حق غیر الحاج بمنزلة التلبیة فی حق الحاج وفی التلبیة لاتراعی هذه الشروط فکذلک فی التکبیرات وابوحنیفة رحمه الله تعالیٰ احتج بمارویناالاجمعة ولاتشریق الافی مصرجامع قال الخلیل والنضر بن شمیل رحمهما الله تعالیٰ التشریق فی اللغة التکبیرولایجوزان یحمل علی صلاة العیدفقدقال فی حدیث علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولافطرولا اضحی الافی مصرجامع فقدثبت فی الحدیث انه بمنزلة الجمعة فی اشتراط المصرفیه فکذلک فی اشتراط الذکورة والاقامة والجماعة ولهذالم یشترط ابوحنیفة رحمه الله فیه الحریة کمالاتشترط فی صلاة الجمعة" .... (مبسوط سرخسی: ۲/ ۶۸)

ترجمہ:

اصول بالا کے تحت دیکھئے علامہ سرخسی رحمہ اللہ بھی اشتراط مصریت کے بارے میں امام صاحب کے قول کو آخر میں دلیل کے ساتھ ذکر فرما چکے ہیں اور علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"وفی آخر المستصفی للامام النسفی اذاذکرفی المسئلة ثلاثة اقوال فالراجح هوالاول اوالأخیرلا الاوسط انتهی(قلت) وینبغی تقییده بما اذالم تعلم عادة صاحب ذلک الکتاب ولم یذکرالادلة اما اذاعلمت کمامرعن الخانیة والملتقی فتتبع واما اذاذکرت الادلة فالمرجح الاخیرکماقلنا الخ".....(شرح عقود رسم المفتی: ص ۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات تشریق فی القریٰ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات تشریقات کا پڑھنا شہراور دیہات میں رہنے والے سب پر ضروری ہے یا صرف شہر میں رہنے والوں پر ضروری ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

تکبیرات تشریق کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے درمیان دو چیزوں میں اختلاف ہے۔

اختلاف اول:

پہلا اختلاف انتہائے وقت کے بارے میں ہے۔

اختلاف اول کی تفصیل:

امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک عید کی عصر تک تکبیرات تشریق پڑھنا واجب ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ایام تشریق کے آخر تک تکبیرات تشریق پڑھنا واجب ہے۔

اختلاف ثانی:

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ تکبیرات تشریق صرف شہر میں رہنے والوں پر واجب ہے یا دیہات میں رہنے والوں پر بھی واجب ہے۔

اختلاف ثانی کی تفصیل:

امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مصر جامع شرط ہے ،لہٰذا دیہات والوں پر واجب نہیں ہے ،جب کہ صاحبین رحمہما اللہ کے مصر جامع شرط نہیں ہے لہٰذا دیہاتیوں پر بھی ان کے نزدیک ایسے ہی واجب ہے جیسے شہر والوں پر واجب ہے۔

صاحب ہدایہ، صاحب بدائع علامہ کاسانی، محقق ابن ہمام رحمہم اللہ وغیرہ دونوں مسئلوں میں (انتہاء وقت اور شرط مصر) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دے چکے ہیں، ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وقول من جعل الفتوی علی قولهما خلاف مقتضی الترجیح فان الخلاف فیه مع رفع الصوت لافی نفس الذکر والاصل فی الاذکار الاخفاء الجهر به بدعة"......(فتح القدیر: ۲/۴۹)

علامہ حلبی رحمہ اللہ کافی تفصیل لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"وبهذا ظهر انه لاوجه لمن جعل الفتویٰ علی قولهما"......(غنیة المستملی : ۵۳۳)

جب کہ صاحب بحراور صاحب درمختاراور صاحب نورالایضاح رحمہم اللہ وغیرہ دونوں مسئلوں میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کوترجیح دے چکے ہیں، چنانچہ صاحب بحررحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"واما عندهما فهو واجب على كل من يصلى المكتوبة لانه تبع لها فيجب على المسافر والمرءة والقروى قال فى السراج الوهاج والجوهرة والفتوىٰ على قولهما فى هذا ايضا فالحاصل ان الفتوىٰ على قولهما فى آخر وقته وفيمن يجب عليه" ...(البحر الرائق : ۲/ ۲۹۰)

جب کہ خلاصۃ الفتاویٰ، وقایۃ الروایۃ، اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں صرف ایام کے بارہ میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کوترجیح دی گئی ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوا کہ جن فقہاء کرام نے دونوں چیزوں میں ترجیح امام صاحب رحمہ اللہ کے قول کو دی ہے ان میں اہل ترجیح اوراصحاب تحقیق موجود ہیں، جیسے صاحب ہدایہ رحمہ اللہ، صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ وغیرہ، اور جن حضرات نے صرف ایام کے بارے میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں خلاصۃ الفتاویٰ والے اہل ترجیح وتخریج موجود ہیں، لیکن جن حضرات نے دیہات میں تکبیرات تشریق کے حق میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں سے کوئی بھی اہل ترجیح نہیں ہے، بلکہ اکثر ایسی کتابوں سے ترجیح نقل کی گئی ہے جن کو فقہاء کرام نے کتب غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے، مثلاً صاحب بحررحمہ اللہ نے السراج الوہاج اور جوہرہ سے ترجیح نقل کی ہے، نہ خود صاحب بحررحمہ اللہ اہل ترجیح میں ہیں اور نہ ہی ان کتابوں والے اہل ترجیح ہیں جن سے ترجیح انہوں نے نقل کی ہے، بلکہ السراج الوہاج کے متعلق مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کتب غیر معتبرہ میں شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ومنها السراج الوهاج شرح مختصر القدورى من مؤلفات ابى بكر بن على الحدادى المتوفى سنة ثمان مأة كما نقله صاحب كشف الظنون عن المولى البركلى"......(مقدمه عمدة الرعاية : ۱۲)

جب کہ صاحب بحررحمہ اللہ کے متعلق علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ويؤخذ من قول صاحب البحر يجب علينا الافتاء بقول الامام الخ انه نفسه ليس من اهل النظر فى الدليل فاذا صح قولا مخالفا لتصحيح غيره لايعبر فضلا عن الاستنباط والتخريج على القواعد شرح الرسالة المنظومة المسماة بعقود رسم المفتى"......(رسائل ابن عابدين : ۲۵)

لہٰذا دونوں مسئلوں (انتہاء وقت اور عدم اشتراط مصریت) میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہے، بلکہ صرف انتہاء وقت کے بارے میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ صحیح ہے، اور اشتراط مصریت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ صحیح ہے، اور اسی طرف مبسوط میں علامہ سرخسی رحمہ اللہ کا طرز عمل مشیر ہے، کیونکہ انہوں نے انتہاء وقت کے بارے میں دلائل کے ساتھ صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو آخر میں ذکر کیا ہے۔

"وفي آخر المستصفى للامام النسفي اذا ذكر في المسئلة ثلاثة اقوال فالراجح هو الاول او الاخير لا الوسط انتهى (قلت) وينبغي تقييده بما اذا لم يعلم عادة صاحب ذالك الكتاب ولم يذكر الادلة اما اذا علمت كما مر عن الخانية والملتقى فتتبع واما اذا ذكرت الادلة فالمرجح الاخير كما قلنا"......(شرح عقود رسم المفتي: ۳۰)

اور صاحب مبسوط رحمہ اللہ کی ترجیح کے بعد میرے خیال میں کسی اور ترجیح کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

"قال الشيخ اسماعيل النابلسي قال العلامة الطرطوسي مبسوط السرخسي لايعمل بمايخالفه ولايركن الااليه ولايفتي ولايعول الااليه "......(شرح عقود رسم المفتي: ۱۳)

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دیہات میں تکبیرات تشریق نہ پڑھنے پر معتمد اہل ترجیح اور اصحاب تخریج جیسے علامہ سرخسی، صاحب الخلاصۃ، صاحب ہدایہ، محقق ابن ہمام، ملک العلماء علامہ کاسانی رحمہم اللہ وغیرہ متفق ہیں، جب کہ ایام کے بارے میں ان کے درمیان تصحیح کے متعلق اختلاف موجود ہے، جن میں سے علامہ سرخسی رحمہ اللہ اور صاحب خلاصۃ رحمہ اللہ صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو اس بارہ میں ترجیح دے چکے ہیں، اور ان دونوں کا مقام فقاہت اور ترجیح کے لحاظ سے دیگر مذکورہ بالا فقہاء کرام پر مقدم ہے لہٰذا دیہات میں قول راجح یہ ہے کہ تکبیرات تشریق ان میں واجب نہیں ہیں جب کہ شہروں میں ۱۳ ذی الحجہ کی عصر تک پڑھنا واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازِ عید میں سہو ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک گاؤں جس میں تین مسجدوں میں جمعہ پڑھا جاتا ہے ایک مسجد میں عید الفطر کی نماز میں خطیب صاحب بھول گئے، دوسری رکعت کی ایک تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے یعنی ان سے تین تکبیریں رہ گئی، سلام پھیرتے کے بعد لوگوں نے اصرار کیا تو خطیب نے کہا یہ نماز واجب ہے اس کی کوئی وقعت نہیں نہ اس کا اعادہ صلوٰۃ اور نہ سجدہ سہو ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں تکبیرات عیدین علاوہ تکبیر افتتاح والرکوع ہر رکعت میں تین تین واجب ہیں، صاحب تنویر الابصار واجبات کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وقنوت السلام وقنوت الوتر وتکبیرات العیدین ھی ست تکبیرات فی کل رکعة ثلاثة"

اس پر علامہ شامیؒ وضاحت فرماتے ہیں۔

"وکذا احدھا افاد ان کل تکبیرة واجب مستقل اھ" ..... (ردالمحتار: ۱/۳۴۲)

ان میں سے کسی تکبیر کا چھوڑنا ترک واجب ہوگا اور ترک واجب پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لہٰذا امام صاحب کا یہ کہنا کہ عید کی نماز کی کوئی وقعت نہیں یہ صحیح نہیں، مگر صلاۃ جمعہ وعید میں جم غفیر کیوجہ سے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی سہو ہو تو بوجہ اندیشہ انتشار کے سجدہ سہو نہ کیا جائے، لہٰذا اگر سجدہ سہو نہ کیا گیا تب بھی نماز عید درست ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

"(والسھو فی صلاة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة) انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولیٰ ترک لئلا یقع الناس فی الفتنة (کمافی جمعة البحر اقره المصنف وبه جزم فی الدر)"......(درمع الرد: ۱/۵۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز پڑھنے والا اگر امام کو رکوع میں پائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عید کی نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ پہنچا تو امام صاحب پہلی رکعت مکمل کر چکے تھے یعنی رکوع تک پہنچ چکے تھے اب آیا کہ وہ شخص جو تاخیر سے عیدگاہ میں پہنچا، اب وہ کیا کرے؟ رکوع میں ملتا ہے تو پہلی رکعت کی تین زائد واجب تکبیروں کا کیا بنے گا؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر وہ شخص اس حالت میں پہنچا کہ امام رکوع میں ہے تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ امام کے اٹھنے سے پہلے تکبیرات کہہ لوں گا تو کہہ کر رکوع میں جائے، ورنہ رکوع میں جا کر کہہ لے اور ہاتھوں کو نہ اٹھائیں اگر رکوع میں تکبیریں پوری ہونے سے پہلے امام رکوع سے اٹھ جائے تو بقیہ تکبیریں ساقط ہو جائیں گی۔

"اما لو ادرکہ راکعا فان غلب علی ظنہ ادراکہ فی الرکوع کبر قائما برای نفسہ ثم رکع والا رکع وکبر فی رکوعہ خلافا لابی یوسف ولا یرفع یدیہ لان الوضع علی الرکبتین سنۃ فی محلہ والرفع لا فی محنہ وان رفع الامام راسہ سقط عنہ مابقی من التکبیر لئلا تفوتہ المتابعۃ"......(ردالمحتار: ۱/۲۱۶)

"ولو انتھی رجل الی الامام فی الرکوع فی العید فانہ یکبر للافتتاح قائما فان امکنہ ان یاتی بالتکبیرات ویدرک الرکوع فعل ویکبر علی رأی نفسہ وان لم یمکنہ رکع واشتغل بتسبیحات الرکوع عند ابی یوسف وعندھما یشتغل بالتکبیرات فاذا قلنا یکبر فی الرکوع ھل یرفع یدیہ قال الخجندی لا یرفع وقیل یرفع ولو رفع الامام راسہ بعدما ادی بعض التکبیرات..... لان متابعۃ الامام واجبۃ"......(الجوھرۃ النیرۃ: ۱/۱۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خطبہ عید کے بعد دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ ختم کرنے پر اجتماعی دعا مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حضورﷺ کے اقوال وافعال کو دیکھتے ہوئے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ ہر اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا ہے اور انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا کرنا مرغوب ومطلوب ہے۔

"فائدة واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم تثبت عن النبي ﷺ ولم يثبت عنه رفع الايدى دبر الصلوات في الدعوات الا اقل قليل ومع ذلک وردت فيه ترغيبات قولية والامر في مثله ان لايحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي ﷺ وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين والوجه فيه ماذكرته في رسالتي نيل الفرقدين ص۱۳۳ ان اكثر دعاء النبي ﷺ كان على شاكلة الذكر لايزال لسانه رطبا به ويبسطه على الحالات المتواردة على الانسان من(الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والارض) ومثل هذا في دوام الذكر على الاطوار لاينبغي له ان يقصر امره على الرفع فان حالة خاصة لمقصد جزئي وهودعاء المسئلة فان ذقت هذا نفس عن كرب ضاق بها الصدر لاان الرفع بدعة فقدهدى اليه في قوليات كثيرة وفعله بعدالصلاة قليلا وهكذا شانه في باب الاذكار والاوراد اختار لنفسه مااختاره الله له وبقى اشياء رغب فيها للامة فان التزم احدمنا الدعاء بعدالصلوة برفع اليد فقد عمل بمارغب فيه وان لم يكثره بنفسه فاعلم ذلک "......(فيض البارى على صحيح البخارى :۲/۱۶۷)

"عن ابى امامة قال قيل يارسول الله اى الدعاء اسمع ؟ قال جوف الليل الاخير ودبرالصلوات المكتوبات (الحديث) وقال العلامة ظفر احمد عثماني ،قلت فيه اثبات الدعاء بعدالصلاة ......قدثبت ذلک عنه ﷺ قولا وفعلا فهذاحديث ابى امامة فيه ارشادالامة بالدعاء بعدالصلوات المكتوبات واماتاويله بان المراد من دبرالصلوات ماقبل السلام كمازعمه ابن القيم فباطل ......والحاصل ان ماجرى به العرف في ديارنا من ان الامام يدعوفي

دبر الصلوات مستقبلا للقبلة لیس ببدعة بل له اصل فی السنة "..... (اعلاء السنن: ۳/۱۹۹،۱۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا تکبیرات تشریق مسبوق پر بھی واجب ہیں؟

مسئلہ نمبر (۶۴): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام مسنون عرض یہ ہے کہ آیا مسبوق پر بھی ایام تشریق میں تکبیرات کہنا واجب ہیں یا نہیں؟ یعنی مسبوق بقیہ نماز کے بعد تکبیرات تشریق کہے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سلام پھیرنے کے بعد مسبوق پر بھی تکبیرات تشریق واجب ہیں۔

"وکذا یجب علی المسبوق لانه مقتدتحریمة لکن لایکبر مع الامام ویکبر بعدماقضی مافاته" ......(البحر الرائق: ۲/۲۹۰)

"والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقیب القضاء لمافاته "......(درمع الرد: ۱/۲۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دعا بعد صلوۃ العید کا حدیث مبارکہ سے ثبوت:

مسئلہ نمبر (۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد صلوۃ العید کا ثبوت حدیث مبارکہ سے ہے یا نہیں؟ اور اس کا مطلق بدعت سمجھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال نماز عید کے بعد دعا کرنا احادیث سے ثابت ہے، لہٰذا اسے بدعت سمجھنا درست نہیں ہے۔

"وعن ام عطیة امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدو دفیشهدن جماعة المسلمین ودعوتهم" ......(صحیح البخاری: ۱/۱۳۴)

"فیشهدن ای یحضرن جماعة المسلمین ودعوتهم ای دعائهم ویکثرن سوادهم... قال الخطابی امر جمیع النساء بحضور المصلی یوم العید لتصلی من لیس لهاعذر وتصل برکة الدعاء "......(مرقاة المفاتیح : ۳/۴۸۳)

"عن ام عطیة قالت کذا نومران نخرج یوم العید حتی تخرا لبکرمن خدرها حتی نخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرهم ویدعون بدعائهم یرجون برکة ذالک الیوم وطهرته "..... (عمدة القاری : ۶/۲۹۳)

"قال الخطابی وابن بطال وفیه تاخیر النساء عن الرجال وفیه تساوی النساء والرجال فی التکبیر والدعاء وفیه اخراج النساء یوم العید الی المصلی حتی الحیض فیهن ولکنهن یعتزلن المصلی "... ..(عمدة القاری : ۶/۲۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک جگہ کو پاک کر کے وہاں نماز عید پڑھی جائے:

مسئلہ نمبر(۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسی زمین جو جانوروں کی چراگاہ ہو اس زمین پر جب کہ جانوروں کا گوبر کثیر طور پر ظاہر ہو اور اس کے برعکس ایک بڑی جامع مسجد موجود ہو لیکن چند افراد اپنی من مانی کے طور پر ناپاک جگہ پر نماز عید پڑھتے ہیں، کیا اس طرح نماز عید ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس جگہ کو صاف کیا جائے اور نماز عید پڑھی جائے کیونکہ حضورﷺ نے کبھی بھی بغیر عذر کے مسجد میں نماز عید نہیں پڑھی بلکہ آپ عیدگاہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

"عن ابی سعید رضی الله عنه قال کان النبیﷺ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی الخ وفی فتح القدیر والسنة ان یخرج الامام الی الجبانة ویستخلف من یصلی بالضعفاء فی المصر "...(اعلاء السنن : ۸/۱۱۳،۱۱۲)

"ثم خروجه...... ماشیا الی الجبانة وهی المصلی العام والواجب مطلق التوجه

والخروج الیھا ای الجبانۃ لصلاۃ العید سنۃ وان وسعھم المسجد الجامع ھو الصحیح "......(درمختار علی ھامش الشامی :۲۱۲/۱)

"قولہ وھو الصحیح قال فی الظھیریۃ وقال بعضھم لیس بسنۃ وتعارف الناس ذلک لضیق المسجد وکثرۃ الزحام والصحیح ھو الاول "..... (فتاویٰ شامی: ۲۱۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس بستی میں جمعہ جائز نہیں وہاں نماز عید بھی جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(٦٧): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام عرض یہ ہے کہ بندہ کو ایک مسئلہ درپیش ہے جس کا بندہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل درکار ہے، مسئلہ یہ ہے کہ میں مسمی محمد اخلاق مظفرآباد میں ہٹیاں بالا کے ایک گاؤں میں رہتا ہوں ہمارے گاؤں میں بازار وغیرہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جامع مسجد ہے بعض علماء کرام کی مشاورت کے بعد سنا ہے کہ جہاں بازار اور جامع مسجد نہ ہو وہاں نماز جمعہ اور نماز عیدین ادا نہیں کی جاتی لیکن ہمارے گاؤں میں صرف نماز عید الاضحیٰ اور نماز عید الفطر ادا کی جاتی ہے، لہٰذا جناب سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں اور فتویٰ صادر فرمائیں کہ ہمارے گاؤں میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ ایک جامع مسجد جہاں جمعہ کی نماز ادا ہوتی ہے اور وہاں بازار بھی ہے وہ ہمارے گاؤں سے تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، کیا اس کی وجہ سے ہم نماز عید پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جس بستی میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے تو وہاں عیدین کی نماز بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ آپ کے گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی ان گاؤں والوں پر جمعہ وعیدین کی نماز واجب ہے۔

"تجب صلوۃ العیدین علی من تجب علیہ صلوۃ الجمعۃ "......(فتاویٰ التاتارخانیۃ: ٦٦/٢، ھدایہ: ١٧٣/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات عیدین میں فاصلہ اور ان میں سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۸): (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مذکورہ مسائل کے بارے میں کہ عید کی زائد تکبیروں کے درمیان امام فاصلہ تین تسبیحات کے بقدر رکھے گا یا اس سے کم؟

(۲) اگر امام عید کی تکبیرات کو پہلی رکعت میں بھول گیا اور سورۃ الفاتحہ شروع کردی اور درمیان سورۃ الفاتحہ کے یاد آ گیا تو کیا وہ پہلے تکبیرات کہے پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے گا یا کہ کوئی دوسری صورت ہوگی؟

(۳) اگر امام عید کی نماز میں بغیر زائد تکبیر کہے رکوع میں چلا گیا اور رکوع سے کھڑا نہ ہوا بلکہ اس نے تکبیرات جہراً رکوع ہی میں کہہ لیں تو صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) تکبیرات عیدین کے کے موقع پر تکبیرات کے درمیان فاصلہ تین تسبیحات کے بقدر ہونا چاہیے۔

"قال محمد فی الاصل یستحب المکث بین کل تکبیرتین مقدار مایسبح ثلاث تسبیحات "... (فتاویٰ التاتار خانیة: ۲/۸۸)

(۲) سورۃ الفاتحہ پڑھ کر تکبیرات کہے اور سجدہ سہو کرے۔

(۳) اگر تکبیرات عیدین رکوع میں جہراً پڑھ لے تو بھی صحیح ہے۔

"قال ابو حنیفة اذا نسی الامام تکبیرات العید حتی قرأ فانه یکبر بعد القراءة وفی الرکوع مالم یرفع ویسجد للسھو "......(فتاویٰ التاتار خانیه: ۲/۸۸)

نوٹ: اگر عوام زیادہ ہو تو سجدہ سہو ترک کردے، خواہ نماز جمعہ ہو نماز عیدین ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عیدگاہ نہ ہو تو مسجد میں عید کی نماز کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی گاؤں میں عیدگاہ نہ ہو تو عید کی نماز مسجد میں کروانا کیسا ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مسجد میں ادا کرنا منع ہے، اور کیا سرکاری جگہ یا کسی ذاتی جگہ حجرہ وغیرہ میں ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مطلق عید کی نماز پڑھنا واجب ہے اور عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے، اگر عیدگاہ نہ ہو تو مسجد میں پڑھ سکتے ہیں، نیز جس گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں اس میں عید کی نماز بھی جائز نہیں ہے، البتہ جس آبادی میں شرائط جمعہ وعیدین موجود ہیں تو ہر جگہ عیدین کی نماز پڑھنی درست ہے، مسجد ہو یا عیدگاہ، جب کہ متعدد مقامات پر پڑھنا شریعت کی منشاء کے خلاف ہے، جو کہ مظاہرہ عظمت اسلام ہے۔

"ثم خروجه ماشيا الى الجبانة وهي المصلي العام والواجب مطلق التوجه والخروج اليها اى الجبانة لصلاة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح" .....(الدر المختار على هامش الرد المحتار: ۲/۱۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں والے لوگ مصر یا فناء مصر میں جا کر عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر (۷۰): السلام علیکم ورحمة الله وبركاته!

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کے لوگ عید کی نماز پڑھتے تھے اپنے قریب شہر کی حدود میں جا کر کیونکہ اس گاؤں میں لوگ عید کی نماز ادا نہیں کرتے تھے شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے، پھر کسی عارضی وجہ سے لوگوں نے اس عمل کو ترک کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس گاؤں کے لوگ عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اپنی پرانی ترتیب پر شہر کی حدود میں جا کر کسی کھیت میں کیونکہ مستقل عیدگاہ نہیں ہے، اگر لوگ اس عمل کو شروع نہ کریں تو لوگ غیر مقلدین کی اقتداء میں جا کر عید کی نماز ادا کرتے ہیں کیونکہ اس گاؤں میں ایک غیر مقلدین کی مسجد بھی ہے اور جو قریب شہر ہے اس میں بھی غیر مقلدین اور بریلویوں کی مساجد ہیں جہاں لوگ نماز ادا کرتے ہیں، اور میں آپ کے سامنے اس مسئلے کو بھی وضاحت سے بیان کر دوں کہ جہاں لوگ عید کی نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں وہاں قریب شہر کی کوئی آبادی نہیں صرف اور صرف اس شہر کی حدود ہے، اور ایک چھوٹی سی آبادی جس میں ۳ یا ۴ گھر ہیں اس شہر اور اس آبادی کا فاصلہ تقریباً ۲ کلومیٹر ہے، آیا یہاں پر نماز عیدین ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں گاؤں والوں پر عید کی نماز واجب نہیں ہے کیونکہ شرائط نہیں پائی جاتی ہیں، باقی پرانی ترتیب کے مطابق بھی ان پر نماز عید پڑھنا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر شہر میں یا فناء شہر میں حسب سابق جا کر کھلے میدان میں نماز عید ادا کریں گے تو باعث اجر وثواب ہوگا۔

"تجب صلوة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة كذافي الهداية ويشترط للعيد مايشترط للجمعة الاالخطبة كذافي الخلاصة فانها سنة بعدالصلاة " .....(فتاوىٰ الهندية: ١٥٠/١)

"لاتصح الجمعة الافي مصرجامع اوفي مصلى المصر ولاتجوز في القرى لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الافي مصرجامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود وهذاعندابي يوسف وعنه انهم اذااجتمعوا في اكبر مساجدهم لم يسعهم والاول اختيار الكرخي وهوالظاهر والثاني اختيار الثلجي " .....(الهداية: ١/١٧٧)

"ولادائها شرائط في غيرالمصلي منهاالمصر هكذافي الكافي والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذالاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذافي الظهيرية وفتاوى قاضي خان ، وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذافي التاتارخانية ،ومعنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذافي الغياثية وكمايجوزاداء الجمعة في المصر يجوز اداؤها في فناء المصر وهوالموضع المعدلمصالح المصر متصلابالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعي نحوالقلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشيء هكذافي الخلاصة هكذاروى الفقيه ابوجعفر عن ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله تعالى وهواختيار الشمس الائمة الحلواني كذافي فتاوى قاضي خان ".....(فتاوىٰ الهندية: ١/١٤٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں عید کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً تین سو سے زائد ہے اور وہ شہر اور مضافات شہر میں بھی نہیں ہے، اس میں عید کی نماز پڑھنا اور پڑھانا از روئے شرع متین کیسے ہے؟ اور اگر کسی علاقہ میں بیس پچیس سال سے عید کی نماز پڑھی جارہی ہو اور وہ لوگ اس کو ترک کرنے پر راضی نہ ہوں تو اس کو جاری رکھنا چاہیئے یا روک دینا چاہیئے؟ اور روکنے کے لیے کونسا طریقہ اپنایا جائے؟

اور دعا نماز عید میں خطبہ سے پہلے مسنون ہے یا بعد میں؟ اور اگر کسی علاقہ میں کئی سالوں سے خطبہ کے بعد کا طریقہ چلا آرہا ہو تو اس کو تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

گاؤں میں عید کی نماز پڑھنا ناجائز ہے لہٰذا اس کو روک دینا چاہیئے۔

"تجب صلوتهما في الاصح علی من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوی الخطبة فانها سنة بعدها وفي القنية صلوة العيد في القری تکره تحريما ای لانه اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحة"

.....(درمختار: ۱/۱۱۶)

"لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحی الافي مصر جامع اومدينة عظيمة ولم ينقل عن الصحابة رضی الله عنهم انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الافي الامصار دون القری".....(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۵۰۴)

نمازِ عیدین کے بعد دعا کا ثبوت تو ملتا ہے لیکن اس دعا کے تعیین کا ثبوت نہیں ملتا کہ نماز کے متصل بعد دعا ہے یا خطبہ کے بعد البتہ بہتر یہی ہے کہ خطبہ مکملات نماز میں سے ہے تو خطبہ کے بعد ہی دعا ہونی چاہیئے۔

"عن ام عطية قالت كنا نؤمر ان نخرج يوم العيد حتی نخرج البكر من خدرها حتی نخرج الحيض فيكن خلف الناس فيكبرون بتكبيرهم ويدعون بدعائهم يرجون بركة ذلك اليوم وطهرته".....(صحيح البخاری: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عیدگاہ کے ہوتے ہوئے مسجد میں نماز عید ادا کرنا خلاف سنت ہے:

مسئلہ نمبر (۷۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں بھیر کنڈ میں پہلے عیدگاہ نہیں تھی اب عرصہ تین چار سال سے اللہ تعالیٰ نے عیدگاہ کی نعمت سے نوازا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ ائمہ جو پہلے مساجد میں نماز عید پڑھاتے تھے وہ اب بھی مساجد میں نماز عید پڑھاتے ہیں، تو کیا شرعاً عیدگاہ کے ہوتے ہوئے مسجد میں نماز عید کا پڑھنا مسنون ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اس عمل سے ائمہ مساجد گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل بتلائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگر آپ کی بستی میں تمام شرائط جمعہ پائی جاتی ہوں تو نماز عید کی ادائیگی کے لیے عیدگاہ کی طرف جانا مسنون ہے اور عیدگاہ کے ہوتے ہوئے مساجد میں نماز عید ادا کرنا اور عیدگاہ کی طرف نہ جانا یہ خلاف سنت ہے، اگرچہ نماز ہو جائے گی، اگر شرائط جمعہ پوری نہ ہوں تو عید کی نماز نہ عیدگاہ میں جائز ہے اور نہ مسجدوں میں جائز ہے۔

"فصل واما شرائط وجوبها وجوازها فكل ماهو شرط وجوب الجمعة وجوازها فهو شرط وجوب صلوة العيدين وجوازها"...(بدائع الصنائع: ١/٦١٢)

"وفي التجنيس والخروج الى الجبانة سنة لصلاة العيد وان كان يسعهم المسجد الجامع عندعامة المشائخ هو الصحيح اه وفي المغرب: الجبانة المصلى العام في الصحراء.... فان كانت صلوة العيد واجبة حتى لوصلى العيدفي الجامع ولم يتوجه الى المصلى فقدترك السنة" ...(البحر الرائق: ٢/٢٧٨)

"ومطلق الخروج من بيته الى الصلوة وان كان واجبا بناء على ان مايتم به الواجب واجب لكن الخروج الى الجبانة سنة مؤكدة وان وسعهم المسجد الجامع فان صلوا في مساجد المصر من غير عذر جازت صلوتهم وتركوا السنة هذا هو الصحيح كمافي الظهيرية"..... (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية: ١/٢٣٥)

"درنماز عیدین رفتن بصحراء سنت مؤکدہ است یا مستحب ،بینوا توجروا،ھو المصوب،بعض فقہاء قائل باستحباب شدہ اندلیکن صحیح ومعتبر نزدایشایان بودنش سنت مؤکدہ است دربحر الرائق ازتجنیس نقل میسازد الخروج الی الجبانۃ سنۃ لصلوۃ العید وان کان یسعھم المسجد الجامع عندعامۃ المشائخ ھو الصحیح انتھی وھمچنیں ست دربزازیہ وجامع الرموز ومنح الغفار شرح تنویر الابصار وغیرہ وازکتب احادیث وسیرثابت است کہ آنحضرت ﷺ دائما برای نمازعیدین بصحراء تشریف بردند وفی عمرہ بجزیک مرتبہ بعذربارش کاھی درمسجد خودکہ ازجملہ اماکن افضل است نمازعیدین ادانفرمودہ اند وخلفاء راشدین ھم برین مواظبت فرمودہ اندوایں مواظبت نہ برسبیل عادت بود ونہ بوجہ ضرورت ملکہ علی سبیل العبادۃ تابوجہ کثرت جمعیت تزائد ثواب کردوشوکت اسلام ظاھر کردہ وھذاآیۃ للمنیۃ علی سبیل التاکید" .....(مجموعۃ الفتاوی علی ھامش الخلاصۃ :۱/۱۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات تشریق کا شرعی ثبوت:

مسئلہ نمبر(۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) تکبیرات تشریق کا شرعی ثبوت کیا ہے؟

(۲) ان تکبیرات کو تین مرتبہ پڑھنا چاہیے یا کہ ایک دفعہ سے ادا ہوجاتی ہیں؟

(۳) اگر کوئی ان تکبیرات کو فرضوں کے بعد پڑھنا بھول جائے تو کیا نماز مکمل کرکے ان کو پڑھ سکتے ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) تکبیرات تشریق کا شرعی ثبوت قرآن وحدیث سے ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"واذکروا اللہ فی ایام معدودات"

"وقال عکرمة (واذكروا الله في ايام معدودات)يعنى التكبير في ايام التشريق بعدالصلوات المكتوبات الله اكبر الله اكبر "......(تفسير ابن كثير: ١/٣٩٦)

"اجمع اهل العلم على العمل به والاصل فيه قول الله تعالى:(واذكروا الله في ايام معدودات)جاء في التفسير والله اعلم ان المراد به التكبير في هذه الايام عقيب الصلوات وعن ابن عمر رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ قال افضل ماقلت وقالت الانبياء من قبلى يوم عرفة الله اكبر الله اكبر لااله الاالله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد ،عن جابر رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ صلى الفجر يوم عرفة وقال الله اكبر الله اكبر لااله الاالله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد "......(فتاوىٰ التاتارخانية : ٢/٧٨)

(٢) ایک دفعہ پڑھنے سے واجب تکبیر ادا ہو جاتی ہے۔

"واما عدده وماهيته فهوان يقول مرة واحدة الله اكبر الله اكبر لااله الاالله والله اكبر الله اكبرولله الحمد " ......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٥٢)

(٣) اگر نماز پڑھ کر کوئی ایسا عمل کر لیا جو نماز کے منافی ہو تو تکبیر تشریق نہیں پڑھے گا۔

"واما محل ادائه فدبر الصلوة وفورها من غير ان يتخلل مايقطع حرمة الصلوة حتى لوضحك قهقهة اواحدث متعمدا اوتكلم عامدا اوساهيا اوخرج من المسجد او جاوز الصفوف في الصحراء لايكبر لان التكبير من خصائص الصلوة حيث لايؤتى به الاعقب الصلوة .....والاصل ان كل مايقطع البناء يقطع التكبير ومالافلا" .... (البحر الرائق : ٢/٢٨٨،٢٨٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سورج گرہن کے وقت کیا کرنا چاہیے:؟

مسئلہ نمبر(۴۷): سورج گرہن کے وقت مرد کو کیا حکم ہے کیونکہ ہمارا علاقہ دیہاتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ جو عورت حاملہ ہو جب تک سورج گرہن رہے اتنی دیر تک چارپائی پر لیٹی رہے قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ سورج گرہن کے وقت مرد کو فوراً مسجد جا کر نماز اور ذکر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اگر ہو سکے تو جب تک سورج گرہن ختم نہ ہو مسجد میں نماز وذکر میں مشغول رہے اور آپ کے علاقے میں حاملہ کے بارے میں مشہور بات کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

"قال النبی ﷺ اذا رأيتم شيئامن هذه فافزعوا الى الصلاة قال ولانها صلاة تقام على سبيل الشهرة فكان شعار اللدين حال الفزع"..... (فتح القدير : ۲/ ۵۱)

"عن النعمان بن بشيرؓ قال انكسفت الشمس على عهد رسول الله ﷺ فخرج يجر ثوبه فزعا....الخ"......(فتح القدير : ۲/ ۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز استسقاء دو رکعت باجماعت مسنون ہے:

مسئلہ نمبر(۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز استسقاء کتنی رکعت مسنون ہے؟ کیا امام صاحبؒ نے صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع فرمایا ہے یا نہیں؟ اور کیا اگر کوئی شخص نماز استسقاء کی دو رکعت باجماعت پڑھتا ہے یہ شخص وہابی ہے؟ اور جو لوگ صلاۃ استسقاء چار رکعت پڑھتے ہیں ان پر بدعت کا حکم لگانا ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صلاۃ استسقاء دو رکعت باجماعت مسنون ہے یہی امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے امام اعظمؒ کے نزدیک بھی جائز ہے بلکہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے رد المحتار میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی مستحب ہے۔

"قلت والظاهر ان المراد به الندب والاستحباب الخ"... (رد المحتار: ۱/۲۲۴)

اس مقام پر علامہ شامیؒ نے تفصیل لکھی ہے استسقاء اگرچہ مختلف طریقوں سے منقول ہے مگر بہتر اور افضل طریقہ صرف دو رکعت باجماعت پڑھنا ہے اسی کو فقہاء کرام نے مختار کہا ہے اور شیخ عبدالحقؒ نے بھی اسی کو مختار کہا ہے وفتوی الآن نزد حنفیہ برمذہب صاحبین است از جہت ثبوت فعل آنحضرت ﷺ وعدم دلیل بہ اختصاص آں با آنحضرت ﷺ اس لئے دو رکعت استسقاء پڑھنے والوں کو وہابی کہنا گناہ اور جرم ہے۔

صلاۃ استسقاء کی چار رکعت کسی محدث اور فقیہ کے قول میں موجود نہیں ہیں اور نہ ہی کہیں منقول ہیں اس لئے چار رکعت پڑھنے کو موجب ثواب سمجھنا بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب السابع عشر فی صلوۃ الجنازۃ﴾

دعابعدالجنازۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۷۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد وہیں بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر قبل از دفن دعا کرنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ نیز کتب فقہ حنفی میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ اگر شرعی حیثیت کچھ نہیں تو اس کو شعار اہل سنت قرار دینا اور سنت نبوی قرار دینا اور اس کے تارک کو ملامت شدیدہ سے پریشان کرنا کیسا ہے؟

اگر کوئی اس کو سنت نبوی یا شعار اہل سنت تصور کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

دعاء بعد صلوۃ الجنازۃ میں فقہاء کرام کی عبارات چار قسم کی ہیں۔

(۱) وہ عبارات جن سے مطلق دعاء کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

"ولا یدعو للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ" ....(مرقاۃ المفاتیح: ۱۴۹/۴)

"لایدعوا بعدالتسلیم کمافی الخلاصۃ".... (البحر الرائق: ۳۲۱/۲)

(۲) وہ عبارات جن سے کھڑے ہوکر دعاء کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

"اذافرغ من الصلوۃ لایقوم داعیا لہ"......(فتاوی سراجیہ معہ قاضی خان: ۱۴۱/۱)

(۳) وہ عبارات جن سے دونوں کی ممانعت مراد لی جاسکتی ہے، مطلق دعا کی ممانعت بھی اور کھڑے ہوکر دعا کی ممانعت بھی۔

"ولایقوم بالدعاء بعدصلوۃ الجنائز لانہ دعامرۃ لان اکثرھادعاء"..... (فتاوی بزازیہ: ۸۲/۱)

"ولایقوم بالدعاء بعدصلوۃ الجنازۃ"....(خلاصۃ الفتاوی: ۲۲۵/۱)

ان عبارات میں جن میں صلہ با آیا ہوا ہے فقہاء کرام نے دونوں معنی مراد لیے ہیں صاحب بحر نے خلاصۃ الفتاوی کی عبارت سے نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرنے کا معنی مراد لیا ہے اور مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ

صاحب نور اللہ مرقدہ نے محیط کی عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر دعا نہ کرے کیونکہ یہ دعا نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا کرتی ہے۔

(۴) وہ عبارات جن سے مطلق دعاء کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

"وعن الفضلی لاباس به"......(البحر الرائق: ۳۲۱/۲)

پہلی قسم کی عبارات تو مقید بالہیئۃ المخصوصہ ہیں کیونکہ نفس دعا بعد صلاۃ الجنازہ کے بارے میں احادیث وآثار صحابہ کرام موجود ہیں، اگر اختلاف ہے تو ہیئت مخصوصہ کی تشریح میں ہے بعض اکابر نے اس کی تشریح ہیئت الاجتماع سے کی ہے اور بعض اکابر نے ہیئت القیام سے ہیئت مخصوصہ کی تشریح کی ہے، لہٰذا اکابر کے اقوال میں ترجیح کی ضرورت پڑ گئی اس کی وضاحت یوں ہے۔

حکم کی علت کراہت معلوم کی جائے کیونکہ حکم کے لیے مدار علت ہوتی ہے، جس صورت میں علت موجود ہو اس صورت میں کراہت ہوگی جس صورت میں علت نہ ہو اس میں کراہت نہ ہوگی، دعا بعد صلوۃ الجنازۃ کی کراہت کے لیے علت فقہاء کرام نے دو چیزیں ذکر کی ہیں، بعض نے صورت تکرار جنازہ کو اور بعض نے صورت زیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ کو علت کراہت قرار دیا ہے، جیسا کہ بزازیہ مرقات اور محیط کی عبارات میں اس کی واضح تصریح موجود ہے۔

لہٰذا جس صورت میں علت ختم ہو جائے گی حکم کراہت بھی ختم ہو جائے گا الحاصل کھڑے ہوکر دعا کرنے میں تکرار جنازہ اور شبہ فی صلاۃ الجنازہ کی علت کراہت موجود ہے چاہے صورت اجتماعی ہو یا انفرادی اس لیے نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر دعا کرنا مکروہ ہے، لیکن بیٹھ کر دعا کرنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں علت کراہت موجود نہیں ہے، البتہ اس کو عقیدۃً لازم سمجھنا بدعت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۷): شہید کی نماز جنازہ غائبانہ سنت کے مطابق ہے یا خلاف سنت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ کے جواز کی شرائط میں سے ایک شرط میت کا امام کے سامنے ہونا ہے، غائبانہ نماز جنازہ میں میت کی حاضری چونکہ نہیں ہوتی اس لیے غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔

"شرط صحتها شرائط الصلوة المطلقة واسلام الميت وطهارته ووضعه امام المصلي وبهذا القيد علم انها لاتجوزعلى غائب ولاحاضرمحمول على دابة اوغيرهالاختلاف المكان"۔ ۔ ۔(حلبی کبیری:۵۰۲)

"وشرائط الجنائز الرابع حضوره اوحضوراكثربدنه اونصفه مع راسه والصلاة على النجاشي كانت بمشهده كرامة له ومعجزة للنبي ﷺ" ۔۔۔(طحطاوی علی مراقی الفلاح :۵۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کے ارکان:

مسئلہ نمبر(۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ میں اگر تکبیرات کے علاوہ کچھ نہ پڑھا جائے تو کیا اس سے نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جنازہ میں ارکان صرف تکبیرات وقیام ہیں لہٰذا اگر تکبیرات کے علاوہ کچھ نہ پڑھا جائے تو پھر بھی نماز جنازہ ادا ہو جائے گی۔

"واركانها التكبيرات والقيام"......(حاشية الطحطاوي على المراقي:۱/۵۸۰)

"وفي الفتاوى الحجة والامي والهنود الذين لايعلمون الادعية يكبر تكبيرات ويسلم تجوز صلاته لان الاركان فيها التكبيرات" ......(الفتاوى التاتارخانية : ۱۱۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں درود ابراہیمی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام نماز جنازہ کے اندر جو درود پڑھا جاتا ہے اس کو چھوڑ کر درود ابراہیمی پڑھ لے کیا اس سے نماز جنازہ کے اندر کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ میں اگر نماز والا درود شریف پڑھ لیا جائے تو اس سے نماز جنازہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"ویصلی علی النبی ﷺ کما فی التشھد(قولہ کما فی التشھد) ای المراد الصلاۃ الابراھیمیۃ التی یاتی بھا المصلی فی قعدۃ التشھد"...... (ردالمحتار: ۲۴۴/۱)

"واذا کبر الثانیۃ یاتی بالصلوۃ علی النبی ﷺ وھی الصلاۃ المعروفۃ وھی ان یقول(اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد) الی قولہ (انک حمید مجید)"......(بدائع الصنائع: ۵۱/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

متعدد میتوں پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر متعدد میتیں جمع ہو جائیں تو ہر ایک کی نماز جنازہ الگ الگ پڑھنا ضروری ہے یا ایک ہی نماز جنازہ سب کے لیے کافی ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر متعدد میتیں جمع ہو جائیں تو افضل یہ ہے کہ ہر ایک پر الگ الگ نماز جنازہ پڑھی جائے البتہ اگر سب پر ایک ہی نماز جنازہ پڑھی گئی تو یہ بھی جائز ہے۔

"واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز "......(الدرالمختار: ۱۲۲/۱)

"ولو اجتمعت الجنائز یخیر الامام ان شاء صلی علی کل واحد علی حدۃ وان شاء صلی علی الکل دفعۃ بالنیۃ علی الجمیع"......(الھندیۃ: ۱۲۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا قبرستان جانا:

مسئلہ نمبر (۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا قبرستان جانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

درج ذیل شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مثلاً پردے کا اہتمام ہو، محرم ساتھ ہو، راستہ پر امن ہو، جزع فزع نہ کرتی ہو فتنوں سے محفوظ ہو، تو عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے۔

"قال فی البدائع ولا بأس بزيارة القبور والدعاء للاموات ان كانوا مومنين من غير وطء القبور لقوله عليه السلام انی كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها ولعمل الامة من لدن الرسول ﷺ الی يومنا هذا وصرح فی المجتبی بانها مندوبة وقيل تحرم علی النساء والاصح ان الرخصة ثابتة لهما"......(البحر الرائق : ۲/ ۳۴۲)

"ولا بأس بزيارة القبور وهوقول ابی حنيفة وظاهر قول محمد يقتضی الجواز للنساء ايضا لانه لم يخص الرجال وفی الاشربة واختلف المشايخ فی زيارة القبور للنساء قال شمس الائمة السرخسی الاصح انه لا بأس بها"..... (الهندية:۵/ ۳۵۰)

"قال الترمذی قدرأی بعض اهل العلم ان هذا قبل ان يرخص النبی ﷺ فی زيارة القبور فلمارخص دخل فی رخصة الرجال والنساء قال القاری وهذا هو الظاهر وقال بعضهم انماكره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن انتهیٰ قال القاری هذا المبحث موقوف علی التاريخ والا فظاهر هذا الحديث العموم لان الخطاب فی نهيتكم كما انه عام للرجال والنساء علی وجه التغليب اواصالة الرجال فكذلک الحكم فی فزوروها مع ان ماقيل من ان الرخصة عامة لهن واللعن قبل الرخصة مبنی علی الاحتمال ايضا ..... وكذلک مااخرجه البخاری ان النبی ﷺ مربامرءة تبكی عند قبر فقال اتقی الله واصبری الحديث ولم ينكر عليه الزيارة وكذلک مارواه الحاكم

ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ كانت تزور قبر عمها حمزة كل جمعة فتصلي وتبكي عنده فالصواب الذي ينبغي الاعتماد عليه هو جواز الزيارة للنساء اذاكان الامن من تضييع حق الزوجة والتبرج والجزع والفزع ونحو ذلك من الفتن لان الزيارة علل بتذكر الموت ويحتاج اليه الرجال والنساء فلامانع من الاذن لهن "......(بذل المجهود :۴/ ۲۱۵،۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

توجیہ القبلۃ فی القبر:

مسئلہ نمبر (۸۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر میں میت کو قبلہ رولٹانے کے وجوب یا مسنون ہونے میں علماء کرام کی مختلف آراء ہیں جن میں سے اس کے "سنت مؤکدہ" ہونے کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے فتاویٰ شامی میں اس کی تصریح کی ہے، فتاویٰ شامی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"قلت ووجهه ان ظاهره التسوية بين الحياة والموت في وجوب استقباله لكن صرح في التحفة بانه سنة كمافي عقبه قوله ولاينبش ليوجه اليها اى لودفن مستدبرا لها واها لوالتراب لاينبش لان التوجه الى القبلة سنة والنبش حرام"

......(ردالمحتار: ۱: ۶۶۰)

مگر اس مسنون طریقے کو پورا کرنے کے لیے میت کو قبر میں قبلہ رخ پوری کروٹ دی جائیگی یا پھر اس کو چت لٹا کر صرف چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دینا کافی ہوگا؟

چنانچہ اس مسئلہ میں علماء کرام کی عبارتوں میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، جن کی رو سے ایک رائے کے مطابق میت کو قبر میں قبلہ رو کرنے کی سنت کو پورا کرنے کے لیے دائیں کروٹ ہی پر لٹایا جائے گا، اور چت لٹا کر صرف چہرے کو قبلہ رو کرنا کافی نہ ہوگا، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) امدادالاحکام کی عبارت ملاحظہ ہو:

میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لٹانا چاہیئے اور اگر لحد ہو تو کمر کے نیچے کوئی پتھر یا کچی اینٹ رکھدینی چاہیئے تاکہ استقبال قبلہ باقی رہے (امدادالاحکام: ۱/ ۸۳۸)

(۲) احکام المیت کی عبارت ملاحظہ ہو:

میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رو کرنا مسنون ہے صرف قبلہ رو کرنا کافی نہیں بلکہ پورے بدن کو اچھی طرح کروٹ دے دینی چاہیئے (ص ۶۵ بحوالہ بہشتی زیور)

(۳) فتاوی رحیمیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

میت کو قبر میں قبلہ کی جہت سے اتارنا مسنون ہے، قبر میں دائیں بازو پر لٹانا سنت موکدہ ہے قبلہ کی جہت پاؤں کرنا ناجائز ہے (فتاوی رحیمیہ: ۷/۶۵)

علاوہ ازیں یہی مسلک خیر الفتاوی: ۳/۱۵۳، عمدۃ الفقہ: ۲/۵۲۱، امداد الفتاوی: ۱/۵۹۲، احسن الفتاوی: ۱/۲۳۵، علم الفقہ: ۲/۳۵۳، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۱۱۵، میں اختیار کیا گیا ہے۔

جب کہ دوسرے فریق کی رائے کے مطابق یہ "سنت" فقط چت لٹا کر چہرہ قبلہ رخ کر دینے سے بھی ادا ہو جائے گی۔

(۱) فتاوی حقانیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

احادیث مبارکہ میں میت کے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف کرنے کا حکم ہے اور یہ امر دونوں صورتوں میں پورا ہو سکتا ہے تاہم بائیں کروٹ پر لٹا کر قبلہ رخ کرنا بہتر ہے، اگر چہ چت لٹا کر قبلہ رخ کر دینا بھی جائز ہے (فتاوی حقانیہ: ۳/۴۵۱)

(۲) فتاوی دارالعلوم دیوبند کی عبارت ملاحظہ ہو:

میت کو داہنی کروٹ کرنا اس میں شک نہیں کہ یہ عمدہ ہے کما صرح به الفقهاء لیکن اگر منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور داہنی کروٹ پر لٹانا مشکل ہو تو یہ توجیہ الی القبلہ یعنی منہ قبلہ کی طرف کر دینا بھی کافی معلوم ہوتا ہے (فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۵/۲۷۲)

جب کہ بعض کتابوں میں دونوں طرح کے فتوے موجود ہیں:

(۱) کفایۃ المفتی: ۴/۴۸، میں ہے کہ میت کو قبر میں چت لٹانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی جائز ہے اور کروٹ سے لٹانا اور پشت کی طرف مٹی کے ڈھیلے سے ٹیک لگانا بھی جائز ہے اور یہ صورت چت لٹانے سے افضل ہے۔

(۲) جب کہ اسی کتاب میں ۴/۵۲، پر ذکر ہے کہ میت کو قبر میں یا لحد میں سیدھے کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کرنا سنت ہے، یہی طریقہ اہل اسلام اور زمانہ نبی کریم ﷺ سے مقبول اور زمانہ سلف وخلف میں معمول ومتوارث ہے، ہمارے ائمہ کرام وفقہائے عظام رحمہم اللہ کا مذہب ہے اور امام شافعی واحمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ صاحبان کا بھی یہی مسلک ہے، صغیری وکبیری، شرح منیۃ اور امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں مردے کو روبقبلہ رکھنے کی

کیفیت میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ مردے کی پیٹھ کی طرف ڈھیلا یا مٹی کی روک کردے تاکہ مردہ اوندھا یا چیت نہ ہوجائے، آخر میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے تصدیقی دستخط کے ساتھ یہ عبارت درج ہے" یہ صحیح ہے کہ قبر میں مردے کو دائیں کروٹ پر لٹانا مسنون ہے" لہٰذا آنجناب کی خدمت میں عرض ہے کہ مذکورہ بالاعبارات میں سے راجح کو متعین فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

راجح یہ ہے کہ مطلقاً توجیہ الی القبلہ سنت ہے اور جس حدیث سے درمختار اور طحطاوی وغیرہ میں وجوب پر استدلال کیا گیا ہے اس کو فقہاء نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے"قوله یوجهه الی القبلة بذلک امر رسول الله ﷺ ، غریب" .... (فتح القدیر:۲/۹۹) اور بنایہ میں ہے کہ "وورود الامر بذلک من رسول الله ﷺ لم یثبت"..... (البنایة:۳/۲۵۴) اور شامی میں ہے "لکن لم یجده المخرجون وفی الفتح انه غریب واستؤنس الی قوله لکن صرح فی التحفة بانه سنة کماسیاتی عقبه .. .. لان التوجه الی القبلة سنة والنبش حرام"..... (شامی: ۱/۶۶۰)

پھر توجیہ کی دو صورتیں ہیں (۱) چت لٹا کر منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے (۲) داہنی کروٹ پر لٹا کر روبقبلہ کیا جائے، اس میں شک نہیں کہ افضل تو داہنی کروٹ پر لٹانا ہی ہے لیکن سنت دونوں طرح ادا ہو جائے گی جیسا کہ فقہاء کی عبارات سے ظاہر ہے چنانچہ درمختار کی عبارت ملاحظہ ہو "ویوجه الیها وجوبا وینبغی کونه علی شقه الایمن " ..... (الدرعلی ہامش الرد:۱/۶۶۰) اس میں توجیہ کو الگ بیان کیا ہے جو دونوں کو شامل ہے اور داہنی کروٹ کو الگ ینبغی کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے فقط اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کے لیے تیمم کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

غیر ولی کے لیے جائز ہے اگرچہ پانی پر قادر ہو، اور اس ولی کے لیے بھی جائز ہے جس سے مقدم ولی موجود ہو۔

"وجاز لخوف فوت جنازۃ ای ولو کان الماء قریبا" .....(ردالمحتار: ۱/۱۷۵)

"ویجوز التیمم اذا حضرتہ جنازۃ والولی غیرہ فخاف ان اشتغل بالطھارۃ ان تفوتہ الصلاۃ ولایجوز للولی وھوالصحیح ھکذا فی الھدایۃ ولالمن امرہ الولی ھکذا فی الخلاصۃ ویجوز التیمم للولی اذاکان من ھومقدم علیہ حاضرا اتفاقالانہ یخاف الفوت". ....(الھندیۃ: ۱/۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کافرکی نماز جنازہ پڑھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۸۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک کافرکا نماز جنازہ پڑھتاہے کیااس شخص کودوبارہ مسلمان ہونے کے لیےکلمہ پڑھنے کی ضرورت ہے کہ نہیں؟نیزاس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا ہے کہ نہیں؟قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قرآن وسنت اوراجماع امت کے مطابق اگراس شخص کوان کا کفرمعلوم ہوپھراس نے اس کومسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھاہوتودائرہ اسلام سے خارج ہے،اوراس کا نکاح ٹوٹ چکاہے،اوراس پرتجدیدایمان اورتجدیدنکاح ضروری ہے،اوراگراس کومسلمان سمجھ کرنہیں بلکہ کافرسمجھ کرجنازہ پڑھاہوتواس صورت میں فاسق اورفاجرہےلہٰذااس صورت میں توبہ اوراستغفارکریں اورآئندہ اس عمل سے احترازکریں۔

"والاصل ان من اعتقدالحرام حلالافان کان حرامالغیرہ کمال الغیرلایکفروان کان لعینہ فان کان دلیلہ قطعیا کفروالافلاوقیل التفصیل فی العالم اماالجاھل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینہ لغیرہ وانماالفرق فی حقہ انما کان قطعیا کفربہ والافلایکفر اذاقال الخمرلیس بحرام".....(البحرالرائق:۵/۲۰۶)

"ولاتصل علی احدمنھم مات ابدا،قال علمائنا ھذا نص فی الامتناع من الصلوۃ علی الکفار یؤخذلانہ علل المنع من الصلوۃ علی الکفار"...... (تفسیرقرطبی:۴/۲۲۱)

"ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح"..... (شامی: ۳/۲۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کافر کے پیچھے نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک کافر کے پیچھے نماز جنازہ پڑھتا ہے کیا اس شخص کو دوبارہ مسلمان ہونے کے لیے کلمہ پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ نیز کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قرآن وسنت واجماع امت کے مطابق اگر اس شخص کو ان کا کفر معلوم ہو پھر اس نے اس کو مسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھا ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ چکا ہے، اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے اور اگر اس کو مسلمان سمجھ کر نہیں بلکہ کافر ہی سمجھ کر جنازہ پڑھا ہو تو اس صورت میں فاسق وفاجر ہے، لہذا اس صورت میں توبہ واستغفار کریں اور آئندہ اس عمل سے احتراز کریں۔

"والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لغیرہ کمال الغیر لایکفر وان کان لعینہ فان کان دلیلہ قطعیا کفر والا فلا وقیل التفصیل فی العالم اما الجاھل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینہ ولغیرہ وانما الفرق فی حقہ انما کان قطعیا کفر بہ والافلا فیکفر اذاقال الخمر لیس بحرام"......

(البحر الرائق: ۵/۲۰۶)

"ولاتصل علی احدمنھم مات ابدا قال علمائنا ھذانص فی الامتناع من الصلوۃ علی الکفار یؤخذ لانہ علل المنع من الصلوۃ علی الکفار"......

(تفسیر قرطبی: ۸/۲۲۱)

"ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح" .... (فتاویٰ شامی: ۳/۲۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریب المرگ آدمی کو پورا کلمہ پڑھانا چاہیے:

مسئلہ نمبر(۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث میں ہے کہ سب سے افضل ذکر''لا إله إلا الله ''ہے،اور ایک دوسری حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جس شخص کا آخری کلام''لا إله إلا الله ''ہووہ جنت میں داخل ہوگا ان دونوں احادیث پاک میں کلمہ طیبہ کا دوسرا حصہ "محمد رسول الله"نہیں آیا اس کی کیا وجہ ہے؟اگر کوئی شخص کلمہ طیبہ کا ورد کرنا چاہے تو کیا اسے صرف''لا إله إلا الله ''کا ورد ہی کرنا چاہیے؟اسی طرح اگر کسی قریب المرگ شخص کو اللہ تعالی کلمہ شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمادے تو کیا اس شخص کو صرف''لا إله إلا الله ''ہی پڑھنا چاہیے یا پورا کلمہ پڑھنا چاہیے۔؟

الجواب باسم الملک الوھاب

۱۔ پہلی حدیث''افضل الذکر لا إله إلا الله ''میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ''لا إله الا الله'' تمام اذکار میں سے افضل ذکر ہے کیونکہ''لا إله الا الله ''تمام انبیائے کرام کے کلموں کا جزء ہے(یعنی یہاں ذکر بتایا ہے)دوسری حدیث میں''لا إله إلا الله ''سے موت کے وقت ایمان پر خاتمہ ہونا مراد ہے،اسی وجہ سے ان احادیث کے آخر میں''محمد رسول الله''نہیں آیا کیوں کہ پورا کلمہ ذکر کرنا مقصود نہیں،بلکہ افضل ذکر اور ایمان پر خاتمہ ہونا بتلانا مقصود ہے لیکن جہاں ایمان لانے کا ذکر آئے گا وہاں مکمل ایمانیات کے کلمات بیان کیے جائیں گے،جیسے(پہلا کلمہ،ایمان مفصل،ایمان مجمل وغیرہ)وہاں''لا إله إلا الله ''کے ساتھ''محمد رسول الله'' بھی آئے گا،کلمہ طیبہ کا ورد کرتے وقت اگر مکمل طور پر پڑھ لیں تو پھر بھی صحیح ہے اور اگر تسبیح کے آخر میں دو تین مرتبہ پڑھ لیں اور باقی تسبیح''لا إله إلا الله''ہی کی کریں تو بھی ٹھیک ہے یا پھر بھی اپنے شیخ کامل کی ہدایت کے مطابق ذکر کریں۔قریب المرگ آدمی کے سامنے مکمل کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے وہ بھی پورا کلمہ پڑھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو غسل دینا مسلمانوں پر واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

۱۔ ایک آدمی سرکاری ملازم تھا کچھ دن مرض میں مبتلا رہا بعد میں فوت ہو گیا ڈاکٹر نے اس کے مرض کو بہت مہلک قرار دیا اور کہا کہ کوئی اس کو غسل نہ دیں بلکہ پلاسٹک میں بند کر دیں نہیں تو دوسروں کو بھی یہ مرض لاحق

ہوسکتا ہے، ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ بغیر غسل کفن دیئے اسی طرح ہی جنازہ پڑھائیں اور گھر پہنچا کر دفن کردیں چونکہ ڈاکٹر صاحب اس مرض کے متعدی ہونے کا قوی سے قوی تر اندیشہ بتاتے ہیں واضح رہے کہ ڈاکٹر حضرات پائپ یا لوٹے کے ساتھ بھی میت پر پانی ڈالنے کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ مطلقاً یہ کہتے ہیں کہ بغیر غسل اور کفن، جنازہ پڑھائیں کیا ڈاکٹر کے اس قول صریح کو شریعت میں کوئی وقعت ہے کہ نہیں؟

۲۔ کیا میت کو غسل دینا نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے یا کہ اعزاز میت ہے واضح ہو کہ امام سرکاری ملازم ہیں وہ بذات خود بے اختیار ہیں اور افسران بالا ڈاکٹر کی بات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور بغیر غسل کفن کے جنازہ پڑھانے کو کہتے ہیں تو کیا امام ایسی صورت میں بغیر غسل کے جنازہ پڑھائے اور بغیر غسل کفن کے جنازہ دفن کردیں؟

۳۔ کیا ایسے مردہ کو جو گزشتہ صورت میں ذکر کیا گیا یا بدبودار میت کو جو کچھ دن بعد جنگل میں مردہ پایا گیا ہو شریعت طیبہ کے حکم سے تیمم کی گنجائش ہے یا کہ نہیں؟ ان تینوں صورتوں کا شریعت طیبہ کی رو سے حکم الگ الگ جواب عنایت فرمائیں تا کہ مابعد اسی طرح عمل کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ڈاکٹروں کے اس بے بنیاد دعویٰ کا کوئی اعتبار نہیں کہ یہ مرض مہلک اور متعدی ہے اس لیے اس میت کو کفن و غسل نہ دیا جائے بلکہ بغیر غسل و کفن کے پلاسٹک میں لپیٹ کر جنازہ پڑھا کر دفن کردیا جائے، غسل دینا نماز جنازہ کے لیے شرط ہے، جس طرح ڈاکٹر حضرات خود کسی مہلک و متعدی مرض کا علاج کرتے وقت حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہیں اسی طرح ناک اور منہ پر کپڑا لپیٹ کر ہاتھوں میں پلاسٹک کے دستانے چڑھا کر پانی میں ڈیٹول وغیرہ ڈال کر لوٹے یا کپ کے ذریعے پانی اس میت پر خوب بہادیا جائے اگر غسل نہ دیا تو سارے مسلمان گناہ گار ہوں گے کیونکہ یہ میت کا حق واجب ہے کہ اس کو غسل دیا جائے۔

"غسل المیت حق واجب علی الاحیاء بالسنۃ واجماع الامۃ کذافی النهایة"......(الهندیہ: ۱/۱۵۸)

۲۔ نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا اور اس کی طہارت شرط ہے۔

"وشرطها إسلام المیت وطهارته مادام الغسل ممکنا وان لم یکن بأن دفن قبل الغسل ولم یکن إخراجه إلا بالنبش تجوز الصلوۃ علی قبره للضرورۃ ولو صلی علیه قبل الغسل ثم دفن تعاد الصلوۃ لفساد الاولی هکذا فی التبیین"......(الهندیة: ۱/۱۵۸)

اگر میت کا جسم پھولا ہوا ہے اور بدبو آرہی ہے اور ہاتھ سے اس کا ملنا مشکل ہے تو اس پر صرف پانی ڈال دینا کافی ہے، غسل مسنون اس کے لیے واجب نہیں۔

"ولو كانت الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه. كذا في التتارخانية ناقلا عن العتابية"......(فتاوى الهندية: ١٥٨/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نابالغ بچی کو غسل کون دے گا:

مسئلہ نمبر (۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر چار پانچ مہینے کی بچی فوت ہو جائے تو کیا کوئی محرم مرد اس کو غسل دے سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

مرد نابالغ بچی کو غسل دے سکتا ہے۔

"والصغير والصغيرة إذا لم يبلغا حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء" ..... (فتح القدير: ٧٦/٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر محرم میت کا چہرہ دیکھنا:

مسئلہ نمبر (۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غیر محرم عورتوں کا میت مرد کا چہرہ یعنی منہ دیکھنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

غیر محرم مرد کے لیے زندگی میں اور موت کے بعد اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا ممنوع ہے، اسی طرح غیر محرم عورت بھی اجنبی مرد کا چہرہ زندگی میں اور موت کے بعد نہیں دیکھ سکتی۔

"سئل الحسن بن علي المرغيناني ..... عن النظر إلى عظام المرأة بعد موتها مثل

جسمہ متهاهل يجوز فقال لا كذا في التتار خانية ناقلا عن اليتيمية في متفرقات الكراهة"......(الهندية : ۵/ ۳۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دفن سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا:

مسئلہ نمبر (۹۰): کیا دفن سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

دفن سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے لیکن اگر مجمع بہت زیادہ ہو تو اس سے بچنا چاہیے کیونکہ اس سے دفن میں تاخیر ہوگی، اور میت کو جلدی دفن کرنا چاہیے۔

"ولا بأس بأن يرفع ستر الميت ليرى وجهه وإنما يكره ذلك بعد الدفن كذا في القنية"......(الهندية : ۵/ ۳۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر (۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے کرام قرآن وسنت کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میت کا جنازہ پڑھنے کے لیے جاتے وقت آگے آگے جانا چاہیے اور بلند آواز سے یا خاموشی سے تلاوت وذکر ودرود شریف پڑھتے ہوئے جانا چاہیے، تفصیل کے ساتھ جنازہ میں سنت نبوی ﷺ گھر سے قبر تک میت کو لے جاتے وقت کیا ہے؟ ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

گھر سے قبر تک میت کا جنازہ لے جانے کا سنت طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ میت کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے میت اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ کی چارپائی کا اگلا داہنا پایا، اپنے داہنے کندھا پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے اس کے بعد اس کا پچھلا داہنا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، اس کے بعد اگلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر پچھلا بایاں پایا اپنے

بائیں کندھے پر رکھ کر کم ازکم دس قدم چلے، تاکہ چاروں پایوں کوملاکر چالیس قدم پورے ہوجائیں، اگراس طرح میسر ہو تو بہتر ورنہ کوئی حرج نہیں، ضروری نہیں۔

"وإذاحمل الجنازة وضع ندبامقدمهاعلى يمينه عشر خطوات...... ثم وضع مؤخرهاعلى يمينه كذالك ثم مقدمهاعلى يساره ثم مؤخرهاكذالك الخ"......(الدرمع الرد: ۱/۲۵۷)

۲۔ جنازہ اٹھاکر چلنے کی حالت میں سرہانہ آگے رکھنا چاہیے۔

"وفي حالة المشي بالجنازة يقدم الرأس كذافي المضمرات اه"... ..(الهندية : ۱/۱۶۲)

۳۔ جنازہ کوتیز قدم لے جانامسنون ہے مگراس قدر تیز نہ ہوکہ نعش کوحرکت واضطراب ہونے لگے۔

"ويسرع بهابلاخبب قوله بلاخبب...... وحدالتعجيل المسنون أن يسرع به بحيث لايضطرب الميت على الجنازة الخ"......(الدرمع الرد: ۱/۲۵۷)

۴۔ جولوگ جنازہ کے ہمراہ جائیں ان کے لیےقبل اس کے کہ جنازہ کندھوں سے اتاراجائے بیٹھنامکروہ ہے ہاں اگرکوئی ضرورت بیٹھنے کی درپیش ہوتو کچھ مضائقہ نہیں۔

"كماكره لتبعهاجلوس قبل وضعها الخ"......(در مع الرد: ۱/۲۵۸)

۵۔ مختاراورمستحب یہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلے، اگرچہ آگے چلنابھی جائزہےلیکن اگرسب لوگ جنازہ کے آگے چلیں تومکروہ ہے۔

"وندب المشي خلفهاولومشى أمامهاجازولكن إن تباعدعنها أوتقدم الكل أوركب أمامهاكره الخ"... ..(درمع الرد: ۱/۶۵۸)

۶۔ میت کواٹھاکرے جانے والےاوردوسرے پیچھے چلنے والوں کوحکم یہ ہے کہ وہ خاموش ہوکر چلیں، اپنے دل میں آہستہ آہستہ ذکرکرتے ہوئے چلیں۔

"وينبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكروقرأة القرآن وغيرهمافي الجنازة...... وفي الظهيرية :فإن أرادأن يذكرالله تعالى يذكره في نفسه اه...... ويكره النوح والصياح في الجنازة ومنزل الميت للنهي عنه الخ"......(البحرالرائق: ۲/۳۳۶)

۷۔ جولوگ جنازہ کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوں جنازہ دیکھ کران کوکھڑا نہیں ہونا چاہیے۔
"ولایقوم من مرت به جنازة ولم یرد المشی معها الخ"... (مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی:۶۰۷)

۸۔ جنازہ کے ہمراہ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہوتو جنازہ کے پیچھے چلے۔
"اما الرکوب خلفها فلابأس به والمشی افضل کمافی البحر"..... (الردالمحتار: ۱/۴۵۸)

۹۔ نماز جنازہ پڑھ چکنے کے بعد میت کو دفن کرنے کے لیے جلدی اٹھا کر قبرستان لے جانا چاہیے۔
"وکذایستحب الإسراع بتجهیزه کله الخ"... (مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی:۶۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ لے جاتے وقت راستے میں منزلیں طے کرلینا:

مسئلہ نمبر(۹۲): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں رواج ہے کہ چارپائی گھر سے جنازہ گاہ کی طرف نکلتی ہے تو کہتے ہیں "رستے منزلیں کرلو" پھرایک مولوی صاحب جنازہ پڑھانے والے منزلیں طے کرتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے۔نمبرایک والے سے پائے کو مولوی صاحب پکڑتے ہیں اوروہ دوسرے نمبر پر چلا جاتا ہے اوردوسرے نمبر والا تیسرے نمبر پر چلا جاتا ہے اور تیسرے نمبروالا چوتھے نمبر پر چلا جاتا ہے، پھر اس کے بعد چند قدم کھڑے ہوتے ہیں پھر مولوی صاحب دوسرے نمبر پر چلے جاتے ہیں جب کہ دوسرے والا تیسرے اور تیسرے والا چوتھے نمبر پر چلا جاتا ہے اور چوتھے والا پہلے نمبر پر آجاتا ہے اور اس طرح منزلیں ختم ہوجاتی ہیں،قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جنازہ میں رش اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے آگے بڑھ کر کندھا دینے کا موقع میسر نہ ہوتو سنت یہ ہے کہ میت کی چارپائی کے پایوں کو یکے بعد دیگرے پکڑے اور چالیس قدم پورے کرے،اور اگر آگے بڑھ کر کندھا دینے کا موقع میسر ہوتو سنت یہ ہے کہ اٹھانے والا میت کی چارپائی کی دائیں جانب کو پہلے اپنے

دائیں کندھے پر رکھے اوردس قدم چلے، پھردائیں جانب ہی پاؤں والے پائے کی طرف آجائے اور یہاں بھی دس قدم چلے اسی طرح پھربائیں جانب بائیں کندھے پر رکھے اوردس قدم چلے، پھر پیچھے کی طرف آجائے اوردس قدم چلے اس طرح چالیس قدم پورے ہوجائیں گے، اس کے بعدجنازہ کے پیچھے چلے، جنازہ کی چارپائی اٹھانے میں منزیں مقررکرنے کا جوطریقہ سوال میں مذکور ہے وہ اگرفقہاء کے اس بیان کردہ سنت کے طریقے کے مطابق ہے تو درست ہے ورنہ درست نہیں ہے۔

"أمانفس السنة هي أن يأخذ بقوائمها الأربع على طريق التعاقب بان يحمل من كل جانب عشرخطوات جاء في الحديث"من حمل جنازة أربعين خطوة كفرت له أربعون كبيرة "وهذايتحقق في الجمع"......(التتارخانية : ۲/۱۱۵، البدائع:۲/۳۲،الهندية: ۱/۱۶۲)

"وإذاحمل الجنازة وضع) ندبا(مقدما) بكسر الدال وتفتح وكذا المؤخر(على يمينه) عشرخطوات لحديث من حمل جنازة أربعين خطوة كفرت عنه أربعين كبيرة (ثم) وضع(مؤخرهاعلى يمينه كذالك ثم مقدمهاعلى يساره ثم مؤخرها) كذلك فيقع الفراغ خلف الجنازة فيمشي خلفها"......(الدرالمختار: ۱/۶۵۷)

"قوله(وضع مقدمهاعلى يمينه ثم مؤخرهاثم مقدمهاعلى يسارك مؤخرها) بيان لإكمال السنة في حملهاعندكثرة الحاملين إذاتناوبوافي حملها"......(البحرالرائق:۲/۳۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر اور تلاوت کرنا:

مسئلہ نمبر(۹۳): بعض لوگ جنازہ کے ساتھ مختلف ٹولیوں میں بلندآواز کے ساتھ کلمہ طیبہ ذکرواذکاراورقرآن کی تلاوت کرتے ہیں اوربعض حضرات مخالفت کرتے ہیں کیاایساکرنادرست ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کوخاموش رہناچاہیے بلندآواز سے کلمہ طیبہ یاذکرواذکاراورتلاوت قرآن

کا پڑھنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے، مخالفت کرنے والے غلطی کرنے والوں کو محبت سے سمجھانے کی کوشش کریں۔

"وعلى متبعي الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن كذافي شرح الطحاوي فإن أراد أن يذكر الله في نفسه كذافي فتاوى قاضيخان الخ"....(الهندية: ١٦٢/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو لے جاتے وقت نعرے لگانا:

مسئلہ نمبر(۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام قرآن وسنت کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کیا یہ عمل صحابہ کرام وائمہ کرام سے ثابت ہے۔

۱۔ میت کو قبرستان لے جاتے وقت میت کے آگے آگے چند آدمی اردو اور پنجابی میں مختلف قسم کے اشعار پڑھتے ہیں عموماً شیعہ لوگ جو جنازہ میں ہوتے ہیں وہی پڑھتے ہیں۔

۲۔ وقفے وقفے سے ایک آدمی بلند آواز سے کلمہ شہادت کہتا ہے اور ہر شریک جنازہ بلند آواز سے ایک دفعہ دوسرا کلمہ پڑھتے ہیں، کیا اس طرح کرنا کہنا سنت ہے؟ یہ عمل میت کو جنازہ گاہ کی طرف لے جاتے وقت کیا جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ذکر خفی سے منع نہیں بلکہ اور اونچی آواز سے ذکر اور نعرے وغیرہ لگانا منع ہے میت کو اٹھا کر لے جانے والے اور دوسرے پیچھے چلنے والوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ خاموش ہو کر چلیں، بلند آواز سے کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت اور قرآن پاک کی سورت کی تلاوت یا ذکر جہر وغیرہ سلف صالحین اور فقہاء محققین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، البتہ اپنے دل میں کوئی بھی ذکر خفی کر سکتا ہے۔

"وينبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما في الجنازة والكراهة فيها كراهة التحريم"......

(البحر الرائق: ٣٣٦/٢)

"وفيه عن الظهيرية :فإن أراد أن يذكر الله تعالى يذكره في نفسه لقوله تعالى

أنه لایحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء وعن إبراهیمؒ أنه کان یکره أن یقول الرجل وهویمشی معها استغفرواله غفرالله لکم الخ قلت وإذاکان هذافی الدعاوالذکرفماظنک بالغناء الحادث فی هذا الزمان“......(ردالمحتار: ۱/۱۵۸)

”ویکره النوح والصیاح فی الجنازة ومنزل المیت للنهی عنه اه“ ......(البحر الرائق: ۲/۷/۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ اور نماز عصر کا ایک وقت میں جمع ہونا:

مسئلہ نمبر(۹۵): اگر کسی مسجد میں باجماعت نماز ساڑھے چار بجے ہو (جبکہ سورج چھ بجکر چھ منٹ پر غروب ہوتا ہے) اسی محلے میں فوتگی ہوجائے اس کے جنازے کا وقت بھی ساڑھے چار بجے رکھا جائے تو آیا اس صورت میں نماز جنازہ پہلے پڑھی جائے گی یا کہ نماز عصر پہلے پڑھی جائیگی؟ اور جب جنازہ، جنازہ گاہ تک جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے آدھا گھنٹہ خرچ ہوتا ہو تو واپسی پر نماز عصر پانچ بجے پڑھنا بہتر ہے، یا پہلے، نیز سورج غروب ہونے سے کتنی دیر پہلے نماز جنازہ پڑھنا بہتر ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ اگر فرض نماز کا وقت تنگ ہو تو پہلے فرض نماز کا ادا کرنا ضروری ہے، بصورت دیگر نماز جنازہ کو فرض نماز پر مقدم کرنا بہتر ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں نماز جنازہ کو نماز عصر سے پہلے پڑھنا بہتر ہے، تغیر شمس سے پہلے پہلے نماز جنازہ ادا کرنا ضروری ہے، جس کی حد یہ ہے کہ سورج پر نظر نہ ٹکتی ہو۔

”وینبغی تقدیم الجنازة والکسوف حتی علی الفرض مالم یضق وقته فتأمل (قوله: ینبغی)......وأما إذا اجتمع کسوف وجمعة أوفرض وقت لم أره وینبغی تقدیم الفرض إن ضاق الوقت وإلافالکسوف لأنه یخشی فواته بالانجلاء الخ“......(ردالمحتار: ۱/۶۱۱)

”ومنع عن الصلوة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة عندالطلوع والاستواء

والغروب إلاعصر يومه)... وذكر في الأصل مالم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع واختار الفضلي أن الإنسان مادام يقدر على النظر إلى قرص الشمس في الطلوع فلا تحل الصلاة فإذاعجز عن النظر حلت وهو مناسب لتفسير التغير المصحح كما قدمناه وارادبالغروب التغير كماصرح به قاضيخان في فتاواه حيث قال وعند إحمرار الشمس إلى أن تغيب" .....(البحرالرائق: ۱/۳۳۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں ثناء میں "وجل ثنائک" پڑھا جائے گا:

مسئلہ نمبر(۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تعلیم الاسلام میں جنازہ کی نماز میں ثناء "وجل ثنائک" پڑھنا بہتر بتایا گیا ہے جبکہ بہشتی زیور کے گیارہویں حصے میں "سبحانک اللھم" آخر تک پڑھنے کا حکم ہے "جل ثنائک" کا ذکر نہیں ہے، کس پر عمل کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ کی ثناء میں "وجل ثنائک" پڑھا جائے گا، بہشتی زیور میں اس کا عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

"(قرأ كماكبر "سبحانك اللهم تاركا) وجل ثناءك إلافي الجنازة (قوله تاركا) هو ظاهرالرواية بدائع لأنه ينقل في المشاهير كافي فالأولى تركه في كل صلوة نظرا الى المحافظة على المروى بلازيادة وإن كان ثناء على الله بحروحلية وفيه اشارة أن قوله في الهداية لايأتي به في الفرائض لامفهوم له لكن قال صاحب الهداية في كتابه مختارات النوازل وقوله وجل ثناء ك لم ينقل في الفرائض في المشاهير وماروى فيه فهوفي صلوة التهجد (قوله إلافي الجنازة) ذكره في شرح المنية الصغيرولم يعزه إلى أحدولم أره لغيره سوى ماقدمناه عن الهداية ومختارات النوازل الخ"..... (ردالمحتار: ۱/۳۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں تکبیرات فرض ہیں:

مسئلہ نمبر(۹۷): ایک مفتی صاحب جو کہ علمائے دیوبند سے تعلق رکھنے والے ہیں انہوں نے نماز جنازہ پڑھاتے وقت صرف تین تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دیا اور میت کے وارثوں نے جنازہ کو دفنا دیا آیا اس صورت میں نماز جنازہ ہوگئی یا نہیں اگر ادا نہیں ہوئی تو کیا صورت اختیار کرنی چاہیے؟ اس حال میں ان سے پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ تکبیر اولی واجب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ میں بشمول پہلی تکبیر کے تمام تکبیریں رکن ہیں ایک تکبیر بھی رہ جائے تو جنازہ نہیں ہوتا، لہٰذا جب تک میت کے گلنے اور پھٹنے کا غالب گمان نہ ہو تو لوگوں کو بتلائے بغیر دو تین آدمی مل کر قبر پر نماز جنازہ پڑھ لیں۔

"وصلوة الجنازة أربع تكبيرات ولو ترك واحدة منهالم تجز صلوته هكذافي الكافي إلى قوله ولوسلم الامام بعدالثالثة ناسيا كبر رابعة ويسلم كذافي التاتارخانية"...... (الهندية: ۱/۱۶۴)

"فهي شرط من وجه ركن من وجه اه"......(ردالمحتار: ۱/۶۴۲)

"وإن دفن بغير صلوة صلي علي قبره مالم يغلب علي الظن تفسخه من غير تقدير وهوالأصح"......(در مع الرد: ۱/۶۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں تکبیرات ہوجانے کے بعد شامل ہونے والا کیا کرے؟:

مسئلہ نمبر(۹۸): میں ایک جنازہ میں شریک ہوا تا کہ نماز جنازہ پڑھوں میرا وضو نہیں تھا میں وضو میں لگ گیا تو ادھر امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھانا شروع کر دیا جب میں آیا تو دو تکبیرات کہہ چکا تھا میں نماز میں شریک ہوگیا اور امام کے سلام کے ساتھ میں نے سلام پھیر دیا اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر تکبیرات چھوٹ جائیں تو وہ تکبیرات کس طرح کہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ سلام نہ پھیرا جائے، بلکہ امام کے سلام سے فارغ

ہوجانے کے بعد فوت شدہ تکبیرات جنازہ اٹھانے سے پہلے ادا کرلے اور بعد میں سلام پھیرے، جیسا کہ نماز جنازہ کے علاوہ نمازوں میں مسبوق، امام کے سلام کے بعد اپنی رکعتیں پوری کرتا ہے، اسی طرح یہاں پر بھی ہر تکبیر، ایک رکعت کے قائم مقام ہے، جتنی تکبیریں رہ جائیں، اتنی تکبیریں امام کے سلام کے بعد، جنازہ اٹھنے سے پہلے پہلے پوری کرکے سلام پھیردے۔

"وإذاجاء رجل وقد كبر الإمام التكبيرة الأولى ولم يكن حاضرا انتظره حتى يكبر الثانية ويكبر معه فإذافرغ الإمام كبر المسبوق التكبيرة التي فاتته قبل أن ترفع الجنازة وهذاقول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وكذاإن جاء وقد كبر تكبيرتين أوثلاثا". ....(الهندية ١/ ١٦٤، ١٦٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کی دعا یاد نہ ہو:

مسئلہ نمبر(۹۹): ایک آدمی جس کو نماز جنازہ کی مسنون دعا نہیں آتی، اب وہ کیا کرے؟ اس کے متبادل کوئی دعاء پڑھ سکتا ہے؟ یا کوئی ذکر کرسکتا ہے؟ یا وہ خاموش کھڑا ہوگا؟ شریعت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ کی معروف دعاء "اللهم اغفر لحينا وميتنا الخ" یاد نہ ہو تو "اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات الخ" یا کوئی اور دعا جو یاد ہو پڑھے اور اگر کوئی دعا یاد نہ ہو تو سورۃ الفاتحہ بنیت دعا پڑھے یا مردمیت کے لیے" اللهم اغفر له" اور عورت میت کے لیے" اللهم اغفر لها" پڑھے، جنازہ کی دعاؤں کو یاد کرنے کا پختہ عزم کرے، جب تک یاد نہ ہو تو صرف تکبیرات جنازہ کہتا رہے، کیونکہ بغیر تکبیرات سے جنازہ کی نماز باطل ہوجاتی ہے۔

"ويدعوالخ أي لنفسه وللميت وللمسلمين لكي يغفرله فيستجاب دعاؤه في حق غيره ،ولأن من سنة الدعا أن يبدأ بنفسه قال تعالى رب اغفرلي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمناجوهرة ثم أفاد أن من لم يحسن الدعاء بالمأثوريقول "اللهم اغفرلنا ولوالدينا وله وللمؤمنين والمؤمنات" .... (فتاوی شامی: ۱/۶۴۴)

"ثم یکبر الثلثة ویستغفر للمیت ویستشفع له ویذکر الدعاء المعروف"اللهم اغفر لحینا ومیتنا الخ إن کان یحسن وإن کان لایحسن ذلک یذکر مایدعو به فی التشهد"اللهم اغفر للمؤمنین والمؤمنات الخ... وفی الولوالجیة ولیس فی صلاة الجنازة دعاء مؤقت لأن الأخبار وردت بدعوات مختلفة".....

(التتارخانیة : ۱۱۸/۲)

"ولایقرأ فیها القرآن ولو قرأ الفاتحة بنیة الدعاء فلابأس به وإن قرأها بنیة القراءة لایجوز لانهامحل الدعاء دون القراءة کذافی محیط السرخسی"......

(الهندیة : ۱/۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیلہ اسقاط کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۰): ہمارے علاقہ میں مردہ سے صوم وصلوۃ کے اسقاط کا یہ رواج ہے کہ چند سیر گندم یا چند ہزار روپیہ اور قرآن مجید یہ تینوں چیزوں کو ملا کر چند آدمی حلقہ بنا کر آپس میں ملکر تملیک کرتے ہیں اور قبرستان ہی میں روپیہ لوگوں کو بطور صدقہ دینا ضروری سمجھتے ہیں، اگرچہ یہ روپیہ قرض سے حاصل شدہ کیوں نہ ہو، میت امیر ہو یا فقیر، وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور اس کے ذمے کچھ فرائض باقی ہوں یا نہ، بہر حال اس مذکورہ اسقاط کو نہایت ضروری سمجھتے ہوئے کرتے ہیں، آیا اس طرح کرنا ادلہ اربعہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ضرورت کی بنیاد پر مسکین کے لیے نفس حیلہ تملیک کے جواز میں احناف فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔

"وإن لم یترک مالایستقرض ورثته نصف صاع ویدفع إلی المسکین ثم یتصدق المسکین علی بعض ورثته ثم یتصدق ثم وثم حتی یتم لکل صلوة ماذکرنا کذافی الخلاصة الخ"......(الهندیة : ۱/۱۲۵)

علامہ طحطاویؒ شرح مراقی الفلاح میں اور علامہ شامیؒ رسائل ابن عابدین میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں اور علامہ شامیؒ نے رسائل میں یوں بھی فرمایا ہے:

کہ تدفین سے قبل دینا بہتر ہے:

"وینبغی أن یفدی قبل الدفن"

البتہ آج کل عوام نے جو نقائص اس میں داخل کی ہیں اس کو نکالنے اور ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جو لوگ ان نقائص کے ہوتے ہوئے اس پر مصر ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو حضرات حیلہ تملیک کے علی الاطلاق منکر ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں، دونوں طرف سے افراط وتفریط ہے اللہ کریم اعتدال کے راستہ پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ:

مسئلہ نمبر(۱۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت یا مرد خودکشی کرتا ہے کیا اس کا نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی یا نہیں؟ علماء نے جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا، کیا اس کا نماز جنازہ ہوتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن اس عمل سے ایسا شخص کافر نہیں ہوتا اس لیے اس کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، تاہم اس عمل کی قباحت دوسروں کے سامنے روشناس کرانے کے لیے کہ دوسرے لوگ اس عمل بد سے بچ سکیں مقتداء حضرات کو جنازہ پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

"وفي الدر المختار: من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتى وإن كان أعظم وزرا من قاتل غيره، ورجح الكمال قول الثاني بمافي مسلم أنه عليه السلام أتي برجل قتل نفسه فلم يصل عليه وفي الشامية: أقول قد يقال لا دلالة في الحديث على ذلك لأنه ليس فيه سوى أنه عليه السلام لم يصل عليه فالظاهر أنه امتنع زجرا لغيره عن مثل هذا الفعل كما امتنع عن الصلاة على المديون ولا يلزم من ذلك عدم صلاة أحد عليه من الصحابة "..... (الدر مع الرد: ۱/ ۶۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کے لیے قبل از غسل تلاوت کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا، اب اس مردہ کے لیے قبل از غسل تلاوت کرنا کیسا ہے اور غسل کیوں دیا جاتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مردہ کے پاس قبل از غسل دینے کے تلاوت کو فقہاء کرام مکروہ لکھتے ہیں۔

"ویکرہ قراءۃ القرآن عندہ حتی یغسل کذافی التبیین"...(الھندیۃ : ۱/۱۵۷)

اور میت کو غسل دینا اجماع امت اور حدیث پاک سے زندوں پر واجب علی الکفایہ ہے۔

"غسل المیت واجب علی الأحیاء بالسنۃ والإجماع الأمۃ کذافی النھایۃ"...(الھندیۃ : ۱/۱۵۸)

ہاں سبب غسل کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے عراقیین کہتے ہیں:

"وجب علیہ لنجاسۃ الموت لالسبب الحدث لأن للآدمی دماسائلا"

(غسل واجب ہے موت کی نجاست کی وجہ سے، حدث کی وجہ سے نہیں ہے اس لیے کہ آدمی میں بہنے والا خون ہوتا ہے دوسرے حیوانات کی طرح تو موت کی وجہ سے آدمی نجس ہو جاتا ہے دوسرے حیوانات پر قیاس کرتے ہوئے)

اور بعض کہتے ہیں:

"وجب لحدث یحل باسترخاء المفاصل لالنجاسۃ تحل بہ"...(العنایۃ علی ھامش الفتح القدیر : ۱/۴۴۷)

(اس حدث کی وجہ سے ہے جو اعضاء کے بند/جوڑ ڈھیلے ہونے کی وجہ سے اس کو لاحق ہوا ہے اس نجاست کی وجہ سے نہیں ہے جو اس میں آگئی ہے)

اس لیے کہ آدمی تکریماً موت کی وجہ سے نجس نہیں ہوتا اگر وہ موت کی وجہ سے ناپاک ہوتا تو غسل سے پاک نہ ہوتا جیسا کہ دوسرے حیوانات ہیں وہ اگر مر جائیں تو دھونے سے پاک نہیں ہوتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر پر اذان دینا:

مسئلہ نمبر(۱۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو قبر میں رکھ کر اس کے بعد قبر پر اذان دینا کیسا ہے اگر جائز ہے تو حوالہ جات کے ساتھ جواب دیں اگر جائز نہیں تو بھی مدلل جواب دیں پوری تحقیق کے ساتھ کتابوں کے حوالے جتنی کتابوں میں لکھا ہے سب تحریر فرماویں اجرکم علی اللہ۔

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کو قبر میں رکھ کر اس کے بعد قبر پر اذان دینا بدعت ومکروہ ہے، دررالبحار میں ہے کہ

"من البدع التی شاعت فی الهند الأذان علی القبر"

اور محمود بلخیؒ کی کتاب "توشیح شرح تنقیح" میں بھی اذان علی القبر کے متعلق "لیس بشیٔ" لکھا ہے (احسن الفتاوی)

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"تنبیہ:فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد إشارة إلی أنه لایسن الأذان عند إدخال المیت فی قبره کماهو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویه بأنه بدعة وقال ومن ظن أنه سنة قیاسا علی ندبهما للمولود إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائه فلم یصب اه" ......(ردالمحتار: ۲/۲۲۰)

"ویکره عند القبر مالم یعهد من السنة والمعهود منها لیس إلازیارته والدعاء عنده قائما کذافی البحر الرائق" ......(الهندیة: ۱/۱۶۶)

"ویکره کل مالم یعهد من السنة والمعهود منها لیس إلازیارتها والدعاء عندها قائما اه" ......(مرقاۃ: ۱/۲۹)

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح طور پر یہ ثابت ہوا کہ قبر پر اذان دینا خلاف سنت یعنی بدعت ومکروہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر کے لیے تکثیر اور تعمیق ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۱۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج سے تقریباً نو سال پہلے

۱۶ راگست ۶۲ء کو حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا وصال لاہور میں ہوا، حضرت اقدس کے حقیقی بھائی حضرت حافظ محمد خلیل صاحب (جو حضرت کے خواص مجازین میں سے بھی ہیں) اور ان کے صاحبزادے مولانا عبدالجلیل صاحب اور حضرت کے حقیقی بھانجے مولانا عبدالوحید صاحب (جو اہل علم ہونے کے علاوہ حضرت کے مجاز بھی تھے) ودیگر قریبی اعزاء جو وہاں موجود تھے انہوں نے اصل وطن ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا لے جا کر دفن کرنے کا فیصلہ کیا۔ چونکہ گاؤں دریا کے قریب ہے اوپر برسات کا موسم تھا، اور اس سے قبل ایک سیلاب سے پورا گاؤں متاثر ہوا تھا، اور بیشتر مکانات گر گئے تھے اور شہر کی مسجد کو بھی نقصان پہنچنے کی وجہ اہل بستی نے مسجد کی کرسی پانچ، چھ فٹ بلند کر کے تعمیر کردی تھی، مسجد کے کمروں میں مٹی بھروی تھی، مگر تا حال صحن مسجد میں مٹی ڈالنے کا کام باقی تھا نیز یہ بھی پہلے سے پاچکا تھا کہ مسجد کی شمالی جانب حجروں کے سامنے پلاٹ کو جو ۲۸ فٹ چوڑا اور ۳۸ فٹ لمبا ہے، پانچ، چھ فٹ مٹی بھر کر صحن مسجد کے ہم سطح کر دیا جائے، تاکہ حسب سابق حجروں کے صحن کے طور پر بھی استعمال ہوتا رہے، یہ قطعہ زمین حضرت کے خاندان کی ملکیت تھا، جب ڈھڈیاں پہنچے تو پھر اسی قطعہ زمین میں حضرت اقدس کی تدفین کا فیصلہ ہوگیا اور قبر کی کھدائی شروع ہوئی، تو تقریباً ڈیڑھ فٹ کے قریب کھودنے پر نرم مٹی اور کباڑ نکلنے لگا، تو لوگوں نے سوچا کہ جب اسی جگہ کو صحن مسجد کے متوازی کرنا ہے اور لحد کا امکان پہلے سے نہیں ہے، کیونکہ گہرا کرنے سے سیم کے وجہ سے کیچڑ نکلنے کا خطرہ تھا برسات اور دیہات کی وجہ سے پکی اینٹ تو دستیاب نہ ہوئی جس پر پختہ اینٹوں کا فرش لگا کر اطراف کے دیواروں کو بصورت شق بنا کر درمیان لکڑی کا صندوق جس میں حضرت کی میت تھی اتار دیا گیا اور اوپر سے پختہ ڈاٹ لگا کر اطراف کو مٹی سے بھر دیا گیا۔

اور اوپر بھی اچھی طرح مٹی ڈال کر وہاں نما قبر بنا دی گئی، اس قدر کام رات کو ہوگیا تھا صبح ہوتے ہی لوگوں نے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس پورے قطعہ زمین کو پانچ، چھ فٹ مٹی ڈال کر صحن مسجد کے برابر کر دیا، اب تقریباً نو سال کے بعد بعض لوگ جو کہ حضرت اقدسؒ کے نسبتی اقرباء میں سے بھی نہیں ہیں، حقیقی ورثاء کے مرضی کے خلاف حضرت کے صندوق کو نکال کر ایک مسلم مملکت پاکستان سے منتقل کر کے غیر مسلم ملک بھارت رائے پور ضلع سہارنپور دفن کرنے پر مصر ہیں اور وہ جواز یہ بیان کرتے ہیں کہ تعمیر اور تعمیق قبر فرض تھا، جو کہ" قال الله تعالیٰ فبعث الله غرابا يبحث في الأرض" (الآیۃ) اور" احفروا واعمقوا وأوسعوا" (الحدیث) سے معلوم ہوتا ہے نہیں پایا گیا اس لیے دفن متحقق نہیں ہوا۔

اور اب یہ انتقال قبل از دفن ہے علامہ شامیؒ کی اس عبارت سے (وأفاده أنه لا يجزئ دفنه على وجه الأرض مبنيا عليه كما ذكره الشافعية الخ) سے بھی اور الفقہ علی المذاہب الاربعہ کی عبارت سے کہ

" لایجوز الدفن علی وجه الأرض الخ "سے فرضیت حفر ثابت کر رہے ہیں، نیز یہ کہ حضرتؒ کی خواہش اور وصیت تھی کہ (جو کہ خلاف واقع ہے) کہ ضرور رائے پور ہی میں دفن ہوں، نیز اتخاذ تابوت اور خارجی مٹی ڈالنا بدعت سیۂ ہے اس لئے یہ نعش قبر نہیں، بلکہ سرے سے دفن ہی نہیں، اس لیے جب تک اس کو شرعی قبر نہ بنا کر یعنی نصف قامہ گہرا کر کے اور تابوت سے نکال کر بصورت لحد یا شق دفن نہ کیا جائے دفن متحقق نہیں ہوا، حالانکہ سیم وسیلاب کا عذر واضح تھا ڈیڑھ فٹ جو کھدائی کرلی گئی اس سے زیادہ کیچڑ نکلنے کا خطرہ تھا، نیز ارض رخوت میں تابوت کی تصریح ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی تحفیر وتعمیق قبر ایسا فرض ہے کہ (اعذار کے باوجود) یہاں دفن متحقق نہیں ہوا اور یہاں سے حضرت کے صندوق کو نکال کر رائے پور منتقل کرنا نعش قبر ہے یا نہیں؟ تحقیق شرعی سے مفصل آگاہ فرمایا جاوے، نیز اب نو سال کے بعد اس وصیت کو پورا کرنے کے لیے نعش قبر کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (جبکہ اس قسم کی وصیت تھی ہی نہیں) بینوا توجروا عند اللہ۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اس تدفین کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے اور ایسا دفن کالعدم ہے کیونکہ دفن کے لیے مذہب اسلام میں حفر ارض باجماع امت ضروری ہے اور لحد اور شق سنت ہیں یہ مسئلہ بالکل واضح ہے، قرآن وسنت اور عبارات فقہاء کرام رحمہم اللہ اس کے لیے واضح اور صریح دلائل ہیں۔

(الف) فبعث الله غرابا یبحث فی الأرض کے ذیل میں علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

"فبعث الله غرابین فقتل أحدهما الآخر وهو ینظر إلیه ثم حفر له بمنقاره وبرجله حتی مکن له ثم دفعه برأسه حتی ألقاه فی الحفرة ثم بحث علیه برجله حتی واراه.....البحث فی الأصل التفتیش عن الشئ مطلقاً أو فی التراب والمراد به هنا الحفر".....(روح المعانی: ۶/ ۱۱۵)

اس تفسیر سے صاف واضح ہے، کہ آیت میں حفر کی تعلیم مقصود ہے۔

(ب) حدیث شریف میں ہے:

"احفروا وأوسعوا وأعمقوا وأحسنوا وادفنوا". ....رواه أبو داؤد، نسائی ابن ماجه، احمد، ترمذی)

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غزوہ احد کے موقعہ پر یہ فرمایا تھا، جبکہ صحابہ تخفیف چاہتے تھے لیکن حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کے تعب اور مشقت کے باوجود یہ درخواست

منظور نہیں فرمائی، ہاں چند نعشوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کی اجازت عطافرما کر ایک گونہ تخفیف پیدا کردی، اس حدیث کی شرح میں صاحب بذل المجہود اور انوار المحمود لکھتے ہیں۔

"اعمقوا أی احفروا القبر عمیقافهذایدل علی أنه لابدمن تعمیق القبر فإنه ﷺ أمرهم بتعمیقه مع حالة الشدة والجروح والمشقة والتعب ولذاقالت الحنفیةؒ أن یعمق القبر إلی الصدر والإفإلی السرة"..... (بذل المجهود:۳/۲۱۳)

(ج) قرون مشہود لہا بالخیر میں حفر کا طریق تعامل اور توارث متواتر چلا آرہا ہے جو کہ عملی اجماع امت ہے۔

د) "قوله حفرقبره..... ومفاده أنه لایجزئ دفنه علی وجه الأرض ببناء علیه"..... (ردالمحتار: ۱/۲۵۹)

یہ واضح دلیل فقہی ہے کہ کسی طرح بھی فریضہ تدفین اس طریقہ سے ادا نہیں ہوتا۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں تحریر ہے:

"ولایجوزوضع المیت علی وجه الأرض والبناء علیه من غیرحفرة"..... (۱/۴۲۶)

"وفی کتاب غایة المنتهی فی الجمع بین الإقناع والمنتهی:ودفنه بمحفورفرض کفایة"..... (۱/۴۲۷)

اور فقہ شافعی کی معتبر کتاب تحفۃ المحتاج ۳/۱۶۷ میں بھی اشتراط حفر کی تصریح موجود ہے۔

(۲) صورت مرقومہ میں تدفین شرعی چونکہ نہیں ہوئی تو اس کو نعش نہیں کہا جاسکتا بلکہ لازم ہے کہ صندوق مبارک نکال کر اسی جگہ زمین میں قبر کھود کر دفن کو عمل میں لایا جائے، البتہ یہاں سے نقل کرنا مکروہ ہے۔

"وقال السرخسیؒ قول محمدبن سلمه ذلک دلیل علی أن نقله من بلدإلی بلدمکروه"..... (فتح القدیر: ۱/۴۷۳) و (قاضیخان: ۱/۹۳) و (خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۱)

الحاصل: اعذار مذکورہ فی السوال کے باوجود بھی خشکی میں حفر ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلۂ اسقاط یعنی دائرہ اسقاط مفلس اورغنی میت دونوں کے لیے مفید اورواجب ہے یا کہ حیلۂ اسقاط صرف میت مفلس کے یے مفید اورواجب ہے یا کہ مفلس کے لیے بھی واجب نہیں اورغنی میت کے لیے حیلۂ اسقاط نہ مفید اورنہ واجب ہے بلکہ غنی میت کا اسقاط بغیر حیلۂ اسقاط کرنے کے تقسیم کیا جاوے گا اوردرست ہوگا، حضرات علمائے کرام جوصورت صواب اوردرست ہو وضاحت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں حیلۂ اسقاط کسی صورت میں واجب نہیں، اگر چہ میت نے دَورکی وصیت کی ہو تب بھی علامہ شامی نے ۲/۳ ۷ مطبوعہ جدید میں لکھا ہے کہ دَورواجب نہیں۔

"لایجب علی الولی فعل الدور وإن أوصی به المیت لأنھا وصیة بالتبرع"

بلکہ میت پر اگر واجبات ہوں اوروہ مال کا مالک ہو تو ثلث مال تک وصیت کرجائے اوربغیر حیلۂ دَور کے مساکین کوفدیہ کے طور پر تقسیم کیا جائے، ہاں اگر واجبات زیادہ ہیں، اورثلث مال تھوڑا ہو یا میت کامتروکہ مال بالکل نہیں ہے تو پھر قرض لے کر یہ حیلہ کرلیا جائے۔

"ولو لم یترک مالایستقرض وارثه نصف صاع مثلاویدفعه للفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم ترکه"...... (الدر المختار: ۲/۳ ۷، جدید)

الحاصل جس میت کا مال متصرف فیہ شرعاً زیادہ ہے جس سے واجبات ادا ہوسکتے ہیں، اس کے لیے فقہاء نے یہ حیلہ نہیں لکھا بلکہ نادر یا قلیل المال کے لیے یہ حیلہ کیا جائے توفقہاء کرامؒ نے اجازت دی ہے، آج کل تولوگوں نے ایک رسم اوررواج بنالیا ہے کہ چاہے مالدار ہو یا غریب ہو ہر شخص کے لیے ائمہ حضرات کیا کرتے ہیں، ایسا نہ کیا جائے اورنہ اس کام کوواجب خیال کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو غیرمسلم سمجھ کر اس کی لاش جلانے کے بعد نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی فوت ہوگیا اس کو غیرمسلم سمجھ کر جلادیا گیا اب اس پر نماز جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جب جسم کو جلا کر راکھ کر دیا گیا تو اس پر اب نماز جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی، کیونکہ نماز جنازہ کے لیے میت کا جسم سامنے رکھنا ضروری ہے۔

"وشرطها أيضا حضوره (ووضعه) وكونه هو أو أكثره (أمام المصلى)". .....(الدر مع الرد: ۱/۲۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کو جمعہ و ظہر، مغرب، عشاء کے سنتوں پر مقدم کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جنازہ جمعہ کی نماز کے وقت حاضر ہوا جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر امام صاحب میت کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر میت کے چہرہ کو کھول کر حاضرین کو دکھایا اور بعد میں نماز جنازہ ادا کیا گیا لیکن جنازہ سنتوں سے پہلے پڑھایا گیا، اسی طرح مغرب اور عشاء کی نماز کے وقت بھی کیا جاتا ہے کہ فرضوں کے بعد اور سنتوں سے پہلے نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، اب یہاں پر تین باتوں کا جواب مطلوب ہے:

(۱) میت کا سارے مجمع کو چہرہ دکھانا جنازہ پڑھنے سے پہلے کیسا ہے؟ (۲) جنازہ سنت مؤکدہ سے پہلے پڑھایا جائے یا بعد میں (۳) تینوں نمازوں کا حکم ایک ہے یا کہ مختلف ہے؟ برائے مہربانی جواب لکھ کر عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، مگر جب تدفین تاخیر کا سبب بنے یعنی سارا مجمع دیکھے جس سے غیر ضروری تاخیر ہو جائے تو خلاف سنت ہے، کیونکہ میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ میں جلدی کرنے کا حکم شریعت میں وارد ہے۔

"كما في أبي داؤد قال ﷺ ما أرى طلحة إلا قد حدث فيه الموت فإذا مات فأذنوني حتى أصلي عليه وعجلوا به فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني أهله". .....(سنن ابی داؤد: ۳/۲۰۰، ب)

صلاۃ جنازہ سنت مؤکدہ سے پہلے پڑھنا افضل اور راجح ہے۔

"(و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلى سنة المغرب وغيرها"......

(الدر المختار: ۲/۱۸۱، جدید)

تینوں نمازوں کی سنتوں پر تقدیم صلاۃ جنازہ کا ایک ہی حکم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جنازہ کی صحت کے لیے میت کا حاضر ہونا (سامنے موجود ہونا) شرط ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں شہید کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے حضور ﷺ نے نجاشی پر جو غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

"وشرطها أيضاحضوره ووضعه وكونه أوأكثره أمام المصلي وكونه للقبلة فلاتصح على غائب ومحمول على نحو دابة وموضوع خلفه لأنه كالإمام من وجه دون وجه اه" .....(ردالمحتار: ۱/ ۶۴۱)

" وصلاة النبي صلى الله عليه وسلم على النجاشي لغوية أوخصوصيته اه"

.....(الدرالمختار: ۱/ ۶۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پرانی قبر پر عمارت بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۹): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب عرض ہے کہ میں ایک سوال کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ ہم نے ایک پلاٹ خریدا ہے جس میں ایک قبر موجود ہے اب ہم اس پلاٹ میں تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور اس قبر کو ادب واحترام کے ساتھ وہاں سے کسی قبرستان میں شفٹ کرنا چاہتے ہیں معلوم یہ ہوتا ہے کہ مدفون کو تقریباً چالیس سال کے قریب ہوگئے یعنی چالیس سال پرانی ہے اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نعش مذکور کواسی جگہ سے جس جگہ وہ دفن ہے منتقل کرنا اوراس جگہ کوہموار کرنا (یعنی کھودنا) جائز نہیں ہاں اگر غالب گمان ہے کہ میت مٹی ہوگئی ہے تو اب اس پر کچھ بنانا اور تعمیر کرنا جائز ہے، اگر ہڈیاں باقی رہنے کا احتمال ہے تو احترام قبر کے لیے ڈاٹ لگادینا مزید احتیاط کی صورت یہ ہے اس ڈاٹ کے اوپر تعمیر شروع کردیں۔

"أمانقله بعددفنه فلامطلقا"......(ردالمحتار: ۱/۶۲۳)

" وقال الزيلعي ولوبلي الميت وصارترابا جازدفن غيره في قبره وزرعه"......(ردالمحتار: ۱/۶۵۹)

" (قوله أوأخذت لشفعة) بأن اشترى أرضافدفن فيهاميتة ثم علم الشفيع بالشراء فتملكهابالشفعة (قوله ومساواته بالأرض) أي ليزرع فوقه مثلالأن حقه في باطنهاوظاهرهافان شاء ترك حقه في باطنهاوإن شاء استوفاه فتح"......(در مع الرد: ۱/۶۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نماز جنازہ ہوسکتا ہے؟ اورکیا مسجد میں کسی چھوٹے بچے کا نماز جنازہ ہوسکتا ہے؟ قرآن حکیم اورحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ صورت میں مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے البتہ عذر کی وجہ سے پڑھ سکتے ہیں جیسے بارش وغیرہ یادرہے کہ بالغ اورنابالغ بچوں کے جنازہ کاایک ہی حکم ہے۔

"وصلاة الجنازة في المسجدالذي تقام فيه الجماعة مكروهة سواء كان الميت والقوم في المسجداوكان الميت خارج المسجدوالقوم في المسجداركان الامام مع بعض القوم خارج المسجدوالقوم الباقي في

المسجد والمیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد ھو المختار کذا فی الخلاصۃ ولا تکرہ بعذر المطر ونحوہ ھکذا فی الکافی"......(الھندیۃ : ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریب المرگ کے پاس جنبی اور حائضہ حاضر ہوسکتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۱۱۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں حائضہ ،نفساء اور جنبی محتضر (قریب الموت) کے پاس کھڑے ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس میں اگر چہ اختلاف علماء ہے کہ حائضہ ،نفساء اور جنبی میت کے احتضار کے وقت اسکے پاس رہیں یا نہیں، لیکن یہ اختلاف فقط اولویت وغیر اولویت کا ہے لہٰذا مذکورہ حضرات میں سے اگر کسی کی ضرورت نہ ہو تو پھر ان کا میت کے قریب نہ ہونا بہتر ہے، کیونکہ یہ وقت ملائکہ کے نزول کا ہے، ہاں اگر ضرورت ہو تو پھر حاضر ہوسکتے ہیں۔

"واختلفوا فی اخراج الحائض والنفساء والجنب(من عندہ) وجہ الا اخراج امتناع حضور الملائکۃ محلاً بہ حائض اونفساء کما ورد یحضر عندہ طیب، قولہ (وجہ الاخراج) اخراجھم علی سبیل الاولویۃ اذا کان حضورھم غنی فلاینافی ماذکرہ الکاکی من انہ فلایمتنع حضور الجنب والحائض وقت الاحتضار، ووجہ عدم الاخراج أنہ قدلایمکن الاخراج للشفقۃ أوللاحتیاج الیھن"...... (حاشیۃ الطحطاوی:۵۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت پر رونے کی شرعی حد:

مسئلہ نمبر(۱۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت پر رونے کی شریعت میں کس حد تک اجازت ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر رونا اس طرح ہو کہ فقط آنسو بہیں اور بغیر آواز کے ہو نوحہ نہ ہو اور نہ روتے میں کپڑے پھاڑ دیئے جائیں، اور نہ چہرہ کو تھپڑوں سے مارا جائے تو پھر اس کی اجازت ہے، کیونکہ حدیث نبوی ﷺ میں اس کا ثبوت ہے اور اگر رونا نوحہ وغیرہ کے ساتھ ہو تو احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئیں ہیں۔

"ولایکرہ البکاء علیہ بإرسال الدموع بلارفع صوت ولانیاحۃ ولاشق ثوب وضرب خدونحوذلک ......لأن النبی ﷺ بکی علی ابنہ ابراھیم فقال لہ عبدالرحمن بن عوفؓ وانت یارسول اللہ تبکی فقال یاابن عوف انھارحمۃ وقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولانقول إلامایرضی ربناوأنابفراقک یاإبراھیم لمحزونون،وفی حدیث الاتسمعون ان اللہ لایعذب بدمع العین ولابحزن القلب ولکن یعذب بھذاواشارالی لسانہ اویرحم ......ان المیت لیعذب ببکاء أھلہ علیہ فاجمعواعلی انہ محمول علی البکاء بصوت ونیاحۃولابمجرد الدمع"......(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۵٦۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کے بال کاٹنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر میت کے زیر ناف بال چالیس دن سے زائد ہو جائیں تو ان کو کاٹنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

میت کے زیر ناف بال اگرچہ چالیس دن سے زیادہ بڑھے ہوئے ہوں انہیں کاٹا جائے گا۔

"ولایسرح شعرالمیت ولالحیتہ ولایقص ظفرہ ولاشعرہ کذافی الھدایۃ ولایقص شاربہ ولاینتف إبطہ ولایحلق شعرعانتہ ویدفن بجمیع ماکان علیہ کذافی محیط السرخسی"......(الھندیۃ : ۱/ ۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خطمی، حنوط اور کافور کا بیان:

مسئلہ نمبر (۱۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنائز کی بحث میں خطمی، حنوط اور کافور کا تذکرہ کیا جاتا ہے اس کا مفہوم کیا ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ میت کو ہر ایسی چیز سے غسل دیا جاسکتا ہے جس سے نظافت حاصل ہو، چاہے وہ صابون ہو یا خطمی گھاس، اور میت کو ازار میں رکھنے کے بعد اس کے پورے بدن پر سوائے زعفران اور ورس کے ہر قسم کے خوشبو لگا سکتے ہیں اور کافور خوشبو اس کے سجدہ والی اعضاء پر لگا دیئے جائیں گے۔

”(ویغسل رأسه ولحیته بالخطمی) نبت بالعراق طیب الرائحة یعمل عمل الصابون فی التنظیف وإن لم یکن فالصابون(ویجعل الحنوط) وھو عطر مرکب من أشیاء طیبة ولابأس بسائر أنواعه غیر الزعفران والورس للرجال(علی رأسه ولحیته) وسائر جسده کمافی الجوھرة بعدان یوضع علی الإزار کمافی القھستانی،وروی ذلک عن علی وانس وابن عمر(ویجعل الکافورعلی مساجده)..... وھی الجبھة وأنفه ویداه ورکبتاه وقدماه وروی ذلک عن ابن مسعودقوله فتخص بزیادة اکرام ای لماکانت ھذہ الاعضاء یسجدبھاخصت بزیادة اکرام صیانة لھا عن سرعة الفساد“......(حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح: ۵۶۹ تا ۵۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فوت شدگی کا اعلان کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۱۵): مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ میت کا اعلان لاؤڈ سپیکر پر کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کی موت کا اعلان کرنا مستحب ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے جنازے میں شریک ہو سکیں

خصوصاجب میت عالم ہویامتقی ہو،توپھر دوسرے شہروں میں بھی اعلان کیاجاسکتا ہے اور یہ اعلان فقط لوگوں کے اطلاع کے طور پر،ہومیت کے مدح اور بڑائی کے طور پر نہ ہوالبتہ ایسے اشعار جس میں افراط سے کام سے نہ لیا گیا ہوجائز ہے۔

”ولاباس بأعلام الناس بموته بل يستحب لتكثير المصلين عليه لماروا ه ولاشيخان أنه نهى لأصحابه النجاشي في اليوم الذى مات فيه وانه يهي جعفربن أبي طالب وزيدبن حارثة وعبدالله بن رواحة وقال في النهاية إن كان عالما أوزاهدا أوممن يتبرك به فقداستحسن بعض المتأخرين انداء في السوق لجنازته وهوالأصح انتهى. وكثيرمن المشائخ لم يروابأسابأن يؤذى بالجنازة ليؤذى اقاربه وأصدقاؤه حقه لكن لاعلى جهة التفخيم والإفراط في المدح. وفي شرحه قوله(ولكن لاعلى جهة التفخيم والإفراط في المدح) فينبغي أن يكون بنحومات الفقيرالى الله فلان بن فلان وقال في التنجيس والمزيد يكره الإفراط في مدح الميت لاسيماعندجنازته لأنه صنيع الجاهلية وقدقال عليه السلام”من تعزى بعزاء الجاهلية فأعضوه على هن أبيه ولاتسكنوا“ولاباس بارثاء الميت بشعرأوغيره مالم يفرط في مدحه“ ....(طحطاوى:٥٦٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کوغسل دینے کے بعداسے تولیہ سے خشک کرنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیامیت کومکمل غسل دینے کے بعد تولیہ سے خشک کیاجاسکتا ہے؟ جبکہ ہمارے طرف رواج یہی چلا آرہا ہے،شریعت کا کیاحکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کوغسل دینے کے بعداسکے جسم کوکسی کپڑے سے خشک کیاجاسکتا ہے۔

"(ثم ینشف بثوب) کیلا تبتل أکفانه أي یؤخذ ماؤه بثوب حتی یجف"..... (حاشیة طحطاوی علی المراقی: ٥٢٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان اور سورۃ یٰس وغیرہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (١١٧): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو قبر میں رکھنے سے قبل قبر میں اتر کر اذان دینا اور پھر سورۃ یٰس یا آیت الکرسی کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ میت کو قبر میں رکھنے سے قبل یا بعد میں اذان دینے کو فقہاء کرام نے بدعت فرمایا ہے اور میت کو قبر میں رکھنے سے قبل یا بعد میں سورہ یٰس یا آیت الکرسی کو مسنون سمجھ کر پڑھنا درست نہیں۔

"وفي الشامية :(تنبیه) في الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارة إلی أنه لا یسن الأذان عند إدخال المیت في قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاویه بأنه بدعة اه"......(ردالمحتار: ١/٦٦٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بوقت ضرورت قبروں پر تختی لگانا:

مسئلہ نمبر (١١٨): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر تختی لگانا جس پر میت کا نام لکھا ہوا ہو یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بوقت ضرورت قبر پر تختی لگانا نشانی کے طور پر جائز ہے۔

"وان احتیج الی الکتابة حتی لا یذهب الاثر ولا یمتهن فلاباس به فاما الکتابة من غیر عذر فلا" ..... (البحر الرائق: ٢/٣٤٠)

"ولا بأس بالكتابة عليه لئلايذهب الاثر قوله فقال ان احتيج الى الكتابة حتى لايذهب الاثر ولايمتهن به جازت فاماالكتابة من غير عذر فلا" .....(طحطاوى على المراقى الفلاح : ٦١١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خاوندفوت شدہ بیوی کامنہ دیکھ سکتا ہے یانہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۱۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی فوت ہوجائے تو خاونداس کا منہ دیکھ سکتا ہے یانہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں خاونداس کے منہ کو دیکھ سکتا ہے، البتہ خاوند کا ہاتھ لگانا اور غسل دینا درست نہیں ہے، بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں نکاح ختم ہوجاتا ہے۔

"ويمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليها على الاصح"......(الدر المختار على هامش الرد المحتار : ١/٦٣٣)

"حتى ان الرجل اذا مات بين يدى النساء فى السفر ييمم وكذالک المرءة اذا ماتت بين يدى الرجال فى السفر ،فبعد ذلک ينظر ان كن اجنبيات يممن من وراء الثياب وان كان فيهن ذات رحم محرم منه تيممه بيدها وفى الخانية اذاكان للمرءة محرم ييممهابالبد واماالاجنبى فبخرقة على يده ويغض بصره عن ذراعيها وكذا الرجل فى امرءته الا فى غض البصر ولافرق بين الشابة والعجوز ".....(الفتاوى التاتارخانية : ٢/١٠٥ ،قديمى كتب خانه)

"بخلاف ماذاماتت المرءة حيث لايغسلها الزوج لان هناک انتهیٰ ملک النكاح لانعدام المحل فصار الزوج اجنبيا فلايحل له غسلها "......(بدائع الصنائع : ٢/٣٣)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خاوندبیوی کے جنازے کو کندھادے سکتاہے:

مسئلہ نمبر (۱۴۰): بخدمت جناب مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے تحریری جوابات مع تصدیق مطلوب ہیں۔

(۱) کیاخاونداپنی بیوی کے جنازے کوکندھادے سکتاہے؟

(۲) کیاخاونداپنی مردہ بیوی کامنہ دیکھ سکتاہے؟جنازے سے پہلے یابعدمیں؟

(۳) کیاخاونداپنی بیوی کی میت کوقبرمیں اتارسکتاہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) خاونداپنی بیوی کے جنازے کوکندھادے سکتاہے۔

(۲) خاونداپنی مردہ بیوی کاچہرہ دیکھ سکتاہےلیکن اس کوہاتھ نہیں لگاسکتا۔

(۳) بغیرحائل کے قبرمیں نہیں اتارسکتا،البتہ کوئی موٹاکپڑاوغیرہ ہوتواس کے ساتھ پکڑکراتارسکتاہے۔

(۱)"وقال الامام الاجل فخرالدین خان یکره للناس ان یمنعوا حمل جنازة المرءة لزوجهامع ابیها اواخیها"۔۔۔(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۵)

"ویوخذسریره بقوائمه الاربع بذلک وردت السنة وفیه تکثیر الجماعة وزیادة الاکرام والصیانة ویرفعونه اخذاًبالید"۔۔۔(البحرالرائق: ۲/۳۳۵)

(۲)"ویمنع زوجهامن غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الاصح"۔۔۔(درعلی هامش ردالمحتار: ۱/۶۳۳)

(۳)"ذوالرحم المحرم اولی بادخال المرءة ثم ذوالرحم غیرالمحرم ثم الصالح من مشائخ جیرانها ثم الشبان الصلحاء ولایدخل احدمن النساء القبر ولایخرجهن الاالرجال ولوکانوا اجانب لان مس الاجنبی لهابحائل عندالضرورة جائزفی حیاتها فکذابعدموتها"۔۔۔(مراقی الفلاح: ۳۴۹)

"ویدخل الزوج فی القبر مع محرمها استحساناوهوالصحیح وعلیه الفتویٰ"۔۔۔(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جوتا پہن کر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں جوتا پہن کر یا جوتے پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مفصل جواب لکھ کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

دونوں صورتوں میں جوتے کا پاک ہونا شرط ہے، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

"ولو افترش نعليه وقام عليهما جازت وبهذا يعلم مايفعل في زماننا من القيام على النعلين في صلوة الجنازة لكن لابد من طهارة النعلين" ..... (البحرالرائق: ۲/۳۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دعاء بعد از نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء حق اور مفتی صاحبان اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء کرنا صحیح ہے کہ نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کے جواز کی دلیل اور اگر صحیح نہیں تو اس کے عدم جواز کی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے واضح کریں۔

(۲) کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں یہ بتائیں کہ جب امام صاحب نماز جنازہ کی نیت کرتے ہیں اور عوام کو بھی طریقہ بتاتے ہیں تو کیا اس نیت میں صرف چار تکبیر نماز جنازہ کہے یا ساتھ فرض کفایہ بھی کہے اور اگر نیت میں فرض کفایہ کہنا ضروری نہیں ہے تو اس کی دلیل دیں، ان دونوں مسئلوں کو حوالہ کے ساتھ واضح کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

دعاء بعد صلاۃ الجنازہ میں فقہاء کرام کی عبارات چار قسم کی ہیں۔

(۱) وہ عبارات جن سے مطلق دعاء کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

"قال الفقيه ابوبكر بن حامد ان الدعاء بعدصلوة الجنازة مكروه اه"

.....(الفوائدالبهية: ۱/۱۵۲)

"ولايدعوللميت بعدصلوة الجنازة لانه يشبة الزيادة في صلاة الجنازة اه"

.....(مرقاة شرح مشكوة: ۴/۱۴۹)

"لایدعو بعدالتسلیم کما فی الخلاصة اھ"......(البحر الرائق: ۲/ ۳۲۱)

(۲) وہ عبارات جن سے کھڑے ہوکر دعاء کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

"اذا فرغ من الصلوة لایقوم داعیاله اھ"۔ ....(فتاویٰ سراجیه معه قاضی خان: ۱/ ۱۴۱)

"وبعده ایستاده نماند برای دعا اھ"۔ ..(فتاوی برهنه)

(۳) وہ عبارات جن سے دونوں یعنی مطلق دعاء کی ممانعت اور کھڑے ہوکر دعاء کی ممانعت مراد لیے جاسکتے ہیں۔

"لایقوم الرجل بالدعاء بعدصلوة الجنازة اھ"......(قنیة: ۱/ ۵۶)

"ولایقوم بالدعاء بعدصلوة الجنازة لانه یشبة الزیادة فیها کذا فی المحیط اھ"......(کفایت المفتی: ۴/ ۱۵۸)

"ولایقوم بالدعاء بعدصلوة الجنازة لانه دعامرة لان اکثرها دعاء اھ" .....

(فتاویٰ بزازیه: ۱/ ۸۰،ط رشیدیه)

"ولایقوم بالدعاء بعدصلوة الجنازة اھ" . ...(خلاصة الفتاویٰ: ۱/ ۲۲۵)

ان عبارات میں جن میں صد "باء" آیا ہے یہ معنی بھی لے سکتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء نہ کرے جیسا کہ حضرت العلامہ مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب رحمہ اللہ نے "المنہاج الواضح" میں لیا ہے اور یہی معنی صاحب بحر نے خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت سے لیا ہے اور یہ بھی معنی لے سکتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر دعاء نہ کرے، جیسا کہ العلامہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے "محیط" کی مذکورہ عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے، نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعاء نہ کرے کیونکہ یہ دعاء نماز میں زیادتی کا شبہ پیدا کرتی ہے۔

(۴) وہ عبارات جن سے مطلق دعاء کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

"وقال محمد بن الفضل لاباس به کذا فی القنیة اھ"......(کفایت المفتی: ۴/ ۱۵۸)

"وعن الفضلی لاباس به اھ"......(البحر الرائق: ۲/ ۳۲۱)

پہلی قسم کی عبارات تو بالاتفاق مقید بالہیئۃ المخصوصہ ہیں کیونکہ نفس دعاء بعدصلوۃ الجنازۃ کے بارے میں احادیث وآثار صحابہ موجود ہیں اگر اختلاف ہے تو ہیئت مخصوصہ کی تشریح میں ہے بعض اکابر اس کی تشریح ہیئت الاجتماع سے کرتے ہیں جیسا کہ حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

بہر حال نفس دعاء انفرادی طور پر جائز ہے اور اجتماعی صورت بنانے کا قصد اور اہتمام کرنا بدعت اور ناجائز ہے اھ (کفایت المفتی:۴/۱۱۲)

اسی صفحہ پر دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

نماز جنازہ بھی میت کے لیے دعاء ہے اور نماز جنازہ کی مشروعیت کی راجح جہت یہی ہے تاہم نماز کے بعد میت کی مغفرت کے لیے دعاء کرنا ناجائز نہیں بلکہ ہر شخص تمام عمر اپنے اموات کے لیے دعا کرسکتا ہے، دعا کرنے یا ایصال ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں لیکن نماز جنازہ کے بعد اگر جماعت کے لوگ بہ ہیئت اجتماعیہ تین بار سورۂ اخلاص پڑھنے کا طریقہ مقرر کریں تو یہ ہیئت اجتماعیہ اور اہتمام بدعت ہے۔

حضرت العلامہ مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب فرماتے ہیں۔

کسی مسلمان کی وفات کے بعد اس کے عزیز و اقارب اور دوست احباب اس کو جو بہترین تحفہ بھیج سکتے ہیں اور اس کے ساتھ جو حسن سلوک کر سکتے ہیں وہ اس کے حق میں دعا کرنا ہے، انفرادی طور پر جس وقت بھی چاہے اس کی وفات کے بعد تا زیست اس کے لیے دعاء کرے اس میں کوئی قباحت اور خرابی نہیں ہے، اور نصوص شرعیہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے، لیکن بصورت اجتماع میت کے لیے دعا کرنے کا ثبوت صرف نماز جنازہ کی صورت میں اور قبر پر تلقین شرعی کی شکل میں ہے۔ (المنہاج الواضح:۱۹۴)

بعض اکابر اس ہیئت مخصوصہ کی تشریح ہیئت القیام سے کرتے ہیں جیسا کہ علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ اور العلامہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی رائے ہے، حضرت مفتی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

”قد ثبت الدعاء بعد صلوة الجنازة ممن فاتته الجنازة مثل ابن عمرو عبدالله ابن سلام واما الدعاء ممن صلى عليها فذخيرة الاحاديث ساكتة عنه فمن ادعى انه عليه الصلوة دعا بعدها اوادعى انه لم يدع بعدها فدخل في حديث من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار، ولوقال الخصم لودعا بعدها لبلغ الينا لجازلنا ان نقول لولم يدع لبلغ الينا كما بلغ الينا انه ماأذن وماأقام لصلاة العيد وبالجملة انه لابد من الفرق بين عدم الرواية وبين رواية العدم نعم منع عنه الفقهاء واكثرهم لم يذكروا دليل المنع والبعض عللوا المنع بالزيادة على الجنازة والبعض الآخر عللوه بتكرار الجنازة وكلتا القباحتين انماتلزمان اذادعاقائما في الصف دون بعد كسر الصف وكذا اكثر الفقهاء يعبرون بلفظ

طویل ای لایقوم بالدعاء ولایعبرون بلفظ مختصرای لایدعوا"......(منهاج السنن: ۲۱۶/۴)

"اب اکابر کے ان دوقولوں میں سے ایک کو ترجیح دینا ضروری ہے تاکہ ہمارے لیے عمل کا راستہ متعین ہوسکے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ علت کراہت معلوم کی جائے کیونکہ حکم کے لیے مدار علت ہوتی ہے جس صورت میں علت موجود ہو اس میں کراہت ہوگی، جس میں علت نہ ہو اس میں کراہت نہ ہوگی، دعا بعد صلاۃ الجنازۃ کی کراہت کے لیے عت فقہاء کرام نے دو چیزیں ذکر کی ہیں بعض نے صورت تکرار نماز جنازہ کو اور بعض نے صورت زیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ کو علت کراہت قرار دیا ہے، جیسا کہ بزازیہ، مرقات، محیط کی عبارت میں اس کی واضح تصریح موجود ہے، فقہ کی کتابوں میں یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ قیام نماز جنازہ کا بالاتفاق رکن ہے۔

"ورکنھا شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لاشرط فلذا لم یجز بناء اخری علیھا والقیام فلم تجز قاعدابلاعذر".....(درمختار: ۱۲۱/۱)

اس پر علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"قوله فلم تجز قاعدا ای ولاراکبا".....(ردالمحتار: ۸۱۳/۱)

"وفی الاستحسان لایجوز لان الرکن فی الصلاۃ علی الجنازۃ التکبیرات والقیام فکما لاتتادی بدون التکبیرات لا تتادی بدون القیام من غیر عذر".....(المبسوط: ۱۸۲/۲)

"ولایجوز ان یصلی علی الجنائز وھوراکب لانه یفوت القیام الواجب وھذا قول ابی حنیفة والشافعی وابی ثور، ولااعلم فیه خلافا اه".....(المغنی للعلامة موفق الدین الحنبلی: ۳۷۴/۳)

"ولوصلی راکبا اوقاعدا من غیرعذر لم تجزھم استحسانا".....(بدائع الصنائع: ۵۴/۲)

اور جماعت نماز جنازہ میں نہ رکن ہے اور نہ ہی اس کے لیے شرط ہے ایک ہی آدمی کے نماز جنازہ پڑھنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔

"الصلاۃ علی الجنازۃ فرض کفایة اذاقام به البعض واحدا کان اوجماعة ذکرا کان اوانثی سقط عن الباقین واذاترک الکل اثموا ھکذا فی التتارخانیة

والصلوة على الجنازة تتادى باداء الامام وحده لان الجماعة ليست بشرط الصلوة على الجنازة كذا في النهاية "......(الهندية : ۱/ ۱۶۲)

"فاما الصلوة على الجنازة فتتادى باداء الامام وحده لان الجماعة ليست بشرط للصلوة على الجنازة " .... (مبسوط سرخسی : ۲/ ۱۷۹)

"ولو كان الامام على الطهارة والقوم على غير طهارة جازت صلوة الامام ولم يكن عليهم اعادتها لان حق الميت تادى بصلوة الامام ودلت المسئلة على ان الجماعة ليست بشر في هذه الصلوة " .....(بدائع الصنائع : ۲/ ۵۴)

لہٰذا قیام کے نیست ونابود ہونے سے نماز جنازہ کی صورت اور حقیقت دونوں نیست ونابود ہوجاتی ہیں کیونکہ قیام رکن ہے اور رکن کے معدوم ہونے سے شرعی عمل خود بخود معدوم ہوجاتا ہے، اور جب صلوۃ جنازہ کی صورت ہی نہ رہی تو شبہ زیادہ فی صلوۃ الجنازۃ یا صورت تکرار جنازہ خود بخود ختم ہوئیں اور علت کے ختم ہونے سے حکم کراہت بھی ختم ہوا لیکن اگر قیام باقی رہے اور اجتماعیت باقی نہ رہی تو شبہ زیادۃ فی صلاۃ الجنازہ یا صورت تکرار جنازہ باقی رہتی ہیں کیونکہ نماز جنازہ انفراداً بھی پڑھی جاسکتی ہے، صاحب اعلاء السنن تکرار نماز جنازہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"ولا فرق بين تكرارها اجتماعا وانفرادا بالاجماع فيكره مطلقا" .....(اعلاء السنن : ۸/ ۲۳۹)

نیز قید قیام پر تصریح فقہاء کرام کے قول میں موجود ہے جب کہ قید اجتماعیت کی تصریح تیرہویں صدی ہجری سے قبل کسی فقیہ کے قول میں ہمیں نہیں ملی ہے، لہٰذا فقہائے کرام کی عبارات مطلقہ کو اس قید سے مقید کرنا جو اوفق بالفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہاء کرام کا مقید کردہ ہو اولیٰ ہے بنسبت اس قید کے جو غیر اوفق بالفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ کتب فقہ معتبرہ میں اس کا ذکر تک نہ ہو، لہٰذا نماز جنازہ کے بعد بیٹھ کر دعا کرنا جائز ہے، البتہ اس کو عقیدۃً لازم سمجھنا بدعت ہے اور کھڑے ہو کر نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۲) نیت دل کا عمل ہے اس پر تلفظ ضروری نہیں البتہ متاخرین نے اس کو مستحب لکھا ہے نماز جنازہ کی نیت میں فرض کفایہ کا لفظ بولنا ضروری نہیں بول دیا تو بہتر ہے۔

"فالامام والقوم ينوون ويقولون نويت اداء هذه الفريضة عبادة لله تعالى متوجها الى الكعبة مقتديا بالامام ولو تفكر الامام بالقلب انه يؤدى صلوة الجنازة يصح ولو قال المقتدى اقتديت بالامام يجوز كذا في المضمرات".....(الهندية : ۱/ ۱۶۴)

”وبہ ظھر ان الصیغۃ التی ذکرھا المصنف غیر لازمۃ فی نیتھا بل یکفی مجرد نیتہ فی قلبہ اداء صلاۃ الجنازۃ کما قدمناہ عن الحلیۃ“...... (ردالمحتار: ۱/۳۹۳،۳۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیعہ کے جنازے میں شرکت کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام وعلماء عظام رہنمائے امت محمدیہ وورثاء انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک پاکستان میں جو شیعہ حضرات رہتے ہیں ہم سنی مسلمانوں کے لیے ان کے جنازہ قل ختم وغیرہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں عوام الناس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور خصوصاً ہمارے اہل السنۃ والجماعت کے علماء کے لیے کیا حکم ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ کسی ختم وغیرہ کے لیے ہمارے ائمہ مساجد کو بلاتے ہیں تو ان کو جانا چاہیے یا نہیں؟ اگر ان کے گھر سے کھانے کی کوئی چیز پیش کی جائے یا بھیجی جائے تو لینا چاہیے یا نہیں؟ از راہ کرم وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورتِ مسئولہ میں تفصیل ہے، اگر وہ شیعہ جو غالی ہوں اور وہ جن کے عقائد ان کی مذہبی کتابوں کے مطابق ہوں اور وہ جن کے عقائد کفریہ حد کو پہنچے ہوئے ہوں وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے منکر ہوں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ خدا سمجھتے ہوں اور خدا تعالیٰ کی ساتھ قدرت وغیرہ میں شریک مانتے ہوں یا جن کے عقیدہ یہ ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے محمد مصطفی ﷺ کو پہنچائی یا معاذ اللہ تحریف قرآن کے قائل ہوں، ایسے عقائد والوں کو فقہاء کرام نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے اور ان کے ساتھ مذہبی میل جول اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں، اور وہ شیعہ جو مندرجہ بالا عقائد سے پاک ہیں اور ان کے عقائد شیعہ مذہب کی کتابوں کے مطابق بھی نہیں ہیں ان کا نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، البتہ ممتاز علماء کرام شرکت سے اجتناب کریں۔

”الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ وجھہ علی ابی بکر رضی اللہ عنہ لایکون کافرا الا انہ

مبتدع والمعتزلی مبتدع الااذاقال باستحالة الرویة فحینئذ هو کافر کذافی الخلاصة ولوقذف عائشة رضی الله عنها بالزنی کفربالله ولوقذف سائرنسوة النبی ﷺ لایکفر ویستحق اللعنة کذافی خزانة الفقه ومن انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فهوکافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر وکذلک من انکر خلافة عمر رضی الله عنه اصح الاقوال کذافی الظهیریة ویجب اکفارهم باکفارعثمان وعلی وطلحة وزبیر وعائشه رضی الله عنهم ویجب اکفار الزیدیة کلهم فی قولهم بانتظار النبی من العجم ینسخ دین نبینا وسیدنامحمد ﷺ کذافی الوجیز للکردی ،ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمدﷺ دون علی ابن ابی طالب وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کذافی الظهیریة ''
......(فتاویٰ الهندیة : ۲/۲۸۲)

"نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها اوانکر صحبة الصدیق اواعتقد الالوهیة فی علی اوان جبرئیل غلط فی الوحی اونحوذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن"......(ردالمحتار : ۳/۳۲۱)

"ولاتصل علی احدمنهم مات ابدا ولاتقم علی قبره"......(التوبة :۸۴)

"ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین "...(۱۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ میں عورت کی چارپائی پر گہوارہ بنانے کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان عورت کا جنازہ چارپائی پر گہوارہ بنایا جاتا ہے جیسے چارپائی کے چاروں کونوں کے ساتھ چھڑیاں باندھ کراوپر چادر ڈال

دی جاتی ہے کہ واضح رہے کہ یہ عورت کا جنازہ ہے، مزید یہ کہ فقہ حنفی کے مطابق ایسا کرنا فرض ہے، سنت، واجب، مستحب یا مباح ہے؟

فتویٰ بمع دلیل عنایت فرمایا جائے تاکہ عام مسلمان مستفید ہوسکیں اور یہ پتہ چل سکے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

شریعت مطہرہ میں صنف نازک کے تستر کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اس تستر کی بنیاد پر صنف نازک کے بہت سے احکامات مردوں سے جدا ہیں۔

سوال میں ذکر کردہ طریقے کی بنیاد بھی یہی ہے یعنی مبالغہ فی التستر، لہٰذا یہ طریقہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے، البتہ بعینہ یہ طریقہ کہ چھڑیاں باندھ کر اوپر چادر ڈال دی جائے ضروری نہیں، بلکہ کوئی بھی ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے جو مقصد پورا کردے مثلاً جنازے کی مخصوص چارپائی کی بناوٹ ہی ایسی ہو کہ چاروں کونے قدرے بلند ہوں اور درمیان میں جالی نما سہارا ہو جس پر چادر ڈال دی جائے تو بھی درست ہے۔

"في فتح القدير من متن الهداية ،ويسجى قبر المرأة بثوب حتى يجعل اللبن على اللحد ولايسجى قبر الرجل لان مبنى حالهن على الستر ومبنى حال الرجال على الانكشاف "......(فتح القدير : ۲/۹۹)

"وفي الكفاية (قوله ويسجى قبر المرأة التسجية التغطية يسجى قبر المرأة بثوب حتى يفرغ من اللحد لانهاعورة من قرنها الى قدمها فربما يبدو شيء من اثر عورتها الاترى انهاخصت بالنعش على جنازتها وهوشبيه المحو مشبک يطبق على المرأة اذاوضعت على الجنازة وقدصح ان قبر فاطمة رضي الله عنها سجي بثوب ونعش على جنازتها ولم يكن النعش في جنازة النساء حتى ماتت فاطمة رضي الله عنها فاوصت قبل موتها ان تستر على جنازتها فاتخذوا لهانعشا من جريدالنحل فبقى سنة هكذافي جميع النساء "......(فتح القدير مع الكفاية : ۲/۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کوغسل دینے کے لیے گڑھا کس رخ پر کھودا جائے؟

مسئلہ نمبر (۱۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو غسل دینے کے لیے گڑھا کس رخ میں کھودنا چاہیے؟ کیا مشرق ومغرب کی طرف یا شمال اور جنوب کی طرف؟ یا دونوں طرح جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ہمارے ہاں قبلہ چونکہ جانب مغرب میں ہے اس لیے شمالاً جنوباً گڑھا بنایا جائے تاکہ میت کی ٹانگیں قبلہ کی طرف نہ ہوں۔

”ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح علی سریر مجمر وترا ،قوله فی الاصح وقیل یوضع الی القبلة طولا وقیل عرضا کمافی القبر افاده فی البحر“......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۳۱)

”ومنهم من اختار الوضع عرضا کمایوضع فی القبر والاصح انه یوضع کماتیسر“......(البحر الرائق: ۲/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا ایکسیڈنٹ میں مرنے والا شہید ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سائل کا حقیقی بیٹا عبدالقیوم خان وادی لیپا کی طرف لڑنے کے لیے جاتے ہوئے گاڑی کے ایکسیڈنٹ میں شہید ہوگیا مگر گورنمنٹ اس کو شہید ماننے کے لیے تیار نہیں ہے، برائے مہربانی اگر وہ شہید ہے تو آپ اس کی شہادت کا فتویٰ صادر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کا بیٹا اخروی اعتبار سے شہید ہے مگر دنیا میں اس پر شہادت کے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

”وقیدبالقتل لانه لومات حتف انفه اوبترداوخرق اوغرق اوهدم لم یکن شهیدا فی حکم الدنیا وان کان شهیدالآخرة“......(فتاوی شامی: ۱/۶۷۰)

”قیدبکونه مقتولا لانه لومات حتف انفه اوتردی من موضع اواحترق بالنار

او مات تحت هدم اوغرق لايكون شهيداای فی حکم الدنیا" .....(البحر الرائق: ۲/۳۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۷): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غائبانہ نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟خصوصاً اگر شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ہو تو قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

غائبانہ نماز جنازہ احناف کے نزدیک ثابت نہیں ہے خواہ شہید کا ہو یا غیر شہید کا، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں شہید ہوئے اور حضور ﷺ کو مدینہ میں اطلاع ہوئی مگر آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

"وشرطها (صلاة الجنازة) ايضاحضوره ووضعه وكونه هو اواكثره امام المصلي وكونه للقبلة فلاتصح على غائب ......وصلاة النبي ﷺ على النجاشي لغوية اوخصوصية (قوله لغوية) اى المرادبهاالمجردالدعاء وهوبعيد (قوله اوخصوصية) اولانه رفع سريره حتى رآه عليه السلام بحضرته فتكون صلاة من خلفه على ميت يراه الامام وبحضرته دون المأمومين وهذاغيرمانع من الاقتداء فتح واستدل لهذين الاحتمالين بمالامزيد عليه فارجع اليه من جملة ذالك انه توفى خلق كثير من اصحابه ﷺ من اعزهم عليه القراء ولم ينقل عنه انه صلى عليهم مع حرصه على ذالک".....(ردالمحتار: ۱/۹۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پھٹی ہوئی نعش اور آدھے جسم پر نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) اگر نعش پھٹ جائے تو نماز جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟
(۲) اگر میت کا نصف جسم ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟
(۳) اگر میت کے زیر ناف بال چالیس دن سے زائد ہو جائیں تو ان کو کاٹنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) پھٹی ہوئی نعش نماز جنازہ کے قابل نہیں ہے اس لیے کہ نماز جنازہ میت کے قائم اور صحیح بدن پر مشروع ہوا ہے اور پھٹا ہوا بدن قائم نہیں رہتا۔

"وقید بعدم التفسخ لانه لایصلی علیه بعدالتفسخ لان الصلاة شرعت علی بدن المیت فاذاتفسخ لم یبق بدنه قائما "......(البحر الرائق: ۲/۳۲۰)

(۲) میت کا نصف جسم اگر بمع سر کے ہو تو وہ پورے جسم کے حکم میں ہے اس کی بطریق مسنون تجہیز و تکفین اور تدفین کی جائے اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، لیکن اگر آدھا جسم بلا سر کے ہو تو ایسی میت کو صاف کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

"قوله کالعضومن المیت ای لووجدطرف من اطراف انسان اونصفه مشقوقا طولا اوعرضا یلف فی خرقة الااذاکان معه الرأس فیکفن کمافی البدائع " ......(ردالمحتار: ۱/۶۳۸)

"وشرائطها ستة اولها اسلام المیت لانها شفاعته ولیست لکافر ......والرابع حضوره اوحضوراکثربدنه اونصفه مع رأسه "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۵۸۱،۵۸۲)

(۳) اگر میت کے زیر ناف بال چالیس دن سے زائد بڑھے ہوئے ہوں تو بھی ان کا کاٹنا ضروری نہیں ہے۔

"ولایسرح شعر المیت ولالحیته ولایقص ظفره ولاشعره کذافی الهدایة ولایقص شاربه ولاینتف ابطه ولایحلق شعرعانته ویدفن بجمیع ماکان علیه کذافی محیط السرخسی ".....(فتاوی الهندیة: ۱/۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو غسل دیتے وقت ورد کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو غسل دیتے ہوئے زبان سے "غفرانک یارحمن" کا ورد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کو غسل دیتے ہوئے "غفرانک یارحمن" پڑھنے کا ثبوت حدیث مبارکہ سے ملتا ہے لہٰذا درج بالا الفاظ پڑھنا جائز ہے اور غسل میت کے دورانیہ میں مذکورہ ورد کرتے رہنا چاہیے۔

"اخرجه ابوحفص بن شاهين في كتاب الجنائز عن حماد بن عمرو الضبي عن السري بن خالد عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن علي ابن ابي طالب قال قال لي رسول الله ياعلي اغسل الموتى فانه من غسل ميتا غفرله سبعون مغفرة لوقسمت مغفرة منهاعلى جميع الخلائق لوسعتهم قلت يارسول الله مايقول من يغسل ميتا؟قال يقول غفرانك يارحمن حتى يفرغ من الغسل "

(نصب الراية في تخريج احاديث الهداية: ۲/۲۶۴، كذافي حاشية الطحطاوي : ۵۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں جب کسی کی تعزیت کے لیے جاتے ہیں تو کچھ لوگ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص وغیرہ پڑھ کر میت کے لیے ایصال ثواب کرتے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، اور کچھ لوگ ہاتھ نہیں اٹھاتے، اس عمل مختلف فیہا سے کچھ کشمکش سی پیدا ہو چکی ہے، لہٰذا آپ کرم نوازی فرماتے ہوئے تعزیت کا شرعی طریقہ اور شرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں میت کے گھر والوں کے پاس جا کر تعزیت کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز اور بہتر ہے، کیونکہ اس کے بغیر میت کے لواحقین کی تسلی اور تشفی نہیں ہوتی، اور ہاتھ اٹھائے بغیر تعزیت کرنا بھی جائز ہے جب کہ تعزیت ہی مقصود ہو، اور مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے، ایسے مسائل میں الجھنا نہیں چاہیے۔

"ویستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفرالله تعالیٰ لمیتک وتجاوزعنه وتغمده برحمته ورزقک الصبر علی مصیبة وآجرک علی موته "
.....(فتاویٰ الهندیة: ١/١٦٧)

"والتعزیة .....وهی کمافی التبیین ان یقول اعظم الله اجرک واحسن عزاک وغفرلمیتک " ......(البحر الرائق: ٢/٣٣٧)

"یستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفرالله لمیتک وتجاوزعنه وتغمده برحمته ورزقک الصبر علی مصیبة واجرک علی موته .....وفی العتابیة التعزیة لصاحب المصیبة حسنة والمعزی ماجور علیه وهی من حقوق الاسلام لقوله علیه السلام حقوق المسلم علی المسلم ان یعزیه اذااصابته مصیبة".....(فتاویٰ التاتار خانیة : ١/١٣٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(١٣١): السلام علیکم جناب مفتی صاحب قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ اگر کسی شخص نے خودکشی کی ہوتو اس شخص کا نماز جنازہ پڑھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟اور خودکشی کے بارے میں بھی بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرکوئی شخص زندگی سے مایوس ہوکر خودکشی کرے یا کسی پریشانی اور مصیبت کی وجہ سے خودکشی کرے تو اس کا یہ فعل حرام ہے،اور فاسق گناہ گار ہوگا،لیکن کافر نہیں ہے اس لیے اس کا جنازہ پڑھنا چاہیئے ،اہانت کے طور پر قاضی، سلطان مفتی وغیرہ کو نہیں پڑھنا چاہیے ،تاکہ اس عمل کی اہانت سب کو معلوم ہوجائے

"حکم قاتل نفسه عمدا للاختلاف فعندهما یصلی علیه وهو الاصح لانه فاسق غیرساع فی الارض بالفساد" .....(البحر الرائق: ٢/٣٥٠)

"من قتل نفسه عمدا یصلی علیه عندابی حنیفة ومحمدرحمهماالله وهوالاصح کذافی التبیین ".....(فتاویٰ الهندیة: ١/١٦٣)

"من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلي عليه به يفتى"..... (فتاویٰ شامی: ۱/۶۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رافضی کا جنازہ پڑھنے کے بعد علم ہو تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا جنازہ پڑھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ رافضی تھا، اب کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اپنی کوشش سے مرنے والے کے متعلق معلومات کریں اور کفریہ عقائد رکھنے والے کا جنازہ نہ پڑھیں، ماضی میں اگر ایسا ہو چکا ہے تو اس پر استغفار کریں۔

"فنقول لايصلى على الكافر ويصلي على كل مسلم مات بعد الولادة"

.....(فتاویٰ التاتار خانية: ۲/۱۲۲)

"ولاتصل على احد منهم مات ابدا ولاتقم على قبره"......(سورة التوبة: ۸۴)

"ما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين"..... (سورة التوبة: ۱۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا میاں بیوی ایک دوسرے کی میت کو غسل دے سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو ان میں سے دوسرا اُسے غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ مشہور یہ ہے کہ جب بیوی فوت ہو جائے تو خاوند نہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے اور نہ چارپائی کو کندھا دے سکتا ہے قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں شوہر کا بیوی کو غسل دینا اور چھونا جائز نہیں ہے البتہ بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے اور اس کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، اور بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔

"ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الاصح"

.....(درالمحتار علی هامش ردالمحتار: ۱/۲۳۳)

"اماالرجل فنقول اذامات رجل فی سفر فان کان معه رجال یغسله الرجل وان کان معه نساء لارجل فیهن فان کان فیهن امرأته غسلته وکفنته وصلین علیه وتدفنه.... بخلاف مااذاماتت المرأة حیث لایغسلها الزوج لان هناک انتهی ملک النکاح لانعدام المحل فصار الزوج اجنبیا فلایحل له غسلها"

.....(بدائع الصنائع: ۲/۳۳)

"اذاکان للمرأة محرم یممها بالید واماالاجنبی فبخرقة علی یده ویغض بصره عن ذراعیها وکذاالرجل فی امرأته الافی غض البصر ولافرق بین الشابة والعجوز".....(فتاوی التاتارخانیة: ۲/۱۰۵)

"وفی السغناقی ویحمل الجنازة من هوافضل منه فان افضل جمیع الخلائق وهونبینا ﷺ حمل جنازة سعد بن معاذلماان حمل الجنازة عبادة فیجب علی کل احدان یتبادر فی العبادة".....(فتاوی التاتارخانیة: ۲/۱۱۴، ۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قاتل اور خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ دین کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے خودکشی کی ہو تو اس کا نماز جنازہ پڑھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ کیا ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؟ نیز اگر کسی آدمی نے دو تین قتل کیے ہوں تو اس کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خودکشی حرام ہے اور حرام کا مرتکب فاسق اور گناہ گار ہے مگر کافر نہیں، اسی طرح قاتل بھی گناہ گار اور فاسق ہے مگر کافر نہیں لہٰذا ان دونوں پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

"من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتى وان كان اعظم وزرامن قاتل غيره"......(الدر على الرد: ۲۴۳/۱)

"ومن قتل نفسه عمدا يصلى عليه عندابى حنيفة ومحمدوهو الاصح كذافى التبيين"....(فتاوى الهندية: ۱۶۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا اسلام میں قبر کو پکا کرنے کی اجازت ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اسلام قبر کو پکا کرنے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتادیجئے، نیز یہ بھی بتادیجئے کہ اگر قبر کو پکا کروالیا گیا ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر زمین نرم ہو کچی قبر صحیح نہ بن سکتی ہو تو پکی اینٹوں کے ساتھ قبر کو پختہ کرنا جائز ہے، اور مشائخ بخارا نے اپنے علاقہ کے ضعف ارض کی وجہ سے اسی پر فتویٰ دیا ہے، اسی طرح اگر زینت کے لیے نہ ہو بلکہ دفع اذی السباع ہو تو مکروہ نہیں، اگر زمین پختہ ہو تو پکی قبر بنانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ قبر فناء کے لیے ہے اور پختہ کرنا بقاء کے لیے ہے۔

اور بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ نے قبر پر چونا لگانے، اس پر لکھائی کرنے، اس پر تعمیر کرنے اور روندنے سے منع فرمایا ہے۔

البتہ قبر پر پانی چھڑکنا اور مٹی کے ساتھ لیپ دینا جائز ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر سرخ مٹی لگائی تھی۔

لیکن پختہ بنی ہوئی قبر کو گرانا کتب احادیث اور فقہ میں نہیں ملا۔

"وكرهوا الآجر والواح الخشب وقال الامام التمرتاشى هذا اذاكان حول

المیت فلو فوقه لایکره لانه یکون عصمة من السبع وقال مشائخ بخاری لایکره الآجر فی بلدتنا للحاجة الیه لضعف الاراضی "......(فتاویٰ شامی : ۱/۲۶۱)

"وقال بعض مشایخنا انمایکره الآجر اذااریدبه الزینة اماذااریدبه دفع اذی السباع اوشیء آخر لایکره ،لان الکراهة علة لمحذوف ای فلایکرهان حینئذ لان الکراهة لکونهما للاحکام والزینة"......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۶۱۰)

"وبعض مشائخنا قالوا انمایکره الآجر اذااریدبه الزینة اماذاارید به دفع اذی السباع اوشیء آخر لایکره"......(فتاوی التتارخانیة :۲/۱۲۸)

"لاالآجر والخشب لانهما لاحکام البناء والقبر موضع البلاء... وفی المغرب الآجر الطین المطبوخ"......(البحر الرائق ۲/۳۴۰)

"عن جابرقال نهی رسول الله ﷺ ان تجصص القبور وان یکتب علیها وان یبنی علیها وان توطأ "......(جامع ترمذی: ۱/۳۲۹)

"عن ابی سعید ان النبی ﷺ نهی ان یبنی علی القبر"......(سنن ابن ماجه: ۱۱۲)

"ویکره البناء علیه للاحکام بعدالدفن لانه للبقاء والقبر للفناء واماقبل الدفن فلیس بقبر وفی النوازل لابأس بتطیینه وفی الغیاثیة وعلیه الفتوی واماقبل الدفن ای فلایکره الدفن فی مکان بنی فیه کذافی البرهان قال فی الشرح وقداعتاداهل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولابأس به وفی الدر ولایجصص ولایطین ولایرفع علیه بناء وقیل لابأس به هو المختارقوله وفی النوازل لابأس بتطیینه وفی التجنیس والمزید لابأس بتطیین القبور خلافالمافی مختصر الکرخی لان رسول الله ﷺ مربقبر ابنه ابراهیم فرأی فیه حجر اسقط فیه فسده وقال من عمل عملا فلیتقنه وروی البخاری انه ﷺ رفع قبر ابنه ابراهیم شبرا وطینه بطین احمراه "......(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۶۱۱)

"وفي كتاب الآثار عن محمد لاارى ان يزاد في تراب القبر على ماخرج ولاارى برش الماء عليه بأسا"......(المحيط البرهاني : ۹۳/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دور میں نماز جنازہ میں ہونے والی کوتاہیوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دورِ حاضر میں کچھ بدعات بہت زور وشور سے رائج ہوگئی ہیں اور علماء کرام اس سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ مداہنت کرتے ہیں بلکہ خود ان میں شریک ہوکر اپنے عمل سے ان کی تبلیغ کرتے ہیں، اسی طرح جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مصلحین امت ہونے کا عظیم مقام عطا فرمایا تھا وہ اصلاح کی بجائے فساد کا ذریعہ بن رہے ہیں، عوام سے جب بھی اس موضوع پر بات کی جائے اور شرعی مسئلہ بتایا جائے تو وہ بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے جامعات کا نام لے کر سند جواز پیش کرتے ہیں، اس لیے اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ مقتدر علماء ان منکرات وبدعات پر شدت سے رد کریں۔

کیا مندرجہ ذیل امور منکرات وبدعات نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو کیا ان پر رد کرنا، ان سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کرنا علماء کا فریضہ نہیں ہے؟

(۱) نماز جنازہ میں غیر معمولی تاخیر، خواہ رونمائی کے لیے ہو یا بڑے اجتماع کی غرض سے، کچھ خاص کی شرکت کی غرض سے ہو یا کسی اور مصلحت سے؟

حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو مظاہر علوم سہارنپور سے فون آیا کہ خواص علماء نماز جنازہ میں شرکت کے لیے اسپیشل ریل گاڑی پر روانہ ہو چکے ہیں، لہٰذا انتظار کیا جائے، سہارنپور سے تھانہ بھون زیادہ دور نہیں، منٹوں کا سفر ہے، مگر اس کے باوجود چونکہ جنازہ تیار ہو چکا تھا اس لیے حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ولی تھے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اور ان خواص کے پہنچنے سے قبل نماز جنازہ پڑھا دی۔

(۲) میت کو مقام انتقال سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا؟

(۳) ولی میت کو جان بوجھ کر غائب کرنے کی مشہور حیلہ سازی کر کے نماز جنازہ کا تکرار؟

(۴) مسجد یا مدرسہ کے لیے وقف زمین میں متولی یا کسی دوسرے کو دفن کرنا۔

امور اربعہ مذکورہ کی کراہت تنزیہیہ ہے یا تحریمیہ؟ اگر تنزیہیہ ہے تو علماء عوام وخواص نے جو ان امور کو مستقل

دستورالعمل بنالیاہے اور واجب سے بھی زیادہ ان کا اہتمام کرنے لگے ہیں، کیا ان حالات میں بھی یہ کراہت تنزیہیہ ہی رہے گی یا ان عوارض کے پیش نظر تحریمیہ بن جائے گی؟

(۵) مطالبات منوانے یا کسی حادثہ پر اظہار رنج وغم یا اظہار غیظ وغضب کے لیے ہڑتال کرنا۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر مندرج احسن الفتاویٰ جلد نمبر ۶ ص ۴۴۳ ضرور مطالعہ فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

شریعت کی پابندی اور سنت کا اتباع سب کے ذمہ لازم ہے البتہ علماء کی ذمہ داری زیادہ ہے کہ ان کے قول وفعل کو لوگ دلیل بناتے ہیں بنابریں ان کا کوئی بھی قول وفعل شریعت کے خلاف نہ ہونا چاہیے، لہٰذا نماز جنازہ میں ضرورت سے زائد تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

"وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعدصلوۃ الجمعۃ"

......(درمختار: ۱/۱۴۴)

(۲) مستحب یہ ہے کہ جہاں انتقال ہوا ہے وہیں دفن کیا جائے اور دوسرے شہر منتقل کرنا خلاف مستحب ہے۔

"ان النقل من بلدالی بلد مکروہ قالہ قاضی خان وقدقال قبلہ لومات فی غیر بلدہ یستحب ترکہ فان نقل الی مصر آخر لابأس بہ لماروی ان یعقوب صلوات اللہ علیہ مات بمصر ونقل الی الشام وسلمۃ بن ابی وقاص مات فی ضیعۃ علی اربعۃ فراسخ من المدینۃ ونقل علی اعناق الرجال الی المدینۃ"

......(مراقی الفلاح: ۳۳۷)

(۳) نماز جنازہ میں تکرار مشروع نہیں ہے اور اگر ولی کو جان بوجھ کر غائب کیا گیا تو اس حیلہ سازی سے حکم شرعی نہیں بدلے گا، اور اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے اس کو کون دھوکہ دے سکتا ہے۔

(۴) میت کو مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا چاہیے گھر میں دفن ہونا انبیاء کرام کی خصوصیت ہے اور وقف بر مدرسہ اور مسجد میں دفن کرنا شرائط واقف کے خلاف ہے جب کہ واقف کی شرط پر عمل کرنا قرآن وسنت کی طرح ضروری ہے۔

"لاینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولوکان صغیرا لاختصاص ھذہ السنۃ بالانبیاء واقعات وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ قولہ فی الدار کذافی

الحلیة عن منیة المفتی وغیرھا وھواعم من قول الفتح ولایدفن صغیرولاکبیر فی البیت الذی مات فیه فان ذلک خاص بالانبیاء بل ینقل الی مقابر المسلمین الخ ومقتضاه انه لایدفن فی مدفن خاص کمایفعله من یبنی مدرسة ونحوھا ویبنی له بقربھا مدفنا "۔ ....(فتاویٰ شامی: ۶۶/۱، مراقی الفلاح : ۳۳۲)

(۵) شرعاً اگر مطالبہ جائز ہو اور اس کے علاوہ اور کوئی صورت اس کے منوانے کی نہ ہو اور کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب (مثلاً ایذاءِ مسلم وغیرہ) بھی نہ ہو تو ہڑتال کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کی حدود سے باہر میت رکھ کر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۷): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت گزارش ہے کہ ہماری مسجد خالد لاہور چھاؤنی کی بڑی مساجد میں شمار ہوتی ہے، ہماری مسجد میں نماز جنازہ اس طرح ہوتی ہے کہ امام منبر میں مصلّی پر کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی حضرات باقی مسجد میں جہاں نماز کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں وہیں رہتے ہیں اور جنازہ جو ہے وہ منبر میں قبلہ کی طرف کا دروازہ کھول کر مسجد کی حدود سے باہر رکھتے ہیں اور جنازے کی نماز ادا کی جاتی ہے، اور اس کا ریفرنس وہ حرم کعبہ اور مسجد نبوی دیتے ہیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ آیا اس طرح ہو سکتا ہے کہ امام اور چند مقتدی مسجد کی حدود سے باہر قبلہ کی طرف صف بنالیں اور باقی مقتدی مسجد کے اندر ہی ہوں، آیا کہ ان صورتوں سے نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے؟ اور جو لوگ نماز جنازہ پڑھنے آئے ہوئے ہیں ان کی نماز قبول ہوتی ہے؟ اور جس کا جنازہ پڑھا گیا ہے آیا اس کا جنازہ ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس طرح کرنا جائز ہے اگر بانی نیت کریں۔

"وفی الشامیة اما اذاعللنا بخوف تلویث المسجد فلایکرہ اذاکان المیت خارج المسجد اومع بعض القوم قال فی شرح المنیة والیه مال فی المبسوط والمحیط وعلیه العمل وھوالمختار: ۲۲۵/۲، تقریرات رافعی: ۱۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیدائشی پاگل بالغ کی نماز جنازہ نابالغ والی ہوگی:

مسئلہ نمبر(۱۳۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بندہ پیدائشی پاگل ہے اور بالغ ہونے کے بعد فوت ہوگیا تو اب اس کا نماز جنازہ بالغوں والا پڑھا جائے گا یا نابالغوں والا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان اگر جنون پیدائشی ہو اور بالغ ہونے کے بعد بھی رہا ہو تو اس کی نماز جنازہ نابالغوں والی ہوگی۔

"ولا یستغفر فیھا بصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفھم بل یقول بعددعاء البالغین اللھم اجعلہ لنافرطا بفتحتین .....وفی الشامیۃ تحت قولہ ومجنون ومعتوہ ھذافی الاصل فان المجنون والعتہ الطاریین بعدالبلوغ لایسقطان الذنوب السابقۃ کمافی شرح المنیۃ "...(درمختار: ۲/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر پر لکھائی کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۹): بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء دین زیر بحث مسئلہ میں کہ

عمر کہتا ہے کہ قبر پر لکھنا جائز ہے کیونکہ بعض فقہی کتب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے جب کہ زید کہتا ہے کہ لکھنا ناجائز ہے اور وہ بھی بعض فقہی کتب کا حوالہ پیش کرتا ہے، عمر کا کہنا ہے کہ اصحاب الرقیم سے بھی اس کا جواز ملتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ ہماری شرع میں قبر پر لکھنے سے منع کردیا گیا ہے، لہٰذا شریعت کی نکیر کی صورت میں یہ ناجائز ہے بالخصوص ابوداؤد شریف کی جس روایت میں قبر کو پختہ کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں "وان یکتب علیہ" عمر کا کہنا ہے کہ بڑے بڑے اکابرین کی قبور پر لکھی ہوئی تختیاں موجود ہیں، زید کا کہنا ہے کہ بڑے بڑے اکابرین کی قبریں بغیر تختیوں کے بھی موجود ہیں۔

ایسے میں گزارش ہے کہ اصل مسئلہ سے سائل کو آگاہ کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

"وعن جابر قال نهی رسول الله ﷺ ان تجصص القبور وان یکتب علیها وان توطأ ...... قال المظهر یکره کتابة اسم الله ورسوله والقرآن علی القبر لئلا یهان بالجلوس علیه ویداس بالانهدام وقال بعض علمائنا وکذایکره کتابة اسم الله والقرآن علی جدار المساجد وغیرها قال ابن حجر واحذائمتنا انه یکره الکتابة علی القبر سواء اسم صاحبه اوغیره فی لوح عندرأسه اوغیره قیل ویسن کتابة اسم المیت لاسیما الصالح لیعرف عندتقادم الزمان لان النهی عن الکتابة منسوخ کماقال الحاکم اومحمول علی الزائد علی مایعرف به حال المیت اه وفی قوله یسن محل بحث والصحیح ان یقال انه یجوز" ... (مرقاة المفاتیح: ۱۶۶/۴)

"ویکره تجصیص القبر وتطیینه وکره ابوحنیفة البناء علی القبر وان یعلم بعلامة وکره ابویوسف الکتابة علیه ذکره الکرخی لماروی عن جابر عن النبی ﷺ انه قال لاتجصصوا القبور ولاتبنوا علیها ولاتقعدوا ولاتکتبوا علیها ولان ذلک من باب الزینة ولاحاجة بالمیت الیها ولانه تضییع المال بلافائدة فکان مکروها"..... (بدائع الصنائع: ۳۲۰/۱)

"قوله ان تجصص القبور النهی عنه لمافیه من الزینة ولتکلف وجوزالحسن البصریّ التطیین وفی الخانیة تطیین القبور لاباس به خلافا لماقاله الکرخی وقوله وان یکتب علیها ای اسم الله والقرآن واسم الرسول لئلایمتهن اویبول علیه حیوان "..... (حاشیة الترمذی: ۳۲۹/۱ ،مکتبه رحمانیه)

"لاباس بالکتابة لان النهی عنها وان صحح فقدوجدالاجماع العملی بهافقداخرج الحاکم النهی عنهامن طرق ثم قال هذه الاسانید صحیحة ولیس العمل علیها فان ائمة المسلمین من المشرق الی المغرب مکتوب علی قبورهم وهوعمل اخذبه الخلف عن السلف ویتقوی بمااخرجه ابوداؤد باسناد جیدان رسول الله حمل حجرا فوضعها عندرأس عثمان بن مظعون

وقال انعلم بهافبر اخی وادفن الیه من تاب من اهلی فان الکتابة طریق الی تعرف القبر بهانعم یظهر ان محل هذاالاجماع العملی علی الرخصة فیها ماااذاکانت الحاجة داعیة الیه فی الجملة کمااشار الیه فی المحیط وان احتیج الی الکتابة حتی لایذهب الدثر ولایمتهن فلابأس به فاماالکتابة بغیر عذر فلاحتی انه یکره کتابة شیء علیه من القرآن اوالشعر اواطراء مدح له ونحوذلک حیلة ملخصا"۔ ...(فتاویٰ شامی :۲/۲۳۷)

"ویکره ان یبنی علی القبر اویقعد اوینام علیه اویوطأ علیه اویقضی حاجة الانسان من بول اوغائط ان یعلم بعلامة من کتابة ونحوه کذافی التبیین"

...(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۶۶)

ان تمام عبارات سے جو مسئلہ اخذ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قبر پر ایسا کتبہ لگانا کہ جس میں قرآنی آیات ہوں یا کوئی حدیث ہو یا اسی طرح اشعار لکھنا مکروہ ہے، رہا یہ مسئلہ کہ آیا صرف میت کا نام اور تاریخ لکھنا بطور علامت کے اگر چہ بعض عبارات میں اس کی بھی کراہت معلوم ہوتی ہے لیکن اللہ کے نبی ﷺ کا وہ عمل جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک پتھر رکھا تھا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامت کے طور پر کتبہ پر نام لکھنے کی گنجائش ہے، خصوصاً اولیاء اللہ اور علماء کی قبور پر۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

۱۰ دن کے بعد میت کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۰): بخدمت جناب حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص دوبئی میں فوت ہوا دوبئی کی حکومت نے میت کو ۸ یا ۱۰ دن بعد پاکستان لانے کی اجازت دی، اب ۱۰ دن کے بعد اس میت کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس حال میں کہ میت صحیح سلامت ہے، نہ اس میں بو وغیرہ پیدا ہوئی اور نہ ہی میت پھولی پھٹی

-ہے

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرطِ صحت سوال اگر میت نہ پھولی نہ پھٹی ہو اور نہ اس پر وہاں نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو اس صورت میں یہاں اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے مزید تاخیر ہرگز نہ کریں۔

"وان دفن واهيل عليه التراب بلاصلاة لامر اقتضى ذلك صلى على قبره...... مالم يتفسخ والمعتبر فيه اى فى التفسخ اكبر الرأى على الصحيح لاختلافه باختلاف الزمان والانسان قوله لامر اقتضى ذلك من نسيان وغيره قوله مالم يتفسخ اى تفرق اعضاؤه فان تفسخ لايصلى عليه مطلقا لانهاشرعت على البدن ولاوجودله مع التفسخ "......(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۵۹۲،۵۹۱)

"وان دفن واهيل عليه التراب بغير صلاة اوبها بلاغسل اوممن لاولاية له صلى على قبره استحسانا مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هوالاصح (تنبيه)ينبغى ان يكون فى حكم من دفن بلاصلاة من تردى فى نحوبئر اووقع عليه بنيان ولم يمكن اخراجه "......(درمختارمع ردالمحتار: ۱/۶۵۳)

"ولودفن بعدالغسل قبل الصلاة عليه صلى عليه فى القبر مالم يعلم انه تفرق ......فلماجازت الصلوة على القبر بعدماصلى على الميت مرة فلان تجوز فى موضع لم يصل عليه اصلا اولى"..... (بدائع الصنائع : ۲/۵۵)

"فان دفن بلاصلاة صلى على قبره مالم يتفسخ اقامة للواجب بقدر الامكان والمعتبر فى ذلك اكبرالرأى على الصحيح لانه يختلف باختلاف الزمان والمكان والاشخاص قوله فى المتن مالم يتفسخ لان بعدالتفسخ يتشقق البدن ويتفرق والصلاة مشروعة على البدن "......(تبيين الحقائق مع حاشية شلبى: ۱:۲۴۰)

"(وان دفن بلاصلا ة صلى على قبره مالم يتفسخ) وقيدبعدم التفسخ لانه

لایصلی علیه بعدالتفسخ لان الصلاۃ شرعت علی بدن المیت فاذاتفسخ لم یبق بدنه قائما "... (البحر الرائق: ۳۱۹، ۲/۳۲۰)

"وان دفن المیت ولم یصل علیه صلی علی قبره لان النبی ﷺ صلی علی قبرامرأۃ من الانصار ویصلی علیه قبل ان یتفسخ والمعتبر فی معرفة ذلک اکبرالرأی فی الصحیح لاختلاف الحال والزمان والمکان قال العینی ویصلی علیه قبل ان یتفسخ یعنی انماتجوز الصلوۃ علی المیت فی قبره قبل ان یتفسخ المیت ویتمزق"... (البنایه شرح الهدایة: ۲۱۳، ۳/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فاسق نے نماز جنازہ پڑھائی تو وہ ادا ہوگئی:

مسئلہ نمبر(۱۴۱): کیافرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو اس کی نانی نے وصیت کی تھی کہ میری نمازِ جنازہ آپ نے پڑھانی ہے لیکن نانی کے خاندان والوں نے اس آدمی کو نمازِ جنازہ پڑھانے نہیں دی بلکہ کسی دوسرے آدمی سے نمازِ جنازہ پڑھوائی، جوایسا آدمی تھا کہ جس کی بیوی کو اس آدمی کے باپ نے شہوت کی حالت میں ہاتھ لگایا تھا اور اب بھی وہ عورت سابقہ بیوی اس کے ساتھ رہتی ہے اور تمام لوگوں کو اس واقعہ کا علم بھی ہے، باوجود اس واقعہ کا علم ہونے کے انہوں نے اس آدمی سے نمازِ جنازہ پڑھوائی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس آدمی کا نمازِ جنازہ پڑھانا کیسا ہے؟ اور اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا کیا حکم ہے؟ نیز باپ کا بیٹے کی بیوی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بیٹے کے لیے بیٹے کی بیوی کی حرمت کو ثابت کرتا ہے یا نہیں؟

براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرطِ صحتِ سوال صورتِ مسئولہ میں اگر واقعتاً اس شخص کے والد نے اس کی بیوی کو بغیر موٹے کپڑے کے ہاتھ لگایا اور اس کو شہوت آگئی یا پہلے سے شہوت تو تھی لیکن اس میں زیادتی آگئی (یعنی عضوِ تناسل میں سختی تھی تو اس سختی میں زیادتی ہوگئی) تو اس شخص کی بیوی اس کے لیے حرام ہوگئی اگر اب بھی اس نے سابقہ بیوی کو ساتھ رکھا ہوا ہے تو یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت اگرچہ مکروہ تحریمی ہے لیکن جب نمازِ جنازہ پڑھادی تو وہ ادا ہوگئی اب اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

" قولہ وفاسق من الفسق وھوالخروج عن الاستقامة ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی واکل الربا ونحوذلک کذافی البرجندی اسمعیل وفی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الافی الجمعة لانہ فی غیرھا یجدامامًاغیرہ اھ..... قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعة اذاتعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ الاسبیل الی التحول "......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۳)

" واماالفاسق فقدعللوا کراھة تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ ......لاتزول العلة فانہ لایؤمن ان یصلی بھم بغیرطھارة فھوکالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمہ کراھة تحریم لماذکرنا "..... (فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۳)

"فنقول تقدیم الفاسق للامامة جائز عندنا ویکرہ وقال مالک رضی اللہ عنہ لاتجوز الصلاۃ خلف الفاسق لانہ لماظھرت منہ الخیانة فی الامور الدینیة فلایؤتمن فی اھم الامور الاتری ان الشرع اسقط شھادتہ لکونھا امانة ...... ولناحدیث مکحول ان النبی ﷺ قال الجھاد مع کل امیر والصلاۃ خلف کل امام والصلاۃ علی کل میت "......(المبسوط سرخسی: ۱/۱۳۳)

"ومن مستہ امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا .....ولناان المس والنظر سبب داع الی الوطی فیقام مقامہ فی موضع الاحتیاط ثم ان المس بشھوۃ ان ینتشر الآلة اوتزداد انتشاراھوالصحیح "......(ھدایة : ۲/۳۲۹)

"فمن زنی بامرأۃ حرمت علیہ امھا وان علت وابنتھا وان سفلت وکذاتحرم المزنی بھاعلی آباء الزانی واجدادہ وان علوا وابناء ہ وان سفلوا کذافی فتح القدیر ......وکما تثبت ھذہ الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبیل والنظر الی الفرج بشھوۃ ھکذافی الذخیرۃ "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۲۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۲): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب گھر سے جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو چند آدمی راستے میں کلمہ طیبہ کا بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) جب نماز جنازہ ہو جاتا ہے تو پھر اجتماعی دعا کی جاتی ہے تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) جنازے کی دعا کے بعد حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے جو کہ چند لوگ کرتے ہیں، حیلہ اسقاط کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

(۴) میت قبر میں رکھنے سے پہلے امام مسجد قبر میں اتر کر اذان دیتا ہے اور پھر سورۃ یٰس یا آیۃ الکرسی پڑھتا ہے تو اس طرح کرنا کیسا ہے؟ ان تمام مسائل کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

فقہ حنفی کی معتبر کتاب مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی ۳۳۲ میں ہے۔

"ویکرہ رفع الصوت بالذکر والقرآن وعلیھم الصمت وقولھم کل حی سیموت ونحن ذلک خلف الجنازۃ بدعۃ وفی الطحطاوی ویکرہ رفع الصوت قیل یکرہ تحریما کمافی الھقستانی عن القنیۃ"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ یا تلاوت وغیرہ بلند آواز سے کرنا مکروہ تحریمی اور بدعت ہے، البتہ دل میں ذکر کرنا جائز ہے۔

(۲) مشہور حنفی محدث ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"لایدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ"

......(مرقات شرح مشکوۃ: ۱۴۹/۴)

نیز البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

"وقیدبقولہ بعد الثالثۃ لانہ لایدعوابعد التسلیم کمافی الخلاصۃ"

......(البحر الرائق: ۱۹۷/۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے سلام کے بعد پھر اجتماعی دعا کرنا نماز جنازہ میں زیادتی اور اضافہ کے مشابہ ہے اس لیے اس کو ترک کرنا ضروری ہے، البتہ میت جنازہ ختم کر کے بیٹھ کر دعا کی گنجائش ہے کیونکہ علت کراہت ختم ہو جاتی ہے۔

(۳) اگرمیت کے ذمہ کئی نمازیں روزے وغیرہ ہوں اوراس نے کچھ مال چھوڑا ہو اور وصیت کی ہو کہ میری نمازوں اورروزوں کا فدیہ دے دینا اور مال ناکافی ہے تو حیلہ کرسکتے ہیں تاکہ اس کے تمام روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔

”فحیلۃ لابراء ذمۃالمیت عن جمیع ماعلیہ ان یدفع ذلک المقدار الیہ بعدتقدیرہ لشیء من صیام اوصلوۃ اونحوہ ویعطیہ الفقیر بقصداسقاط مایریدعن المیت فیسقط عن المیت بقدرہ ثم بعد قبضہ یھبہ الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضہ الخ “..... (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی: ۳۳۹)

(۴)”قال ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالی فی الاقتصار علی ماذکر من الواردادشارۃ الی انہ لایسن الاذان عندادخال المیت فی قبرہ کماھوالمعتاد الآن وقدصرح ابن حجرفی فتاویہ بانہ بدعۃ “......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۳۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبر پر اذان اور قبر میں داخل ہو کر جو کچھ امام موصوف کرتا ہے وہ سب خلاف سنت ہے اور بدعت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگرمیت ایک سے زائد ہوں تو نماز جنازہ الگ الگ پڑھنا بہتر ہے:

مسئلہ نمبر(۱۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک سے زائد میتیں ہوں تو ان کا ایک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا الگ الگ پڑھنا ضروری ہے؟ اگر پڑھنا جائز ہے تو میت رکھنے کا طریقہ کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر جنازے ایک سے زائد ہوں تو بہتر یہ ہے کہ الگ الگ نماز جنازہ ادا کیا جائے اور سب پر ایک ہی مرتبہ نماز جنازہ کافی اور جائز ہے، فقہاء کرام نے متعدد جنازے رکھنے کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں جن میں بہتر اور افضل طریقہ یہ ہے کہ سب کو امام کے سامنے رکھا جائے، اگر تمام جنس واحد میں سے ہوں تو افضل کو امام کے قریب رکھا جائے اور اگر مخلوط ہوں تو سب سے پہلے مرد پھر بچے پھر خنثی پھر عورتیں پھر بچیاں۔

”اذااجتمعت الجنائز للصلاۃ قالوا الامام بالخیار ان شاء صلی علیھم دفعۃ

واحدة وان شاء صلى على كل جنازة صلاة على حدة فان ارادالثاني فالافضل ان يقدم الافضل فالافضل فان لم يفعل فلاباس به واما كيفية وضعها فان كان الجنس متحدافان شاؤوا جعلوها صفاواحدا كمايصطفون في حال حياتهم عندالصلاة وان شاؤو اوضعوا واحدا بعدواحد ممايلي القبلة ليقوم الامام بحذاء الكل ...... واذاوضعوا واحدابعدواحد ينبغي ان يكون الافضل ممايلي الامام ......وان اختلف الجنس وضع الرجل بين يدي الامام ثم الصبي وراءه ثم الخنثى ثم المرأة ثم الصبية". .....(البحر الرائق : ۲/۳۲۹،۳۲۸)

"اجتمعت الجنائز فافرادالصلوة على كل واحدة اولى من الجمع وتقديم الافضل افضل وان جمع جاز ثم ان شاء جعل الجنائز صفاواحدا وقام عندافضلهم وان شاء جعلها صفاممايلي القبلة واحداخلف واحد بحيث يكون صدركل جنازة ممايلي الامام ليقوم بحذاء صدرالكل قوله وان جمع جاز اى بان صلى على الكل صلاة واحدة"......(فتاویٰ شامی :درمع الرد/۱)

"ولواجتمعت الجنائز يخيرالامام ان شاء صلى على كل واحدعلى حدة وان شاء صلى على الكل دفعة بالنية على الجميع كذافي معراج الدراية وهوفي كيفية وضعهم بالخيار ان شاء وضعهم بالطول سطرا واحدا ويقف عندافضلهم وان شاء وضعهم واحد وراء واحدالى جهة القبلة وترتيبهم بالنسبة الى الامام كترتيبهم في صلاتهم خلفه حالة الحياة فيقرب منه الافضل فالافضل فيصف الرجال الى جهة الامام ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء ثم المراهقات ولوكان الكل رجالا روى الحسن عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى يوضع افضلهم واسنهم ممايلي الامام "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعزیت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مذکورہ مسائل کے بارے میں

(۱) ہمارے علاقے میں تعزیت کا یہ طریقہ رائج ہے کہ لوگ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور واپس جاتے وقت دعائے خیر کرتے ہیں لوگ ان دونوں چیزوں کو ضروری بھی سمجھتے ہیں جب کہ بعض لوگ ہاتھ بلند نہیں کرتے۔
مہربانی فرما کر قرآن وسنت واجماع وقیاس کی روشنی میں تعزیت کی شرعی حیثیت اور شرعی طریقہ کار بتادیں۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کے ساتھ اس کا تعلق رہتا ہے یا نہیں؟
جب کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیوی کی موت کے بعد شوہر نہ اسے دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے چھو سکتا ہے، اب شوہر اس کے بے مثل اجنبی کے ہے، نیز عورتوں کی عدم موجودگی میں شوہر مردہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟
برائے مہربانی وضاحت فرمادیں۔ شکریہ

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) تعزیت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ہمارے علم میں نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں تعزیت کا جو طریقہ منقول ہے اس میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہیں۔

”وفی المرقات وقال وهذاالحديث اصل فی التعزية ولذاقال الجزری فی الحصن فاذاعزواحدا يسلم ويقول ان لله مااخذوله مااعطی و كل شیء عنده باجل مسمی فلتصبر“.....(مرقات المفاتیح: ۴/۷۸)

اور مطلق دعا کے آداب میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست ہے، نیز اگر میت کے لیے استغفار مقصود ہو تو ہاتھ اٹھانا حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) بیوی کی وفات کے بعد شوہر کا اس سے دنیاوی اعتبار سے تعلق ختم ہو چکا ہے لہٰذا اس کو چھونا بلا حائل درست نہیں، اور دیکھنا درست ہے، لیکن مجبوری میں غسل دینا جب کہ کوئی عورت موجود نہ ہو اور بغیر دستانوں یا لفافوں کے نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے، اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”واماالاجنبی فبخرقة علی يده ويغض بصره عن ذراعيها و كذاالرجل فی امرأته“.....(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۶۰)

نیز بیوی کی وفات کے بعد شوہر اسے دیکھ سکتا ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔

”قال فی التنوير ويمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليهاعلی الاصح“.....(در مع ردالمحتار: ۱/۲۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبرستان کے راستے سے گزرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے قبرستان کے ساتھ ایک جگہ خریدی ہے جو پانچ مرلے کا پلاٹ ہے اس جگہ کو کوئی رستہ نہیں لگتا اور ہم نے دروازہ قبرستان کی طرف لگایا لوگوں نے دروازہ لگانے سے منع کر دیا خیر دروازہ ہم نے لگایا ہے، تو ہم اس قبرستان کے راستے سے گزر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ کے گزرنے کے لیے کوئی اور راستہ نہیں ہے تو آپ کے لیے قبرستان سے گزرنا جائز ہے۔

"وسئل ایضا عمن له بقعة مملوكة بين المقابر يريد ان يتصرف فى تلك البقعة ولا طريق له الاعلى المقابر هل له ان يتخطى المقابر فقال ان كان الاموات فى التوابيت فلاباس به قال رضى الله عنه وكذالك ان كانوا فى غير التوابيت كذافى التاتارخانية"..... (فتاوى الهندية: ۵/۳۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ میں دوسری مرتبہ شرکت کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک دوست گھر سے دور فوت ہو گیا اور ہم نے اس کا جنازہ وہیں پڑھا اور ہم اس کی میت کو لے کر اس کے گھر آئے جہاں اس میت کے اولیاء موجود تھے میت کے اولیاء نے اس کا جنازہ پڑھا اور ہم بھی اس جنازہ میں شریک ہو گئے تو ہمیں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تمہارا جنازے میں دوبارہ شریک ہونا درست نہیں ہے، برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ ہمارا جنازے میں دوبارہ شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایک بار جنازہ پڑھنے کے بعد انہی افراد کا دوبارہ اسی میت کے جنازے کی نماز میں شریک ہونا ناجائز ہے۔

"فلیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارها غیر مشروع قال

الشامي فليس لمن صلى اولا ان يعيد مع الولي لان اعادته تكون نفلا من كل وجه بخلاف الولي لانه صاحب الحق هذا ما ظهر لي فتامله (قوله غير مشروع) اى عندنا وعند مالك خلافا للشافعي رحمه الله "......(ردالمحتار: ۱/۶۵۲)

"ولان الفرض قد سقط بالفعل مرة واحدة لكونها فرض كفاية ولهذا ان من لم يصل لو ترك الصلوة ثانيا لا يأثم واذا سقط الفرض فلو صلى ثانيا كان نفلا والتنفل لصلاة الجنازة غير مشروع "......(بدائع الصنائع : ۲/۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زوجین میں سے اگر ایک فوت ہو جائے تو کیا دوسرا اس کو دیکھ سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۴۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دریں مسئلہ کہ عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ زوجین میں سے اگر کوئی ایک وفات پا جائے تو دوسرے کو یعنی شوہر کو بیوی کی میت کا دیکھنا ہاتھ لگانا قبر میں اتارنے کی غرض سے یا میت کو غسل یا کفن پہنانے کی غرض سے ناجائز و حرام ہے، اسی طرح عورت کو بھی اپنے شوہر کی میت کا چہرہ دیکھنا یا غسل دینا حرام ہے، آیا دور صحابہ کرام میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ انہوں نے اس کو حرام سمجھا ہو، کیا حضرت صدیق اکبر نے وصیت کی تھی کہ میری بیوی میری میت کو غسل دے، اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ کا چہرہ مطہر نہیں دیکھا تھا یا قبر میں نہیں اتارا تھا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر شوہر فوت ہو جائے تو بیوی شوہر کو غسل بھی دے سکتی ہے اور دیکھ بھی سکتی ہے، جب کہ شوہر صرف چہرہ اور ہتھیلیاں اور قدمین کو تو دیکھ سکتا ہے مگر غسل نہیں دے سکتا، اور نہ ہی بغیر حائل کے ہاتھ لگا سکتا ہے۔

"قوله وهي لا تمنع من اى من تغسل زوجها دخل بها اولا كما في المعراج ومثله في البحر عن المجتبى قلت اى لانها تلزمها عدة الوفاة ولو لم يدخل بها وفي البدائع المرأة تغسل زوجها لان اباحة الغسل مستفادة بالنكاح فتبقى ما بقي النكاح والنكاح بعد الموت باق الى ان تنقضي العدة بخلاف

مااذاماتت فلایغسلها لانتهاء ملک النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا وھذا اذالم یثبت البینونة بینهما فی حال حیوۃ الزوج فان ثبتت بان طلقها بائنا اوثلاثا ثم مات لاتغسل لارتفاع الملک بالابانة "......(فتاویٰ شامی:۱/۶۳۴)

"ویجوزللمرأۃ ان تغسل زوجها اذالم یحدث بعدموته مایوجب البینونة من تقبیل ابن زوجها اوابیه وان حدث ذلک بعدموته لم یجزلها غسلها واماھوفلایغسلها عندنا کذافی السراج الوھاج"......(فتاویٰ الھندیة : ۱/۱۶۰)

"لامن النظر الیهما علی الاصح عزاہ فی المنح الی القنیة ونقل عن الخانیة انه اذاکان للمرأۃ محرم یممها بیدہ واماالاجنبی فبخرقة علی یدہ ویغض بصرہ عن ذراعها وکذا الرجل فی امرأته الافی غض البصر اہ ولعل وجهه ان النظر اخف من المس فجازلشبهة الاختلاف واللہ اعلم"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبرکوپکاکرنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۸): کیافرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرکوپکا کرنے کا کیاحکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قبرکوپکاکرنااگرزینت کی بناء پرہوتوحرام ہے اوراگرمضبوطی کے لیے ہوتومکروہ ہے البتہ اگرصرف مٹی سے لیپ دیاجائے توجائز ہے۔

"ولایجصص للنهی عنه ولایطین ولایرفع علیه بناء قوله وقیل لاباس به وھوالمختار المناسب ذکرہ عقب قوله ولایطین لان عبارۃ السراجیة کمانقله الرحمتی ذکرفی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار انه لایکرہ"......(ردالمحتار: ۱/۶۶۲)

قبر کے اوپر ٹھیکریں یا اینٹ اگر بغیر سیمنٹ کے ہوں اور مقصد یہ ہوتا کہ قبر چوپاؤں سے محفوظ رہے تو یہ جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

"انمایکرہ الآجر اذاارید به الزینة امااذاارید به دفع اذی السباع اوشیء آخر لایکرہ"......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کوتابوت میں دفن کرنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ ملازمت کے سلسلہ میں لندن میں مقیم ہے اور یہاں کا قانون ہے کہ اگر کوئی فوت ہوجائے چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم میت کوتابوت میں بندکر کے دفن کیا جاتا ہے تو کیا ہم مسلمانوں کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ضرورت کی بناء پر تابوت میں میت کو بند کر کے دفن کرنا درست ہے، البتہ بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

"ولاباس باتخاذتابوت ولومن حجر او حدید له عندالحاجة کرخاوة الارض"

......(درمختار: ۱/۱۲۴)

"قوله ولاباس باتخاذتابوت الخ ای یرخص ذلک عندالحاجة والاکرہ کماقدمناہ آنفا"......(فتاوی شامی: ۱/۶۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کاقبرستان میں جانے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے عظام رہنمائے امت محمدیہ وورثاء انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا قبرستان میں جانا جائز ہے یا ناجائز، تفصیل بھی بتادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے مذکورہ شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مثلاً پردہ کے ساتھ ہو محرم ساتھ ہو، راستہ پرامن ہو، جزع فزع نہ کرتی ہو فتنوں سے محفوظ ہو۔

"قال فی البدائع ولاباس بزيارة القبور والدعاء للاموات ان كانوامؤمنين من غير وطء القبور لقوله عليه السلام انی نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها ولعمل الامة من لدن الرسول ﷺ الی يومنا هذا،ه وصرح فی المجتبی بانها مندوبة وقيل تحرم علی النساء والاصح ان الرخصه ثابتة لهما"......(البحرالرائق: ۲/۳۴۲)

"ولاباس بزيارة القبور وهوقول ابی حنيفة رحمه الله تعالی وظاهرقول محمدرحمه الله تعالی يقتضی الجواز للنساء ايضالانه لم يخص الرجال وفی الاشربة واختلف المشائخ رحمه الله تعالیٰ فی زيارة القبور للنساء قال شمس الائمة السرخسی الاصح انه لاباس بها"......(فتاویٰ الهندية: ۵/۳۵۰)

"قال الترمذی قدرأی بعض اهل العلم ان هذاكان قبل ان يرخص النبی ﷺ فی زيارة القبور فلمارخص دخل فی رخصة الرجال والنساء قال القاری وهذاهوالظاهر وقال بعضهم انماكره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن انتهیٰ قال القاری هذاالمبحث موقوف علی التاريخ والاظهر هذاالحديث العموم لان الخطاب فی نهيتكم كمانه عام للرجال والنساء علی وجه التعليم اواصالة الرجال فكذلک الحكم فی فزوروها مع ان ماقيل من ان الرخصة عامة لهن واللعن قبل الرخصة مبنی علی الاحتمال ايضا.....

وكذالک مااخرجه البخاری ان النبی ﷺ مر بامرأة تبكی عندقبر فقال اتقی الله واصبری الحديث ولم ينكر عليه الزيارة وكذالک مارواه الحاكم ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ كانت تزور قبرعمها حمزة رضی الله عنه كل جمعة فتصلی وتبكی عنده فالصواب الذی ينبغی الاعتماد عليه هوجواز

الزیارۃ للنساء اذاکان الامن من تضییع حق الزوج والتبرج والجزع والفزع ونحوذلک من الفتن لان الزیارۃ علل بتذکر الموت ویحتاج الیه الرجال والنساء فلامانع من الاذن لهن "..... (بذل المجهود: ۲۱۴،۲۱۵/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانی کا جنازہ لاعلمی میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص لاعلمی میں کسی کو مسلمان سمجھ کر اس کا نماز جنازہ پڑھاتا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ میت مذکورہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد ونظریات پر عمل پیرا تھا، جو کہ بالاتفاق مرتد وزندیق ہیں، برائے کرم قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں جنازہ پڑھانے والے شخص کا حکم بیان فرما کر ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر واقعی اس شخص نے لاعلمی میں میت کو مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھایا ہے تو یہ شخص مرتد نہیں ہوا اور نہ ہی تجدید ایمان ونکاح کی ضرورت ہے، البتہ بے احتیاطی ہوئی ہے کیونکہ تحقیق نہیں کی گئی اس لیے توبہ واستغفار کریں۔

"فلاالثم لانه خطأ وهومرفوع بالحديث قوله بالحديث وهوقوله عليه الصلوة والسلام رفع عن امتی الخطأ والنسيان معناه رفع مأثم الخطاالتقانی "

.....(فتاویٰ شامی: ۱۲۶/۵)

"فی التتارخانيه لايكفر بالمحتمل لان الكفر نهاية فی العقوبة فيستدعی نهاية فی الجناية ومع الاحتمال لانهاية "......(البحر الرائق: ۲۱۰/۵)

"ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديدالنكاح وظاهره انه امراحتياط"......(فتاویٰ شامی: ۳۱۲/۳)

"وماكان خطأ من الالفاظ ولايوجب الكفر فقائله يقر علی حاله ولايؤمر بتجديدالنكاح ولكن يؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلک ".....(فتاویٰ شامی: ۳۲۸/۳)

"واجمع المسلمون علی انه لایجوز ترک الصلاۃ علی جنائز المسلمین من اهل الکبائر کانوا اوصالحین" ....(تفسیر قرطبی: ۴/۲۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعزیت کتنے دن تک کی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) اگر کسی کے گھر فوتگی ہو جائے تو ان کے ہاں تعزیت کے لیے کتنے دن جانا جائز ہے۔

(۲) تعزیت ایک بار کرنا ہے یا دوبارہ بھی کر سکتے ہیں؟

(۳) ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جب کہ ضروری نہ جانے اور بغیر رسومات کی پابندی کے جائز ہے یا کہ ناجائز؟ جیسا کہ بعض مقامات پر بڑے بڑے علماء کا معمول دعا کرتے دیکھا گیا ہے اور ایک محقق عالم نے لکھا کہ آنحضرت ﷺ نے "رفع یدیه ثم قال اللهم اغفر لعبیدابی عامر رضی الله عنه"..... (صحیح مسلم:۲/۲۱۲)

راہ سنت علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ "فیه استحباب الدعاء والاستحباب رفع الیدین فیه" اور شاہ محمد اسحاق صاحب نے سائل اربعین مسئلہ نمبر۳۲ میں لکھا ہے کہ میت کے لیے دعا کرنا مستحب ہے، ہاں سورۃ الفاتحہ کی تخصیص ثابت نہیں ہے، بحوالہ عالمگیری، اب آپ ارشاد فرمائیں کہ دعا کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے اور رسومات کی پابندی کیے بغیر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ کا فیصلہ ہمارے لیے سند رہے گا جواب نہایت ہی مختصر ہو، شکریہ۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) میت کے اہل خانہ کے ساتھ تین دن تک تعزیت کرنا جائز ہے، علم ہونے کے وقت سے اور تین دن کے بعد مکروہ ہے۔

"ووقتها من حین یموت الی ثلاثة ایام ویکره بعدها الاان یکون المعزی او المعزی الیه غائبا فلاباس بهاه" .....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۶۷)

"ووقتها من حین یموت الی ثلاثة ایام واولها افضل وتکره بعدها لان تجددالحزن وهوخلاف المقصود منها لان المقصود منهاذکر مایسلی

صاحب المیت ویخفف حزنه ویحضه علی الصبر کمانبهنا الشارع علی هذاالمقصودفی غیرماحدیث اه "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:۶۱۸)

"ووقتهامن حین یموت الی ثلاثة ایام وتکره بعدذلک لانهاتجددالحزن الاان یکون المعزی اوالمعزی غائبا فلابأس بها اه "......(الجوهرة النیرة:۱/۱۳۳)

(۲) تعزیت صرف ایک بارکریں دوبارہ کرنامناسب نہیں ہے۔

"وروی الحسن بن زیاد اذاعزی اهل المیت فلاینبغی ان یعزیه مرة اخری اه "......(فتاوی الهندیة:۱/۱۶۷)

"ولاینبغی لمن عزی مرة ان یعزی اخری "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:۶۱۹)

(۳) اس دعامیں میت کے لیے مغفرت طلب کرناہے لہٰذاجودعابھی علی شاکلہ الاذکارنہ ہوتواس میں بلاکراہت ہاتھ اٹھاکردعاکرناجائزہے۔

"واماعندالصفاوالمروة وعرفات فیرفعهما کالدعاء والرفع فیه وفی الاستسقاء مستحب فیبسط یدیه حذاء صدره نحوالسماء لانهاقبلة الدعا قوله کالدعاء ای کمایرفعهما لمطلق الدعاء فی سائر الامکنة والازمنة علی طبق ماوردت به السنه ومنه الرفع فی الاستسقاء فانه مستحب کماجزم به فی القنیة خزائن "......(درمختار مع الدرالمختار :۱/۳۷۵)

"فائدة ،واعلم ان الادعیة بهذه الهیئة الکذائیة لم تثبت عن النبی ﷺ ولم یثبت عنه رفع الایدی دبرالصلوات فی الدعوات الاقل قلیل ومع ذلک وردت فیه ترغیبات قولیة والامرفی مثله ان لایحکم علیه بالبدعة فهذه الادعیة فی زماننا لیست بسنة بمعنی ثبوتها عن النبی ﷺ ولیست ببدعة بمعنی عدم اصلهافی الدین والوجه فیه ماذکرته فی رسالتی نیل الفرقدین ص۱۳۳، ان اکثردعاء النبی ﷺ کان علی شاکلة الذکر لایزال لسانه

رطبابه ويبسطه على الحالات المتواردة على الانسان من الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم يفكرون في خلق السموات والارض ومثل هذافي دوام الذكر على الاطوار لاينبغي له ان يقصر امره على الرفع فان حالة خاصة لمقصد جزي وهودعاء المسئلة فان ذقت هذا نفس عن كرب ضاق بهاالصدر لاان الرفع بدعة فقدهدى اليه في قوليات كثيرة وفعله بعدالصلوة قليلا وهكذاشانه في باب الاذكار والاوراد اختارلنفسه مااختاره الله وبقى اشياء رغب فيهاللامة فان التزم احدمناالدعاء بعدالصلوة برفع اليد فقد عمل بمارغب فيه وان لم يكثره بنفسه فاعلم ذلك اه". ....(فيض الباري : ٢/١٦٧)

"ومن هذاالباب رفع اليدين بعدالصلوات للدعاء قل ثبوته فعلاوكثرفضله قولا فلايكون بدعة اصلا فمن ظن ان الفضل فيماثبت عمله ﷺ به فقط فقد حاد عن طريق الصواب وبنى اصلا فاسدا يخبرك عن البناء مع ان ادعية النبي ﷺ قداخذت ماخذالاذكار وليس في الاذكار رفع الايدي ونحن في جلجتنا ......اذالم نقر بالاذكار فينبغي لناان لانحرم من الادعية ونرفع لهاالايدي لثبوته عنه عقيب النافلة وان لم يثبت بعدالمكتوبة فاذاثبت جنسه لم تكن بدعة اصلامع ورودالقولية في فضله".....(فيض الباري : ٢/٤٣١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کی تکبیریں اگر رہ جائیں تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۱۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) نماز جنازہ ہورہا ہے اسی اثناء میں ایسے شخص آئے جنہوں نے پہلی اور دوسری تکبیر نہیں پائی کیا امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ دونوں تکبیریں کہے گا؟ اور کیا ان دونوں تکبیروں میں کچھ پڑھے گا یا نہیں؟ اور کس طرح پڑھے گا؟

(۲) نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی جاتی ہے اس لیے ہم بھی مسجد میں ادا کرتے ہیں۔

(۳) جنہوں نے نماز جنازہ پڑھی ہے وہ بھی ایصال ثواب میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) امام کے سلام پھیرنے کے بعد اگر تحمید وثناء وغیرہ پڑھنے تک جنازہ کی چارپائی اٹھائی جائے گی تو صرف دو تکبیریں پڑھ کر سلام پھیرے کیونکہ تکبیرات جنازہ میں رکن ہیں۔

"یقضی مافاته بغیر دعاء لانه لو قضی الدعاء رفع المیت فیفوت له التکبیر واذارفع المیت قطع التکبیر لان الصلاة علی المیت ولامیت یتصور الخ" .....(البحر الرائق: ۲/۳۲۵)

"واما رکنها فالتکبیرات والقیام واماسننها فالتحمید والثناء والدعاء فیهاه فقدصرح بان الدعاء سنة وقولهم فی المسبوق یقضی التکبیر نسقابغیر دعاء یدل علیه"......(البحر الرائق: ۲/۳۱۵)

(۲) مسجد میں جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، مسجد حرام مستثنیٰ ہے اس پر آپ قیاس نہیں کر سکتے۔

"وصلوة الجنازة فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مکروهة سواء کان المیت والقوم فی المسجد اوکان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد اوکان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد اوالمیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد هو المختار کذافی الخلاصة ولاتکره بعذر المطر ونحوه هکذافی الکافی" .....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۶۵)

(۳) تین روز تک تعزیت کر سکتے ہیں، کچھ دینی باتیں کریں تاکہ میت کے گھر والوں کو صبر آئے، بلکہ جنازہ میں شریک ہونے کا زیادہ ثواب ہے اوپر بتایا گیا ہے کہ مسنون ہے۔

"التعزیة لصاحب المصیبة حسن کذافی الظهیریة ......ووقتها من حین یموت الی ثلاثة ایام ویکره بعدها الاان یکون المعزی اوالمعزی الیه غائبا فلابأس بها......ویستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفرالله تعالی لمیتک وتجاوزعنه

وتغمده برحمته ورزقک الصبر علی مصیبته واجرک علی موته"

.....(فتاوی الھندیة:١/١٦٧)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کے فوراًبعد دعا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(١٥٤): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے متعلق

(١) نماز جنازہ کے فوراًبعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(٢) جنازہ کے ساتھ ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا اور گھر سے قبرستان تک قدم شمار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(٣) نیز نماز جنازہ کے فوراًبعد قرآن کا دورہ کرنا جس کو ہماری بستی کے لوگ حیلہ اسقاط کہتے ہیں (جس کا طریقہ یہ ہے کہ بڑا جنازہ ہو تو پینتیس یا چالیس آدمی اور اگر چھوٹا جنازہ ہو تو پندرہ یا بیس آدمی گول دائرہ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور قرآن مجید پر مٹھائی اور کچھ رقم رکھ کر گھماتے ہیں یعنی ہر آدمی کے ہاتھ میں دیتے ہیں جس میں امیر وغریب سب ہوتے ہیں، اکثر طور پر دائرے میں کھڑے ہونے والے امیر لوگ ہوتے ہیں اور آخر میں سب کچھ مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے، مولوی صاحب اپنی ملکیت میں کر کے پھر دعا کرتے ہیں، اس کو وہ لوگ حیلہ اسقاط کہتے ہیں، برائے مہربانی حیلہ اسقاط کی صحیح صورت تحریر فرمائیں قرآن وسنت کی روشنی میں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(١) بشرط صحت سوال نماز جنازہ کے فوراًبعد ہاتھ اٹھا کر بہیئت اجتماعیہ کھڑے ہو کر دعاء کرنا مکروہ ہے۔

"اذافرغ من الصلوۃ لایقوم داعیاله"......(فتاوی سراجیه معه قاضی خان:١/١٤١)

(٢) جنازہ کے ساتھ ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے البتہ آہستہ دل ہی دل میں ذکر کر سکتا ہے، اور گھر سے قبرستان تک قدم شمار کرنا اس کی شریعت میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

"وعلی متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن کذافی شرح الطحاوی فان اراد یذکر اللہ یذکرہ فی نفسه کذافی فتاوی قاضی خان"......(فتاوی الھندیة:١/١٦٢)

"ویکرہ رفع الصوت بالذکر فان اراد ان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ "

.....(قاضی خان علی الھندیۃ: ۱/۱۹۰)

"قولہ کماکرہ الخ قیل تحریما وقیل تنزیھا کمافی البحر عن الغایۃ وفیہ عنھا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظھیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ لقولہ تعالیٰ انہ لایحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء وعن ابراھیم انہ کان یکرہ ان یقول الرجل وھویمشی معھا استغفروا لہ غفر اللہ لکم اہ قلت واذاکان ھذافی الدعاء والذکر فماظنک بالغناء الحادث فی ھذاالزمان "......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۵۸)

"ویکرہ رفع الصوت بالذکر خلف الجنازۃ ویذکر فی نفسہ "......(بزازیہ علی ھامش الھندیۃ : ۴/۸۰)

(۳) واضح رہے کہ حیلہ اسقاط فی نفسہ حیلہ تملیک ہے اور حیلہ تملیک کوفقہاء نے جائز کہا ہے، البتہ جو حیلہ اسقاط کا طریقہ سوال میں مذکور ہے وہ درست نہیں ہے۔

حیلہ اسقاط کا صحیح طریقہ:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی فوت ہوجائے اور اس کے ذمہ کچھ نمازیں لازم ہیں اگر اس نے وصیت کی ہے تو اس کی وصیت ثلث/تہائی، ل تک نافذ ہوگی، اور اگر ثلث مال کی اتنی مقدار ہے جس سے اس کے ذمہ فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ وغیرہ اداء ہوجاتا ہے تو حیلہ تملیک کی ضرورت نہیں ہے، اور بغیر حیلہ تملیک کے مساکین وفقراء میں تقسیم کردے، اگر ثلث مال اتنی مقدار کا متحمل نہ ہو تو پھر اگر تمام ورثاء بالغ ہوں اور اپنی رضامندی سے کل مال سے فدیہ اداء کرنا چاہیں تو تب بھی فدیہ اداء ہوجائے گا اور اگر ورثاء میں سے کوئی نابالغ ہو تو پھر کل مال سے فدیہ اداء کرنا جائز نہیں ہے، اگرچہ نابالغ اجازت بھی دے دے، کیونکہ نابالغ کی اجازت معتبر نہیں ہے، تو اس صورت میں اگر کوئی وارث تبرع کے طور پر اپنے مال میں سے فدیہ اداء کرنا چاہے تو اس کے لیے حیلہ اسقاط کی گنجائش ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ میت پر جتنی نمازیں اور روزے وغیرہ ہیں ان کا فی نماز نصف صاع گندم کے اعتبار سے حساب لگایا جائے (جس کا وزن تقریباً دوکلو ہے) پھر جتنی مقدار بنتی ہے اتنی گندم یا اس کی قیمت (واضح رہے کہ مختلف اجناس کا جمع کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر ایک ہی جنس یا اس کی قیمت دیدی جائے تو بھی درست ہے) کسی فقیر کو دیدے پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کردے پھر وارث فقیر کو دیدے پھر فقیر وارث کو ہبہ کردے، ثم وثم یعنی اسی طرح

کرتے رہیں حتی کہ میت کی تمام فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ مکمل ہوجائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی طرف سے کافی فرمائیں گے۔

"ولومات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة وكذاحكم الوتر والصوم وانمايعطى من ثلث ماله ولو لم يترك مالا (قوله ولولم يترك مالا) الخ اى اصلا اوكان ماأوصى به لايفي زادفي الامداد اولم يوص بشيء واراد الولي التبرع الخ قال الحصكفي يستقرض وارثه نصف صاع مثلاويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم قوله ويستقرض وارثه نصف صاع مثلا الخ اى اوقيمة ذلك والاقرب اويحسب ماعلى الميت ويستقرض بقدره بان يقدرعن كل شهر اوسنة اويحسب مدة عمره بعداسقاط اثنتى عشرة سنة للذكر وتسع سنين للانثى لانها اقل مدة بلوغهما فيجب عن كل شهر نصف غرارة قمح بالمد الدمشقي مدزماننا لان نصف الصاع اقل من ربع مدفتبلغ كفارة ست صلوات لكل يوم وليلة نحومد وثلث ولكل شهر اربعون مداوذلك نصف غرارة ولكل سنة شمسية ست غرائر فليسقرض قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير ...... اكثر من ذلك يسقط بقدرة "..... (فتاویٰ شامی : ۵۳۲/۱)

"وان لم يف ماأوصى به الميت عماعليه اولم يكف ثلث ماله اولم يوص بشيء واراد احدالتبرع بقليل لايكفي فحيلته لابراء ذمة الميت عن جميع ماعليه ان يدفع ذالك المقدار اليسير بعدتقديره لشيء من صيام اوصلوة اونحوه ويعطيه للفقير بقصداسقاط مايرد عن الميت فيسقط عن الميت بقدرة ثم بعدقبضه يهبه الفقير للولي اوللاجنبي ويقبضه لتتم الهبة وتملك ثم يدفعه الموهوب له للفقير بجهة الاسقاط متبرعا به عن الميت فيسقط عن الميت بقدره ايضا ثم يهبه الفقير للولي اوللاجنبي ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير متبرعا عن الميت وهكذا يفعل مرارا حتى يسقط ماكان يظنه على

المیت من صلوۃ وصیام ونحوھما مما ذکرناہ من الواجبات وھذا ھو المخلص فی ذلک ان شاء اللہ تعالیٰ بمنہ وکرمہ " .....(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱/۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گھر میں دفن اور متعین شخص کے نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۵): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یہ وصیت کرکے مرا کہ مجھے گھر کے اندر ہی دفن کیا جائے تو کیا شرعاً اس وصیت کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) نیز اگر کوئی شخص یہ وصیت بھی کرے کہ میرا جنازہ فلاں معین شخص پڑھائے تو کیا شرعاً اسی معین شخص کو نماز جنازہ پڑھانا ضروری ہے؟ یا کوئی دوسرا شخص بھی پڑھا سکتا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کو گھر کے اندر دفن نہیں کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

"اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیتہ باطلۃ الاان یوصی ان یجعل دارہ مقبرۃ للمسلمین وفی الفتاوی الخلاصۃ ولو اوصی ان یدفن فی بیتہ لایصح ویدفن فی مقابر المسلمین " .... (فتاوی الھندیۃ: ۶/۹۵)

"ولو اوصی بان یدفن فی بیتہ لایصح ویدفن فی مقابر المسلمین ".....(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیۃ : ۶/۴۴۰)

(۲) شرعاً اسی معین شخص کو نماز جنازہ پڑھانا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص بھی پڑھا سکتا ہے۔

"اوصی بان یصلی علیہ فلان فالوصیۃ باطلۃ فی الاصح وقدذکرناہ " .....(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیۃ : ۶/۴۴۰)

"ولو اوصی بان یصلی علیہ فلان فقدذکر فی العیون ان الوصیۃ باطلۃ وفی الفتاوی الخلاصۃ وھو لایصح " .....(فتاویٰ الھندیۃ : ۶/۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زیارت قبور کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۶): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال یہ ہے کہ قبرستان جانے کا حضور ﷺ کا سنت طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ ﷺ کبھی کبھی قبرستان (بقیع شریف) تشریف لے جایا کرتے تھے کوئی طریقہ یا دن شرعاً متعین نہیں ہے، البتہ قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر حضور ﷺ دعا کر چکے ہیں، جب بھی موقع مل جائے انسان جاسکتا ہے اور ایصال ثواب بھی ہر وقت کیا جاسکتا ہے

"والسنة زيارتها قائما والدعاء عندها قائما كما كان يفعل رسول الله ﷺ في الخروج الى البقيع ويقول السلام عليكم دارقوم مؤمنين وانا ان شاء الله بكم لاحقون اسأل الله لي ولكم العافية "......(حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح : ٦٢١،٦٢٠)

"ثم انطلقت على اثره حتى جاء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت فهرول فهرولت فاحضر فاحضرت فسبقته فدخلت فليس الا ان اضطجعت "......(صحيح مسلم : ٣١٣/١ ،قديمي كتب خانه)

"قولها جاء البقيع فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات فيه استحباب اطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين فيه وفيه ان دعاء القائم اكمل من دعاء الجالس في القبور " ......(شرحه الكامل للنووي على هامش الصحيح المسلم : ٣١٣/١ ،قديمي كتب خانه)

"عن عائشة رضي الله عنه قالت كان رسول الله ﷺ كلما كان ليلتها من رسول الله ﷺ يخرج من آخر الليل الى البقيع فيقول السلام عليكم دار قوم مئومنين واتاكم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء الله لاحقون اللهم اغفر لاهل بقيع الغرقد رواه مسلم "......(مرقاة المفاتيح : ٣/٢٢٠،٢١٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دو میتوں کا جنازہ اکٹھا پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۷): محترم جناب مفتی صاحب

ایک لڑکے نے اپنی بیوی کو قتل کر کے خودکشی کر لی، مغرب سے کچھ دیر پہلے دونوں میتوں کا اکٹھا نماز جنازہ پڑھایا گیا مگر ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ یہ نماز جنازہ درست نہیں ہوا، یہ پہاڑی علاقہ کے ایک گاؤں کا واقعہ ہے میتوں کو دفنانے میں مشکل کے باعث نماز جنازہ اکٹھا پڑھایا گیا، کیا یہ نماز جنازہ درست ہوا یا نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

"واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰة علی کل واحدة اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل فان جمع جاز" ......(درمختار: ۱/۱۲۲)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ الگ الگ نماز جنازہ پڑھانا اگرچہ افضل ہے مگر جمع کرنا بھی جائز ہے، لہٰذا یہ نماز جنازہ درست ہے اگر یہ شبہ ہو کہ قتل یا خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے، تو فتویٰ اس پر ہے کہ قتل اور خودکشی دونوں بہت بڑے گناہ ہیں لیکن مسلمان ہونے کی وجہ سے انہیں غسل بھی دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

"من قتل نفسه ولو عمدا یغسل ویصلی علیه به یفتی وان کان اعظم وزرا"

......(درمختار: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرد اور عورت کے کفن کے کپڑے اور ان کے نام:

مسئلہ نمبر(۱۵۸): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن کے کتنے کپڑے (حصے) ہوتے ہیں؟ ان کے نام کیا ہیں؟ عورت اور مرد کے کفن میں کیا فرق ہے؟ مکمل تفصیل چاہئے۔

(۲) نامعلوم عورت فوت ہو جائے تو اس کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کی کیا دلیل ہے؟

(۳) جنازے کو غسل دینے سے پہلے ناخن یا بال کاٹنے کا کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ اس سے جنازے کو تکلیف ہوتی ہے یا کہ نہیں؟ بال سے مراد زیر ناف بال ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں میت کو کفن پہنانا فرض کفایہ ہے، مرد کے لیے مسنون کفن تہہ بند قمیص اور اوپر لپیٹنے کی چادر ہے اور عورت کے لیے مسنون کفن قمیص، تہہ بند، اوڑھنی، لپیٹنے کی چادر اور سینہ بند ہے۔

"وهو فرض على الكفاية كذافي فتح القدير كفن الرجل سنة ازار وقميص ولفافة ..... وكفن المرأة سنة درع وازار وخمار ولفافة وخرقة يربط بهاثدياها وكفاية ازار ولفافة خمار هكذافي الكنز" .....(فتاوىٰ الهندية: ١/١٦٠)

(۲) صورت مذکورہ میں اگر میت کے مسلمان ہونے کی کوئی علامت ہو یا وہ مسلمانوں کی حکومت کے علاقے میں پائی جاتی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

"ومن لايدرى انه مسلم اوكافر فان كان عليه سيما المسلمين اوفى بقاع دارالاسلام يغسل والافلا كذافي معراج الدراية ".....(فتاوى الهندية: ١/١٥٩)

(۳) مذکورہ صورت میں میت کے ناخن یا بال نہ کاٹے جائیں جو کچھ اس پر تھا اسی سمیت دفن کر دیا جائے۔

"ولايقص شاربه ولاينتف ابطه ولايحلق شعرعانته ويدفن بجميع ماكان عليه كذافي محيط السرخسي" .....(فتاوىٰ الهندية: ١/١٥٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دفن سے پہلے میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو مقام انتقال سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا دفن کرنے سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہیں ہے۔

"قوله ولابأس بنقله قبل دفنه قيل مطلقا وقيل الى ما دون مدة السفر وقيده محمد بقدر ميل اوميلين لان مقابر البلد ربمابلغت هذه المسافة فيكره

فیمازاد قال فی النھر عن عقدالفرائد وھو الظاھر اہ امانقلہ بعدہ فلامطلقا قال فی الفتح واتفقت کلمۃ المشایخ فی امرأۃ دفن ابنھا وھی غائبۃ فی غیر بلدہ فلم تصبر وارادت نقلہ علی انہ لایسعھا ذلک فتجویز شواذبعض المتاخرین لایلتفت الیہ وامانقل یعقوب ویوسف علیھما السلام من مصر الی الشام لیکونا مع ابائھما الکرام فھوشرع من قبلنا ولم یتوفر فیہ شروط کونہ شرعالنا اہ "......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوراور حیلہ اسقاط کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوراور اسقاط کا کیا حکم ہے؟ یعنی قرآن پاک کے نیچے پیسے رکھ کر دائرہ میں گھمانا اور ہر چکر پر یہ اعتقاد رکھنا کہ پہلی مرتبہ قضاء نمازیں معاف ہیں اور دوسری مرتبہ قضاء روزے معاف اور تیسری مرتبہ جملہ حقوق معاف ہیں،اور پھر قرآن پاک کو رکھ کر پیسوں کو تقسیم کرنا اور یہ دلیل پیش کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت ہے،اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں واضح رہے کہ نفس حیلہ کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ حرام طریقوں سے بچنے کے لیے جائز اور حلال حیلہ کرنا جائز ہے،لیکن کسی پر ظلم کرنے اور حرام کو حلال کرنے کے لیے کوئی حیلہ کرنا ناجائز ہے،نیز فقہاء امت نے ان حیلوں کا ذکر بھی کیا ہے جو جائز اور مشروع ہیں،ان میں سے ایک حیلہ حیلہ اسقاط بھی ہے،نیز حیلہ اسقاط حقوق العباد میں جائز نہیں ہے،کیونکہ حقوق العباد صرف ادا کرنے یا معاف کرنے سے ساقط ہوتے ہیں،حیلہ اسقاط حقوق اللہ کے ادا کرنے میں جائز ہے اور حقوق اللہ یہ ہیں، قضء نمازیں،قضاء روزے،قضاء صدقۃ الفطر،نفقات واجبہ،خراج،جزیہ اور دیگر کفارات،لیہ وغیرہ۔

لیکن حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ یہ نہیں جو سوال میں مذکور ہے بلکہ اس کا شرعی طریقہ جس کو فقہاء نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ذمہ میں قضاء نمازیں اور قضاء روزے ہیں وہ ہر نماز اور ہر روزے کے برابر فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرے اور پھر ورثاء اس کی وصیت کے مطابق اس کے ثلث مال میں سے ان قضاء نمازوں اور قضاء

روزوں اور دیگر کفارات مالیہ کے برابر رقم یا مال شرعی طریقہ کے مطابق فقراء اور مساکین پر خرچ کریں ،لیکن ثلث مال سے زیادہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ ورثاء ثلث مال سے زیادہ خرچ کرنے پر راضی نہ ہوں اور کوئی وارث نابالغ نہ ہو،لیکن اگر کوئی شخص ورثاء میں سے یا کوئی اور شخص تبرعاً میت کی طرف سے فدیہ ادا کرنا چاہتا ہے تو بھی اس کو حیلہ اسقاط کرنے کا اختیار ہے کہ وہ میت کی جانب سے ادا کردے ،اگر حقوق اللہ زیادہ ہوں اور مال کم ہو تو پھر ہر کفارہ کے بدلے فقیر کو اتنا مال بطور کفارہ دیا جائے اور پھر فقیر اس مال کو بطور ہدیہ کفارہ ادا کرنے والے کو واپس دے اور پھر کفارہ ادا کرنے والا دوبارہ اس مال کو بطور کفارہ کے فقیر کو دے ،اس طرح بار بار یہ عمل دوہرایا جائے تاکہ تمام کفارات ادا ہو جائیں۔

"انی لمارأیت الحیل والمخارج جائزة استدلالا بالکتاب والسنة واجماع الامة اما الکتاب فقوله تعالیٰ فی قصة ایوب صلوات الله علیه وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولاتحنث واما السنة فهو ماروی عنه ﷺ انه قال ان الله تعالیٰ یحب ان یؤتی برخصة کما یحب ان یؤتی بعزائمه واما الاجماع فهو ماجرت العادة بالاحتیال فی تاکید الوثائق والاحکام والهرب من الربا والحرام ورفع الضرر والظلم والاحتراز عن الوقوع فی الحرج والاثم من لدن رسول الله ﷺ الی یومنا هذا خلف عن سلف من غیر منازع ونکیر فحل محل الاجماع" ..... (الفتاوی فی الحیل والمخارج : ۲۱)

"الاصل ان من اراد بالحیلة المعانی التی ذکرت فی اول الکتاب فلابأس به وارجوا ان یکون ماجورا ومن اراد بها ابطال حق الغیر فلایسعه ذلک وربما یکون آثما والله تعالیٰ اعلم بالصواب "..... (الفتاوی فی الحیل والمخارج : ۲۲)

"واما ابوحفص رحمه الله تعالی کان یقول هو ماتصانیف محمد رحمه الله تعالی وکان یروی عنه ذلک هو الاصح فان الحیل فی الاحکام المخرجة عن الامام جائزة عند جمهور العلماء وانما کره بعض المتعسفین لجهلهم وقلة تأملهم فی الکتاب والسنة والدلیل علی جوازه من الکتاب قوله تعالیٰ وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولاتحنث ، هذا تعلیم المخرج لایوب علیه

السلام عن یمینہ التی حلف بھالیضربن زوجتہ مائۃ عودفانہ حین قالت لہ لوذبحت عناقا باسم الشیطان فی قصۃ طویلۃ اوردھا اھل التفسیر رحمھم اللہ تعالی واماالسنۃ فماروی ان رسول اللہ ﷺ قال یوم الاحزاب لعروۃ بن مسعود فی شأن بنی قریظۃ فلعلنا امرناھم بذلک فلماقال لہ عمررضی اللہ عنہ فی ذلک قال علیہ السلام الحرب خدعۃ وکان ذلک منہ اکتساب حیلۃ ومخرج من الاثم بتقیید الکلام بلعل ولمااتاہ رجل واخبرہ انہ حلف بطلاق امرأتہ ثلاثا ان لایحکم اخاہ قال لہ طلقھا واحدۃ فاذاانقضت عدتھا فکلم اخاک ثم تزوجھا وھذا تعلیم الحیلۃ والآثار فیہ کثیرۃ من تامل احکام الشرع وجدالمعاملات کلھا بھذہ الصفۃ فالحاصل ان مایتخلص بہ الرجل من الحرام اویتوصل بہ الی الحلال من الحیل فحسن وانمایکرہ ذلک ان یحتال فی حق لرجل حتی یبطل حقہ اوفی باطل حتی یموھہ اوفی حق حتی یدخل فیہ شبھۃ فماکان علی ھذاالسبیل فھومکروہ وماکان علی السبیل الذی قلنا اولا فلابأس بہ لان اللہ تعالیٰ قال وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ، فھی النوع الاول معنی التعاون علی البر والتقوی فی النوع الثانی معی التعاون علی الاثم والعلوان "......(المبسوط للسرخسی : ۲۲۹/۳)

"الفصل الاول فی بیان جوازالحیل وعدم جوازھا فنقول مذھب علمائنا رحمھم اللہ تعالی ان کل حیلۃ یحتال بھاالرجل لابطال حق الغیر اولادخال شبھۃ فیہ اولتمویہ باطل فھی مکروھۃ وکل حیلۃ یحتال بھاالرجل لیتخلص بھاعن حرام اولیتوصل بھاالی حلال فھی حسنۃ والاصل فی جواز ھذاالنوع من الحیل" قولہ تعالیٰ وخذبیدک ضغثا فاضرب بہ ولاتحنث" وھذاتعلیم المخرج لایوب النبی علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن امرأتہ مائۃ عود وعامۃ المشایخ علی ان حکمھا لیس بمنسوخ وھوالصحیح من المذھب کذافی الذخیرۃ " .....(فتاوی الھندیۃ : ۳۹۰/۲)

"اذامات المریض ولم یقدر علی الصلوۃ بالایماء لایلزمه الایصاء بها وان قلت وکذاالصوم ان افطر فیه المسافر والمریض وماتاقبل الاقامة والصحة وعلیه الوصیة بماقدر علیه وبقی ذمته فیخرج عنه ولیه من ثلث ماترک لصوم کل یوم ولصلوۃ کل وقت حتی الوتر نصف صاع من بر او قیمته وان لم یوص وتبرع عنه ولیه جاز ولایصح ان یصوم ولاان یصلی عنه وان لم یف ماااوصی به عماعلیه یدفع ذلک المقدار للفقیر فیسقط عن المیت بقدره ثم یهبه الفقیر للولی ویقبضه ثم یدفعه للفقیر.....وهکذا حتی یسقط ماکان علی المیت من صلوۃ وصیام "......(نورالایضاح مع مراقی الفلاح :۱۰۴)

"قوله من ثلث ماترک الموصی لان حقه فی ثلث ماله حال مرضه وتعلق حق الوارث بالثلثین فلاینفذ قهراعلی الوارث الافی الثلث ان اوصی به وان لم یوص لایلزم الوارث الاخراج فان تبرع جاز کماسنذکره وعلی هذا دین صدقة الفطر والنفقة الواجبة والخراج والجزیة والکفارات المالیه والوصیة بالحج والصدقة المنذور والاعتکاف المنذور عن صومه لاعن اللبث فی المسجد "......(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۱۰۶)

"قوله وبقی ذمته حتی ادرکه المت من صوم فرض وکفارة وظهاروجنایة علی احرام ومنذور"......(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۱۰۲)

"قوله یعطی بالبناء للمجهول ای یعطی عنه ولیه ای من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة اووراثة فیلزمه ذلک من الثلث ان اوصی والافلایلزم الولی ذلک لانها عبادة فلابدفیها من الاختیار فاذالم یوص فات الشرط فیسقط فی احکام الدنیا للتعذر بخلاف حق العباد فان الواجب فیه وصوله الی مستحقه لاغیر ولهذا لوظفر به الغریم یأخذه بلاقضاء ولارضاء ویبرأ من علیه الحق بذلک امداد"..... (فتاویٰ الشامی: ۱/۵۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پرانی قبروں کو منہدم کر کے نئی قبریں بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستانوں میں جگہ کی قلت کے باعث قبرستان پر چھت ڈال کر اوپر قبریں بنانا جائز ہے یا نہیں؟

پرانی قبریں منہدم کر کے نئی قبریں بنائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر بنائی جاسکتی ہیں تو پرانی قبروں کو ختم ہونے میں کتنا عرصہ لگ سکتا ہے؟

کیا قبرستان پر چھت ڈال کر اوپر مدرسہ بنایا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) قبرستان پر چھت ڈال کر اوپر قبریں بنانا جائز نہیں، کیونکہ قبر کے لیے حفر (کھودنا) واجب ہے اور پرانی قبروں کو اس صورت میں منہدم کرنا جائز ہے جب کہ اس میں موجود میت خاک بن چکی ہو۔

"دفن الميت فرض كفاية ان امكن فان لم يمكن كمااذامات في سفينة بعيدة عن الشاطىء .....وعند امكان دفنه يجب ان يحفرله حفرة في الارض واقلها عمقا مايمنع ظهور الرائحة ونبش السباع " .....(الفقه على المذاهب الاربعة: ١/٤٦٦)

" وقال الزيلعي ولوبلي الميت وصار ترابا جازدفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه اه " .....(فتاویٰ شامی: ١/٢٥٩)

"هكذافي الهندية :١/١٦٧، ونورالايضاح على الطحطاوي :٢١٢)

(۲) اگر قبرستان کی زمین کسی کی مملوکہ زمین میں ہے تو اس صورت میں اس زمین کے مالک کی اجازت سے قبرستان پر چھت ڈال کر مدرسہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن اگر وہ زمین قبرستان کے لیے وقف ہے تو اس صورت میں قبرستان پر چھت ڈال کر مدرسہ بنانا جائز نہیں ہے۔

"فاذاتم ولزم لايملك ولايمك ولايعار ولايرهن ، قال ابن عابدين في شرحه (قوله لايملك) اى لايكون مملوكاللصاحبه ولايملك اى لايقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه ولايعار ولايرهن لاقتضائهما الملك "......(ردالمحتار: ٣/٤٠٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ اٹھاتے وقت کلمہ طیبہ کا بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس وقت جنازہ اٹھایا جاتا ہے اور اس کو قبرستان کی طرف لے کر جایا جاتا ہے تو لوگ راستے میں اونچی آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہیں تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ مستحب یہ ہے کہ جو جنازے کے پیچھے جائے وہ اللہ جل شانہ کے ذکر میں مشغول رہے اور قبر وحشر وآخرت کی فکر کرتا رہے اور فضول ولغو کلام نہ کرے اگر اللہ کا ذکر نہ کر سکے تو چپ رہے، بآواز بلند کوئی قرأت یا ذکر نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

"ویکرہ رفع الصوت بالذکر والقرآن وعلیھم الصمت قوله ویکرہ رفع الصوت قیل یکرہ تحریما کمافی القھستانی عن القنیة وفی الشرح عن الظھیریة فان اراد ان یذکر الله ففی نفسه ای سرا بحیث یسمع نفسه وفی السراج ویستحب لمن تبع الجنازۃ ان یکون مشغولا بذکر الله والتفکر فیمایلقاہ المیت وان ھذہ عاقبة الدنیا ولیحذر عمالافائدۃ فیه من الکلام فان ھذا وقت ذکر وموعظة فتقبح فیه الغفلة فان لم یذکر الله فلیلزم الصمت ولایرفع صوته بالقراءۃ ولابذکر الله ولایغتر بکثرۃ من یفعل ذلک واماما یفعله الجھال فی القراءۃ علی الجنازۃ من رفع الصوت والتمطیط فیه فلایجوز بالاجماع ولایسع احدا یقدر علی انکارہ ان یسکت عنه ولاینکر علیه اہ"......(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۶۰۲)

"وفی العلائیة کماکرہ فیھا رفع صوت بذکر اوقراءۃ ......وفی الشامیة کرہ قیل تحریما وقیل تنزیھا کمافی البحر عن الغایة وفیه عنھا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیه عن الظھیریة فان اراد ان یذکر الله یذکرہ فی نفسه لقوله تعالیٰ انه لایحب المعتدین ای الجاھرین بالدعاء"......(فتاوی شامی: ۱/۶۵۸)

"والکراھۃ فیہ کراھۃ تحریم فی فتاوی العصر "......(۲/۳۳۶)

"ویطیل الصمت اذااتبع الجنازۃ ویکرہ رفع الصوت بالذکر لماروی عن قیس بن عبادۃ انہ قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یکرھون الصوت عند الثلاثۃ عند القتال وعندالجنازۃ والذکرولانہ تشبہ باھل الکتاب فکان مکروھا "......(بدائع الصنائع :۲/۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پرانے قبرستان کوختم کرکے مسجد بنانے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۳): بخدمت جناب مفتی صاحب

گزارش ہے کہ ہم جملہ اہلیان محلہ صحن آپ سے استفتاء کرتے ہیں کہ تقریباًدوسوسال پرانے قبرستان میں مسجد بنانے کی ضرورت پڑی ہے لہٰذا ہم باشندگان صحن تعمیر مسجد سے قبل فتوی چاہتے ہیں کہ کیااس پرانے قبرستان میں قرآن وسنت کی روشنی میں مسجد تعمیر کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسے پرانے قبرستان میں جس میں مسلمانوں نے اپنے مردوں کودفن کرنا چھوڑ دیا ہو اورمردے مٹی کے ساتھ مٹی ہوگئے ہوں تواس قبرستان میں مسجد بنانادرست ہے۔

"فان قلت ھل یجوز ان تبنی علی قبورالمسلمین ؟قلت قال ابن القاسم لوان مقبرۃ من مقابرالمسلمین عفت فبنی قوم علیھا مسجدا لم اربذالک بأسا وذالک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لایجوز ان یملکھا فاذادرست واستغنی عن الدفن فیھاجاز صرفھا الی المسجد لان المسجد ایضاوقف من اوقاف المسلمین لایجوزتملکہ لاحد فمعناھا علی ھذاواحد وذکراصحابنا ان المسجد اذاخرب ودثر ولم یبق حولہ جماعۃ والمقبرۃ اذاعفت ودثرت تعودملکا لاربابھا فاذاعادت ملکایجوز ان یبنی موضع المسجد دارا وموضع المقبرۃ مسجدا وغیرذلک فاذالم یکن لھاارباب تکون لبیت المال اہ "......(عمدۃ القاری :۳/۲۶۵)

"ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین"۔۔۔(فتاوی الهندیة: ۱/۱٦۷)

"ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ"۔۔۔(البحر الرائق: ۲/۳٦۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عمداً اگر نماز جنازہ میں پانچویں تکبیر کہہ دی تو نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱٦۴): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی امام صاحب اگر جان بوجھ کر نماز جنازہ کی چار تکبیر کی بجائے پانچ تکبیرات کہہ دے تو کیا نماز جنازہ ادا ہو جائے گی؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جنازہ ادا ہو جائے گا البتہ مقتدیوں کے لیے حکم یہ ہے کہ پانچویں تکبیر میں اس امام کی متابعت نہ کریں بلکہ ٹھہرے رہیں کیونکہ پانچویں تکبیر منسوخ ہے اور جب امام سلام پھیرلے تو اس کی متابعت کرتے ہوئے سلام پھیر دیں کیونکہ سلام میں امام کی متابعت واجب ہے۔

"قولہ فلو کبر الامام خمسا لم یتبع لانہ منسوخ ولا متابعة فیہ ولم یبین ماذا یصنع وعن ابی حنیفة روایتان فی روایة یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقا للمخالفة وفی روایة یمکث حتی یسلم معہ اذا سلم لیکون متابعا فیما تجب فیہ المتابعة وبہ یفتی"۔۔۔(البحر الرائق: ۲/۳۲۳)

"ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی"۔۔۔(الدر المختار: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کی کیفیت:

مسئلہ نمبر(۱۶۵): کیا فرماتے ہیں علماء حق اور مفتی صاحبان تحریر شدہ مسائل کے متعلق

(۱) نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کی کیفیت کی وضاحت فرمائیں، نیز سلام کے بعد ہاتھ چھوڑنے ہیں یا سلام سے پہلے؟

(۲) نماز جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قرآن پاک پڑھ کر ایک دوسرے کی ملک کر کے ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد پہلے دائیں طرف سلام پھیرے پھر بائیں طرف سلام پھیرے۔

"وھی اربع تکبیرات بثناء بعدالاولیٰ وصلاۃ علی النبی ﷺ بعدالثانیة ودعاء بعدالثالثة وتسلیمتین بعدالرابعة ......وفی الظھیریة ولاینوی الامام المیت فی تسلیمتین الجنازۃ بل ینوی عن یمینه فی التسلیمة الاولی ومن عن یسارہ فی التسلیمة الثانیة". ....(البحر الرائق: ۲/۳۲۰)

"قوله ثم یکبر تکبیرۃ رابعة ویسلم"..... (الجوھرۃ النیرۃ ۱/۱۲۹۰)

"ثم یکبر الرابعة ثم یسلم تسلیمتین"......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۶۴)

چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑ دے۔

"ولایجوز الاستخلاف ولایعقد بعدتکبیر الرابع لانه لایبقی ذکر مسنون حتی یعقد فالصحیح انه یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین ھکذافی الذخیرۃ"

.....(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۵)

(۲) نماز جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر بہیئت اجتماعیہ کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے۔

"اذافرغ من الصلوۃ لایقوم داعیاله"......(فتاویٰ سراجیه مع قاضی خان: ۱۴۱)

(۳) قرآن مجید پڑھ کر ایک دوسرے کو بخشش کر کے ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

"قوله له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة اوصوما عنداهل السنة والجماعة لايرادبه ان الخلاف بيننا وبينهم في ان له ذلك اوليس له كماهوظاهرة بل في انه ينجعل بالجعل اولابل يلغو جعله قوله اوغيرها كتلاوة القرآن والاذكار"... (فتح القدير : ۳/۲۵)

"الاصل ان كل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابهالغيره وان نواها عندالفعل لنفسه لظاهرالادلة واماقوله تعالى وان ليس للانسان الاماسعى اى الا اذاوهبه له كماحققه الكمال اواللام بمعنى على كمافي ولهم اللعنة ولقد افصح الزاهدى عن اعتزاله هنا والله الموفق قوله لغيره اى من الاحياء والاموات بحرعن البدائع قلت وشمل لطلاق الغير النبى ﷺ ولم ار من صريح بذلك من أئمتنا وفيه نزاع طويل لغيرهم والذى رجحه الامام السبكى وعامة المتاخرين منهم الجواز كمابسطنا آخر الجنائز فراجعه "...... (درمع الرد: ۲/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر کے پاس قرآن پاک اٹھا کر تلاوت کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۶): حضرت مفتی صاحب ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے مدلل و بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ کہ ہمارے علاقے کے بعض لوگ قرآن مجید کو اٹھا کر قبر کے پاس جا کر تلاوت کرتے ہیں، آیا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں قبر کے پاس تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں چاہے قرآن دیکھ کر پڑھے یا بغیر دیکھے۔

"قراءة القرآن عندالقبور عندمحمد لاتكره ومشائخنا رحمهم الله تعالى اخذوا بقوله وهل ينتفع والمختار انه ينتفع هكذافي المضمرات "..... (فتاوى الهندية: ۱/۱۶۶)

"قوله يقرء يٰسين لماورد من دخل المقابر فقرء سورة يٰسين خفف الله عنهم يومئذ وكان له بعدد .... .من القرآن ماتيسر له من الفاتحة واول البقرة الى المفلحون واية الكرسي وامن الرسول وسورة يٰسين وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثنى عشر مرة اواحدى عشر اوسبعا اوثلاثا ثم يقول اللهم اوصل ثواب ماقرأناه الى فلان اواليهم" .. ...(فتاویٰ شامی: ١/٦٦٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کوایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا کب درست ہے؟

مسئلہ نمبر (١٦٧): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کن وجوہات کی بناء پر دفن شدہ میت کوایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنادرست ہے؟ جب کہ ایک آدمی نے ذہنی توازن درست نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کسی عزیز کی میت کوقبر سے نکال لیاہےتواس طرح کی بے حرمتی کے خوف سے میت کوکسی دوسری جگہ اپنے قریبی قبرستان میں دفن کرناکیساہے؟اورایک آدمی نے اپنے والدین کی دفن شدہ میتوں کومزار بنانے کی خاطراپنی ذاتی جگہ میں منتقل کیاہے کیونکہ پہلے مقام پرزمین کامالک مزاربنانے کی اجازت نہیں دیتاتھاتو کیامزار بنانے کی خاطردفن شدہ میت کودوسری جگہ منتقل کرنادرست ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں دفن شدہ میت کودوسری جگہ منتقل کرنااس وقت درست ہے جب کہ میت کومغصوبہ زمین میں دفن کردیاگیاہویااس زمین پرکسی نے شفعہ کیاہویازمین کامالک اس کونکالنے کاحکم کردےاس کے علاوہ دفن شدہ میت کودوسری جگہ منتقل درست نہیں ہے۔

"ولاينبغي اخراج الميت من القبر بعدمادفن الااذاكانت الارض مغصوبة اواخذت بشفعة كذافي فتاوى قاضى خان ،اذا دفن الميت في ارض غيره بغير اذن مالكها فالمالك بالخيار ان شاء امر باخراج الميت وان شاء سوى الارض وزرع فيها" . ...(فتاویٰ الهندية: ١/١٦٧)

"وان ظهر ان الموضع الذی دفن فیه المیت مغصوب اواخذبا لشفعة فانه یخرج المیت عنه ویدفن فی مو ضع آخر وفی (تجنیس الناصری)واذادفن المیت فی ارض غیره بغیراذن مالکها ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فوقها"..... (تاتار خانیه۱۳۳/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کودوبارغسل دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۸): کیافرماتے ہیں مفتیانِ کرام مسئلہ ہذا کے بارے میں صورت مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے علاقے کے اندر جب کوئی آدمی مرجاتاہے تو مرنے کے بعد اسے فوراً غسل دیدیا جاتا ہے اور پھر کپڑے وغیرہ پہنا کراس کوگھر میں رکھ دیاجاتاہے اور پھر جب اس کے جنازے کا وقت آتاہے تو پھر اسے دوبارہ غسل دیا جاتاہے اور پھر کفن دیا جاتا ہے۔

پوچھنا یہ ہے کہ دومرتبہ غسل دیناشرعی نقطۂ نظر سے کیساہے؟ جائزہے یا ناجائز؟ شریعت کی روسے وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

آپ کے علاقہ کا یہ رواج غیر شرعی ہے، کیونکہ شریعت مطہرہ میں تکرارِ غسل نہیں، لہٰذا پہلی مرتبہ غسل دیکر آپ کو چاہیے کہ اس میت کوکفن پہنادیں دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

"فان خرج منه شیء غسله ولایعید غسله ولاوضوءه لان الغسل عرفناه بالنص وقدحصل مرة"......(هدایه : ۱۹۰/۱)

"اجمعوا علی انه لوخرج منه شیء بعدادراجه فی الکفن لایجب غسله ولاوضوئه بلاخلاف"......(البنایة : ۱۸۲/۳)

"قوله ولایعاد غسله ولاوضوئه بالخارج لانه عرف مرة نصاوقدحصل نهر ومقتضی التعلیل ان لایعادغسله"......(حاشیة الطحطاوی علی الدر: ۳۶۷/۱)

"وکذا الواجب هو الغسل مرة واحدة"..... (بدائع الصنائع: ۳/۲۴)

"ولا یعاد غسله ولا وضوئه بالخارج منه"......(درعلی الشامی: ۱/۶۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن وحدیث سے حیلہ اسقاط کا ثبوت اور حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں میت کی نماز جنازہ کے بعد چند افراد دائرہ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور قریبی کسی گھر یا مسجد سے قرآن مجید لایا جاتا ہے اور اس میں کچھ پیسے مثلاً دو ہزار روپے رکھے جاتے ہیں، پھر ایک آدمی فارسی، عربی زبان میں کچھ پڑھتا ہے، اور قرآن کریم دوسرے آدمی کو دے دیتا ہے، اسی طرح پورے دائرے میں قرآن کریم کو پھیرا جاتا ہے، اس کے بعد وہ پیسے دائرے میں موجود لوگوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں اور کچھ پیسے حیلہ کرنے والا بھی رکھتا ہے، یہ لوگ اسے حیلہ کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح حیلہ کرنے سے اس میت کے ذمہ جو نماز یا روزہ یا حقوق رہ گئے ہوں وہ معاف ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح حیلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہوا۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ

(۱) کیا اس طرح کے حیلہ کا قرآن وحدیث یا فقہاء کرام کے اقوال سے کوئی ثبوت ملتا ہے؟

(۲) کیا صحابہ کرام، اولیاء کرام نے اپنے زمانہ میں کسی کو اس طرح حیلہ کرنے کا حکم دیا ہے، اس طرح کسی کا حیلہ کیا یا کروایا نیز کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس طرح کا حیلہ ہوا؟

(۳) کیا اس طرح حیلہ کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

(۴) انسان کے مرجانے کے بعد اس کے ذمہ جو نماز، روزہ، حقوق باقی رہ جاتے ہیں اور جو گناہ ہوئے ان کے کفارہ کا شریعت میں کیا حل ہے؟

(۵) جو لوگ اس طرح حیلہ نہیں کرواتے وہ کس حد تک درست یا غلط ہیں؟

(۶) جو لوگ اس طرح حیلہ کرتے یا کرواتے ہیں ان کا عمل شرعاً کیسا ہے؟

اس بارے میں شرعی راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) بشرط صحت سوال صورت مذکورہ کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ جہاں تک نفس حیلہ کا تعلق

ہے، قرآن، حدیث، اور کتب فقہ میں اس کی صراحت اور ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ المبسوط السرخسی (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ: ۲۲۹/۳۰) میں قرآن پاک کی آیت واحادیث سے حیلہ کے ثبوت کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

"والدلیل علی جوازہ من الکتاب قولہ تعالیٰ وخذبیدک ضغثا فاضرب بہ ولاتحنث (سورۃ ص:۴۴)ھذاتعلیم المخرج لایوب علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن زوجتہ مائۃ فانہ حین قالت لہ لو ذبحت عناقا باسم الشیطان فی قصۃ طویلۃ اوردھا اھل التفسیر رحمھم اللہ .... واماالسنۃ فماروی ان رسول اللہ قال یوم الاحزاب لعروۃ بن مسعود فی شان بنی قریظۃ فلعلنا امرناھم بذلک فلماقال لہ عمر فی ذلک قال عیہ السلام الحرب خدعۃ وکان ذلک منہ اکتساب حیلۃ ومخرج من الاثم بتقیید الکلام بلعل ولمااتاہ رجل واخبرہ انہ حلف بطلاق امرأتہ ثلاثا ان لایکلم اخاہ قال لہ طلقھا واحدۃ فاذاانقضت عدتھا فکلم اخاک ثم تزوجھا وھذاتعلیم الحیلۃ والآثار فیہ کثیرۃ من تأمل احکام الشرع وجدالمعاملات کلھابھذہ الصفۃ"

.....(المبسوط السرخسی (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ: ۲۲۹/۳۰)

(۶،۵،۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نفس حیلہ کا ثبوت تو ملتا ہے لیکن خاص طریقہ سے حیلہ اسقاط حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہماری نظر سے نہیں گزرا، البتہ فقہاء کی عبارات سے اس حیلہ اسقاط کی وضاحت ملتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

واضح رہے کہ حیلہ اسقاط فی نفسہ حیلہ تملیک ہے، اور حیلہ تملیک کو فقہاء نے جائز کہا ہے البتہ جو حیلہ اسقاط کا طریقہ سوال میں مذکور ہے اس میں کچھ خامیاں ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے۔

حیلہ اسقاط کا صحیح طریقہ اور اس کی تفصیل:

اگر کوئی شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمہ کچھ نمازیں وروزے لازم ہیں تو دیکھیں گے کہ اس نے وصیت کی ہے یا نہیں؟ اگر وصیت کی ہے تو اس کی وصیت ثلث مال تک نافذ ہوگی، اگر ثلث مال کی مقدار اتنی ہے جس سے اس کے ذمہ فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ وغیرہ بغیر حیلہ کے مکمل اداء ہوجاتا ہے تو حیلہ تملیک کی ضرورت نہیں، تو بغیر حیلہ تملیک کے مساکین اور فقراء میں تقسیم کردیں، اگر ثلث مال اتنی مقدار کا متحمل نہ ہو تو پھر اگر تمام ورثاء بالغ ہوں اور اپنی رضامندی سے کل مال سے بغیر حیلہ کے مکمل فدیہ ادا کرنا چاہیں تو تب بھی حیلہ تملیک کی ضرورت نہیں

ہے،اور اگر ورثاء میں کوئی نابالغ ہو تو پھر کل مال سے فدیہ ادا کرنا جائز نہیں ہے اگر چہ نابالغ اجازت بھی دے دے، کیونکہ اس کی اجازت معتبر نہیں ہے،ہاں اگر کوئی وارث اپنے مال سے ادا کرنا چاہے تو جائز ہے،اور اگر وصیت نہیں کی اور تمام بالغ ورثاء یا کوئی ایک وارث تبرعاً اپنی طرف سے فدیہ دینا چاہے تو جائز ہے،اگر تو اتنا مال ہے کہ فدیہ کی مقدار کو پہنچ جاتا ہے تو حیلہ تملیک کی ضرورت نہیں ہے اور اگر نہ پہنچے تو حیلہ تملیک کیا جائے گا۔

طریقہ تملیک:

حیلہ اسقاط کا طریقہ یہ ہے کہ میت پر جتنی نمازیں وروزے وغیرہ ہیں ان کا فی نماز وروزہ نصف صاع گندم کا حساب لگا کر(جس کا وزن تقریباً دوکلو ہے)اتنی مقدار یا اس کی قیمت (واضح رہے کہ مختلف اجناس جمع کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر ایک ہی جنس یا اس کی قیمت دیدی جائے تو پھر بھی درست ہے) کسی فقیر کو دے دیں پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کردے پھر وارث فقیر کو ہبہ کردے پھر فقیر وارث کو ہبہ کردے اسی طرح کرتے رہیں حتی کہ میت کی تمام فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ مکمل ہو جائے،امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے کافی فرمائیں گے۔

نوٹ: یادرہے کہ وصیت نہ ہونے کی صورت میں ورثاء پر فدیہ وغیرہ دینا لازم نہیں ہے،اگر کوئی نہ بھی کرے تو اس کو ملامت نہیں کیا جا سکتا۔

"ولومات عليه صلوة فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة وكذاحكم الوتر والصوم وانمايعطى من ثلث ماله ولولم يترك مالافوله ولولم يترك مالا الخ اى اصلا اوكان مااوصى به لايفى زادفى الامداد اولم يوص بشيء واراد الولى التبرع قال الحصكفي يستقرض وارثه نصف صاع مثلاويدفعه لفقير للوارث ثم وثم حتى يتم قوله يستقرض وارثه نصف صاع مثلا الخ اى اوقيمة ذلك والاقرب ان يحسب .....مدة عمره بعداسقاط اثنتى عشرة سنة للذكر وتسع سنين للانثى لانها اقل مدة بلوغهما فيجب عن كل شهر نصف غرارة قمح بالمد الدمشقي مدزماننا لان نصف الصاع اقل من ربع مدفتبلغ كفارة ست صلوات لكل يوم وليلة نحومد وثلث ولكل شهر اربعون مدا وذالك نصف غرارة ولكل سنة شمسية ست غرائر فيستقرض قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم

یدفعها لذلک الفقیر اولفقیر آخروهکذا فلیسقط فی مرة کفارة سنة وان استقرض اکثرمن ذلک یسقط بقدره "......(درمع الرد: ۱/۵۴۲)

"وان لم یف ماأوصی به المیت عماعلیه اولم یکف ثلث ماله اولم یوص بشیء واراد احدالتبرع بقلیل لایکفی وحیلته لابراء ذمته المیت من جمیع ماعلیه ان یدفع ذلک المقدار الیسیر بعدتقدیره لشیء من صیام اوصلاة اونحوه ویعطیه للفقیر بقصداسقاط مایردعن المیت فیسقط عن المیت بقدره ثم بعدقبضه یهبه الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضه لتتم الهبة وتملک ثم یدفعه الموهوب له للفقیر بجهة الاسقاط متبرعا به عن المیت فیسقط عن المیت بقدره ایضاثم یهبه الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضه ثم یدفعه الولی للفقیر متبرعا عن المیت وهکذایفعل مرارا حتی یسقط ماکان یظنه علی المیت من صلاة وصیام ونحوهما مماذکرناه من الواجبات وهذاهوالمخلص فی ذلک ان شاء الله تعالیٰ بمنه وکرمه "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۴۳۹)

نوٹ: اور یہ بات بھی یادر ہے کہ اگر نصف صاع سے کم ہوا تو جائز نہیں ہے۔

"ولوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولواعطاه الکل جاز"......(الدرمع الرد: ۱/۵۴۳)

"ولایجوزان یعطی کل مسکین اقل من نصف صاع فی کفارة الیمین فکذلک هذا فالحاصل ان کفارة الصلاة تفارق فی کفارة الیمین فی حق انه لایشترط فیها العدد وتوافقها من حیث انه لوادی اقل من نصف صاع الی فقیر واحد لایجوزوالله اعلم "...... (البحرالرائق: ۲/۱۶۱)

(۳) کفایت کرجانا یقینی نہیں ہے اگر کرجائے تو فبہاورنہ صدقہ کا ثواب مل ہی جائے گا۔

"ووجوب الفدیة فی الصلاة للاحتیاط .....فامرنا بالفدیة عن جانب الصوة فان کفت عنهاعندالله تعالی فبها والافله ثواب الصدقة ولهذا قال محمدفی الزیادات تجزیه ان شاء الله تعالیٰ والمسائل القیاسیة لاتعلق بالمشیة قط

کما اذا تطوع به الوارث في قضاء الصوم من غير ایصاء نرجوا القبول منه ان شاء الله تعالى فكذا فهذا"..... (نور الانوار: ۴۳)

جہاں تک حقوق العباد کا تعلق ہے اگر اس کے مستحقین کی طرف ورثاء ادائیگی کردیں تو مرنے والے کے سر سے ذمہ اتر جائے گا ورنہ نہیں، باقی رہے حقوق اللہ تو نماز روزے کے بارے میں وضاحت ہو چکی ہے، باقی رہے دوسرے گناہ تو اس میت کے لیے بخشش کی دعاء کی جائے اور صدقات وخیرات کیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائیں۔

"ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة قوله يعطى.....فان لم يوص فات الشرط فيسقط في حق احكام الدنيا للتعسر بخلاف حق العباد فان الواجب فيه وصوله الى مستحقه لاغير ولهذا لوظفر به الغريم يأخذه بلاقضاء ولارضاء ويبرأمن عليه الحق بذلك امداد"...(درمع الرد: ۱/۵۳۱)

"الاصل ان كل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره ... قوله بعبادة ما اى سواء كانت صلاة اوصوما اوصدقه اوقراءة اوذكرا اوطوافا اوحجا اوعمرة اوغيرذلك من زيارة قبورالانبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والاولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع انواع البر كمافى الهندية، وقدمنافى الزكاة عن التاتارخانية عن المحيط الافضل من يتصدق نفلاان ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لانهاتصل اليهم ولاينقص من اجره شيء"......(درمع الرد: ۲/۲۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر میں میت کے نیچے چٹائی بچھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۰): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته!

کیافرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو قبر میں لٹاتے وقت میت کے نیچے کوئی چٹائی، مصلی یا کوئی کپڑا وغیرہ بچھانا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قبر میں میت کے نیچے کوئی چیز بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔

"قوله ولايجوز الخ اى يكره ذالك قال في الحلية ويكره ان يوضع تحت الميت في القبر مضربة اولخدة اوحصير اونحوذلك اه ولعل وجهه انه اتلاف مال بلاضرور ه فالكراهة تحريمية ولذاعبربلايجوز " ......(فتاوىٰ شامى: ١/٦٥٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاعالم دین کی والدہ کا جنازہ دوسرا آدمی پڑھاسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۷۱): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین جو کہ بدعت وغیرہ سے مکمل اجتناب کرتا ہے، تیجہ چالیسواں وغیرہ سے بالکل پرہیز کرتا ہے، اس کی والدہ صاحبہ کا جب انتقال ہوا تو محلے والے اوران کے دوسرے سگے بھائیوں نے یہ کیا کہ ان کو جنازہ پڑھانے سے روکا، کسی دوسری مسجد کے امام صاحب سے ان کا جنازہ پڑھوایا، اس عالم نے بھی ان کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی، کیاان کا جنازہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس عالم دین کا موقف بالکل درست ہے، جب محلے کی مسجد کا امام موجود نہ ہوتو والدہ کی نماز جنازہ پڑھانے کا حق بھی اس عالم دین کو تھا لیکن جب انہوں نے اس مولوی صاحب کی اقتداء میں جنازہ ادا کیا تو نماز جنازہ اداہوگئی۔

"فذكر في الاصل ان امام الحي احق بالصلاة على الميت وروى الحسن عن ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ ان الامام الاعظم احق بالصلاة ان حضر فان لم يحضر فامير المصر وان لم يحضر فامام الحي فان لم يحضر فالاقرب من ذوى قراباته وهذاهوحاصل المذهب عندنا "......(بدائع الصنائع: ٢/٥٨)

"والاولی بالامامۃ فیھا السلطان ثم القاضی ثم امام الجمعۃ ثم امام الحی ثم الولی علی ترتیب الارث ولہ ان یأذن لغیرہ اذ انتھی الحق الیہ ولیس لغیر المذکورین ان یتقدم بلا اذنہ فان تقدم فلہ ان یعید ان شاء وان صلی ھو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ عن السلطان فمن دونہ والاصل ان الحق فی الصلوۃ للولی، ولذا ھو مقدم علی الجمیع فی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی"......(حلبی کبیری : ۵۰۳/)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ پڑھنے کے بعد میت کا چہرہ دیکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ پڑھنے کے بعد میت کا چہرہ دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں میت کا چہرہ دیکھنا دفن کرنے سے پہلے جائز ہے، دفن کے بعد مکروہ ہے۔

"ولا بأس بان یرفع ستر المیت لیری وجھہ وانما یکرہ ذلک بعد الدفن کذا فی القنیۃ"......(فتاوی الھندیۃ: ۵/۳۵۱)

"فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللہ ﷺ فقبلہ فقال بابی انت وامی طبت حیا ومیتا"......(صحیح البخاری :۱/۵۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیعہ کی شرکت سے نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۳): محترم جناب مفتی صاحب اگر امام اور مقتدی سنی ہوں مگر چند شیعہ آکر اس میں شریک ہو جائیں تو کیا نماز جنازہ پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ درست ہے کیونکہ امام سنی مسلمان ہے البتہ شیعوں کو مسلمانوں کے جنازہ میں شریک ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

"قوله وشرطها ای شرط صحتها واما شروط وجوبها فهی شروط بقیة الصلوات من القدرة والعقل والبلوغ والاسلام مع زیادة العلم بموته تأمل"..... (فتاوی شامی: ۱/۶۴۰)

"اما ماتصح به فکل مایعتبر شرطا لصحة سائر الصلوات من الطهارة الحقیقیة والحکمیة واستقبال القبلة وستر العورة والنیة یعتبر شرطا لصحتها" .....(بدائع الصنائع: ۲/۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا نماز جنازہ کے لیے جماعت کا ہونا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے لیے جماعت کا ہونا ضروری ہے یا فرداً فرداً بھی پڑھ سکتے ہیں؟ نیز مردوں کی عدم موجودگی میں کیا عورتیں بھی جنازہ پڑھ سکتی ہیں کہ نہیں؟ اور نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ان میں سے کوئی عورت امام بن سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ کے لیے جماعت کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ فرداً فرداً بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور مردوں کی عدم موجودگی میں عورتوں میں سے کوئی عورت بھی عورتوں کو نماز جنازہ پڑھا سکتی ہے۔

"ویکره امامة المرأة للنساء فی الصلوات کلها من الفرائض والنوافل الا فی صلوة الجنازة کذا فی النهایة" ..... (فتاوی الهندیة: ۱/۸۵)

"والصلوة علی الجنازة تتادی باداء الامام وحده لان الجماعة لیست بشرط الصلوة علی الجنازة کذا فی النهایة".....(فتاوی الهندیة: ۱/۱۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کی ثناء میں "جل ثناؤک" پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تعلیم الاسلام میں جنازے کی نماز میں ثناء "وجل ثنائک" پڑھنا بہتر بتایا گیا ہے، جب کہ بہشتی زیور کے گیارہویں حصے میں "سبحانک اللھم" آخر تک پڑھنے کا حکم ہے، "وجل ثنائک" کا ذکر نہیں عمل کس پر کیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جنازہ میں "سبحانک اللھم" آخر تک پڑھے جیسا کہ دوسری نمازوں میں ثناء پڑھی جاتی ہے "وجل ثنائک" پڑھنا بھی جائز ہے۔

"ثم یثنی علی اللہ تعالیٰ فی التکبیرۃ الاولیٰ کمافی سائر الصلوات" ......(مبسوط: ۱/۱۰۱)

"وھی اربع تکبیرات یقرأ دعاء الاستفتاح عقیب الاولی کمافی سائر الصلوات"......(حلبی کبیری: ۵۰۴)

"قولہ سبحانک اللھم شرح الفاظہ فی البحر والامداد وغیرھما قولہ تارکا قال الحصکفی وجل ثناء ک قال الشامی وھو ظاھر الروایۃ بدائع، لانہ لم ینقل فی المشاھیر کافی فالاولی ترکہ فی کل صلوۃ محافظۃ علی المروی بلازیادۃ وان کان ثناء علی اللہ تعالی بحر وحلیۃ وفیہ اشارۃ الی ان قولہ فی الھدایۃ لایاتی بہ فی الفرائض لامفھوم لہ لکن قال صاحب الھدایۃ فی کتابہ مختارات النوازل وقولہ وجل ثنائک لم ینقل فی الفرائض فی المشاھیر وماروی فیہ فھو صلوۃ التھجد قولہ الافی الجنازۃ ذکرہ فی شرح المنیۃ الصغیر ولم یعزہ الی احد ولم ارلغیرہ سوی ماقدمناہ عن الھدایۃ ومختارات النوازل"......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۲۰)

"وان زاد فی دعاء الاستفتاح بعدقولہ تعالیٰ جدک لفظ جل ثنائک لایمنع من زیادتہ وان سکت عنہ لایؤمربہ لانہ لم یذکر فی الاحادیث المشھورۃ"......(حلبی کبیری: ۲۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ اور حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام رہنمائے امت محمدیہ وورثاء انبیاء علیہم السلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک رواج ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو لوگ جمع ہوتے ہیں، ان میں علماء، چوہدری اور تمام عوام ہوتے ہیں وہ سب ایک رومال میں قرآن پاک رکھتے ہیں اور کچھ پیسے بھی، اور ایک دائرہ بنا لیتے ہیں پھر ایک دوسرے کو وہ رومال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قبول کرو اس طرح یہ رومال گھومتا ہوا واپس پہلے آدمی کے پاس آجاتا ہے، یہ عمل ہر ایک کے انتقال پر ہوتا ہے، ہمارے ہاں بڑے علماء بھی اس عمل کو جائز قرار دیتے ہیں، آپ فرمائیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم مدلل جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں دیکھا جائے گا کہ میت نے وصیت کی ہے یا نہیں؟ اگر وصیت کی ہو تو ثلث مال سے اس کی فوت شدہ نمازوں اور روزوں کی ادائیگی کی جائے گی اگر ثلث مال سے پورا نہ ہو تو حیلہ کیا جائے گا۔

اور اگر میت نے وصیت نہ کی ہو اور ورثاء اپنی طرف سے ادا کرنا چاہیں تو دیکھا جائے گا کہ اس سے میت کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ پورا ہو جاتا ہے تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر پورا نہیں ہوتا ہے تو اس کے لیے حیلہ کیا جائے گا۔

صورت حیلہ یہ ہے کہ ورثاء میت کے ذمے سے نمازوں اور روزوں کے اسقاط کی نیت سے فقیر کو کچھ رقم دے دیں، تو اس کے بقدر میت کی طرف سے فدیہ ادا ہو جائے گا، اور وہ فقیر وارث کو واپس ہبہ کرے گا اور وارث قبضہ کر کے پھر غریب کو بنیت سابق دے گا اور فقیر پھر قبضہ کر کے وارث کو ہبہ کرے گا یہاں تک کہ ورثاء کا یقین ہو جائے کہ میت کے ذمے جو نمازیں اور روزے تھے وہ ساقط ہو گئے۔

"وارادِ احد التبرع بقليل لايكفى فحيلته لابراء ذمة الميت عن جميع ماعليه ان يدفع ذلك المقدار اليسير بعدتقديره لشيء من صيام او صلاة اونحوه ويعطيه للفقير بقصد اسقاط مايرد عن الميت ويسقط عن الميت بقدره ثم بعدقبضه يهبه الفقير للولي اوللاجنبي ويقبضه لتتم الهبة وتملك ثم يدفعه الموهوب له للفقير بجهة الاسقاط متبرعا عن الميت فيسقط عن الميت بقدره ايضاثم يهبه الفقير للولي وللاجنبي ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير

متبرعا عن المیت ھکذا یفعل مرارا حتی یسقط ماکان یظنہ علی المیت من صلوۃ وصیام "..... (الطحطاوی علی المراقی الفلاح: ۴۳۹)

"واعلم ان المذکور فیمارأیتہ من کتب ائمتنا فروعاواصولا انہ اذالم یوص بفدیۃ الصوم یجوزان یتبرع عنہ ولیہ وھومن لہ التصرف فی مالہ بوراثۃ اووصایۃ قالوا لولم یملک شیئا یستقرض الولی شیئا فیدفعہ للفقیر ثم یستوھبہ منہ ثم یدفعہ لاخر وھکذا حتی یتم "......(مجموعہ رسائل ابن عابدین: ۱/۱۹۶)

"الرابع فی الفدیۃ ارادالفدیۃ عن صوم ابیہ اوصلاتہ وھو فقیر یعطی منوین من الحنطۃ لفقیر ثم یستوھبہ ثم یعطیہ وھکذا الی ان یتم "......(الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ۳۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرکاری زمین پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرکاری زمین پر نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اعادہ صلوۃ ضروری ہے، حالانکہ وہ گراؤنڈ ایسا ہے جہاں پر لڑکوں کے لیے کھیلنے کودنے کی اجازت ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سرکاری زمین میں نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، جب کہ قبضہ کی نیت سے نہ پڑھتے ہوں کیونکہ اس میں کوئی شرعی ممانعت موجود نہیں ہے۔

"قال فی الدر وشرطھا ستۃ اسلام المیت وطھارتہ قال ابن عابدین تحت قولہ وشرطھا ای شرط لصحتھا واماشروط وجوبھا فھی شروط بقیۃ الصلوات من القدرۃ والعقل والبلوغ ......واما الشروط التی ترجع الی المصلی فھی شروط بقیۃ الصلوۃ من الطھارۃ الحقیقیۃ بدناوثوبا ومکانا"......(الدرمع ردالمحتار: ۱/۶۴۰)

"وشرط صحتها شرائط الصلوة المطلقة واسلام الميت وطهارته "......(حلبی کبیری: ۵۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ گاہ چھوٹی ہوتو مسجد میں جنازہ پڑھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۸) کیا فرماتے ہیں علماء ذی وقار ومفتیان ذی شعار اندریں صورت کہ ہماری جامع مسجد انوار مدینہ واقع، ڈل زیڈ بلاک تحصیل وضلع بہاولنگر کے متصل ایک چھوٹی سی جنازہ گاہ ہے، آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے لوگوں کا رش اور بھیڑ کو دیکھتے ہوئے عام نماز جنازہ میں یہ جگہ بہت کم پڑ گئی ہے، کچھ لوگ بامر مجبوری جگہ کی قلت کے پیش نظر اب بھی نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کو مسجد میں کھڑے ہوکر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ جب کہ میت، امام صاحب اور دیگر نمازی مسجد سے باہر ہی ہوتے ہیں، علاوہ ازیں اس پورے ایریا میں کوئی متبادل جنازگاہ بھی نہیں ہے جہاں یہ انتظام وانصرام ہوسکے، ازروئے شرع ہماری راہنمائی فرمائی جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں چونکہ مجبوری ہے جگہ تنگ ہے، اور متبادل جگہ یعنی کوئی میدان وغیرہ کا بندوبست بھی نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں اگر بعض نمازی نماز جنازہ کے لیے مسجد میں کھڑے ہوجائیں تو اس صورت میں بوجہ ضرورت کوئی حرج نہیں ہے۔

"قال في الدر واختلف في الخارجة عن المسجد وحده اومع بعض القوم والمختار الكراهة مطلقا خلاصة بناء على ان المسجد انمابنى للمكتوبة وتوابعها كنافلة وذكر وتدريس علم وهوالموافق لاطلاق حديث ابى داؤد من صلى على ميت فى المسجد فلاصلاةله ،قال فى الرد قوله بناء على ان المسجد الخ اماذاعللنا بخوف تلويث المسجد فلايكره اذاكان الميت خارج المسجد وحده اومع بعض القوم قال فى شرح المنية واليه مال فى المبسوط والمحيط وعليه العمل وهوالمختار"..... (الدرمع الرد ۱/۶۵۳)

"فلایکرہ اذاکان المیت خارج المسجد وحدہ اومع بعض القوم"

.....(الطحطاوی علی الدر:۳۷۷/۱)

"فلاتکرہ بعذرالمطر ونحوہ ھکذافی الکافی".....(فتاوی الھندیۃ: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر پر کتبہ لگانے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر بطور نشانی کتبہ لگانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قبر پر بطور نشانی کتبہ لگانا جائز ہے۔

"قولہ لابأس بالکتابۃ الخ لان النھی عنھا وان صح فقدوجدالاجماع العملی بھافقداخرج الحاکم النھی عنھامن طرق ثم قال ھذہ الاسانید صحیحۃ ولیس العمل علیھا فان ائمۃ المسلمین من المشرق الی المغرب مکتوب علی قبورھم وھو العمل اخذبہ الخلف عن السلف اہ ویتقوی بمااخرجہ ابوداؤد باسنادجید ان رسول اللہ ﷺ حمل حجرا فوضعھا عندرأس عثمان بن مظعون وقال اتعلم بھاقبر اخی وادفن الیہ من مات اھل فان الکتابۃ طریق الی تعریف القبر بھانعم یظھر ان محل ھذاالاجماع العملی علی الرخصۃ فیھا مااذاکانت الحاجۃ داعیۃ الیہ فی الجملۃ کمااشار الیہ فی المحیط"

.....(ردالمحتار: ۶۶۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خنثیٰ کی نماز جنازہ کی نیت:

مسئلہ نمبر(۱۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ کی نماز جنازہ میں کیا نیت کریں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خنثیٰ کی نماز جنازہ میں بھی وہی نیت کریں گے جو عام نماز جنازہ میں کی جاتی ہے یعنی نماز اللہ تعالیٰ کے لیے اور دعا میت کے لیے، اگر سوال سے مقصود کچھ اور ہے تو اس کی وضاحت کی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کراچی میں فوت شدہ آدمی کی میت کو آبائی گاؤں لانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایک دوست کراچی میں رہتے ہیں اور وہ وہیں پر وفات پا چکے ہیں، لیکن ان کا آبائی گاؤں وہاں سے کافی دور ہے جہاں پر اس کے رشتہ دار مدفون ہیں، اب لواحقین یہ چاہتے ہیں کہ ان کو ان کے آبائی گاؤں میں دفن کیا جائے، کیا ایسا کرنا شرعی اعتبار سے درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بہتر صورت تو یہی ہے کہ اس کو وہاں پر ہی دفن کیا جائے جہاں پر وہ فوت ہوا ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو دوسری جگہ بھی منتقل کر سکتے ہیں۔

"ویستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم وان نقل قبل الدفن الی قدر میل او میلین فلابأس به". ....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱٦٧)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہید کی غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) کیا شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) شہید کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے لیے کونسی صورت دین کی نظر میں بہتر ہے، ارشاد فرمائی جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

"قال فی الدر ووضعه ای المیت وکونه هو اواکثر امام المصلی وکونه للقبلة فلاتصح علی غائب " ......(درمختارعلی ھامش ردالمحتار: ۱/۸۱۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ میت پر غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے، بلکہ میت کا سامنے ہونا ضروری ہے، حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کی زندگی میں بہت سے حضرات دور دراز علاقوں میں شہید ہوتے تھے مگر ان حضرات نے ان شہداء پر غائبانہ نماز نہیں پڑھی، اور جو بعض مواقع پر حضور ﷺ سے مروی ہے وہ ان کی خصوصیت تھی۔

(۲) ایصال ثواب کر سکتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ قرآن پاک اور درود شریف پڑھ کر نفلی عبادت، صدقہ خیرات، عمرہ اور نفلی حج وغیرہ کر کے اس کو ایصال ثواب کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مجبوراً شیعہ کا جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شیعہ کا جنازہ تھا جس سے میں نے دوسرے ساتھیوں کو بھی منع کیا لیکن عین موقع پر میرے سینئر میرے پاس کھڑے تھے جن کے سامنے مجبوراً جنازہ پڑھنا پڑا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرے لیے تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال چونکہ آپ نے اس کا جنازہ ناجائز سمجھتے ہوئے پڑھا ہے اس وجہ سے آپ کافر نہیں لہٰذا آپ پر تجدید ایمان و نکاح لازمی نہیں ہے البتہ اس عمل کی وجہ سے آپ گناہ گار ہوئے لہٰذا توبہ ضروری ہے۔

"فنقول لایصلی علی الکافر ......لان الصلوة علی المیت دعاء واستغفار له والاستغفار للکافر حرام " ......(المحیط البرھانی : ۳/۸۲)

"وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته وفی الشامی قوله وشرطها ای شرط صحتها "......(الدرمع الشامی: ۱/۶۴۰)

"ومنها ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر"......(شرح فقه الاكبر : ۱۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرزائی کا نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جانتے ہوئے قادیانی (مرزائی) کا جنازہ پڑھے اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور ایک آدمی عدم علم کی بناء پر یعنی یہ جانتا نہ ہو کہ یہ مرزائی ہے یا اس کو پتہ نہ ہو کہ مرزائی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

قادیانی غیر مسلم ہیں ان کو مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھا ہے تو کفر کا مرتکب ہوا ہے، توبہ کریں اور تجدید نکاح کریں، اور عدم علم کی بناء پر پڑھا ہے تو بھی توبہ کریں، عدم علم معتبر نہیں ہے، مگر کافر نہیں ہوا ہے۔

"مطلب في صلاة الجنازة...... وشرطها ستة اسلام الميت وطهارته قوله وشرطها اى شرط صحتها"......(الدرمع الشامي: ۱/۶۴۰)

"فنقول لايصلى على الكافر لقوله تعالى ولاتصل على احدمنهم مات ابدا ولاتقم على قبره وروى انه لمامات ابوطالب جاء علي رضي الله عنه الى رسول الله ﷺ وقال ان عمك الضال قدمات فقال عليه الصلوة والسلام غسله وكفنه وادفنه ولاتحدث به حدثا حتى تلاقي اى ولاتصل عليه لان الصلاة على الميت دعاء واستغفار له والاستغفار للكافر حرام قال الله تعالى ان تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفرالله لهم"......(المحيط البرهاني : ۳/۸۳)

"ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر"......(شرح الفقه الاكبر : ۱۵۳)

"وان كانت نية القائل الوجه الذى يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتى ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديدالنكاح بينه وبين امرأته كذافى المحيط"......(فتاوىٰ الهندية: ۲/۲۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبرپرہاتھ اٹھاکردعاکرنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۵): کیافرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرپرہاتھ اٹھاکردعاءکرناکیساہے؟ کیاحدیث سےثابت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قبرپرہاتھ اٹھاکردعاکرناجائزہے۔

"عن محمدبن قيس بن مخرمة بن المطلب انه قال يوما الااحدثكم عنى وعن امى قال فظننا انه يريدامه التى ولدته قال قالت عائشة الااحدثكم عنى وعن رسول الله ﷺ فلنابلى قال قالت لماكانت ليلتى التى كان النبى ﷺ فيها عندى انقلب فوضع رداء ه وخلع نعليه فوضعهما عند رجليه وبسط طرف ازاره على فراشه فاضطجع فلم يلبث الاريث ماظن ان قدرقدت فاخذرداء ه رويدا وانتعل رويدا وفتح الباب رويدا فخرج ثم اجافه رويدا فجعلت درعى فى راسى واختمرت وتقنعت ازارى ثم انطلقت على اثره حتى جاء البقيع فقال فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مراة .....الحديث "......(صحيح مسلم : ۱/۳۱۳)

"وقال النووى رحمه الله تعالى فيه استحباب اطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين فيه وفيه ان دعاء القائم اكمل من دعاء الجالس فى القبور "......(نووى شرح مسلم : ۱/۳۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن مجید کے پھٹے ہوئے اوراق کو قبر میں دفن کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے پھٹے ہوئے اوراق کو قبر میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟یعنی پہلے میت کو دفن کرے اس کے اوپر لحد بند کرکے اوراق کو دفن کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قرآن پاک کے مقدس اوراق کو میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا درست نہیں ہے،اس لیے کہ میت کے پھٹنے کی صورت میں ان مقدس اوراق کی تحقیر لازم آتی ہے،البتہ قرآن مجید کے اوراق کو دفن کرنے کے لیے علیحدہ لحد بنا کر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر ایسے طریقے سے دفن کرنا چاہیے کہ قرآن کریم کے اوراق کو مٹی نہ پہنچ سکے۔

"المصحف اذا صار بحال لایقرأ فیه یدفن اه قوله یدفن ای یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن فی محل غیر ممتهن لایوطأ وفی الذخیرة وینبغی ان یلحدله ولایشق له لانه یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذلک نوع تحقیر الااذاجعل فوقه سقفا بحیث لایصل التراب الیه فهو حسن ایضااه ......قوله کالمسلم فانه مکرم واذامات وعدم نفعه یدفن وکذلک المصحف فلیس فی دفنه اهانة له بل ذلک اکرام خوفا من الامتهان" .....(درالمختارمع ردالمحتار: ۱۳۰،۱۳۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک نوجوان نے حالات سے تنگ آکر خودکشی کرلی اس کے ورثاء نے علاقے کے ایک مشہور عالم دین کو جنازہ پڑھانے کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کردیا اور نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟اگر جائز ہے تو جس عالم دین نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی انکا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جو مسلمان خودکشی کرے اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن واضح رہے کہ خودکشی کرنا حرام ہے، اور خودکشی کرنے والا مرتکب کبیرہ ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے اس گناہ کے سد باب کے لئے تعذیراً فرمایا ہے کہ خودکشی کرنے والے کی مقتدیٰ اور اہل علم حضرات نماز جنازہ نہ پڑھیں، لہٰذا جن مشہور عالم دین نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا تھا ان کا یہ فعل عین شرع کے مطابق ہے۔

"ومن قتل نفسه عمدا يصلي عليه عند ابي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالىٰ وهو الاصح كذا في التبيين"......(هنديه ١٦٣/١)

"من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتى"......(در مختار: ١٢٢/١)

"باب (ماجآء في قاتل النفس) وفي فقه الحنيفة لايصلى عليه العلماء ومن صار مقتدى للناس بالفتح وهكذا قاتل الوالدين والباغي لانه لم يبق من تعذير هم عندنا شئي غير الصلاة فلا يصلون عليهم تعذيرا"......(فيض البارى: ٤٩٥/٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زندگی میں اپنے لیے کفن خریدنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (١٨٨): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب حج پر گئے تو وہاں سے اپنے کفن کے لیے کپڑا بھی خرید لائے اور وصیت کی کہ مجھے اسی کپڑے میں کفن دیا جائے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے والد صاحب کا زندگی میں ہی کفن خریدنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں آپ کے والد صاحب کا اپنی زندگی میں ہی اپنے لیے کفن خریدنا از روئے شریعت درست ہے۔

"والذى ينبغى انه لايكره تهيئه نحوالكفن بخلاف القبر"

......(الدرالمختار: ١٢٦/١)

"قوله والذی ینبغی کذاقاله فی شرح المنیة وقال لان الحاجة الیه متحققة غالبابخلاف القبر لقوله تعالیٰ ومَاتدری نفس بای ارض تموت "......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، البتہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ بلاکراہت جائز ہے۔

"وفی الهداية لایصلی علی میت فی مسجد جماعة لقول النبی علیہ السلام من صلی علی جنازة فی المسجد فلااجر له ولانه بنی لاداء المكتوبة ولانه یحتمل تلویث المسجد "......(الهداية: ۱/۱۹۳)

"وفی الهندية وصلاة الجنازة فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مكروهة ......ولاتكره بعذرالمطر ونحوه "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کفن کس رنگ کا ہونا چاہیے؟

مسئلہ نمبر(۱۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن کے لیے سفید کپڑا ہونا چاہیے یا کوئی اور رنگ کا کپڑا بھی استعمال کرسکتے ہیں، آج کل کسی پارٹی کا کوئی لیڈر فوت ہوجائے تو پارٹی کے پرچم کو اس کا کفن بنایا جاتا ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

کفن کے لیے سفید کپڑوں کے علاوہ اور رنگ کے کپڑے کا استعمال کرنا جائز ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے

لکھا ہے کہ جو کپڑا اور رنگ حالت حیات میں جائز ہے وہ کفن کے لیے بھی جائز ہے، اور جو رنگ اور کپڑا حالت حیات میں ناجائز ہے وہ کفن کے لیے بھی ناجائز ہے۔

البتہ کفن کے لیے سفید کپڑے کا استعمال کرنا مستحب ہے، آپ ﷺ کا کفن سفید تھا اور آپ ﷺ نے سفید رنگ کے کفن کی ترغیب بھی دی ہے، لہٰذا کسی پارٹی کی خاطر آپ ﷺ کی ہدایات کو ترک کرنا انتہائی غیر مناسب ہے۔

"فالافضل ان یکون التکفین بالثیاب البیض لماروی عن جابر بن عبدالله الانصاری رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ انه قال احب الثیاب الی الله تعالیٰ البیض فلیلبسها احیائکم و کفنوا فیهاموتاکم وقال النبی ﷺ حسنوا اکفان الموتی فانه یتزاورون فیمابینهم ویتفاخرون بحسن اکفانهم ،وقال علیه السلام اذاولی احدکم اخاه میتا فلیحسن کفنه والبرود والکتان والقصب کل ذلک حسن والخلق اذاغسل والجدید سواء لماروی عن ابی بکر رضی الله عنه انه قال اغسلوا ثوبی هذین و کفنونی فیهما فانهما للمهل والصدید وان الحی احوج الی الجدیدمن المیت والحاصل ان مایجوز لکل جنس ان یلبسه فی حیاته یجوزان یکفن فیه بعدموته حتی یکره ان یکفن الرجل فی الحریر والمعصفر والمزعفر ولایکره للنساء ذالک اعتبارا باللباس فی حال الحیوۃ" ... (بدائع الصنائع: ۲/۳۹)

"واحب الاکفان الثیاب البیض هکذافی النهایة .....وکل مایباح للرجال لبسه فی حال الحیوۃ یباح تکفینه بعدالوفاۃ ومالایباح له لبسه حال الحیوۃ لایباح تکفینه بعدالوفاۃ کذافی شرح الطحاوی ".....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو بچہ ماں کے پیٹ میں مرجائے اس کے کفن اور غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی بچہ ماں کے پیٹ سے مردہ ہی پیدا ہو تو اس کا نام رکھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟ اور اس کو مسنون کفن دیا جائے گا یا نہیں؟ اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ایسا بچہ جو ماں کے پیٹ سے ہی مردہ پیدا ہوا تو اس کا نام بھی رکھا جائے گا، اس کو غسل بھی دیا جائے گا، لیکن مسنون کفن نہیں دیا جائے گا، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

"والایستھل غسل وسمی عندالثانی وھوالاصح فیفتی بہ علی خلاف ظاھر الروایۃ اکراما لبنی آدم کمافی ملتقی البحار وفی النھر عن الظھیریۃ واذاستبان بعض خلقہ غسل وحشر ھوالمختار وادرج فی خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ"......(الدرعلی الشامی : ۱/۶۵۵)

"لکن قال فی الشرنبلالیۃ یمکن التوفیق بان من نفی غسلہ اراد الغسل المراعی فیہ وجہ السنۃ ومن اثبتہ ارادالغسل فی الجملۃ کصب الماء علیہ من غیر وضوء وترتیب لفعلہ کغسلہ ابتداء بسدروحرض اہ قست ویؤیدہ قولھم ویلف فی خرقۃ حیث لم یراعوا فی تکفینہ السنۃ فکذاغسلہ"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۵۵)

"وان لم یستھل ادرج فی خرقۃ کرامۃ لبنی آدم ولم یصل علیہ لمارویناویغسل فی غیرالظاھرمن الروایۃ لانہ نفس من وجہ وھوالمختار ،قولہ لمارویناولولم یثبت کفی فی نفیہ کونہ نفسا من وجہ جزء من الحی من وجہ فصلی الاول یغسل ویصلی علیہ وعلی الثانی لا ولافأ عملناالشبھین فقلنا یغسل عملا بالاول ولایصلی علیہ عملابالثانی ورجحنا خلاف ظاھر الروایۃ واختلفوا فی الغسل السقط الذی لم یتم خلقۃ اعضائہ والمختار انہ یغسل ویلف فی خرقۃ"......(فتح القدیر : ۲/۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر

دعا کرنا کیسا ہے؟اور یہ بھی لوگوں میں رواج ہے کہ میت کو دفنانے کے بعد واپس آتے ہوئے چالیس قدم کے قریب چل کر پھر رک جاتے ہیں اور اجتماعی دعا کرتے ہیں، اس کے متعلق بھی شرعی حکم واضح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کو دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز بلکہ مستحب ہے اور دفنانے کے چالیس قدم چلنے کے بعد اجتماعی دعا کو مسنون یا مستحب سمجھنے کا کوئی جزئیہ نظر سے نہیں گزرا۔

"ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعة عندالقبر بعدالفراغ بقدرماینحر جزور ویقسم لحمها یتلون القرآن ویدعون للمیت فان فی سنن ابی داؤد کان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علی قبره وقال استغفروا الله لاخیکم واسألوا الله "......(الجوهرة النیرة : ۱/۱۳۲)

"ویستحب حثیة من قبل رأسه ثلاثا وجلوس ساعة بعددفنه لدعاء وقراءة بقدرماینحر الجزور ویفرق لحمه " ..... (درمختار:۱/۱۲۵)

"وفی حدیث ابن مسعود رأیت رسول الله ﷺ فی قبرعبدالله ذی النجادین الحدیث وفیه فلمافرغ من دفنه استقبل القبلة رافعایدیه ،اخرجه ابوعوانه فی صحیحه "......(فتح الباری : ۱۱/۱۷۳)

"وفی حدیث مسلم جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات " ......(صحیح مسلم :۱/۳۱۳)

اسی حدیث کی تشریح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"فیه استحباب اطالة الدعاء وتکریره ورفع الیدین فیه وفیه ان دعاء القائم اکمل من دعاء الجالس فی القبور "......(النووی علی المسلم : ۱/۳۱۳)

"بل اذافرغ ورجع الناس لکن فلیتفرقوا ویشغل الناس بامورهم وصاحب البیت بامره". ....(فتاویٰ شامی: ۱/۲۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ لاہور میں پڑھ کر آبائی گاؤں میں دفنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک میت کا جنازہ لاہور میں پڑھا گیا ہے اور پھر اس کو اپنے آبائی وطن لے جایا گیا جہاں اس کے اور رشتہ دار بھی رہتے ہیں، تو کیا وہاں آبائی گاؤں میں اس پر دوبارہ جنازہ پڑھا جاسکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جنازہ کا تکرار مشروع ہے (الافی صورة خاصة) بناء بریں جب ایک دفعہ نماز جنازہ اداء کرلی گئی ہو تو دوبارہ ولی کے بغیر کسی کے لیے اس کا اعادہ درست نہیں ہے۔

"ولایصلی علی میت الامرۃ واحدة والتنفل بصلاة الجنازة غیر مشروع کذافی الایضاح ولایعید الولی ان صلی الامام الاعظم اوالسلطان اوالوالی اوالقاضی اوامام الحی لان هؤلاء اولی منه وان کان غیر هؤلاء له ان یعید کذافی الخلاصة وان صلی علیه الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعده ولواراد السلطان ان یصلی علیه فله ذلک لانه مقدم علیه " .....(فتاویٰ الهندیة : ۱/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا امانۃً دفن کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے قریب دریائے سندھ بہتا ہے جس میں گرمیوں کے موسم میں نعشیں آتی رہتی ہیں ہمارے لوگ انہیں پکڑ کر امانۃً دفن کردیتے ہیں، پھر اگر کوئی اس کا رشتہ دار وغیرہ مل جائے تو اسے اپنے علاقے میں منتقل کرتے ہیں ورنہ بدستور مدفون رہتے ہیں، اب وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایسی نعشوں (لاشوں) کی امانۃً تدفین صحیح ہے یا نہیں؟ نیز ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اگر پڑھنی ضروری ہے تو کس طرح پڑھیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

امانۃً دفن کرنے کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے، جب میت کو دفن کر دیا تو اس کے بعد نکالنا اور دوسری جگہ میت کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر زمین کسی کی مملوکہ ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا گیا ہو تو نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا ہوگا، اور اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ میت مسمان ہے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنی ہوگی، نیز کفر کی کوئی نشانی نہ ہو تب نماز پڑھی جائے گی، کیونکہ دارالاسلام میں زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ میت مسلمان ہے۔

"ولايخرج من القبر الاان تكون الارض مغصوبة اى بعد مااهيل التراب عليه لايجوز اخراجه لغيرضرورة للنهي الوارد عن نبشه وصرحوا بحرمته "......
(البحرالرائق: ۲/۳۴۱)

"ولايخرج من القبر يعني لايخرج الميت من القبر بعدمااهيل عليه التراب للنهي الوارد عن نبشه " .....(تبيين الحقائق: ۱/۲۳۶)

"ولايخرج منه بعداهالة التراب شامل لمالودفن في غيربلده حتى لوحضرت امه لنقله لايسعها ذلك وتجويز بعض شواذالمتاخرين ذلك لايلتفت اليه "
.....(حاشية الطحطاوى مع الدر: ۱/۳۸۲)

"وامابعد الدفن فلايجوز اخراجه حتى قالوا لوان امرأة مات ولدها ودفن ببلدغيربلدها وهى لاتصبر وارادت نبشه ونقله الى بلدها لايباح لهاذلك "
.....(حلبى كبيرى: ۵۲۳)

"ولودفن بثوب اودرهم للغير اوفى ارض مغصوبة اواخذت بشفعة يخرج منه لانها حق العبد وان وقع فى القبر متاع فعلم به بعدما اهيل التراب نبش ايضا واخرج ولايجوز نبش القبرلغيرذلك".....(حلبى كبيرى: ۵۲۱)

"واتفقت كلمة المشايخ فى امرأة دفن ابنها وهى غائبة فى غير بلدها فلم تصبر وارادت نقله انه لايسعها ذلك فتجويز شواذبعض المتاخرين لايلتفت اليه ".....(فتح القدير: ۲/۱۰۱)

"واشاربكون الارض مغصوبة الى ان يجوز نبشه لحق الآدمى كمااذاسقط فيهامتاعه اوكفن بثوب مغصوب اودفن فى ملك الغير اودفن معه مال احياء

لحق المحتاج قداباح النبی ﷺ نبش قبرابی رغال لعصا من ذهب معه.....
ودخل فیه ماذااخذها الشفیع فانه ینبش ایضالحقه "......(البحر الرائق :
۲/۳۴۱)

"ولایباح نبشه بعدالدفن اصلاالالماتقدم من سقوط ماله فیه او کون الارض
فی حق الغیر "..... (حلبی کبیری : ۵۲۳)

"اذادفن المیت فی ارض غیره بغیراذن مالکها فالمالک بالخیار ان شاء امر
باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیها "......(فتاوی الهندیة:
۱/۱۶۷)

"واذاوجدالمیت لایدری امسلم هوام کافر فان کان فی قریة من قری اهل
الاسلام فالظاهر انه مسلم فیغسل ویصلی علیه وان کان فی قریة من قری اهل
الشرک فالظاهر انه منهم فلایصلی علیه الاان یکون علیه سیماالمسلمین
فحینئذ یغسل ویصلی علیه وسیماالمسلمین الختان والخضاب ولبس
السواد وماتعذر الوقوف علی حقیقة یعتبر فیه العلامة والسیماقال الله تعالی
(یعرف المجرمون بسیماهم)(الرحمن: ۴۱) وقال ولواراد الخروج
لاعدواله عدة (التوبة) ".....(المبسوط للسرخسی: ۲/۸۳)

"لولم یدر امسلم ام کافر ولاعلامة فان فی دارنا غسل وصلی علیه والالا
قوله ولاعلامة الخ نص علی ماهوالمعتمد من الخلاف ان العبرة للمکان
عندفقد العلامة واماا ذاکان به علامة فیعمل بهااتفاقا وانمااعتبر المکان
عندفقدها لان دلالة المکان تحصل بها غلبة الظن بکونه مسلما"..... (حاشیة
الطحطاوی مع الدر : ۱/۳۶۸)

"لولم یدر امسلم ام کافر ولاعلامة فان فی درانا غسل وصلی علیه والالا
قوله فان فی دارنا الخ افاد بذکرالتفصیل فی المکان بعدانتفاء العلامة ان
العلامة مقدمة وعند فقدها یعتبر المکان فی الصحیح لانه یحصل به غلبة
الظن کمافی النهر عن البدائع وفیها ان علامة المسلمین اربعة الختان

والخضاب ولبس السواد وحلق العانة اه قلت في زماننا لبس السواد لم يبق علامة للمسلمين "......(درمع الرد : ۱/٦٣٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی کی وفات پر مارکیٹ کو زبردستی بند کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۵): محترم حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مندرجہ ذیل مسئلہ از روئے اسلام شرح وضاحت فرمادیں۔

یہاں ہمارے بازار میں رسومات پڑی ہوئی ہیں کہ اگر کوئی بازار کا دکاندار مرجائے تو اس کی وجہ سے مارکیٹ کے لوگ دکانیں بند کروادیتے ہیں، اس سلسلہ کی وضاحت چاہتا ہوں کہ اسلام میں اس کا کوئی تصور ہے؟ یا دین اسلام میں مرنے والے کے لیے بازار بند کرنے کی اجازت ہے؟ مکمل وضاحت فرمادیں، اور کیا یہ رسومات ہندوں اور عیسائیوں کی ہیں؟ اس کی وضاحت فرمادیں، میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

از روئے شرع کسی کی موت پر تین دن تک اظہار سوگ کی اجازت ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے، اور یہ حکم بھی ان لوگوں کے لیے جو حقیقۃً غمزدہ ہوں اس لیے صورت مسئولہ میں اگر تو دکانیں جنازہ میں شرکت ہمدردی اور تعاون کی نیت سے بند کرتے ہیں تو یہ باعث ثواب ہے کیونکہ ایک مسلمان کا حق یہ بھی ہے کہ اس کے جنازہ میں شریک ہوجائے، اور جنازہ کے بعد حسب معمول اپنے کاروبار کو جاری رکھے، البتہ اگر تین دن کے بعد اس لیے بند کرتے ہیں کہ غم میں شریک ہوکر سوگ منایا جائے یا جنازہ کے بعد بھی دکانیں جبراً بند کراتے ہیں تو یہ جائز نہیں ہے۔

"لابأس بتعزية اهل الميت من المسلمين وترغيبهم في الصبر والرضاء بقضاء الله تعالىٰ لينالوا اجر الصابرين والدعاء بالرحمة والمغفرة للميت "

......(الفتاوى السراجية: ۱۳٦)

"والتعزية للمصاب سنة للحديث من عزى مصابا فله مثل اجره "

......(البحر الرائق : ٢/٣٣٧)

"قوله وبالجلوس لها ......الجلوس في المصيبة ثلاثة ايام للرجال جاءت الرخصة فيه ولاتجلس النساء قطعا "......(ردالمحتار : ١/٦٦٤)

"عن زينب بنت ابى سلمة ...قالت زينب دخلت على ام حبيبة زوج النبى ﷺ حين توفى ابوها ابو سفيان بن حرب فدعت ام حبيبة بطيب فيه صفرة خلوق اوغيره فدهنت منه جارية ثم مست بعارضيها ثم قالت والله مالى بالطيب من حاجة غيرانى سمعت رسول الله ﷺ يقول لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تحدعلى ميت فوق ثلاث ليال الاعلى زوج اربعة اشهر وعشرا " .... (صحيح البخارى :۸۰۳/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کودفنانے کے بعدقبر پراذان کہنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۶): محترم جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

(۱) جناب عالی گزارش ہے کہ ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے کہ میت کودفنانے کے بعدقبر کے اوپر کھڑے ہوکراذان پڑھنا جائز ہے؟اگر جائز ہےتو قرآن وحدیث کے حوالہ سے تحریر فرمادیں۔

(۲) اورکیاشیطان قبر کے اندر جاکرمردے کے ایمان کوکوئی نقصان پہنچ سکتا ہے؟

آپ کی بہت بہت مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملك الوهاب

میت کودفنانے کے بعدقبر پرکھڑے ہوکراذان کہنابدعت ہے،اس سے اجتناب کریں۔

"تنبيه وفى الاقتصار على ماذكر من الوارد اشارة الى انه لايسن الاذان عندادخال الميت فى قبره كماهو المعتاد الأن وقدصرح ابن حجر فى فتاويه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قياسا على ندبهما للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتداء ه فلم يصب "......(فتاوىٰ شامى: ۲۳۵/۲)

(۲) شیطان زندگی تک ہی انسان کے ایمان کونقصان پہنچاسکتا ہے،مرنے کے بعدشیطان انسان کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچاسکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر کے پاس دعا کرتے وقت رخ کس طرف ہونا چاہیے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قبرستان میں قبر کے پاس کھڑے ہوکر دعامانگی جاسکتی ہے؟ نیز دعامانگنے والا کس طرف رخ کرکے کھڑا ہو شریعت مطہرہ کی روشنی میں صحیح وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ قبرستان میں جاکر میت کے چہرہ کے مقابل کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھاکر دعامانگنا مستحب ہے کیونکہ یہی عامۃ المسلمین کا طرز عمل ہے، البتہ قبروں کا بوس وکنار کرنا شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ تشبہ بالنصاری لازم آتا ہے جوکہ منع ہے۔

"عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بقبور بالمدینة فاقبل علیهم بوجهه فقال السلام علیکم یااهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواه الترمذی ای علی اهل القبور وفیه دلالة علی ان المستحب فی حال السلام علی المیت ان یکون وجهه لوجه المیت وان یستمر کذلک فی الدعاء ایضا وعلیه عمل عامة المسلمین خلافا لماقاله ابن حجر من ان السنة عندنا انه حالة الدعاء یستقبل القبلة کماعلم من احادیث اخر فی مطلق الدعاء اه وفیه ان کثیر من مواضع الدعاء ماوقع استقباله ﷺ للقبلة منهامانحن فیه ومنهاحالة الطواف والسعی ودخول المسجد وخروجه وحال الاکل والشرب وعیادة المریض وامثال ذلک فیتعین ان یقتصر الاستقبال وعدمه علی المورد ان وجدوا لافخیر المجالس مااستقبال القبلة کماورد به الخبر وامامافعله بعض السلف بعدالزیارة النبویة من استقبال القبلة للادعیة فهوامرزائد لامسطور فیه للائمة بوجهه قال المظهر واعلم ان زیارة المیت کزیارته فی حال حیوته یستقبله بوجهه فان کان فی الحیاة اذازاره یجلس منه علی البعد لکونه عظیم القدرفکذلک فی زیارته یقف اویجلس علی البعد منه وان کان یجلس منه علی القرب فی حیاته کذلک یجلس بقربه اذازاره اه

واذا زارہ یقرء فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد ثلاث مرات ثم یدعوا لہ ولایمسحہ ولایقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاری".....(مرقاۃ المفاتیح : ۲۱۸، ۴/۲۱۹)

"قولھا جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات فیہ استحباب اطالۃ الدعاء وتکریرہ ورفع الیدین فیہ وفیہ ان دعاء القائم اکمل من دعاء الجالس فی القبور " .....(صحیح مسلم مع شرح النووی :۱/۳۱۳)

واضح رہے کہ ہمارے بعض اکابر نے جو قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو منع فرمایا تھا ان میں سے بعض حضرات نے مذکورہ حدیث کو زیر نظر آنے کے بعد رجوع کر لیا ہے اور دیگر بعض حضرات کو یا تو یہ حدیث منظور نظر نہیں تھی یا ان حضرات کے سد باب کے لیے فرمایا ہے جو اصحاب القبور سے مانگتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دفن کے بعد سورۃ البقرۃ کی ابتدائی اور اختتامی آیات پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو دفن کرنے کے بعد میت کی قبر پر کھڑے ہو کر جو سورۃ البقرۃ کی شروع اور اخیر والی آیات پڑھی جاتی ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا نابالغ میت کی قبر پر بھی پڑھی جائیں گی یا کہ نہیں؟ جب کہ نابالغ معصوم ہوتے ہیں، برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جس طرح بالغ میت کی قبر پر دفن کے بعد سورۃ البقرۃ کی شروع اور اخیر والی آیات پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح نابالغ میت کی قبر پر بھی پڑھنی چاہئیں، اس کی بنیاد متکلمین اور فقہاء کا قبر میں بچوں سے سوال وجواب کے ہونے نہ ہونے پر ہے بعض متکلمین اور فقہاء قبر میں بچوں سے سوال وجواب کے قائل نہیں ہیں، لہٰذا یہ حضرات ان آیات کے پڑھنے کے بھی قائل نہیں، اور بعض متکلمین اور فقہاء قبر پر ان آیات کے پڑھنے کے قائل ہیں لہٰذا ان کے نزدیک بچوں کی قبر پر بھی ان آیات کا پڑھنا چاہیئے، اور احتیاطاً فتویٰ اسی دوسرے قول پر

-ہے

”سوال منکر ونکیر وهماملکان یدخلان القبر فیسألان العبد عن ربه وعن دینه وعن نبیه قال السید ابوشجاع ان للصبیان سوالا وفی حاشیته قوله للصبیان الخ قبل ینبغی ان یکون هذا مخصوصا بصبیان المشرکین فان صبیان المؤمنین مغفورون وفیه انه منقوض بسوال المطیعین المغفورین“ ......(شرح العقائد،مطبوعه المیزان: ۱۰۰ حاشیة نمبر: ۱)

”واستثنی من عموم سوال القبر الانبیاء علیهم السلام والاطفال والشهداء ففی صحیح مسلم انه علیه الصلوة والسلام سئل عن ذلک ؟فقال کفی ببارقة السیوف شاهدا ففی الکفایة انه لاسؤال للانبیاء علیهم السلام وقال السیدابوشجاع علماء الحنفیة ان للصبیان سؤالا وکذاللانبیاء عندالبعض وقال بعضهم صبیان المسلمین مغفورلهم قطعا والسؤال لحکمة لم یطلع علیها“......(الفقه الاکبر : ۱۰۰)

”قوله وجلوس الخ لمافی سنن ابی داؤد وکان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علی قبره وقال استغفروا لاخیکم واسألوا الله له التثبیت فانه الآن یسئل وکان ابن عمریستحب ان یقرء علی القبر بعدالدفن اول سورة البقرة وخاتمتها وروی ان عمروبن العاص قال وهوفی سیاق الموت اذاأنامت فلاتصبحنی نائحة ولانار فاذادفنتمونی فشنوا علی التراب شنائم اقیموا حول قبری قدرماینحر جزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم وانظر ماذاراجع رسل ربی جوهرة“......(فتاویٰ شامی: ۱/٦٦١)

”عن عثمان قال کان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسئل ..... وفی سنن البیهقی ان ابن عمر استحب ان یقرء علی القبر بعدالدفن اول سورة البقرة وخاتمتها قاله الطیبی وفی روایة یقرأ اول البقرة عندرأس المیت وخاتمتها عندرجله رواه ابوداؤد“......(مرقاۃ المفاتیح :۱/۳۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا شیعہ کے جنازہ میں شریک ہونے سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں نتھے جاگیر ضلع قصور میں علماء نے شیعہ کا جنازہ پڑھنے والے کے بارے میں تجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا ہے، ازراہ کرم اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ کیا واقعی شیعوں کے جنازے میں شرکت کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور تجدید ایمان کی بھی ضرورت ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر شیعت کے وہ عقائد جن سے کفر لازم آتا ہے (مثلاً قذف عائشہؓ، انکار صحبت صدیقؓ اور تحریف قرآن وغیرہ) کا علم ہونے کے باوجود جائز سمجھ کر جنازہ پڑھا تو پڑھنے والے پر تجدید ایمان ونکاح دونوں ضروری ہیں۔

"فنقول لایصلی علی الکافر ۔۔۔لان الصلوة علی المیت دعاء واستغفار له والاستغفار للکافر حرام " ......(المحیط البرهانی : ۳/۸۲)

"وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته وفی الشامی قوله وشرطها ای شرط صحتها "۔۔۔۔(الدرمع الشامی : ۱/۶۴۰)

" ومنهااستحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر"......(شرح فقه الاکبر: ۱۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر امام بھول کر پانچویں تکبیر کہہ دے تو مقتدی کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۲۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام نے بھول کر پانچویں تکبیر کہہ دی اور مقتدیوں نے بھی پیچھے تکبیر کہہ دی اس کے بعد سلام پھیرا، آیا یہ جنازہ ہوا یا نہیں ہوا؟ کیا جنازہ دوبارہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال مذکورہ صورت میں نماز جنازہ درست ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

"ولو كبر الامام خمسا فالمقتدى لايتابع ثم ماذايصنع فى رواية عن ابى حنيفة يمكث حتى يسلم معه وهو الاصح هكذافى محيط السرخسى اه" ....(فتاوىٰ الهندية : ١/١٦٤)

"ولو كبر امامه خمسالم يتبع لانه منسوخ فيمكث المؤتم حتى يسلم معه اذاسلم به يفتى اه "......(الدرعلى الشامى : ١/٦٤٥)

"الحنفية قالوا اذازاد الامام عن اربع فالمقتدى لايتابعه فى الزيادة بل ينتظر حتى يسلم معه وصحت صلاة الجميع "......(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة :١/٤٥٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعزیت صرف ایک ہی دفعہ کافی ہے:

مسئلہ نمبر (۲۰۱): کیا فرماتے ہیں ہمارے مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارے علاقہ میں جب کوئی فوت ہوجائے تو اس کے لیے تعزیت کا ایک مخصوص طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، باہر سے آنے والا شخص فوت ہونے والے آدمی کی برادری کے ہر شخص سے علیحدہ علیحدہ نام لے کر ایک ایک سے دعا کرواتا ہے، مثلاً پہلے ایک سے کہے گا کہ ملاں بھائی دعا کرو، اس طرح دوسرے کو تیسرے کو اور دعا کر دیہاں کہا ہے "راہ حق نال" جواب میں دوسرا آدمی جس کا رشتہ دار فوت ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ "حق ہویاۓ" جواباً پھر دعائیہ کلمات اپنی زبان کے مطابق کہے جاتے ہیں اس طرح یہ طریقہ تین دن تک اور کبھی کبھار مہینوں تک چلتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے یعنی جائز ہے، واجب ہے، سنت ہے، یا مستحب یا بدعت؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

پسماندگان میں سے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ تعزیت کرنا یہ ضروری نہیں، تعزیت میں یوں کہنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی میت کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر کی تلقین کی جائے تعزیت ایک دفعہ ہی کافی ہے۔

"وتکرہ التعزیۃ ثانیاوعندالقبر وعندباب الدار ویقول اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفرلمیتک"..... (درمختار علی ردالمحتار: ۲۲۵/۱)

"قولہ بتعزیۃ اھلہ ای تصبیرھم والدعاء لھم بہ"......(فتاویٰ شامی: ۲۲۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر لاش گل سڑ جائے یا پھٹ جائے تو نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص نشہ کی حالت میں مرجائے اور لاش کئی دن بعد ملے لاش گل سڑ جائے، جسم میں کیڑے پڑ جائیں یا جسم پھول کر پھٹ جائے یا پگھل جائے، ایسی مذکورہ لاش کو غسل بھی نہیں دیا جاسکتا تو کیا میت مذکورہ کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر ہاتھ لگانے سے لاش کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں لاش پر صرف پانی بہادینا کافی ہے کیونکہ غسل میں ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے لہٰذا پانی بہانے کے بعد کفن پہنایا جائے اور پھر نماز پڑھی جائے۔

"ولو کان المیت متفسخا یتعذر مسحہ کفی صب الماء علیہ کذافی التتارخانیۃ"..... (فتاویٰ الھندیۃ: ۱۵۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۰۳): محترم جناب مفتی صاحب

اس مسئلہ کے بارے میں مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں

ہمارے محلہ میں ایک بہت بڑی مسجد ہے جس کے سامنے بڑے بڑے پارک بھی ہیں لیکن ہماری مسجد کے امام صاحب اس میں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں، جب کہ کوئی بہانہ یا عذر بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا معلوم نہیں ہوتا، کیا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں ہے؟

قرآن وحدیث کے حوالوں سے جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بلاعذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بناء بر قول راجح مطلقاً مکروہ تحریمی ہے چاہے میت مسجد کے اندر ہو یا باہر ہو، نمازی بعض مسجد میں ہوں یا باہر ہوں، نیز حدیث شریف ہے۔

"من صلی علی میت فی المسجد فلاصلاۃ له "......(سنن ابی داؤد: ۱۰۱/۱)

"فی الدرمع الشامیة وکرهت تحریما وقیل تنزیها وفی الشامیةقوله وقیل تنزیها...... فرجح القول الاول لاطلاق المنع قال الحصکفی فی مسجد جماعة هوای المیت فیه وحده اومع القوم واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده اومع بعض القوم والمختار الکراهة مطلقا وفی الشامیة قوله مطلقا ای فی جمیع الصور المتقدمة کمافی الفتح عن الخلاصة وفی مختارات النوازل سواء کان المیت فیه اوخارجه هوظاهرالروایة "......

(فتاویٰ شامی : ۱/۶۵۲،۶۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اپنے آپ کو آگ لگانے کے پانچ دن بعد وفات پانے والے کی نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جس کی عمر تقریباً ۲۱ سال ہے بعض نامعلوم وجوہات کی بناء پر اس نے اپنے آپ کو آگ لگالی اور تقریباً پانچ دن تک زندہ رہا اور بعد از اں وفات پا گیا، دوران علالت اس نے اپنے جرم پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے خوب توبہ کی اور ٹھیک حالت نزع کے وقت اس نے کلمہ طیبہ کا ورد بھی کیا، مقامی علماء نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا بہر حال اس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

برائے مہربانی تحریری حور پر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ آیا ایسے شخص کی نماز جنازہ ہوجاتی ہے یا کہ نہیں؟ اور جب ایسے شخص کو حالت نزع میں کلمہ طیبہ نصیب ہوجائے تو پھر کیا حکم ہے؟

نیز جن لوگوں نے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال جب یہ شخص حادثہ کے پانچ دن بعد تک زندہ رہا اور توبہ وغیرہ بھی نصیب ہوگئی تو اس پر نماز پڑھنا عام مسلمانوں کی طرح ہی فرض کفایہ ہے، بنا بریں جن علماء نے نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ درست نہیں ہے، اگر یہ حادثہ میں ہی فوراً بغیر توبہ کے مرجاتا جب بھی مفتی بہ قول کے مطابق اس پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔

"من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتي وان كان اعظم وزرا من قاتل غيره"......(درمختار على هامش الرد: ۱/۶۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کے نیچے قبر میں مصلے اور روئی بچھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۰۵): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک رسم یہ چلی ہے کہ بعض لوگ میت کو دفن کرتے وقت اس کے نیچے مصلے، روئی، کپڑا وغیرہ بچھاتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ ایسا کرنے سے بدعت گناہ کا کام شریعت کے خلاف تو نہیں ہوگا؟

(۲) میں نے ضرب مؤمن کے ایک شمارے میں پڑھا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد انفرادی طور پر دعا مانگنا جائز ہے، اجتماعی دعا درست نہیں ہے، لیکن ہم نے تو ہر جگہ اجتماعی دعا مانگتے ہوئے دیکھا ہے، اور خود بھی ایسا ہی کرتے ہیں، ہماری راہنمائی فرمائیں کہ کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

"ولا يجوزان يوضع فيه مضربة (قوله ولا يجوز الخ) اى يكره ذلك قال في الحلية ويكره ان يوضع تحت الميت في القبر مضربة او مخدة او حصيرا او نحو ذلك اه ولعله وجهه انه اتلاف مال بلا ضرورة فالكراهة تحريمية ولذا عبر بلا يجوز"......(فتاویٰ شامی: ۲/۴۵۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ چٹائی وغیرہ میت کے نیچے رکھنا مکروہ ہے۔

(۲) ضرب مؤمن میں جو مسئلہ لکھا گیا ہے احسن الفتاویٰ کے پرانے نسخہ سے لکھا گیا ہے، نئے نسخہ میں رجوع ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علم کے باوجود قادیانی کی نماز جنازہ پڑھانا:

مسئلہ نمبر(۲۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب نے چند سال قبل ایک قادیانی کی نماز جنازہ علم ہونے کے باوجود پڑھائی تھی، امام مسجد کے متعلق اور جنازہ پڑھنے والے مقتدیوں کے متعلق دین اسلام کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر امام نے جائز سمجھ کر قادیانی کا جنازہ پڑھایا تھا اسی طرح اگر مقتدیوں نے بھی جائز سمجھ کر قادیانی کا جنازہ پڑھا تھا تو سب اسلام سے خارج ہیں اور ان پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے، اور اگر جائز سمجھ کر نہیں بلکہ محض سیاستاً یا رسماً ناجائز سمجھتے ہوئے پڑھا ہے تو پھر یہ سب لوگ کثرت سے توبہ واستغفار کریں۔

"سمعت بعضهم يقول اذالم يعرف الرجل ان محمدا ﷺ آخرالانبياء عليهم وعلى نبينا السلام فليس بمسلم كذافي اليتيمة "۔۔۔۔(فتاوى الهندية : ۲/۲۶۳)

"ماكان محمدابااحدمن رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين"۔۔۔۔(سورة الاحزاب : ۴۰)

"والاصل ان من اعتقد الحرام حلالاً فان كان حرام لغيره كمال الغير لايكفر وان كان لعينه فان كان دنيله قطعيا كفروالافلاوقيل التفصيل فى العالم اماالجاهل فلايفرق بين الحلال والحرام لعينه ولغيره وانماالفرق فى حقه انماكان قطعيا كفربه والافلا فيكفر اذاقال الخمرليس بحرام "۔۔۔۔(البحر الرائق: ۵/۲۰۶)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مسجد میں نماز جنازہ ہوسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۰۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نماز جنازہ ہوسکتا ہے؟ کیا مسجد میں کسی چھوٹے بچے کا جنازہ ہوسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ صورت میں مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے البتہ عذر کی وجہ سے پڑھ سکتے ہیں جیسے بارش وغیرہ یاد رہے کہ بالغ اور نابالغ چھوٹے بچوں کے جنازہ کا ایک ہی حکم ہے۔

"وصلاۃ الجنازۃ فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مکروھة سواء کان المیت والقوم فی المسجد اوکان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد اوکان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد اوالمیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد ھو المختار کذافی الخلاصة ولاتکرہ بعذر المطر ونحوہ ھکذافی الکافی " .....(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں تکرار کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا یا پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) جن لوگوں نے ایک میت پر ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھ لی ہو اسی پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو ولی کو دوبارہ پڑھنے کا حق ہے، اس صورت میں بھی جو لوگ پہلے نماز جنازہ پڑھ چکے ہوں تو ان کو ولی کے ساتھ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

"فان صلی غیرہ ای الولی لمن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه الولی اعادالولی ولوعلی قبرہ ان شاء لاجل حقه لالاسقاط الفرض ولذاقلنا لیس لمن صلی علیھاان یعید مع الولی لان تکرارھا غیرمشروع " .....(درمع الرد: ۲/۲۵۲،۶۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مغالطہ میں قادیانی کا نماز جنازہ پڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۹): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

درج ذیل سوال کا شرعی جواب مطلوب ہے۔

زید مرزائی اور قادیانیوں کو قطعی طور پر کافر سمجھتا ہے، ہوا یوں کہ چند لوگوں نے ایک میت کے متعلق زید سے کہا کہ اس کا نماز جنازہ پڑھادے، زید کو اس میت کے مسلمان ہونے کے حوالے سے تردد تھا، چونکہ پہلے یہ شخص بطور قادیانی مشہور تھا اسی وجہ سے زید نے مذکورہ شخص کا جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا، مگر کچھ لوگوں نے (جس میں بعض مسلمان تھے اور بعض قادیانی) یقین دلایا کہ نہیں یہ مسلمان ہی تھا، بلکہ حج وعمرہ بھی ادا کر چکا ہے (اور عام علاقے میں شہرت یہ ہے کہ حج وعمرہ کے بعد دوبارہ یہ شخص قادیانی ہوگیا تھا) اس پر زید نے ورثاء سے پوچھا اگر یہ مسلمان ہوگیا تھا تو پھر قادیانی عبادت گاہ میں کیونکر موت واقع ہوئی ہے؟ (اس سے مراد 28.05.2010 کو ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہونے والا واقعہ ہے) اس سوال پر میت کے ماموں زاد بھائی جو کہ مسلمان ہے نے اس بات کی تردید کی کہ شخص مذکور کی موت عبادت گاہ قادیانی میں ہوئی، بلکہ کہا کہ یہ بینک سے رقم نکلوانے گیا تھا اور راستہ میں فائرنگ سے ہلاک ہوا ہے، بعد ازیں زید نے اس شخص مذکور کا جنازہ پڑھادیا، کچھ دیر بعد کچھ لوگ مزید آئے اور انہوں نے دوبارہ جنازہ پڑھادیا مگر قادیانیوں کے طریقے کے مطابق؟ جب زید نے یہ ماجرا دیکھا تو ورثاء سے کہا کہ یہ جنازہ دوبارہ کیوں پڑھایا گیا اور وہ بھی قادیانیوں کے طریقہ کے مطابق؟ جواب میں ورثاء نے کہا کہ چند رشتہ دار جنازے سے رہ گئے تھے اور وہ ہیں بھی قادیانی، بس رشتہ داری کی وجہ سے جنازے کی اجازت دی گئی ہے، اب آپ حضرات اہل علم کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) زید باوجودیکہ قادیانیوں کو قطعی طور پر کافر سمجھتا ہے محض مغالطہ میں آجانے کی وجہ سے قادیانی کا جنازہ پڑھا چکا ہے اس شخص کے ساتھ عام مسلمانوں کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

(۲) زید کے نکاح اور اسلام پر کوئی اثر ہوا ہے یا نہیں؟

(۳) زید اپنے اس عمل پر نادم ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کی کیا صورت ہے؟

(۴) وہ مسلمان جنہوں نے اس جنازہ میں شرکت کی ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۵) وہ مسلمان جو جنازے میں شریک تو نہ تھے مگر ویسے قادیانیوں کے ساتھ تعلقات رکھے ہوئے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱،۲،۳،۴) اگر واقعی زید قادیانیوں کو کافر سمجھتا ہے اور ان کی نماز جنازہ جائز نہیں سمجھتا صرف لوگوں کے مغالطے میں آکر یہ سمجھا کہ یہ شخص مسلمان ہو چکا ہے اس لیے اسے مسلمان سمجھتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس سے زید کے ایمان، اسلام اور نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، لوگوں کو اس کے ساتھ ایک عام مسمان جیسا رویہ برتنا چاہیے، البتہ زید کو اپنی غلطی پر استغفار کرنا چاہیے۔

اور عام مسلمان جو جنازے میں شریک ہوئے وہ بھی اگر قادیانیوں کو کافر اور ان کی نماز جنازہ کو نہ جائز سمجھتے ہیں تو ان کا ایمان تو ضائع نہیں ہوا بہر حال توبہ واستغفار ضروری ہے، اور اگر ان میں سے کوئی بھی قادیانیوں کو مسمان سمجھ کر یا ان کی نماز جنازہ کو جائز سمجھ کر شریک ہوا تو ایسا شخص دائرہ ایمان سے خارج ہو جائے گا اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہوگا۔

(۵) قادیانیوں سے ایسے تعلقات رکھنا جس سے ان کی ایک عام مسلمان جیسی تعظیم وتکریم ظاہر ہو اور یہ تعلقات دلی طور پر ان کی طرف میلان اور دوستی کو ظاہر کریں، جس کو اصطلاح میں موالاۃ کہا جاتا ہے بالکل ناجائز اور حرام ہیں، جو لوگ ایسا تعلق رکھے ہوئے ہیں وہ حرام کے مرتکب ہیں، ان کو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

"والاصل ان من اعتقدالحرام حلالا فان کان حرامالغیرہ کمال الغیر لایکفر وان کان لعینہ فان کان دلیلہ قطعیا کفر"۔ ...(البحر الرائق: ۵/۲۰۲)

"من استحل ماحرمہ اللہ علی وجہ الظن لایکفر وانمایکفر اذااعتقدالحرام حلالا"......(ردالمحتار: ۳/۱۶۸)

"ولاینجومن الکفر الامن اکفر ذلک الملحد بلاتلعم وترددلوجوہ الاول ان ذلک الملحد ادعاہ النبوۃ بل الرسالۃ نعم وتشریعا اکثر من نباح العواء فی کلامہ فانکارہ مکابرۃ فاضحۃ لایلتفت الیھاویکفر من لم یکفرہ" ......

(اکفار الملحدین من مجموعۃ رسائل الکشمیری: ۳/۱۰)

"ولاتصل علی احدمنھم مات ابدا قال علماؤنا ھذانص فی الامتناع من الصلوۃ علی الکفار" ... ...(تفسیر قرطبی: ۸/۲۲۱)

"ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ اعلم انہ تعالیٰ لمابین من اول ھذہ السورۃ الی ھذہ الموضع وجوب البراءۃ عن الکفار والمنافقین

من جمیع الوجوہ بین فی ھذہ الآیۃ انہ تجب البراء ۃ عن امواتھم وان کانوا فی غایۃ القرب من الانسان کالاب والام کمااوجبت البراء ۃ عن احیائھم "

......(تفسیر کبیر: ۶/۱۵۷)

"ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدیدالنکاح وظاھرہ انہ امر احتیاط "......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کے چہرے کودیکھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کا چہرہ دیکھنااوردکھانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

کفن ہٹا کرمیت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"ولابأس بان یرفع ستر المیت لیری وجھہ وانمایکرہ ذلک بعدالدفن کذافی القنیۃ "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۵/۳۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاطہارت نماز جنازہ کے لیے شرط ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۱۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

نماز جنازہ کے لیے طہارت اسی طرح ضروری ہے جس طرح باقی نمازوں کے لیے(جس طرح باقی نمازیں طہارت کے بغیر نہیں ہوتیں اسی طرح نماز جنازہ بھی طہارت کے بغیر نہیں ہوتی) یااس طرح ضروری نہیں ہے (نماز جنازہ طہارت کے بغیر ہوسکتی ہے) کیونکہ امام شعبی رحمہ اللہ نے لکھاہے کہ نماز جنازہ بغیر طہارت کے جائز ہے کیونکہ نماز جنازہ یہ نماز کاملہ نہیں ہے بلکہ نماز ناقصہ ہے کیونکہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہیں ،اور نماز جنازہ دعا ہے اور دعا بغیر وضو کے بھی درست ہے، نیز طہارت کا نماز جنازہ کے لیے شرط ہونا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے یا مجتہد فیہ ہے؟

دلائل کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک نماز جنازہ کے لیے طہارت اسی طرح ضروری ہے جیسے بقیہ نمازوں کے لئے ضروری ہے، وقت کی شرط کے علاوہ نماز جنازہ کے لیے تمام وہ شرائط ضروری ہیں جو بقیہ نمازوں کے لیے ضروری ہیں، عبدالرحمٰن بن محمد رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب "کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة" میں لکھتے ہیں۔

"واما شروطها المتعلقة بالمصلی فهی شروط الصلوة من النية والطهارة واستقبال القبلة وستر العورة ونحو ذلک".....(کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة: ۱/۴۵۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت نماز جنازہ کے لیے ائمہ اربعہ کے نزدیک شرط ہے، ائمہ اربعہ میں سے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اگر ائمہ اربعہ میں سے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف ہوتا تو یہ اس کو ضرور نقل کرتے۔ فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں بھی طہارت نماز جنازہ کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"واماالشروط التی ترجع الی المصلی فهی شروط بقية الصلوات من الطهارة الحقيقة بدنا وثوبا ومكاناوالحمكية وستر العورة والاستقبال والنية سوی الوقت"..... (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۱/۲۴۰، رشیدیه)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"واما شرائطها بالنظر الی المصلی فشرائط الصلوة الكاملة من الطهارة الحقيقة والحكمية واستقبال القبلة وستر العورة والنية"... (البحر الرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلوته: ۲/۳۱۵)

علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"واما مانصح به فكل مايعتبر شرطالصحه سائر الصلوات من الطهارة الحقيقة والحكمية واستقبال القبلة وستر العورة والنية يعتبر شرطا لصحتها"...(بدائع الصنائع، كتاب الجنائز، ۲/۵۴)

اور فتاویٰ عالمگیری (باب الحادی والعشرون کتاب الجنائز ،الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت : ۱۶۴/۱) میں بھی یہی عبارت موجود ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''الام'' میں لکھتے ہیں۔

''ولا یصلی علی الجنازۃ فی مصر الا طاھرا ''......(الام، کتاب الجنائز،باب الصلوۃ علی المیت، ۲۶۱/۱)

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''المغنی لابن قدامۃ'' میں ہے۔

''فصل والواجب فی صلاۃ الجنازۃ النیۃ والتکبیرات والقیام.... ......ویشترط لھا شرائط المکتوبۃ الا الوقت الخ''......(المغنی لابن قدامۃ ،کتاب الجنائز : ۳۱۱/۳)

مؤطاامام مالک میں ہے۔

''مالک عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان یقول لایصلی الرجل علی الجنازۃ الاوھوطاھر ،وفی حاشیتہ ،الا وھوطاھر من الحدث الاکبروالاصغر ونقل ابن عبدالبر الاتفاق علی اشتراط الطھارۃ فیھاالا عن الشعبی'' ..... (مؤطاامام مالک ،کتاب الجنائز ،باب جامع الصلوۃ علی الجنائز، ۲۱۲/۱)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوگیا کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک نماز جنازہ کے لیے طہارت شرط ہے اور اس پر اتفاق ہے، امام شعبیؒ کا قول اس کے خلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں باب قائم کیا ہے ''باب سنۃ الصلوۃ علی الجنازۃ '' اس میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ عمل نقل کیا ہے

''وکان ابن عمر لا یصلی الاطاھرا''.....(صحیح البخاری : ۱۷۶/۱)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ''عمدۃ القاری '' میں اس کے تحت لکھا ہے کہ اس باب میں نماز جنازہ کا سنت طریقہ اور اس کی شرائط اور ارکان کو بیان کرنا مقصود ہے اور شرائط میں پہلی شرط یہ لکھی کہ بغیر طہارت کے نماز جنازہ درست نہیں، آگے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا عمل نقل کر کے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض امام شعبی رحمہ اللہ پر رد کرنا ہے، اور بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے سلف اور خلف تمام فقہاء کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ طہارت نماز جنازہ کے لیے شرط ہے۔

عبارات ملاحظہ ہوں۔

"باب سنة الصلوة على الجنازة ،اى هذا باب فى بيان سنة الصلوة على الجنازة والمراد من السنة ماشرعه النبى ﷺ فى صلاة الجنازة من الشرائط والاركان ومن الشرائط انها لاتجوز بغير الطهارة "......(عمدة القارى : ۱۲۶/۸)

"ان عبدالله بن عمرؓ كان لايصلى على الجنازة الابطهارة وقال ابن بطال كان غرض البخارى بهذا الرد على الشعبى فانه اجاز الصلوة على الجنازة بغير طهارة قال لانه دعاء ليس فيها ركوع ولاسجود،قال والفقهاء مجمعون من السلف والخلف على خلاف قوله انتهى وقال به ايضامحمدبن جرير الطبرى والشيعة " ......(عمدة القارى :۱۲۹/۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے بھی "الکنز المتواری" امام شعبی رحمہ اللہ کے علاوہ طہارت کے شرط ہونے پر سب کا اتفاق نقل کیا ہے،اور امام شعبی رحمہ اللہ اور جنہوں نے اس مسئلہ میں ان کی موافقت کی ہے ان کے مذہب کو مذہب شاذ کہا ہے،اور طہارت کے شرط ہونے پر اکثر کا اتفاق نقل کیا ہے،اور اس پر زبر دست رد کیا ہے کہ نماز جنازہ صرف دعا کا نام نہیں ہے،بلکہ اس میں نماز کی دوسری تمام شرائط موجود ہیں،جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حکم وہی ہے جو نماز کا ہے،باقی رہی یہ بات کہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے جہلاء کہیں یہ گمان نہ کرلیں کہ یہ میت کی عبادت کررہے ہیں۔

الکنز المتواری کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"وكان ابن عمرؓ لا يصلى الا طاهرااى من الحدث الاكبر والاصغر ونقل ابن عبدالبر الاتفاق على اشتراط الطهارة فيها الا عن الشعبى لانه دعاء واستغفار فيجوز بلاطهارة ووافقه ابراهيم ابن علية وهو ممن يرغب عن كثير من قوله ونقل غيره ان ابن جرير وافقهما وهومذهب شاذ قاله الزرقانى قال ابن رشد اتفق الاكثر على ان من شرطها الطهارة كمااتفق جميعهم على ان من شرطها القبلة وشذ قوم فقالوا يجوز ان يصلى على الجنازة بغير طهارة وهوقول الشعبى وهؤلاء ظنوا ان اسم الصلوة لايتناول صلوة الجنازة وانما يتناولها اسم الدعاء اذكان ليس فيها ركوع ولاسجود انتهىٰ، وقدسمى رسول الله

ﷺ الصلاة علی الجنازة صلاة فی نحو قوله "صلوا علی صاحبکم" وقوله فی النجاشی "صلوا علیه" قال ابن المرابط قدسماها رسول الله ﷺ صلاة ولوکان الغرض الدعاء وحده ماأخرجهم الی المصلی ولدعافی المسجد وامرهم بالدعاء معه اوالتامین علی دعاءه ولما صفهم خلفه کمایصنع فی الصلوة المفروضة والمسنونة وکذا وقوفه فی الصلوة وتکبیره فی افتتاحها وتسلیمه فی التحلل منها کل ذلک دال علی انها علی الابدان لاعلی اللسان وحده وکذا امتناع الکلام فیها وانما لم یکن فیها رکوع ولاسجود ولئلایتوهم بعض الجهلة انها عبادة للمیت فیضل بذلک انتهیٰ، قال ابن بطال کان غرض البخاری بهذا الرد علی الشعبی والفقهاء مجمعون فی السلف والخلف علیٰ خلاف قوله "......(الکنز المتواری:۷/۲۱۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور سلف اور خلف کے درمیان متفق علیہ ہے مجتہد فیہ نہیں ہے، امام شعبی رحمہ اللہ اگر چہ بڑے محدث اور امام ہیں لیکن جمہور امت نے ان کے قول کو شاذ قرار دے کر قبول نہیں کیا ہے لہٰذا ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

مسئلہ نمبر (۲۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی وفات ہوگئی اس کو عام قبرستان میں دفن کردیا کچھ وارثین نے دفن کردیا جب کہ بعض وارثین کا ارادہ یہ تھا کہ اسے آبائی گاؤں میں دفنایا جائے، کیا اب اس کو اپنی قبر سے اٹھا کر آبائی گاؤں میں لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ وارثین سب اس کو واپس لے جانے پر متفق ہیں، اب اس کا شرعی حل بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں میت کو عام قبرستان سے نکال کر آبائی قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے اگر چہ تمام ورثاء راضی ہوں۔

”ولا بأس بنقله قبل دفنه الخ وقال الشامی تحته وامانقله بعددفنه فلامطلقا“ .....(فتاویٰ شامی :۲۶۳/۱)

”ولاینبغی اخراج المیت من القبر بعدمادفن “..... (فتاویٰ الھندیة: ۱۶۷/۱)

”وبعدمادفن لایسع اخراجه بعدمدة طویلة اوقصیرة “..... (فتاویٰ قاضی خان علی الھندیة: ۱۹۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثامن عشر فی متفرقات الصلوۃ﴾

عند الاحناف عبداللہ بن مسعودؓ والی قنوت افضل ہے:

مسئلہ نمبر(۲۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معارف الحدیث کی جلد سوم ص ۳۳۱ سے لے کر ۳۳۴ تک کتاب الصلوۃ میں وتروں میں دعائے قنوت کا ذکر ہے، حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے "اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ" آخر میں حضرت مولانا منظور صاحبؒ رقم طراز ہے کہ اکثر ائمہ اور علماء نے وتر میں پڑھنے کے لیے اسی قنوت کو اختیار فرمایا ہے، حنفیہ میں جو رائج ہے "اللھم انا نستعینک الخ" اس کا امام ابن ابی شیبہؒ اور امام طحاویؒ اور مغیرہ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے بعض اکابر احناف سے روایت کیا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ "اللھم انا نستعینک" کے ساتھ حضرت حسن بن علیؓ والی قنوت بھی پڑھی جائے، سوال یہ ہے کہ اگر صرف حسن بن علیؓ والی قنوت کو وتروں میں پڑھا جائے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ اس قنوت کو میں نے بہت جلد یاد کرلیا اور وتر میں پڑھنے کو بہت جی بھی کرتا ہے اگر وتر میں صرف اس قنوت کو پڑھ لوں تو کوئی حرج تو نہیں؟ کیا قنوت نازلہ اسی کو کہتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دونوں قنوت احادیث سے ثابت ہیں جیسے کہ مولانا مرحوم نے تصریح فرمائی ہے کہ احناف کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ والی قنوت افضل ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک سیدنا علیؓ والی قنوت افضل ہے اور دونوں کو جمع کرنا اور بھی زیادہ فضیلت کا باعث ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے لہٰذا دونوں کو جمع کرلیا کریں یا پھر حنفی ہونے کے حوالہ سے ابن مسعودؓ والی قنوت ہی پڑھ لیا کریں، قنوت نازلہ اسی کو کہتے ہیں جو سیدنا علیؓ سے مروی ہے۔

"ثنا علی بن حکیم انبا شریک عن مطر بن خلیفة عن حبیب بن ابی ثابت عن عبدالرحمن بن سوید الکاھلی قال کانی اسمع علیا رضی اللہ عنہ فی الفجر حین قنت وھو یقول اللھم انا نستعینک ونستغفرک "۔۔۔(السنن الکبریٰ للبیھقی: ۲/۲۰۵)

"باب ماجاء فی القنوت فی الوتر حدثنا قتیبة نا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن برید بن ابی مریم عن ابی الحوراء قال قال الحسن بن علی علمنی رسول اللہ

ﷺ کلمات اقولهن فی الوتر اللهم اهدنی فیمن هدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیمااعطیت وقنی شرماقضیت فانک تقضی ولایقضی علیک وانه لایذل من والیت تبارکت ربناوتعالیت "......(الترمذی: ۱/۲۱۷)

"والقنوت قیل لیس فیه دعاء موقت ای معین ..... والصحیح ان ذلک ای عدم التوقیت انماهوفیما عداالماثور لان الصحابة اتفقوا علیه ... .. واحسنها اللهم انا نستعینک ونستغفرک ونستهدیک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر کله نشکرک ولانکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللهم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجوا رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق ،وفی الاذکارعن عمر اللهم انانستعینک ونستغفرک ولانکفرک ونؤمن بک ونخلع من یفجرک اللهم ایاک نعبد الخ " .... (حلبی کبیری: ۳۶۱)

"ثم ان الدعاء المشهور عندابی حنیفة اللهم انانستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیه ونثنی علیک الخیر کله نشکرک ولانکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللهم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجوا رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفارملحق " .....(البحرالرائق: ۲/۷۴)

"ولیس فی القنوت دعاء موقت کذافی التبیین والاولی ان یقرأ اللهم انا نستعینک ویقرأ بعده اللهم اهدنا فیمن هدیت "... ..(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۱۱)

"ثم ذکراختلاف الالفاظ الواردة فی اللهم انا نستعینک الخ ثم ذکر ان الاولی ان یضم الیه اللهم اهدنی الخ " .. ...(فتاوی شامی: ۱/۴۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مصلے کے سامنے گھڑی رکھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب تراویح میں اپنی کلائی کی گھڑی مصلے کے سامنے رکھ لیتے ہیں یہ دیکھنے کے لیے کہ تراویح میں کتنا وقت خرچ ہوا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے نماز میں دھیان نہیں ہوتا بلکہ گھڑی پر دھیان پڑتا ہے، البتہ اگر نماز کے اندر گھڑی نہ دیکھتے ہوں بلکہ نماز کے بعد دیکھتے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

"ولا یفسدھا نظرہ الی مکتوب وفھمہ و لو مستفھما وان کرہ قولہ وان کرہ ای لاشتغالہ بمالیس من اعمال الصلوۃ واما لووقع علیہ نظرہ بلاقصدوفھمہ فلایکرہ "

.....(فتاویٰ شامی: ۱/۴۶۹)

"لو نظر المصلی الی مکتوب وفھمہ سواء کان قرانا اوغیرہ قصدالاستفھام اولا اساء الادب ولم تفسدصلاتہ لعدم النطق بالکلام ...... لان فیہ اشتغالاعن الصلاۃ وظاھرہ ان الکراھۃ تنزیھیۃ وھذاانمایکون بالقصد واما لووقع نظرہ علیہ من غیرقصد وفھمہ فلایکرہ "..... (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح : ۳۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کی سامنے والی دیوار میں شیشہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے مسجد کے اندر اور اس کے سامنے شیشہ لگا ہوا ہے جس میں ساری صورت نظر آتی ہے، آیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز ہوجاتی ہے البتہ اس طریقہ سے مسجد میں شیشہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ مخل بالخشوع ہے۔

"ولا بأس بنقشہ (ای بنقش المسجد) خلامحرابہ فانہ یکرہ لانہ یلھی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھا خصوصا فی جدار القبلۃ قولہ لانہ یلھی

المصلی ای فیخل بخشوعه من النظر الی موضع سجوده ونحوه وقدصرح فی البدائع فی مستحبات الصلاۃ انه ینبغی الخشوع فیها ویکون منتهی بصره الی موضع سجوده الی اخره ،وکذا صرح فی الاشباه ان الخشوع فی الصلاۃ مستحب والظاهر من هذاان الکراهة هناتنزیهیة " ..... (الدرمع الرد :۱/۴۸۷)

"قال فی مراقی الفلاح وتکره بحضره کل ماشغل البال کزینه وبحضره مایخل بالخشوع ملهوولعب ، ولذا ای الکراهة الصلاۃ مع مایشغل البال ویخل بالخشوع "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۳۶۵)

"ولانقشه بالجص وماء الذهب ای لایکره نقش المسجد بهما وفیه اشارة الی انه لایؤجرعلیه ومنهم من کره ذلک لقوله علیه الصلاۃ والسلام من اشراط الساعة تزیین المساجد الحدیث وقال عمربن عبدالعزیز هذه الکمالات حین مربه رسول الولید بن عبدالملک باربعین الف دینار تزیین مسجدالنبی ﷺ المساکین احوج من الاساطین ومنهم من قال انه قربة لمافیه من تعظیم المسجد واحلال الدین وقدزحزفت الکعبة بماء الذهب والفضة وسترت بالوان الدیباج تعظیما لها وعندنا لابأس به ولایستحب وصرفه الی المساکین احب الاانه ینبغی له ان لایتکلف بدقائق النقش فی المحراب فانه مکروه لانه یلهی المصلی وعلیه کمل النهی الوارد عن التزیین اوعلی التزیین مع الترک الصلاۃ ". ....(تبیین الحقائق : ۱/۱۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مبتدع شخص کوامام بنانے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۶): کیافرماتے ہیں علمائے دین متین ایسے شخص کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنے کے بارے میں کہ جس کے عقائدواخلاق وقرأت مندرجہ ذیل ہوں۔

(۱) جوعلماء کرام ابوالاعلیٰ مودودی کوشرپسنداورفسادالعقیدہ انسان اوردین اورملت کونقصان پہنچانے والا اورعالم اسلام کے مسلمانوں کے عقائدخراب کرنے والااپنے لٹریچراور بیانات سے کرتاہے،علاوہ ازیں علماء کرام کافتوی ہے

کہ اس کے پیچھے اور اس کے عقیدت مندوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، یہ شخص ان علماء کرام کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے، اور خود مودودی کی کتب دیکھنے والا ہے اور مودودی کو ایک اچھا عالم سمجھتا ہے اور جو علماء مودودی کے معتقد ہیں ان سے محبت کرنے والا ہے۔

(۲) یہ شخص ایک ایسے پیر کا مرید ہے جو کہ گزشتہ انتخابات کے دوران میں حضور اقدس ﷺ کے سیاہ وسفید دھاریوں والے جھنڈے کو یہود اور اندرا گاندھی کا جھنڈا بتاتے تھے اور وہ پیر جمعیۃ علماء اسلام کو مغرور کہتے تھے اور اپنی نشان کتاب کو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے قرآن بتاتے تھے، اس شخص نے قومی اسمبلی میں اس پیر صاحب کو ووٹ دیا اور صوبائی اسمبلی میں اس پیر صاحب کے منہ پر ایک فاسق خان کو اور سرمایہ دار کو ایک عالم باعمل کے مقابلہ میں ووٹ دیا جب کہ یہ شخص خود عالم اور فقیری کا دعویٰ کرتا ہے۔

(۳) یہ شخص خود کہتا تھا کہ یہ سیاہ وسفید دھاریوں والے جھنڈے کے لوگ اور علماء بہت دروغ کہتے ہیں اور جب کہ جمعیت علماء اسلام اپنے نشان کھجور کو بروئے قرآن وحدیث شریف تو یہ شخص لوگوں کو کہتے تھے کہ ابھی ان کی نانی نہ بن جائے۔

(۴) اور یہ شخص لوگوں کو کہتا ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گذشتہ انتخابات میں جن علماء کرام نے انتخابات لڑے ہیں اور جن لوگوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں نہیں ہوئیں، وہ اپنے اس خواب کی تشہیر کرتا ہے۔

(۵) یہ شخص اکثر اوقات دیکھا جاتا ہے کہ جب وہ حاجت انسانی کرتا ہے تو پشت قبلہ کی طرف کرتا ہے۔

(۶) قرآن مجید اس طرح تیز تیز پڑھتا ہے کہ نہ اس میں مد اور نہ شد وغیرہ کا خیال رکھتا ہے اور نہ ہی قرآن پاک کو تجوید سے پڑھتا ہے اور نہ اس شخص نے کسی سے تجوید پڑھی ہے۔

(۷) نماز بہت تیزی سے پڑھتا ہے اور قصداً کبھی آنکھیں نماز میں چھپاتا ہے اور کبھی کھولتا ہے اور اپنی فقیری کا مدعی اور تشہیر کرنے والا ہے۔

کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی، اور اگر مکروہ تحریمی ہو تو ان کا حکم دنیا اور عقبیٰ کے لحاظ سے کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ایسے امام موصوف کو مسجد کی امامت سے فوراً علیحدہ کر دینا چاہیے اور یہ قابل امامت نہیں ہے، مذکورہ عقائد والا شخص مبتدع ہے لوگوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

"ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل الان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ"......(حلبی کبیری: ۴۴۳)

"ویکرہ امامۃ عبد واعرابی وفاسق واعمی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول قولہ وھی اعتقاد عزاھذا التعریف فی ھامش الخزائن الی الحافظ ابن حجر فی شرح النخبۃ ولایخفی ان الاعتقاد یشمل ماکان معہ عمل اولا فان من تدین بعمل لابدان یعتقدہ کمسح الشیعۃ علی الرجلین وانکارھم المسح علی الخفین ونحوذلک وحینئذ فیساوی تعریف الشمنی لھا بانھا ما احدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ ﷺ من علم اوعمل اوحال بنوع شبھۃ واستحسان وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما اہ فافھم"......
(فتاوی شامی: ۱/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو واجب تھا نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۱۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب نے نماز پڑھائی اور مغرب کی نماز میں ایک رکعت کے بعد بیٹھ گئے اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا، کیا یہ نماز ہوگئی یا دوبارہ دوہرائی جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر ایک رکعت کی بقدر ایک رکعت کے بعد امام صاحب بیٹھ گئے تھے تو ان پر سجدہ سہو واجب ہوگیا تھا سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے اور اگر محض تھوڑا سا بیٹھے تھے تین مرتبہ "سبحان ربی الاعلی" کہنے کی مقدار نہ بیٹھے تھے تو پھر ان پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔

"ولایجب السجود الابترک واجب اوتاخیر اوتاخیر رکن اوتقدیمہ اوتکرارہ"
.....(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۲۶)

"ان قعدفی موضع القیام فھوزائد فی صلاتہ قعدۃ لیست منھا مؤخر للقیام عن وقتہ فیتمکن النقصان فی فعلہ فلھذا"......(مبسوط السرخسی: ۳۸۵،۳۸۴/۱)

"انما المعتبر مقدارمایؤدی فیہ رکنا"... (المحیط البرھانی: ۳۱۴/۲)

"یؤخر القیام ......ان یجلس بعدالسجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولیٰ جلسۃ"......(حلبی کبیری: ۳۹۴)

"وتعاد وجوبا فی العمد والسھوان لم یسجدلہ ای للسھو"......(درمع الرد: ۱/۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رمضان کی تیئسویں شب میں سورۃ العنکبوت اورسورۃ الروم مٹھائی پردم کرنا:

مسئلہ نمبر (۲۱۸) بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب عالی! درپیش مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں، مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کے بعض مقامات پر رسم ہے کہ رمضان شریف کے تیئسویں شب کولوگ نمازعشاء کے بعد یعنی تراویح پڑھنے کے بعد مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں، اورامام مسجد سورۃ العنکبوت اورسورۃ الروم باآواز بلند پڑھ کرمٹھائیوں پردم کرتا ہے اور یہ مٹھائی لوگوں میں پرتپاک طریقے سے تقسیم کی جاتی ہیں، اور یہ مٹھائیوں کا تقسیم ہونا اور یہ مخصوص سورتیں پڑھنا بعض لوگ بہت ضروری سمجھتے ہیں، کیاازروئے شریعت یہ رسم ٹھیک ہے یا غلط؟ ضروری ہے یا مکروہ ہے؟ یابدعت ہے؟ تفصیل کے ساتھ تحریر فرماکرمشکورفرمائیں، اس رسم کا کرنا اچھا ہے یاترک کرنا بہتر ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ فی السوال طریقہ کاقرآن وسنت سے ہمیں ثبوت نہیں ملا ہے، جوبعض مشہور روایات بعض ضعیف کتابوں سے اس کے بارہ میں ملتی ہیں وہ انتہائی ضعیف ہیں یا موضوع ہیں۔

"سورۃ العنکبوت قال البیضاوی قال علیہ الصلوۃ والسلام من قرأ سورۃ العنکبوت کان لہ من الاجر عشر حسنات بعدد کل المؤمنین والمنافقین قال الجلبی حدیث موضوع قال الشھاب والحدیث المذکورمن حدیث ابی الموضوع المشھور

سورۃ الروم قال البیضاوی عن رسول اللہ ﷺ من قرأ سورۃ الروم کان لہ من الاجر عشر حسنات بعدد کل ملک یسبح للہ تعالیٰ بین السماء والارض وادرک ماضیع فی یومہ ولیلتہ قال الجبی والشھاب ھوحدیث موضوع"... (قطب الارشاد: ۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

درمیان سورت سے کوئی لفظ چھوڑ دینے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۱۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر کوئی آدمی نماز میں سورۃ تبت پڑھ رہا تھا کہ اس نے ایک لفظ چھوڑ دیا یعنی اس نے یوں پڑھا "تبت یدا ابی لھب وما کسب" کیا اس طرح چھوٹنے سے نماز ہوگی یا کہ نہیں؟ یا صرف کراہت لازم آئی؟

(۲) اگر کسی آدمی سے ایک آیت چھوٹ جائے یعنی سورۃ الناس اس نے پڑھی اور "ملک الناس" والی آیت چھوڑ دی، کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا صرف کراہت لازم آئی، اور اگر کسی امام نے اس ایک آیت کے چھوٹنے پر لازم لوٹائی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس دوسری نماز میں مسبوق اگر شریک ہوگا اس کے فرائض ادا ہو جائیں گے یا کہ نہیں؟ اگر امام کی نماز ہوگی اور اس نے لوٹائی تو یہ نماز نفل ہے اور مفترض خلف المتنفل جائز نہیں۔

(۳) اگر بچہ صف کے درمیان میں ہو تو کیا بچے سے اس طرف والوں کی نماز پر کوئی اثر پڑے گا یا کہ نہیں؟ کیا اس میں کوئی کراہت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اس صورت میں نماز ہوگئی ہے۔

(۲) اس صورت میں بھی نماز ہوگئی ہے لہٰذا نماز کا لوٹانا اس کے ذمہ لازم نہ تھا اگر لوٹائی تو نفل ہوئے اور اگر مقتدی نے فرائض کی نیت کی ہو تو وہ نوافل کے پیچھے ادا نہ ہوں گے۔

(۳) نماز تو اس صف والوں کی ہو جائے گی البتہ بچوں کا بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا بہتر نہیں ہے۔

"لو ذکر آیۃ مکان آیۃ ان وقف وقفا تاما ثم ابتدأ بآیۃ اخری اوببعض آیۃ لاتفسد کمالوقرأ والعصر ان الانسان ثم قال ان الابرار لفی نعیم اوقرأ والتین الی قولہ

وھذاالبلدالامین ووقف ثم قرأ لقدخلقناالانسان فی کبد اوقرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات ووقف ثم قال اؤلئک ھم شرالبریۃ لاتفسد "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۸۰)

"لایصح اقتداء مصلی الظھر بمصلی العصر ..... ولااقتداء المفترض بالمتنفل "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۸۶)

"والسنۃ ان یصف الرجال ثم الصبیان ثم النساء لمامر من حدیث انس ......ثم الترتیب بین الرجال والصبیان سنۃ لافرض ھوالصحیح امابینھم وبین النساء ففرض عندنا " ......(حلبی کبیری: ۴۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر وطن اصلی کو مستقل نہیں چھوڑا تو وہاں پوری نماز پڑھیں گے:

مسئلہ نمبر (۲۴۰): گرامی قدر حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس سوال کا شرعی جواب لکھ دیں آپ کی کرم نوازی اور شفقت ہوگی۔

میرا وطن اصلی لاہور سے اڑھائی سو میل دور ضلع اٹک میں واقع ہے میں خود پچاس سال سے لاہور میں مقیم ہوں وطن اصلی میں مکان اور زمین بھی موجود ہے مستقل رہائش لاہور میں رکھ لی ہے، کبھی کبھی اپنے وطن میں مقیم اقارب کے ہاں غمی شادی میں جانا پڑتا ہے وہاں قیام پندرہ روز سے کم ہوتا ہے اندریں صورت میں وہاں جب چند یوم کے لیے جاؤں تو نماز پوری ادا کروں یا قصر؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر اٹک کی رہائش کو مستقل طور پر ترک کرنے کی نیت نہیں کی تو اٹک ابھی تک آپ کا وطن اصلی ہے جتنا عرصہ بھی قیام کریں گے پوری نماز پڑھیں گے اور اگر آپ نے اٹک کی رہائش کو مستقل طور پر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو صرف جائیداد کی موجودگی سے وطن اصلی نہیں رہے گا پندرہ دن سے کم قیام کی صورت میں قصر کرنا ہوگی۔

"وفی المجتبی نقل القولین فیمااذانقل اھلہ ومتاعہ وبقی لہ دور وعقار ثم قال

وھذاجواب واقعة ابتلینا بھا وکثیرمن المسلمین المتوطنین فی البلاد ولھم دور وعقار فی القری البعیدة منھایصیفون بھاباھلھم ومتاعھم فلابدمن حفظھا انھماوطنان له لایبطل احدھمابالآخر "......(البحرالرائق: ۲/۲۳۹)

"قوله اوتوطنه ای عزم علی القرار فیه وعدم الارتحال وان لم یتأھل به فلوکان له ابوان ببلد غیرمولده وھوبالغ ولم یتأھل به فلیس ذلک وطناله الااذاعزم علی القرار فیه وترک الوطن الذی کان له قبله شرح المنیة "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۲)

"المسافر اذاجاوز عمران مصره فلماساربعض الطریق تذکر شیئا فی وطنه فعزم الرجوع الی الوطن لاجل ذلک ان کان ذلک وطنااصلیا بان کان مولده وسکن فیه اولم یکن مولده ولکنه تاھل به وجعله دارا یصیرمقیما بمجردالعزم الی الوطن"......(فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیة: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فسق سے توبہ کے بعد امامت جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۲۱۱): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب جوکہ دوسرے گاؤں سے منتقل ہواہے ہمارے گاؤں میں جب سابقہ گاؤں والوں کو پتہ چلا کہ ہمارا مولوی صاحب فلاں گاؤں میں ہے سابقہ گاؤں کے کچھ لوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ یہ مولوی صاحب بداخلاق ہے بدکردار ہے یعنی زانی ہے اور فراڈ کرنے والا انسان ہے، گاؤں میں آتے ہی یہ مسئلہ عام کیاکہ بریلوی اور دیوبندی آپس میں نکاح نہیں کرسکتے اگرکسی نے کیا ہوا ہے تو وہ باطل ہے، اب مولوی صاحب پر جوالزام ہیں ان کی پاداش کے لیے گاؤں والوں کے روبرو حاضر بھی نہیں ہوتے، اس وجہ سے کچھ لوگوں نے مولوی صاحب کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ترک کردی، ایسے مولوی صاحب کی اقتداء میں جماعت سے نماز نہ پڑھنا شرعی طور پر ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اگرالزامات حقیقت ہیں تو پھر ایسے مولوی صاحب کو امام مسجد رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

شریعت مطہرہ نے کسی کے بارے میں بدگمانی کرنے سے منع فرمایا ہے، البتہ اگر واقعۃً وہ تمام امور فسق جوکہ سوال بالا میں مذکور ہیں امام کے اندر پائے جاتے ہیں تو اس کو امام بنانا درست نہیں ہے، الا یہ کہ امام صاحب اپنے افعال سے توبہ کرلیں تو پھر جائز ہے، اور توبہ کے معنی ہیں کہ گناہ کو فی الفور ترک کردیا جائے اور آئندہ نہ کرنے کا پکا عزم کیا جائے اور اپنے کیے ہوئے پر شرمندگی کا اظہار کیا جائے "کما جاء فی الحدیث ، التائب من الذنب کمن لاذنب له" واضح رہے کہ جب تک شرعی ثبوت نہ ہو افواہوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔

"عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال حسن الظن من العبادۃ وھومرفوع فی حدیث نصربن علی غیرمرفوع فی حدیث موسی بن اسماعیل فحسن الظن بالله فرض وسوء الظن به محظور منھی وکذلک سوء الظن بالمسلمین الذین ظاھرھم العدالۃ محظور مزجور عنه وھومن الظن المحظور المنھی عنه "......(احکام القرآن للجصاص : ۳/۴۰۲)

"(ان بعض الظن اثم) منھامایحرم اتباعه کسوء الظن بالمؤمنین والمؤمنات لاسیما بالصالحین منھم"......(تفسیرالمظھری : ۹/۲۱)

"ویکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق لانه لایھتم لامردینه "......(ھدایه: ۱/۱۲۴)

"واماالفاسق فقدعللوا کراھة تقدیمه بانه لایھتم لامردینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیھم اھانته شرعا ولایخفی انه اذاکان اعلم من غیرہ لاتزول العلة فانه لایؤمن ان یصلی بھم بغیرطھارۃ فھوکالمبتدع تکرہ امامة بکل حال بل مشیٰ فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم "..... (درمختارمع الشامی: ۱/۴۱۴)

"ان کراھة تقدیم الفاسق والمبتدع کراھة التحریم "......(منحة الخالق علی البحر : ۱/۶۱۱)

"ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساھله فی الاتیان

بلوازمه فلایبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه"۔۔۔(حلبی کبیری: ۴۴۲)

"قدنصوا علی ان ارکان التوبة ثلاثة الندامة علی ان الماضی والاقلاع فی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال"۔۔۔۔(شرح فقه الاکبر: ۲۶۴)

"(مطلب لایصح عزل صاحب وظیفة بلاجنحة اوعدم اهلیة) واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة"۔۔۔۔(در مع الرد: ۳/۴۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گناہ سے توبہ کے بعد امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۲): محترم جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم

مسئلہ یہ ہے کہ ہماری بستی کی جامع مسجد کے امام وخطیب آج سے تقریباً دس سال قبل ایک برے عمل میں ایک بستی کے شخص کو نظر آئے لیکن اس دیکھنے والے شخص نے امام صاحب کے عمل بد کے بارے میں کسی کو مطلع نہیں کیا، لیکن چند ماہ قبل امام صاحب کو بستی کے ہی ایک دوسرے نوجوان نے اس عمل بد میں دوبارہ دیکھا یعنی وہ گاؤں کے کسی بچے سے مشت زنی کروار ہا تھا بعد میں اس نوجوان نے بستی کے چھ سات آدمیوں کے سامنے امام کی بات کھول دی ان آدمیوں کے پوچھنے پر امام نے غلطی کا اعتراف بھی کرلیا، اور آئندہ ایسا نہ کرنے کی معافی بھی مانگ لی، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟ اور اس شخص کو امامت کا حق دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر مذکورہ فی السوال شخص اپنے اس فعل بد سے توبہ کرلیتا ہے تو اس کی امامت بلاکراہت درست ہے۔

"وعن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب کمن لاذنب له رواه ابن ماجه ،وعن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب ای توبة صحیحة کمن لاذنب له ای فی عدم المواخذة بل قد یزید علیه بان ذنوب التائب تبدل حسنات"۔۔۔(مرقاۃ المفاتیح : ۵/۲۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جعل سازی اور دھوکہ دہی کرنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں

(۱) جو شخص اپنی قومیت دنیوی مفادات کے حصول کے لیے بلا جبر و اکراہ خفیہ طریقے سے تبدیل کرتا ہے اور وہ ایک مسجد کا امام بھی ہے۔

(۲) اسی امام کو ایک بیوہ نے مسجد کے لیے پلاٹ خریدنے اور بیوہ نے اپنے نام رجسٹری کروانے کا کہا مگر اس نے خفیہ طریقہ سے جعل سازی اور دھوکہ دہی سے رجسٹری میں بیوہ کے ساتھ اپنا نام بھی درج کروا دیا، اور یہ ساری کاروائی ہم سے پوشیدہ رکھی، اور مسجد کا سنگ بنیاد رکھوانے کے بعد یہ راز افشاں ہوا، اور پھر ہمارے خاندان میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، پھر ہمارے شہر کے معزز بزرگ عالم دین نے مصالحت کے لیے جملہ رشتہ دار مردوں سے ایک تحریر پر دستخط لیے کہ ہم یا ہمارے رشتہ داروں میں سے کوئی بھی مسجد کی انتظامیہ میں شامل نہیں ہوگا اور نہ ہی مسجد کے امور میں کسی قسم کی دخل اندازی کرے گا، اس تحریر پر بزرگ عالم دین کے دستخط کرنے کے بعد بزرگ عالم دین نے فرمایا کہ تم بھی سب دستخط کرو، یہ سن کر وہ جعل ساز امام اٹھ کر چلا گیا، مگر اس کے والد نے اس تحریر پر اپنے دستخط کر دیے، بعد میں اس دھوکہ باز امام نے خود ساختہ کمیٹی بنا کر خود صدر اور والد کو تاحیات متولی اور با اختیار بنا دیا۔

(۳) بیوہ کی تولیدگی کا اندراج غلط کروایا اپنے مفادات فاسدہ کی خاطر، اور اس کے ثبوت تحریری موجود ہیں کیا ایسا شخص امام ہو سکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ امام محکمہ کی طرف سے مقرر شدہ ہو تو کیا ایسے امام کا تقرر درست ہے یا اس کی جگہ دوسرے امام کا تقرر ہونا چاہیے۔

برائے مہربانی قرآن و سنت کی روشنی میں مفصل جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سوال میں مذکورہ اعمال گناہ کبیرہ ہیں اور ان کا مرتکب فاسق ہے، لہٰذا اگر امام واقعی طور پر ان امور کا مرتکب ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور با اختیار لوگوں پر اس امام کی جگہ نیک اور صالح امام کا تقرر کرنا ضروری ہے۔

"وکرہ امامۃ العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع"... (البحر الرائق: ۲/۶۱)

"قولہ وفاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک..... واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب

علیهم اهانته شرعا ......بل مشیٰ فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم" ......(الدر مع الرد: ۱/۴۱۴)

"ولـذا کـره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلایعظم بتقدیمه للامامة واذاتعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجده للجمعة وغیرها وان لم یقم الجمعة الاهو تصلی معه"......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۰۲،۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مجرے میں شریک ہونے والے کی امامت:

مسئلہ نمبر (۲۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ایسے آدمی کی امامت کے بارے میں کہ جو کنجریوں کے ساتھ مجرے میں شریک ہوا اور لوگوں کو بھی اس کے بارے میں اچھی طرح تحقیق ہوا اور لوگوں نے اس امام صاحب کو ان کے ساتھ دیکھا بھی ہو اور اس کے باوجود یہ امام امامت کرائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اب جب کہ امام اس پر معافی بھی مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آئندہ یہ کام نہ کروں گا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر مذکورہ امام کی توبہ کے باوجود ذمہ دار لوگ ان کی امامت سے مطمئن نہیں ہیں اور ان کو امام برقرار رکھنے سے فتنہ وفساد کا شدید خطرہ ہے جیسا کہ انداز تحریر سے سمجھ میں آرہا ہے تو اس صورت میں ان کی جگہ کسی صالح شخص کو امام مقرر کیا جاسکتا ہے، توبہ کے بعد اس امام کو برقرار رکھنا بھی جائز ہے۔

"حدیث عن الحسن قال سمعت انس بن مالک قال لعن رسول الله ﷺ ثلاثة رجل ام قوما وهم کارهون.....قال الاستاذ الشیخ محمدیوسف البنوری :حاصل احادیث الباب فی مسئلة الامام کماقال الفقهاء رحمهم الله ان سبب الکراهة ان کان فی الامام کان الاثم علیه وان کان فی القوم فالاثم علیهم لاعلیه والمسئلة کذلک فی البحر وشرح المنیة والدرالمختار وغیرها وذکروا وینبغی ان تکون الکراهة تحریمیة فی حق الامام"......(.... ....)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لاعلمی میں قرآن پاک کو جلانے والے کی امامت:

مسئلہ نمبر(۴۲۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے کچھ کاغذات اور کیلنڈر جو کہ ایک لفافہ میں کسی نے رکھ دیے تھے جلائے لیکن اس نے لفافے کو کھول کر نہیں دیکھا، اس لاعلمی کی حالت میں اسی لفافے میں موجود قرآن کریم کا ایک نسخہ بھی نذر آتش ہو گیا جس پر شخص مذکور یہ معلوم ہونے کے بعد تائب و نادم بھی ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا رہا اب ایسا شخص امام مسجد مقرر کیا جاسکتا ہے؟ اور اس کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟ نیز اس کے پیچھے پڑھی جانے والی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

سوال میں مذکور کردہ تحریر اگر واقعۃً حقیقت کے مطابق ہے اور شخص مذکور نے ایسا جان بوجھ کر اور قصداً نہیں کیا بلکہ لاعلمی اور نادانستہ طور پر ایسا ہوا اور اس کے ساتھ شخص مذکور نے توبہ بھی کی ہے لہٰذا اس صورت حال میں شخص مذکور کو امام مسجد مقرر کیا جاسکتا ہے اور اس کی اقتداء میں نماز درست ہے۔

"عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب ای توبة صحيحة كمن لاذنب له ای فی عدم المؤاخذة بل قديزيد عليه بان ذنوب التائب تبدل حسنات" .....(مرقاة المفاتيح : ۵/۲۶۹)

"الاان الفاسق من حيث العمل يعترف بانه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع "..... (حلبی کبیری: ۴۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خیانت اور حرام خوری کرنے والے کی امامت:

مسئلہ نمبر(۴۲۶): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

شرعاً درج ذیل کردار کے حامل شخص کے بارے میں فتویٰ درکار ہے۔

(۱) عدم تعاون:

اگر ایک امام اکثر نماز پڑھانے میں دیر کرتا ہو اور اس سے درخواست کی جائے کہ نماز کے اوقات کی پابندی کی جائے مگر وہ مشتعل ہو کر مقتدیوں کو جواب دے کہ کوئی وقت وغیرہ کی پابندی نہیں ہوگی وگرنہ جس نے نماز پڑھنی

ہے وہ پڑھے اور جس نے نہیں پڑھنی ہے وہ نہ پڑھے، کیا اخلاقاً امام کا مقتدیوں کے ساتھ یہ رویہ رکھنا درست ہے؟ اور کیا یہ اچھے تعاون کے زمرے میں آتا ہے، کیا اخلاق کا درس دینے والا شخص اپنے اس مذکورہ رویے میں صحیح ہے؟

(۲) بداخلاقی:

ایک شخص جو امامت وخطابت کا ذمہ دار ہوتے ہوئے عورتوں کے شعبے میں خواتین کے لیے جلسہ منعقد کرتا ہے اور طالبات سے اپنی والدہ اور بہنوں کو جلسے میں لانے کے لیے کہتا ہے، مگر چند ایک کسی مجبوری کے تحت نہیں آتیں تو مذکورہ شخص طالبات پر سختی کرتا ہے، اس پر ان کے والدین جب مذکورہ شخص سے رجوع کرتے ہیں تو حسب بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں خواتین کو کوئی چکلہ کے لیے بلاتا ہوں، کیا ان کا یہ رویہ اور اخلاقی معیار قابل گرفت نہیں ہے اور ان کی امامت کو متاثر نہیں کرتا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ درکار ہے۔

(۳) بددیانتی اور قول وفعل میں تضاد:

ایک شخص جو مسجد ومدرسہ کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے اپنی مرضی سے خوبصورت رنگوں اور اچھے کاغذ پر رسیدیں چھپالیتا ہے، ممبران کمیٹی نے چند سو میں ہونے والے کام کو ہزاروں میں کرانے پر اعتراض کیا تو شخص مذکور کہتا ہے کہ یہ کام تو کسی اللہ کے بندے نے مفت کروادیا ہے، مگر جب مسجد ومدرسہ کا خرچ طلب کرتا ہے تو اس میں کم وبیش 3400 روپے کا بل وصول کرلیتا ہے، کیا ایسے شخص کو اس حرکت پر بددیانت کہا جائے گا یا قول وفعل میں تضاد رکھنے والا؟ اور کیا ایسے شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہوگا۔

(۴) عہد شکنی:

ایک ایسا شخص جو ممبران کمیٹی مسجد ومدرسہ کے روبرو وتمام نمازیوں کے مصلی امامت پر بیٹھ کر عہد کرتا ہے کہ میں اپنے خلاف لگائے گئے الزامات سے بری ہونے تک نماز نہیں پڑھاؤں گا، اور پھر اس کے بعد الزامات سے براءت لیے بغیر اس عہد کو توڑ دیتا ہے اور زبردستی نماز پڑھانا شروع کردیتا ہے تو کیا ایسا شخص عہد شکنی کا مرتکب نہیں ہوتا اور کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگا، بمطابق شرع فیصلہ درکار ہے۔

(۵) تحریراً بدعہدی:

ایک شخص جو تحریراً اسٹامپ لکھ کردیتا ہے کہ اگر مسجد ومدرسہ کی کمیٹی نے مجھے کسی بھی الزام میں فارغ کیا تو میں اس کا فیصلہ ماننے کا پابند ہوں گا اور اسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کروں گا مگر جب کمیٹی مسجد ومدرسہ نے اس کے خلاف فیصلہ دے دیا تو وہ شخص مذکور اس فیصلہ پر عمل کرنے سے صاف انکار کردیتا ہے، اور مختلف قسم کے اعتراض اور حیلے بہانے شروع کردیتا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر میں نے لکھ کردیا تھا تو کیا ہوا؟ میری لکھی ہوئی بات کوئی حدیث

تو نہیں ہے، کیا ایسا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوتا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس شخص کا نماز پڑھانا شرعی طور پر درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال پہلی دو باتیں تو ایسی نہیں کہ ان کی بنیاد پر امام صاحب کو ہٹایا جائے البتہ آخری دو باتیں جو تین صورتوں میں پیش کی گئی ہیں ایک خیانت وحرام خوری اور دوسری عہد شکنی ایسی ہیں کہ جن کی بنیاد پر امام صاحب فاسق ہوتا ہے اور اس کا ہٹانا ضروری ہے اور کسی نیک اور دیندار کو امام رکھنا ضروری ہے۔

"قوله وفاسق من الفسق هو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك ...... واماالفاسق فقدعللوا كراهة تقديمه بانه لايهتم لامردينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعا. .... بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم" ...... (الدر مع الرد: ۱/۳۱۴)

"ولذا كره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلايعظم بتقديمه للامامة واذاتعذر منعه ينتقل عنه الى غير مسجده للجمعة وغيرها وان لم يقم الجمعة الاهو تصلى معه" .....(حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح : ۳۰۲،۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز پڑھتے ہوئے سورج طلوع یا غروب ہو جائے تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر صبح کی نماز پڑھتے پڑھتے آفتاب نکل آیا یا عصر کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج غروب ہو جائے تو کیا فجر اور عصر کی نماز ادا ہو جائے گی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر صبح کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج نکل آیا تو فجر کی نماز نہیں ہوگی اور اگر عصر کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج غروب ہو گیا تو عصر کی نماز ہو جائے گی۔

"قال في التنوير وكره صلوة الى قوله الاعصر يومه وفي الشرح فلايكره فعله لادائه كماوجب قوله بخلاف الفجر الخ اى فانه لايؤدى فجريومه وقت الطلوع لان وقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة فتبطل بطروالطلوع الذى هو وقت فساد" .....(درمع الرد : ۱/۳۷۴)

"ثلاثة ساعات لاتجوز فيها المكتوبة ولاصلاة الجنازة ولاسجدة التلاوة اذاطلعت الشمس حتى ترتفع وعندالانتصاف الى ان تزول وعنداحمرارها الى ان تغيب الاعصر يومه ذلك فانه يجوز اداؤه عندالغروب" ......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پندرہ سالہ لڑکے کا تراویح پڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۸): محترم جناب قبلہ مفتی صاحب

گزارش ہے کہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً پندرہ سال ہے بالغ نہیں ہے، کیا وہ نماز تراویح میں قرآن پاک سناسکتا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

پندرہ سال کا بچہ شرعاً بالغ ہوجاتا ہے لہٰذا اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہوتو تراویح وغیرہ میں اس کی امامت درست ہے۔

"فصل بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هوالانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحا لانه قلما يعلم منها فان لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى لقصر اعمار اهل زماننا اوادنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولهاتسع سنين هوالمختار كمافي احكام الصغار" .....(الدرالمختار على ردالمحتار : ۵/۱۰۷)

"قوله فان لم يوجد فيهما اى فى الغلام والجارية شىء مماذكر الخ مفاده انه لااعتبار لنبات العانة خلافاللشافعى ورواية عن ابى يوسف ولااللحية واما نهودالثدى فذكرالحموى انه لايحكم به فى ظاهرالرواية وكذاثقل الصوت كمافى شرح النظم الهاملى ابوالسعود وكذاشعرالساق والابط والشارب" .....(ردالمحتار:۵/۱۰۷)

"بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والافحتى يتم له ثمانية عشرسنة الحلم بالضم مايراه النائم امالاحتلام فلماروى عن على ابن ابى طالب قال حفظت من رسول الله ﷺ لايتم بعداحتلام ولاقوم الى الليل رواه ابوداؤد والحبل والاحبال لايكون الا مع الانزال واماالسن فلماروى عن ابن عمر رضى الله عنهما قال عرضت على رسول الله ﷺ يوم احدواناابن اربع عشرسنة فلم يجزنى وعرضت عليه يوم الخندق واناابن خمس عشرة سنة فاجازنى فالظاهر ان عدم الاجازة لعدم البلوغ والاجازةللبلوغ وهذا قول ابى يوسف ومحمدوهوقول الامام الشافعى ورواية عن ابى حنيفة وعن الامام فى الغلام تسع عشرة سنة قيل المراد ان يطعن فى التاسع عشرة وقيل فيه اختلاف الروايتين حقيقة لانه ذكر فى بعض حتى تستكمل تسع عشرة سنة .....ويفتى بالبلوغ فيهما بخمسة عشرسنة عندابى يوسف ومحمد وهذاظاهر لايحتاج الى الشرح ".....(البحرالرائق:۸/۱۵۳)

"وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الاعذار " .....(نورالايضاح: ۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تسبیح پر شمار کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکر تسبیحات وغیرہ انگلیوں کے پوروں پر شمار کرنی چاہئیں یا تسبیح پر بھی کر سکتے ہیں بعض لوگوں سے سنا ہے کہ تسبیح پر شمار کرنا بدعت ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر ریاء نہ ہو تو تسبیح پر بھی شمار کرنا درست ہے خیر القرون میں گٹھلیوں پر شمار کرنا ثابت ہے۔

"لاباس باتخاذ المسبحة لغير رياء كمابسطه في البحر " .... (الدرعلی هامش الرد:۴/۳۸۱)

"وقيدبالصلوة لان العد خارج الصلوة لايكره على الصحيح كماذكره المصنف في المستصفى لانه اسكن للقلب واجلب للنشاط ولمارواه ابوداؤد والترمذي والنسائي وابن حبان والحاكم قال صحيح الاسناد عن سعد ابن ابي وقاص انه دخل مع النبي ﷺ على امرءة وبين يديها نوى اوحصى تسبح به فقال اخبرك بما هو ايسر عليك من هذا اوافضل فقال سبحان الله عددماخلق في السماء وسبحان الله عددما خلق في الارض وسبحان الله عددمابين ذلك وسبحان الله عددماهوخالق والحمدلله مثل ذلك والله اكبر مثل ذلك ولااله الاالله مثل ذلك ولاحول ولاقوة الابالله مثل ذلك فلم ينهها عن ذلك وانما ارشدهاالىٰ ما هوايسر وافضل ولوكان مكروها لبين لها ذلك ثم هذا الحديث ونحوه مما يشهد بانه لاباس باتخاذ السبحة المعروفة لاحصاء عددالاذكار اذ لا تزيد السبحة على مضمون هذا الحديث الابضم النوى ونحوه في خيط ومثل هذا لا يظهر تاثيره في المنع فلاجرم ان نقل اتخاذها والعمل بهاعن جماعة من الصوفية الاخيار وغيرهم اللهم الا اذا ترتب عليها رياء وسمعة فلاكلام لنا فيه وفي منحة الخالق قال الرملي والظاهر انها ليست ببدعة فقدقال ابن حجر الهيثمي في شرح الاربعين النواوية السبحة وردلها اصل اصيل عن بعض امهات المؤمنين واقرها النبي ﷺ على ذلك "..... (البحر مع منحة الخالق : ۲/۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فجر کی نماز کے بعد سونے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی نماز کے بعد سونا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

فجر کی نماز کے بعد طلوع شمس تک سونا مکروہ ہے۔

"ویکرہ النوم فی اول النہار"......(ھندیۃ:۵/۳۸۶)

"ویکرہ النوم بعدصلوۃ الصبح اشدکراھۃ سیماللعالم ففی شرح السنۃ قال علقمۃ بن قیس بلغنا ان الارض تمعج الی اللہ تعالی من نومۃ العالم بعدصلوۃ الصبح وفی روایۃ البیھقی ان الصبحۃ تمنع الرزق"......(قطب الارشاد:۳۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز نہ پڑھنے پر بیوی کو سزا دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بیوی نماز نہ پڑھتی ہو باوجود ترغیب دینے کے تو اس کو خاوند نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر عورت ترغیب دینے کے باوجود نماز نہیں پڑھتی تو خاوند اس کو سزا دے سکتا ہے۔

"قولہ ولہ ضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ علی الاظھر وکذا علی ترکھا الزینۃ وغسل الجنابۃ وعلی خروجھا من المنزل وترک الاجابۃ الی فراشہ ومرتمامہ فی التعزیر وان الضابط ان کل معصیۃ لاحدفیھا فللزوج والمولی التعزیر"......(الدر مع الرد:۵/۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازی کے لیے مسجد کی ٹوپیوں کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی ٹوپیاں نماز کے لیے لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز کے لیے عمدہ لباس ہونا چاہئے ''لقوله تعالى خذوا زينتكم عند كل مسجد'' اور ایسا لباس جو بڑی شخصیات کے پاس پہن کر جانا معیوب سمجھا جاتا ہو تو اس میں نماز مکروہ ہے، بنابریں ان ٹوپیوں کا استعمال بھی مکروہ ہوگا جو اکابر کے سامنے پہن کر جانا معیوب سمجھا جاتا ہو البتہ اگر عمدہ ہوں تو کراہت نہ ہوگی۔

''وكذلك يكره الصلاة في الثياب البذلة وروى ان عمر رضي الله نه راى رجلا فعل ذالك فقال ارايت لو كنت ارسلتك الى بعض الناس اكنت تمه في ثيابك هذه فقال لا فقال عمر الله احق ان يتزين له ،قوله وصلاته في ثياب بذلة قال في البحر وفسرها في شرح الوقاية بمايلبسه في بيعته ولا يذهب به الى الاكابر والظاهر ان الكراهة تنزيهية ''......(ردالمحتار ۱/۳۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرد اور عورت کی نماز میں فرق:

مسئلہ نمبر (۲۳۳): خواتین کے لیے نماز کا مسنون طریقہ کیا ہے آیا طریقہ نماز مرد حضرات سے یکسر مختلف ہے یا وہ کون کون سی خاص باتیں ہیں جن کا خواتین کو نماز میں خیال رکھنا پڑتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خواتین ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں اور ہاتھ سینہ پر رکھیں، رکوع میں صرف اتنا جھکیں کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں سجدہ میں بازو زمین پر رکھیں اور سرین پنڈلیوں سے ملا کر رکھیں، قعدہ میں دونوں پیر سرین کے دائیں طرف نکال کر بیٹھیں۔

فقہاء کرام نے مرد اور عورت کی نماز میں بیس سے زائد فرق بیان کیے ہیں۔

(۱) عورت اپنے ہاتھوں کو کندھے تک اٹھائے۔

(۲) اپنے ہاتھوں کو آستینوں سے باہر نہ نکالے۔
(۳) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پستانوں کے نیچے رکھے۔
(۴) رکوع میں معمولی جھکے۔
(۵) انگلیوں کو نہ موڑے۔
(۶) انگلیوں کو ملا کر رکھے۔
(۷) رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے۔
(۸) گھٹنوں کو نہ جھکائے۔
(۹) سمٹ کر رکوع اور سجدہ کریں۔
(۱۰) سجدے میں اپنے بازو بچھائے۔
(۱۱) تشہد میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکالے۔
(۱۲) تشہد میں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے گھٹنے تک پہنچائے۔
(۱۳) تشہد میں انگلیاں ملا کر رکھے۔
(۱۴) نماز پڑھنے کے دوران آگے سے گزرنے والے کو تالی بجا کر خبردار کریگی، تسبیح نہ کہے۔
(۱۵) مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی۔
(۱۶) عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔
(۱۷) عورتوں کی امام درمیان میں کھڑی ہو۔
(۱۸) عورتوں کا جماعت کے لیے مسجد میں آنا مکروہ ہے۔
(۱۹) مردوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت عورتیں سب سے پچھلی صف میں ہوں گی۔
(۲۰) عورت کے ذمہ جہر نہیں۔
(۲۱) عورت کے ذمہ جمعہ نہیں۔
(۲۲) اور نہ عید کی نماز عورتوں کے ذمہ ہے۔
(۲۳) تکبیرات تشریق عورتوں پر واجب نہیں۔
(۲۴) فجر کی نماز روشنی میں پڑھنا عورت کے لیے مستحب نہیں۔

"ترفع یدیھاحذاء منکبیھاولاتخرج یدیھامن کمیھاوتضع الکف علی الکف

تحت ثديها وتنحني في الركوع قليلاً ولا تعقد ولا تفرج فيه أصابعها بل تضمها وتضع يديها على ركبتيها ولا تحني ركبتيها وتنظم في ركوعها وسجودها وتفترش ذراعيها وتتورك في التشهد وتضع فيه يديها تبلغ رؤس أصابعها ركبتيها وتضم في اصابعها وإذا نابها شيء في صلاتها تصفق ولا تسبح ولا تؤم الرجل وتكره جماعتهن ويقف الإمام وسطهن ويكره حضورها الجماعة وتؤخر مع الرجال ولا جمعة عليها لكن تنعقد بها ولا عيد ولا تكبير تشريق ولا يستحب أن تسفر بالفجر ولا تجهر في الجهرية الخ" .....(ردالمحتار: ۱/۳۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کا لفظی معنی ومقصد:

مسئلہ نمبر(۲۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کا لفظی معنی ومقصد اور فضیلت اور التحیات کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صلاۃ کے لغوی معنی دعا کرنا ہے اور شرعاً افعال مخصوصہ مع النیۃ قیام وقرأت رکوع اور سجدے کا نام صلاۃ ہے۔

"هي لغة الدعاء وشرعاً الأفعال المخصوصة من القيام والقرأة والركوع والسجود" .....(البحر الرائق: ۱/۲۲۳)

۲۔ نماز کے فضائل بہت ہیں بخاری شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ جس شخص کے گھر کے ساتھ ایک نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل رہے گی صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح پانچ نمازیں ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

"عن أبي هريرةؓ أنه سمع رسول الله ﷺ يقول أرأيتم لو أن نهرا الخ" .....(بخاری: ۱/۷۶)

تشہد سے مراد التحیات ہے" عبدہ ورسولہ" تک اور احناف کے نزدیک تشہد ابن مسعودؓ سب سے افضل ہے۔

"ویقرأ تشہدابن مسعودؓ وجوباکمابحثہ فی البحرلکن کلام غیرہ یفیدندبہ....(ویقصدبألفاظ التشہد) معانیہامرادۃ لہ علی وجہ(الإنشاء) کأنہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ وأولیائہ"....(الدرمع الرد: ۱/۳۷۶،۳۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

والدین کے پکارنے پرنماز توڑنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زیدنماز پڑھ رہاتھاکہ اس کے والدعامرنے پکارکربلایاتوزیدنے نمازتوڑکروالدصاحب کی خدمت میں حاضری دی اورپھرآکرنمازشروع کی توبکرنے زیدکوڈانٹاکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں،آپ نے نمازتوڑکرگناہ کیا،زیدکہتاہے کہ میں اکیلانمازپڑھ رہاتھانمازمیں صرف تاخیرکی،بالکل چھوڑی نہیں،والدکی بات ماننا واجب ہے کس کی بات صحیح ہے؟

(۲) اکرم کاباپ اسلم اس لیے ناراض ہے کہ اکرم کی بیوی اس کی عزت نہیں کرتی تواسلم نے اپنے بیٹے کوکہا کہ اپنی بیوی کوطلاق دو،اکرم طلاق نہیں دیناچاہتا،خودباپ کی عزت کرتاہے تواسلم نے اپنے بیٹے کوعاق کردیاتوآیا اب بیٹااکرم عاق ہوگیایابعدموت اسلم کاوارث ہوگا۔

(۳) اکبرکاباپ گوادرغیرمسلم ہے بتوں کی پوجاکرتاہے صبح کومندرخودجاتاہے لیکن شام کواکبراس کوراتاہے آیا یہ درست ہے یانہیں؟لے جانااورلاناودونوں کاحکم بتادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زیدکے لیے نمازتوڑناجائزنہیں تھاالبتہ اگروالدین کسی چیزکے لیے بلائیں اورکوئی اورشخص دینے والانہ ہوتوتوڑناجائزہے۔

"المصلي إذادعاہ أحدأبویہ لایجیب مالم یفرغ من صلاتہ إلا أن یستغیث بہ لشئ لأن قطع الصلاۃ لایجوزإلالضرورۃ"......(الھندیۃ : ۱/ ۱۰۹)

(۲) اس صورت میں والد کا ناراض ہونا بلا وجہ ہے شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ بیوی کو والدین سے علیحدہ مکان میں رکھے اور اس وجہ سے بیٹا کو عاق کرنا درست نہیں اور شرعاً بھی معتبر نہیں بلکہ دونوں شرعاً ایک دوسرے کے وارث ہونگے، باپ کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا واجب نہیں۔

(۳) کسی شخص کا اپنے والد کو مندر لے جانا تو گناہ ہے مگر وہاں سے واپس لانا گناہ نہیں۔

”رجل له أب ذمي أو امرأة ذمية ليس له أن يقوده إلى البيعة وله أن يقوده من البيعة إلى منزله لأن الذهاب إلى البيعة معصية وإلى المنزل لا“......(خلاصة الفتاوى: ۴/۳۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے لیے شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۶): کیا فرماتے علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا صرف نماز میں ضروری ہے یا غیر نماز میں بھی؟ بحوالہ جواب ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب باسم الملک الوهاب

مرد کے لیے ہر حال میں شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے چاہے آدمی نماز کی حالت میں ہو یا غیر نماز کی حالت میں ہو۔

”عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار“... مشكوة: ۱/۳۸۶)

” وعنه قال قال رسول الله ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار ويكره سدله تكبرا أو تهاونا وبالعذر لا يكره“.... (الطحطاوي: ۳۵۰)

” ويكره سدله أي سدله المصلي ثوبه. ايضا ويكره للرجال السراويل التي تقع على ظهر القدمين عتابية“......(ردالمحتار: ۵/۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں آستین کہنیوں تک چڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص نماز میں اپنی آستین کہنیوں تک چڑھا کر رکھتا ہے آیا اس کی نماز درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر آستین کہنی اور ہاتھ کے درمیان تک چڑھائی ہوئی ہو تو حکم کیا ہوگا۔

الجواب باسم الملك الوهاب

کہنیوں تک آستینیں چڑھا کر نماز ادا کرنا مکروہ ہے لہٰذا ایسی کیفیت سے احتراز کرنا چاہیے۔

"وقيد الكراهة في الخلاصة والمنية بأن يكون رافعا كميه إلى المرفقين وظاهره أنه لا يكره إلى مادونهما قال في البحر والظاهر الإطلاق لصدق كف الثوب على الكل الخ ونحوه في الحلية وكذا قال في شرح المنية الكبير أن التقييد بالمرفقين اتفاقي"......(ردالمحتار: ۱/۴۷۳)

"ويدخل أيضا في كف الثوب تشمير كميه كما في فتح القدير وظاهره الاطلاق وفي الخلاصة ومنية المصلي قيد الكراهة بأن يكون رافعا كميه إلى المرفقين وظاهره أنه لا يكره إذا كان يرفعهما إلى مادونهما والظاهر الإطلاق لصدق كف الثوب على الكل وذكر في المجتبى في كراهة تشمير الكمين قولين وذكر في القنية أن القول بامساك الكمين أحوط ولا يخفى ما فيه. قال الشامي في منحة الخالق "والظاهر الإطلاق" فيه نظر إن يكن سنده ماذكره عن فتح القدير لأن الكمال وإن أطلق هنا قد قيد كلامه"......(۲/۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے لیے جگہ مخصوص کرنے سے وہ مسجد شرعی نہیں بنتی:

مسئلہ نمبر(۲۳۸): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام دریں مسئلہ کہ ایک چھ مرلے عمارت ہے اس کے تہہ خانہ میں ایک بڑے کمرے کو مسجد بنا کر باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے، بیسمنٹ میں مسجد کے علاوہ چند دفاتر، راہداری، کینٹین، لفٹ اور باتھ روم وغیرہ ہیں۔

نمازیوں کی تعداد مسجد کی گنجائش سے بڑھ جاتی ہے اس لیے نماز ظہر دو اوقات میں ادا کی جاتی ہے، ایک 01:15 بجے اور دوسری 02:15 بجے، نمازیوں کی کثرت کے باعث مسجد میں داخلہ کے راستہ کے باہر لفٹ کے پاس اور کینٹین کے ہال میں بھی صفیں بچھا کر باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے۔

کچھ دنوں سے امام صاحب نے مسجد کے کمرے کے باہر نماز ادا کرنے سے منع کر دیا ہے کہ یہ راہداری ہے، کینٹین ہے، لفٹ ہے، باتھ روم کو بھی راستہ جاتا ہے اس لیے یہ جگہ پاک نہیں ہے، لہٰذا اس جگہ نماز ادا کرنا درست نہ ہے، ان کے خیال میں مسجد کے باہر لوگ جوتوں سمیت چلتے ہیں لہٰذا فرش پاک نہ ہے، صفیں بچھانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرجہ بالا مسئلہ پر راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں جو جگہ نماز کے لیے مخصوص ہے، مسجد شرعی نہیں ہے تو اس میں دوسری جماعت بھی بلا کراہت کرائی جاسکتی ہے، اور فرش اگرچہ ناپاک بھی ہو تو اس پر صفیں بچھا کر نماز پڑھی جاسکتی ہے، البتہ راستے میں نماز پڑھنے سے اجتناب کریں، جب کہ گزرنے والوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہو۔

"ولو اتخذ في بيته موضعا للصلوة فليس له حكم المسجد اصلا "......(حلبی کبیری: ۵۳۰)

"ولا بأس بان يفعل ذالک فوق بيت فيه مسجد يعني لكل مسلم مندوب ان يتخذ مسجدفي بيته يصلي فيه السنن والنوافل لكن ليس له حكم المسجد "
.....(خلاصة الفتاوىٰ: ۲/۳۲۷)

"لايكره ماذكر فوق بيت جعل فيه مسجد بل ولافيه لانه ليس بمسجد شرعا واما المتخذلصلاة جنازة اوعيد فهو مسجدفي حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لافي حق غيره به يفتي نهاية فحل دخوله لجنب وحائض كفناء مسجد ورباط ومدرسة ومساجد حياض واسواق لايكره ماذكر اى من الوطء والبول والتغوط قوله فوق بيت اى فوق مسجدالبيت اى موضع اعدللسنن والنوافل بان يتخذله محراب وينظف ويطيب كماامر ﷺ فهذا مندوب لكل مسلم كمافي الكرماني وغيره، قوله مدرسة مايبنى لسكنى طلبة العلم ويجعل لهامدرس ومكان

للدرس لکن اذاکان فیھا مسجد فحکمہ کغیرہ من المساجد ففی وقف القنیۃ المساجد التی فی المدارس مساجدلانھم لایمنعون الناس من الصلوۃ فیھا واذااغلقت یکون فیھا جماعۃ من اھلھا ،وفی الخانیۃ دارفیھا مسجد لایمنعون الناس من الصلاۃ فیہ ان کانت الدارلواغلقت کان لہ جماعۃ ممن فیھا فھومسجد جماعۃ تثبت لہ احکام المسجد من حرمۃ البیع والدخول والافلا وان کانولایمنعون الناس من الصلاۃ فیہ قولہ مساجد حیاض مسجدالحوض مصطبۃ یجعلونھا بجنب الحوض حتی اذاتوضأ احدمن الحوض صلی فیھا قولہ اسواق ای غیر نافذۃ یجعلون مصطبۃ للصلاۃ فیھا وذلک کالتی تجعل فی خان التجار " .... (در مع الرد: ۱/۳۸۶)

"لو بسط الثوب الطاھر علی الثوب النجس او علی ارض نجسۃ مبتلۃ واثرت تلک النجاسۃ فی الثوب لکن لم یصر رطبا بحال لوعصر یسیل منہ شیء ولکن یعرف موضع الندوۃ فالاصح لایصیر نجسا "......(فتاویٰ الھندیۃ:۱/۴۷)

"الثوب اذافرش علی النجاسۃ الیابسۃ فان کان رقیقا یشف ماتحتہ اوتوجد منہ رائحۃ النجاسۃ علی تقدیر ان لھارائحۃ لاتجوز الصلاۃ علیہ وان کان غلیظا بحیث لایکون کذالک جازت "..... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۶۳)

"لان الصلوۃ فی نفس الطریق ای طریق العامۃ مکروھۃ بسترۃ وبدونھا لانہ اعد للمرور فیہ فلایجوز شغلہ بمالیس لہ حق الشغل کمافی المحیط "......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۷۲)

"ولم یصل فی الطریق لان الصلوۃ فی الطریق مکروھۃ وھذا اظھر "......(تقریرات رافعی: ۱/۸۴)

"تکرہ الصلاۃ فی طریق العامۃ لماروی الترمذی وابن ماجۃ عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یصلی فی سبعۃ مواطن فی المزبلۃ والمجزرۃ والمقبرۃ وقارعۃ الطریق وفی الحمام وفی معاطن الابل وفوق ظھر بیت اللہ "......(حلبی کبیری:۳۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۹): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب میں درج ذیل سوالات کے جوابات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

بندہ درج ذیل مسائل کے بارے میں کافی پریشان ہے، لہٰذا بندہ کا تعاون فرمائیں۔

(۱) اہل حدیث مسلک کے مسلمان نمازعشاء میں صرف ایک وتر پڑھتے ہیں، کیا یہ عمل ٹھیک ہے؟

(۲) کیا نماز حاجت کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہے؟ یعنی ایسا وقت کہ جس میں صلوۃ حاجت بندہ پڑھ سکتا ہو یا کہ ہر وقت پڑھ سکتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) وتر کی تین رکعات ہیں نہ کہ ایک، یہی مسلک حق ہے۔

(۲) مکروہ وقت نہیں ہونا چاہئے باقی جس وقت چاہیں صلوۃ الحاجت پڑھ سکتے ہیں۔

"الوتر واجب وهو ثلاث ركعات بتسليمة قوله وهو ثلاث ركعات بتسليمة اى الوتر لمارواه الحاكم وصححه وقال على شرطها عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث لايسلم الافى آخرهن قيل للحسن ان ابن عمر كان يسلم فى الركعتين من الوتر فقال كان عمر افقه منى و كان ينهض فى الثانية بالتكبير اه ونقله الطحاوى عن اصحاب رسول الله ﷺ واما قوله ﷺ صلوة الليل مثنى مثنى واذا حشى الصبح صلى واحدة فاوترت له ماصلى فليس فيه دلالة على ان الوتر واحدة بتحريمة مستأنفة ليحتاج الى الاشتغال بجوابه اذايحتمل كلامن ذلك ومن كونه اذاخشى الصبح صلى واحدة متصلة ومع الاحتمال لايقادم الصرائح الواردة وقدروى الامام ابوحنيفة بسنده انه عليه السلام كان يقرأ فى الاولىٰ بسبح اسم ربک الاعلى وفى الثانية قل يايهاالكافرون وفى الثالثة قل هو الله احد" .....(البحرالرائق: ۲/۲۸)

"وقنت فى ثالثة قبل الركوع أبدا وقرأ فى كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة قوله وقرأ فى كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة بيان لمخالفته للفرائض فيقرأ فى كل

رکعة منه حتما ونقل في الهداية انه بالاجماع وفي التجنيس لوترک القراء ة في الركعة الثالثة منه لم يجز في قولهم جميعا"..... (البحر الرائق:۲/۷۲)

"عن سعيدبن عبدالرحمن بن ابزى عن ابيه عن ابى بن كعب ان رسول الله ﷺ كان يوتر بثلث ركعات كان يقرأ في الاولى بسبح اسم ربک الاعلى وفي الثانية بقل ياايها الكفرون وفي الثالثة بقل هوالله احد ويقنت قبل الركوع"......(سنن النسائى :۱/۲۴۸،قديمى كتب خانه)

"عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ يوتر بثلث يقرأ في الاولى بسبح اسم ربک الاعلى وفي الثانية بقل هوالله احد"......(سنن النسائى: ۱/۲۴۹،مكتبه قديمى)

"عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه كان يوتربثلث بسبح اسم ربک الاعلى وقل ياايهاالكفرون وقل هو الله احد"......(سنن النسائى: ۱/۲۴۹،قديمى كتب خانه)

"عن على قال كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث يقرأ فيهن بتسع سورمن المفصل يقرأ في كل ركعة بثلاث سورآخرهن قل هوالله احد"......(جامع الترمذى : ۱/۲۱۲، مكتبه رحمانيه)

"ثنا ابن وهب قال اخبرنى ابن ابى الزناد عن ابيه قال اثبت عمربن عبدالعزيز الوتر بالمدينة بقول الفقهاء ثلاثا لايسلم الافي آخرهن"......(شرح معانى الآثار:۱/۱۸۷،مكتبه رحمانيه)

"ثناعبدالرحمن بن ابى الزناد عن ابيه عن السبعة سعيدبن المسيب وعروة بن الزبير والقاسم بن محمد وابى بكر بن عبدالرحمن وخارجة بن زيد وعبيدالله بن عبدالله وسليمن بن يسار في مشيخة سواهم اهل فقه وصلاح وفضل وربمااختلفوا في الشيء فاخذبقول اكثرهم وافضلهم رأيا فكان مماوعيت عنهم على هذه الصفة ان الوترثلث لايسلم الافي آخرهن فهذا من ذكرنا من فقهاء المدينة وعلمائهم قداجمعوا ان الوترثلث لايسلم الافي اخرهن وتابعهم عمى ذلک عمربن عبدالعزيز فهذا عندنا ممالاينبغى خلافه لماقدشهدله من حديث

رسول اللہ ﷺ ثم فعل اصحابہ واقوال اکثرھم من بعدہ ثم اتفق علیہ تابعوھم "
.....(شرح معانی الآثار :۱۸۷/۱)

"ثنا ابوخدۃ قال سألت اباالعالیۃ عن الوتر فقال علمنا اصحاب محمد ﷺ اوعلمونا ان الوتر مثل صلوۃ المغرب غیرانانقرأ فی الثالثۃ فھذا وترالیل وھذا وترالنھار"......(شرح معانی الآثار :۱۸۵/۱)

"ومن المندوبات صلوۃ الحاجۃ وفی شرح المنیۃ فذکر انھار کعتان واخرج الترمذی عن عبداللہ ابن ابی اوفی قال قال رسول اللہ ﷺ من کانت لہ الی اللہ حاجۃ اوالی احد من بنی آدم فلیتوضأ ولیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین ثم لیثن علی اللہ ولیصل علی النبی ﷺ ثم لیقل لاالہ الااللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین اسألک من موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بروالسلام من کل اثم لاتدع لی ذنبا الاغفرتہ ولاھما الافرجتہ ولاحاجۃ ھی لک رضا الاقضیتھا یاارحم الراحمین "..... (فتاویٰ شامی:۵۰۹،۵۰۸/۱)

"ومنع عن الصلوۃ وسجدۃ التلاوۃ وصلاۃ الجنازۃ عندالطلوع والاستواء والغروب الاعصریومہ اطلق الصلوۃ فشمل فرضھا ونفلھا لان الکل ممنوع فان المکروہ من قبیل الممنوع لانھاتحریمیۃ"......(البحرالرائق:۲۳۳،۲۳۲/۱)

"وعن التنفل بعدصلاۃ الفجر والعصر لاعن قضاء فائتۃ وسجدۃ تلاوۃ وصلاۃ جنازہ وبعد طلوع الفجر باکثر من سنۃ الفجر وقبل المغرب ووقت الخطبۃ وعن الجمع بین الصلاتین فی وقت بعذر قولہ وعن التنفل بعدصلاۃ الفجر والعصر ای منع عن التنفل فی ھذین الوقتین قصدا لاعن غیرہ لروایۃ الصحیحین لاصلوۃ بعدصلوۃ العصرحتی تغرب الشمس ولاصلوۃ بعدصلوۃ الفجر حتی تطلع الشمس "..... (البحرالرائق: ۲۳۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے چند متفرق مسائل:

مسئلہ نمبر (۲۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں،

(۱) جناب میں نے سنا ہے کہ فرض اور وتر نماز میں ایک رکعت کو لمبا کرنے کے لیے دو سورتیں نہیں پڑھ سکتے، کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر پڑھ سکتے ہیں تو وہ سورتیں لگاتار ہوں یا وقفہ والی بھی دو سورتیں ایک رکعت میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) کیا نماز میں قرآن ترتیب سے پڑھنا واجب ہے؟ اگر امام ترتیب سے نہ پڑھے اسی طرح اگر دوران نماز سجدہ سہو کے لیے لقمہ بھی نہیں دیا اور بعد میں کوئی مقتدی یاد کرادے کہ ترتیب نہیں تھی اور سجدہ سہو بھی نہیں ہوا تو وہ نماز ہوگئی یا نہیں؟ ایک آدمی نے بتایا کہ یاد کرانے والے کی نہیں ہوئی باقی سب کی ہوگئی ہے۔

(۳) اگر صبح یا شام کی اذان ۲ منٹ وقت سے پہلے ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

(۴) میں ایک رکعت کے دوسرے سجدہ میں جماعت کے ساتھ شامل ہوا نماز مکمل کرنے کے بعد ایک آدمی نے بتایا کہ سجدہ شکر اور سجدہ تلاوت کے علاوہ ایک سجدہ مکروہ ہے؟

(۵) ایک دفتر کے کسی کمرہ میں ظہر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کے لیے مختص کردیا جائے تو کیا مسجد کا ثواب ملے گا؟

(۶) کار میں بیٹھ کر شہر کے اندر نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) فرض نماز کی ایک رکعت میں دو سورتیں لگاتار (متصل) پڑھی جاسکتی ہیں وقفہ والی دو سورتیں ایک رکعت میں پڑھنا مکروہ ہے۔

(۲) نماز میں قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے، اس لیے اگر امام نے خلاف ترتیب پڑھا تو نماز ہوجائے گی سجدہ سہو کی ضرورت نہیں اور نہ ہی بعد میں یاد کرانے والے کی نماز فاسد ہوئی ہے۔

(۳) اذان کا اعادہ ضروری ہے۔

(۴) اکیلا سجدہ مکروہ نہیں ہے امام کے ساتھ جلد شامل ہونا بہتر ہے کیونکہ اس میں زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(۵) دفتر کے کمرے میں نماز جماعت پڑھنے سے صرف جماعت کا ثواب ملے گا مسجد کا ثواب نہیں ملے گا، جب تک کوئی جگہ مسجد کے لیے وقف نہ کی جائے وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوتی۔

(۱)"والجمع بین سورتین الخ ای رکعة واحدة عافیه من شبهة التفصیل ولجهر وفی الحاشیة والجمع بین سورتین بینهما سوراوسورة "......(طحطاوی علی المراقی : ۱/۱۹۴)

"واذاجمع بین سورتین بینهما سوراوسورة واحدة فی رکعة واحدة یکره " .....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۷۸)

(۲)"اذاقرأ فی الرکعة الاولیٰ سورة وقرء فی الرکعة الثانیة سورة قبلها فلاسهو علیه "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۲۶)

"انهم قالوا یجب الترتیب فی سورالقرآن فلوقرأ منکوسا اثم لکن لایلزمه السجود السهو"......(۱/۳۳۷)

(۳)"فیعاد اذان وقع بعضه قبله کالاقامة "......(درمختار: ۱/۶۲)

(۴)"وکذلک اذاادرکه بعدمارفع رأسه من السجدة الاولیٰ یکبر تکبیرة الافتتاح قائما ویأتی بالثناء ان کان اکبر رأیه انه یدرکه الامام فی السجدة الثانیة ثم یسجد" .....(المحیط البرهانی : ۲/۱۳۵)

"واستدل بهذاالحدیث علی حصول فضیلة الجماعة بادراک جزء من الصلوة...... لقوله علیه السلام فماادرکتم فصلوا ولم یفصل بین القلیل والکثیر ......واستدل به ایضا علی استحباب الدخول مع الامام علی ای حالة وجدعلیها"......(فتح الباری : ۲/۱۵۱)

(۵)"قوله علیه السلام صلوة الرجل فی الجماعة تفضل علی صلواته فی بیته اوسوقه سبعا وعشرین ضعفا"......(حلبی کبیری: ۴۳۹)

"قوم تخلفوا عن المسجد وصلوا فی البیت بجماعة فانهم ینالون فضل الجماعة ولکن دون ما... ینالون فی المسجد"......(فتاویٰ السراجیة: ۹۷)

"قال فی الدر... یزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجدا عندالثانی وشرط محمدوالامام الصلوة فیه بجماعة " .....(درمختار: ۱/۳۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام کی غیر موجودگی میں دوسرے شخص کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا تعلق علماء کے گھرانے سے ہے، اس کا گھر جامع مسجد کے ساتھ ہے، اور خود دینی ودنیاوی علم سے آگاہ ہے، مسجد کے امام وخطیب کے موجود نہ ہونے کی صورت میں مسجد کا مؤذن ہوتا ہے، اور نمازی اس شخص کو گھر جا کر کہتے ہیں کہ مسجد میں آ کر نماز جماعت کے ساتھ پڑھادیں، تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے، استغفر اللہ ہم تنخواہ دار یا ٹھیکیدار نہیں ہیں، اور نہ ہی نماز پڑھانا ہماری ڈیوٹی میں شامل ہے، ایک عاقل بالغ سمجھدار شخص اس طرح کی باتیں کرے تو شریعت میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

چونکہ وقت نماز پر کوئی امامت کے لائق شخص موجود نہیں ہے، لہٰذا اس شخص کو اخلاقی طور پر نماز پڑھادینی چاہیئے، اگر بغیر تنخواہ اور بغیر ڈیوٹی جماعت کرادے گا تو محققین کی صف میں شمار ہوگا، اور جماعت کی فضیلت اور ترک جماعت کا گناہ آپ کے سامنے ہے، اس شخص کی یہ تعبیر شرعاً درست نہیں ہے۔

"الجماعة سنة مؤكدة وقيل واجبة وعليه العامة "..... (الدر المختار: ۱/۸۲، كتاب الصلوة، باب الامامة، طبع رشيديه)

"الاولىٰ بالامامة اعلمهم باحكام الصلوة كذافى المضمرات "..... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۸۳، كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة، طبع رشيديه)

"فان كان متبحرا فى علم الصلوة لكن لم يكن له حظ فى من العلوم فهواولى"...... (خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۱۴۴)

"عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ قال صلوة الجماعة تفضل صلوة الفرد بسبع وعشرين درجة ...... وعن ابى هريرة رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال والذى نفسى بيده لقدهممت ان امر بحطب ليحطب ثم امر بالصلوة فيؤذن لهاثم امر رجلا فيؤم الناس ثم اخالف الى رجال فاحرق عليهم بيوتهم والذى نفسى بيده لويعلم احدهم انه يجد عرقا سمينا اومرماتين حسنتين لشهدالعشاء "..... (صحيح البخارى: ۱/۸۹)

"عن ابی الهمدانی قال سمعت عقبة بن عامر سمعت رسول الله ﷺ یقول من ام الناس فاصاب الوقت فله ولهم ومن انتقص من ذلک شیئا فعلیه ولاعلیهم"

.....(سنن ابی داؤد: ۱/۹۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نکاح پر نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں جس کا نام ٹبہ کمہاراں ہے ضلع جھنگ میں واقع ہے یہاں کا پیش امام حافظ منظور احمد ہے اور اس میں چند خامیاں ہیں۔

(۱) مذکور مولانا منظور احمد صاحب ولد جیون قوم موچی ساکن ٹبہ کمہاراں نے نکاح پر نکاح پڑھایا ہے، اور اس عورت کو پہلے حمل بھی تھا۔

(۲) اور بھی ایسے دو نکاح علاقے میں پڑھائے گئے ہیں، جن کے شریعت کے مطابق گواہ بھی نہ ہیں۔

(۳) کیا پیش امام کسی کی جگہ قسم دے سکتا ہے؟ اس کے بارے میں وضاحت کریں کہ اگر جھوٹی قسم دے تو کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) یہ امام مسجد کی آمدنی اکٹھی کر کے خود کھا گیا ہے اور مسجد کی حالت خستہ ہے۔

مذکورہ صفات کے حامل امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر یہ مذکورہ باتیں عدالت میں ثابت ہو جائیں تو یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ثبوت نہ ہو سکے تو الزام لگانے والے گناہ گار ہوں گے، واضح رہے کہ اگر امام مذکور کے مذکورہ الزامات پر دو دیندار گواہ گواہی دیتے ہوں تب بھی اس کے امامت مکروہ تحریمی ہے۔

"واماالفاسق فقدعللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیماله وقدوجب علیهم اهانته شرعا... تقدیمه کراهة تحریم لماذکرنا"

.....(فتاوی شامی: ۱/۴۱۴)

"وکره امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمی وولدالزنا ......بیان للشیئین الصحة، والکراهة ..... واماالکراهة فمبنیة علی قلة رغبة الناس فی

الاقتداء بھؤلاء فیؤدی الی تقلیل الجماعة المطلوب تکثیرھا تکثیرا للاجر ولان العبدالخ ... والفاسق لایھتم لامردینہ ... اخرج الحاکم فی مستدرکہ مرفوعا ان سرکم ان یقبل اللہ صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدفیمابینکم وبین ربکم ...وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذاتعذرمنعہ یصلی الجمعة خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اخر"...(البحرالرائق: ۲۱۰، ۱/۲۱۱)

"قولہ فالحاصل انہ یکرہ، قال الرملی ذکرالحلبی فی شرح منیة المصلی ان کراھة تقدیم الفاسق والمبتدع کراھة التحریم"......(منحة الخالق علی البحرالرائق: ۱/۲۱۱)

"وتجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد وولدالزنا والفاسق الاانہ یکرہ... والمکروہ فی ھذاالباب نوعان احدھماماکرہ تحریما وھوالمحمل عنداطلاقھم الکراھة"......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۸۵)

"ونصابھالغیرھا من الحقوق سواء کان الحق مالا اوغیرہ کالنکاح وطلاق الخ ...رجلان اورجل وامرأتان"......(الدرالمختار: ۱/۱۹)

"ولایجوزاقل من شاھدین فی الحقوق فیمابین الناس ولافی الجراحات ولافی غیرذلک لقول اللہ سبحانہ فی کتابہ...واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان"......(کتاب الاصل: ۱۱/۵۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیت اللہ اور مسجد نبوی کے ماڈل کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۳): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ آج کل مساجد میں بیت اللہ اور مسجد نبوی کی ٹائلوں پر بنے ہوئے ماڈل جن پر انسانی تصویر نہیں ہوتی لگائے جاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ان کے سامنے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگران میں جاندار کی تصاویر نہ ہوں تو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ نمازی کے خشوع وخضوع میں خلل نہ آئے اور اونچے ہوں۔

"اولغیر ذی روح لایکرہ لانها لاتعبد(قوله اولغیرذی روح)لقول ابن عباس للسائل فان کنت لابد فاعلا فاصنع الشجر ومالانفس له رواہ الشیخان ولافرق فی الشجرتین المثمر وغیرہ "......(الدر علی الرد : ۳۸۰/۱)

"قوله ولابأس بتحلية المصحف ونقش المسجد والزخرفة بماء الذهب لان المقصود بذلک التعظیم والتشریف ویکرہ فعل ذلک علی طریق الریاء وزینة الدنیا"......(جوهرة النیرة:۱۱۸/۱)

"ولابأس بنقشه خلامحرابه فانه یکرہ لانه یلهی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا فی جدارالقبلة قاله الحلبی وفی حظر المجتبیٰ وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر انتهی وظاهرہ المراد بالمحراب جدارالقبلة فلیحفظ (قوله ولابأس الخ)فی هذاالتعبیر کماقال شمس الائمة اشارۃ الی انه لایوجر ویکفیه ان ینجورأسا برأس اہ قال فی النهایة لان لفظ لابأس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان البأس الشدیدۃ اہ ولهذا قال فی حظر الهندیة عن المضمرات والصرف الی الفقراء افضل وعلیه الفتوی اہ وقیل یکرہ لقوله علیه السلام ان من اشراط الساعة ان تزین المساجد الحدیث وقیل یستحب لمافیه من تعظیم المسجد (قوله لانه یلهی المصلی) ای فیخل بخشوعه من النظر الی موضع سجودہ ونحوہ وقدصرح فی البدائع فی مستحبات الصلاۃ انه ینبغی الخشوع فیها ویکون منتهی بصرہ الی موضع سجودہ الخ وکذا صرح فی الاشباہ ان الخشوع فی الصلاۃ مستحب والظاهر من هذاان الکراهة هنا تنزیهیة فافهم (قوله ویکرہ التکلف) الخ تخصیص لمافی المتن من نفی الباس بالنقش ولهذا قال فی الفتح وعندنا لابأس به ومحمل الکراهة التکلف بدقائق النقوش ونحوہ خصوصافی المحراب (قوله وظاهرہ الخ ای ظاهر التعلیل بانه یلهی وکذا اخراج السقف

والمؤخر فان سببه عدم الالهاء فيفيد ان المكروه جدار القبلة بتمامه لان علة الالهاء لاتخص الامام بل بقية اهل الصف الاول كذلك ولذاقال في الفتاوى الهندية وكره بعض مشائخنا النقش على المحراب وحائط القبلة لانه يشغل قلب المصلي اه ومثله يقال في حائط الميمنة اوالميسرة لانه يلهي القريب منه "

.....(الدرعلى الرد:۴۸۶،۴۸۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صرف رمضان المبارک میں ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۴): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں چند حفاظ کرام ایسے ہیں جو رمضان کی آمد سے ایک دو ماہ قبل ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں اور رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے ہیں، رمضان گزرنے کے بعد وہ حفاظ ڈاڑھی کٹوا دیتے ہیں، آیا ان حضرات کے پیچھے رمضان میں تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) ہمارے ساتھ والے گاؤں میں چند حفاظ موجود ہیں وہ ڈاڑھی بالکل نہیں رکھتے وہ لوگ پریشان ہیں کہ آیا ہم ان حفاظ کی نماز میں اقتداء کریں یا نہیں؟ اور بعض دفعہ ان حفاظ کے علاوہ کوئی اور حافظ نہیں ملتا جو باشرع ہو اور رمضان میں ہمیں تراویح بھی پڑھائے۔

برائے مہربانی ہمیں مطلع فرمائیں کہ ڈاڑھی والے حضرات جو علاقے میں رہتے ہیں ان کی نماز ڈاڑھی منڈوانے والے حافظ کے پیچھے ہوجائے گی یا نہیں؟

اور رمضان المبارک میں اگر باشرع حافظ نہیں ملتا تو کیا قرآن مجید کا سننا لازم ہے یا کوئی عام آدمی صرف آخری سپارے کی سورتیں پڑھ کر تراویح پڑھا دے۔

برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے آگاہ فرمائیں، تاکہ ہم اس مسئلہ پر عمل کرسکیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، فرض نماز ہو یا تراویح کیونکہ یہ فاسق ہیں جیسا کہ ان کے عمل سے ظاہر ہے۔

(۲) ڈاڑھی کوایک مٹھ سے کم کرنے والا یابالکل منڈ وانے والا دونوں حکم کے اعتبار سے یکساں ہیں ان کے پیچھے نمازمکروہ تحریمی ہے،جس کوآخری سورتیں یادہوں اور باشرع ہوتواسی کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔

"وللتوبة فلها ثلاثة شروط احدها ان يقلع عن المعصية والثانى ان يندم على فعلها والثالث ان يعزم ان لايعود اليهاابدا فان فقد احدالثلاثة لم يصح توبته "......(قطب الارشاد: ۱۴۹)

"قال الحصكفى واماالاخذمنهاوهى دون ذلك كمايفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذكلهافعل يهودالهندومجوس الاعاجم " .....(درمختار: ۱/۱۲۳)

"امامة الفاسق الاعلم فلايقدم لان فى تقديمه تعظيمة وقد وجب عليهم اهانته شرعا ومفاده الكراهة التحريم فى تقديمه " ......(الطحطاوى على الدر: ۱/۲۴۲)

"وكره امامة العبد والاعرابى والفاسق والمبتدع "......(البحرالرائق: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیرمحرم کے ساتھ خلوت کرنے والے کی امامت:

مسئلہ نمبر(۲۴۵): کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین آدمی ایک غیرمحرم نوجوان بالغ لڑکی کوایک کمرے میں اپنے ساتھ بٹھاتا ہے اوراس کے ہرحصہ کو ہاتھ بھی لگاتا ہے، چومتا ہے،اوراپنے جسم کواس کے جسم کے ساتھ ملاتا ہے،اورکہتا ہے کہ میرادل صاف ہے،توشریعت کی روسے اس عالم دین کے متعلق کیاحکم ہے؟ اور مذکورہ عالم دین کی امامت درست ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں "ومـا ابـرئ نـفـسـى الخ " انبیاء کے نفس سے ہمارانفس زیادہ صاف ہے؟شریعت میں غیرمحرم کی طرف دیکھنے سے بھی منع کیاگیاہے ،ادھراعضاء اعضاء سے مل رہے ہیں ، خداکاخوف کریں،ہاتھ لگانے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہےاب دل کے صاف ہونے کا کیامطلب ہے؟ یہ آدمی مجسمہ شیطان ہےامامت کے قابل نہیں ہے،غیرمحرم سے کلی پردہ ہے،لہٰذااس امام کوفوراً معزول کردیاجائے۔

"قولہ تعالیٰ ان النفس لامارۃ بالسوء ،یعنی ان النفس کثیرۃ النزاع الی السوء فلایبرئ نفسہ وان کان لایطاوعھا" .....(احکام القرآن للجصاص: ۳/۲۵۵)

"وماحل نظرہ ممامر من ذکر اوانثی حل لمسہ اذاامن الشھوۃ علی نفسہ وعلیھا (الامن اجنبیۃ)فلایحل مس وجھھا وکفھا وان امن الشھوۃ لانہ اغلظ ولذاتثبت بہ حرمۃ المصاھرۃ"..... (درعلی الرد: ۵/۳۵۹)

"وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لالانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ کمسہ ،وان امن الشھوۃ لانہ اغلظ ولذاتثبت بہ حرمۃ المصاھرۃ"......(درعلی الرد: ۱/۲۹۹)

"قولہ وفاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحوذلک" .....(فتاوی شامی: ۱/۴۱۴)

"واماالفاسق فقدعللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامردینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقدوجب علیھم اھانتہ شرعا ......بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم".....(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

"ویکرہ تقلیدالفاسق ویعزل بہ الالفتنۃ قولہ ویعزل بہ ای بالفسق لوطرء علیہ والمرادانہ یستحق العزل".....(درعلی الرد: ۱/۴۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نائیلون یا کھجور کی ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عموماً بیشتر نمازی حضرات نماز ادا کرتے وقت نائیلون یا کھجور کے خشک پتے سے بنی ہوئی ٹوپیوں کو سر پر پہن لیتے ہیں تاکہ ننگے سر نماز ادا کرنے سے بے ادبی نہ ہو، یہ ٹوپیاں عموماً نہایت میلی کچیلی اور خستہ حالت میں ہوتی ہیں جن کو عام حالات میں گلی، بازار یا کسی پبلک مقام پر سر پر پہننا کوئی شخص گوارا نہیں کرتا، تو کیا یہ بات نمازی کو زیب دیتی ہے کہ وہ ایسی میلی کچیلی اور شکستہ وریختہ ٹوپی کو اپنے سر پر رکھ کر خداوند عزوجل کے حضور نماز کے لیے کھڑا ہو، برائے مہربانی حدیث اور شرعی حوالہ سے اس بظاہر معمولی لیکن

اہم مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں، امید ہے کہ آپ اپنی مصروفیت میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر اپنی پہلی فرصت میں واپسی جواب سے نوازیں گے، جوابی لفافہ ساتھ ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز پڑھنے کے دوران عام حالات میں نمازی کے جسم پر زیب تن کیا ہوا لباس ایسا ہونا چاہیے جو صاف ستھرا ہو اور اللہ تعالیٰ کے عظمت والے دربار کے شایانِ شان ہو اور میلے کچیلے کپڑے پہننا یا بلا وجہ پھٹے پرانے کپڑے یا ٹوپی استعمال کرنا آدابِ نماز کے منافی چیز ہے، لہٰذا یہ بات نامناسب ہے کہ میلی کچیلی اور شکستہ وریختہ ٹوپی اپنے سر پر رکھ کر خداوند عزوجل کے حضور نماز کے لیے کھڑا ہوا جائے۔

"قوله وفي ثياب البذلة اى تكره صلاته في ثياب البذلة ......والكراهة تنزيهية كما في البحر ووجه الكراهة ان فيه ترك الاهتمام بالصلوة التي هي افضل العبادات وهذا اذا كان له غيرها والافلا قوله ولايذهب بهالى الكبراء اى لايذهب بملك الثياب الامراء والرؤساء واكابره قرابة وسنا اى يستنكف عنه ويستكره ذلك"......(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية: ۱۹۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ٹرانسپورٹ کمپنی کے ڈرائیور کے لیے نماز قصر کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۷): محترمی ومکرمی حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک فتویٰ لینے کی غرض سے جناب کو خط لکھ رہا ہوں، گزارش کچھ اس طرح ہے کہ میں ڈائیوو پاکستان بس سروس میں بطور ڈرائیور ملازمت کرتا ہوں، مستقل رہائشی کلر کہار ضلع چکوال کا ہوں اور ڈیرہ اسماعیل خان پوسٹڈ ہوں، ڈیوٹی یہاں پر ہے، ایک رہائش کے لیے بنیادی طور پر جو سہولیات ہوتی ہیں وہ تمام تر یہاں میسر ہیں، رہائش، کھانا، میڈیکل تمام تر موجود ہے، گھر پر واپسی کبھی ایک ماہ اور کبھی دس دن کے بعد ہوتی ہے، اور گھر میں قیام زیادہ سے زیادہ چار دن ہوتا ہے، ڈیرہ اسماعیل خان سے کبھی پشاور کبھی لاہور اور کبھی راولپنڈی ڈیوٹی کرتا ہوں، کسی شہر سے واپسی چوبیس گھنٹے کے اندر ہوتی ہے اور کسی سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر واپسی ہوتی ہے، اور یہ آمد ورفت کا سلسلہ

چلتا رہتا ہے یعنی کسی بھی مقام پر پندرہ دن لگاتار قیام نہیں ہوتا، کوئی کہتا ہے کہ کیونکہ یہ ہمارا روزانہ کا کاروبار ہے اس لیے نماز کی ادائیگی پوری ہوگی اور قصر نماز نہیں ہوگی، اور کوئی کہتا ہے کہ قصر نماز ہوگی، برائے مہربانی رہنمائی فرمائی جائے؟

مزید یہ کہ دوران سفر فجر کی دو سنتیں پڑھنا بھی لازمی ہیں یا نہیں؟

اور دوسرا یہ کہ فرائض پڑھتے ہوئے دانستہ طور پر یا غیر دانستہ طور پر تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت کے بعد اگر کوئی سورت پڑھی جائے تو یہ صحیح ہے؟ یا سجدہ سہو کرنا پڑے گا؟

ایک گزارش یہ ہے کہ دوران سفر وتر جو کہ واجب ہیں وہ بھی پڑھنے ضروری ہیں یا نہیں؟

برائے مہربانی فتویٰ ارسال کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

کلر کہار تو آپ کا وطن اصلی ہے اس میں جب بھی آئیں گے خواہ تھوڑی دیر کے لیے ہی ہو تو نماز پوری ادا کرنا ہوگی، باقی دوسرے مقامات پر چونکہ پندرہ دن قیام کی نیت کسی بھی جگہ نہیں ہوتی، لہٰذا نماز قصر پڑھیں گے، اور اگر مقامی امام کے پیچھے پڑھیں گے تو پھر پوری نماز ہوگی۔

فجر کی سنتیں نبی کریم ﷺ نے سفر وحضر میں کبھی ترک نہیں فرمائیں، اس لیے یہ بھی ادا کرنا ہوں گی۔

اور فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

اور وتر بھی ہر حالت میں پڑھتے ہوں گے۔

"قال علمائنا القصر ثابت في حق كل مسافر سفر الطاعة وسفر المعصية في ذالک سواء" ......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

"والقصر في كل مسافر يصلي وحده او كان اماما اومقتديا بالمسافر اما اذا اقتدى المسافر بمقيم اتمها متابعة له" ......(فتاویٰ التاتارخانية: ۲/۴۹۳)

"وكذا اذا دخل وطنه الاصلي اومصرا صار وطنا له بان كان اتخذ فيه اهلا صار مقيما وان لم ينو الاقامة" ......(فتاویٰ التاتارخانية: ۲/۵۱۰)

"والقصر في السفر في الظهر والعصر والعشاء لان القصر عبارة عن سقوط شطر الصلوة وفي هذه الصلوة بعد سقوط الشطر تبقى صلاته كاملة بخلاف الفجر" ......(المبسوط للسرخسي: ۱/۲۴۸)

"قلت ارأیت المسافر ای صلاۃ یقصر قال یصلی الفجر رکعتین مثل صلاۃ المقیم ویقصر الظهر فی صلی رکعتین ویقصر العصر فی صلی رکعتین ویصلی المغرب صلاۃ المقیم ویقصر العشاء فی صلی رکعتین ویصلی الوتر ثلاث رکعات صلاۃ المقیم الانه یقصر القراءۃ فی کل ماذکرت ولایشبه الحضر السفر فی القراءۃ قنت وکذلک صلاۃ التطوع فی السفر رکعتین وکمافی الحضر والسفر سواء قال نعم"......(الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی :۱/۲۸۹)

"عن رسول اللہ ﷺ انه کان لایدع ذلک فی سفر ولاحضر ،وقال النبی ﷺ الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ، فمن لم یوتر فلیس منا ، فمن لم یوتر فلیس منا"

.....(سنن ابی داؤد :۱/۲۱۰)

"نوع آخر من هذاالفصل فیمن نسی القراءۃ فی الاولیین .....وفی الخانیة.....فان قرأ فی الاولیین بفاتحة الکتاب ولم یقرأ بالسورۃ قرأ فی الاخریین بفاتحة الکتاب والسورۃ".....(فتاوی التاتارخانیة: ۲/۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناجائز قبضہ کرنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۸): کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر وقف شدہ مکان کو مسجد میں غنڈہ گردی سے شامل کرنے کے لیے مسجد اور مکان کی دیواریں گرا کر مکان کو مسجد میں شامل کرنا کیا شرعاً جائز عمل ہے، مسجد کا خطیب اور اس کے چند ساتھی اس تمام کام میں شامل ہیں، کیا اس سے مسجد کا احترام وتقدس پامال ہوتا ہے؟ اور کیا ایسے خطیب کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے جو مسجد کا احترام وتقدس پامال کرے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال غیر کے مکان کو اس کی اجازت کے بغیر مسجد میں شامل کرنا یا اس پر قبضہ کرنا شرعاً ناجائز ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

"عن سعیدبن زید قال قال رسول اللہ ﷺ من اخذشبرا من الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین متفق علیه".......(مشکوۃ المصابیح :۱/۲۶۰)

"ولایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ"۔۔۔(ردالمحتار علی درالمختار: ۱/۱۴۰)

"وحکم الملک ولایۃ التصرف للمالک فی المملوک باختیارہ لیس لاحد ولایۃ الجبر علیہ الاللضرورۃ ولالاحدولایۃ المنع عنہ وان کان یتضرر بہ الااذاتعلق بہ حق الغیر فیمنع عن التصرف من غیررضا صاحب الحق وغیرالمالک لایکون لہ التصرف فی ملکہ من غیراذنہ ورضاہ الالضرورۃ"۔۔۔(بدائع الصنائع: ۵/۳۹۴)

"وقولہ فاسق من الفسق وھوالخروج عن الاستقامۃ ولعل المرادبہ من یرتکب الکبائر وبکرہ امامۃ عبد واعرابی وفاسق"......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

فرض نماز کے بعد دعا اور مصافحہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حنفی المسلک کے نزدیک فرض نماز کے بعد امام دعا پڑھتا ہے اور مقتدی بھی پڑھتے ہیں، کیا فرض نماز کے بعد اس طرح دعا پڑھنا سنت عمل ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

(۲) بریلوی مسلک کے لوگ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں تو امام صاحب سے تقریباً ہر شخص ہاتھ ملاتا ہے یعنی سلام کرتا ہے، کیا یہ سنت عمل ہے؟ جب کہ میں نے امام کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھی تو ایک دوسرے شخص نے نماز کے بعد مجھ سے ہاتھ ملایا (یعنی سلام کیا) اور یہ ہاتھ ملانا اس شخص کا معمول ہے، کیا یہ عمل بدعت ہے؟ مہربانی فرما کر وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) فرض نماز کے بعد دعا کی قبولیت کے پیشِ نظر امام اور مقتدیوں کا اپنے اپنے طور پر دعا کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) نماز کے بعد تحریر میں ذکر کردہ طریقہ کے مطابق سلام کرنے کا عمل سنت سے ثابت نہیں ہے، البتہ اگر کسی نے اتفاقاً ملاقات کی نیت سے ہنگامی طور پر مصافحہ کرلیا تو درست ہے۔

"وعن ابی امامۃ قال قیل یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخیر ودبر الصلوات المکتوبات "... (مرقاۃ المفاتیح : ۳/۴۳)

"ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین بالادعیۃ الماثورۃ الجامعۃ لقول ابی امامۃ قیل یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخیر ودبر الصلوات المکتوبات ولقولہ ﷺ واللہ انی لاحبک اوصیک یامعاذ لاتدعن دبر کل صلوۃ ان تقول اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک "..... (نورالایضاح مع شرحہ مراقی الفلاح: ۷۲)

"اعلم ان المصافحۃ مستحبۃ عند کل لقاء اماما اعتادہ الناس من المصافحۃ بعد صلاۃ الصبح والعصر فلااصل لہ فی الشرع علی ھذاالوجہ لکن لا بأس بہ فان اصل المصافحۃ سنۃ ...... لکن قدان المواظبۃ علیھا بعدالصلوات خاصۃ قدیؤدی الجھلۃ الی اعتقادسنیتھا فی خصوص ھذاالمواضع انہ تکرہ المصافحۃ بعداداء الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ماصافحوا بعداداء الصلاۃ ولانھا من سنن الروافض اہ وموضع المصافحۃ فی الشرع انماھو عندلقاء المسلم لاخیہ لافی ادبار الصلوات فحیث وضعا الشرع یضعھا فینھی عن ذالک ویزجرفاعلہ لماتی بہ من خلاف السنۃ اہ "......(فتاویٰ شامی: ۵/۲۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سہواً پانچویں رکعت میں کھڑے ہونے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ظہر کی چار رکعت سنتوں کی نماز شروع کی قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد سہواً پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا حتیٰ کہ دو رکعتیں مزید ادا کیں، مذکورہ صورت میں چندامور دریافت طلب ہیں۔

(۱) مذکورہ بالا صورت میں نماز ہوئی یا نہیں ہوئی؟

(۲) کیا ظہر کی سنتیں ادا متصور کی جائیں گی یا تمام رکعتیں نفل شمار کی جائیں گی؟
یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مسئولہ صورت میں نماز صحیح ہوئی ہے اور ان میں سے چار سنت ظہر اور دو رکعت نفل شمار ہوں گی اور واجب کی تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو کرے گا اور اگر سجدہ سہو نہ کیا ہو تو پھر چار رکعت کا اعادہ واجب ہے۔

"والاربع قبل ظهر حكمها حكم التطوع عندمحمد" واما عندابی حنيفة ففيه قياس واستحسان فی الاستحسان لاتفسد وهو الماخوذ كذافی المضمرات "......(فتاوی الهندية: ۱/۱۱۳)

"وان قعدعلی رأس الرابعة وقام الی الخامسة وتذكر بعدماقيد الخامسة بالسجدة يضيف اليها ركعة اخری ويسجد للسهو استحسانا"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۱۲۹)

"ومن المتاخرين من مشائخنا اختارقول ابی يوسف فيمايؤدی من الاربع منهابتسليمة واحدة وهوالاربع قبل الظهر"......(بدائع الصنائع: ۲/۸)

"وعلی هذاسنة الظهر لانهانافلة وقيل يقضی اربعا احتياطا لانهابمنزلة صلاة واحدة كذافی الهداية والكافی وهوالاصح كذافی المضمرات "......(فتاوی الهندية: ۱/۱۱۴)

"من وجب عليه ركعتان بالشروع ففرغ منهما وقعد علی رأس الركعتين وقام الی الثالثة علی قصدالاداء يلزم اتمام الركعتين اخراوين وبينهما علی التحريمة الاولی لان قدرالمودی صارعبادة فيجب عليه اتمام الركعتين صيانة له عن البطلان والقيام الی الثالثة علی قصد الاداء بناء منه الشفع الثانی علی التحريمة الاولی وامكن البناء عليها لان التحريمة شرط الصلاة عندنا والشرط الواحد يكفی لافعال كثيرة كالطهارة الواحدة انهاتكفی لصلوات كثيرة "......(بدائع الصنائع: ۲/۸)

"سلم وهولايريد ان يسجد لسهوه لم يكن تسليمه ذالک قطعا حتی لوبداله ان يسجدوهوفی مجلسه ذلک قبل ان يقوم وقبل ان يتكلم فانه يسجد سجدتی

السهو فان تكلم اوخرج من المسجد لاتاتي بهما ويسجد بعدالسلام عندنا"......(حلبی کبیری: ۱۷۳)

"ومنهاان القعدة على رأس الركعتين في ذوات الاربع في الفرائض ليست بفرض بلاخلاف حتى لايفسد بتركها وفي التطوع اختلاف على مامر ولوقام الى الثالثة قبل ان يقعد ساهيا في الفرض فان استتم قائما لم يعد وان لم يستتم قائماعادوقعد وسجدسجدتى السهو وامافي التطوع فقدذكرمحمد انه اذانوى ان يتطوع اربع ركعات وقال ولم يستتم قائما انه يعود ولم يذكر انه اذااستتم قائما هل يعود ام لا؟قال بعض مشائخنا لايعود استحسانا لانه لمانوى الاربع التحق بالظهر وبعضهم قال يعود لان كل شفع صلاةعلى حدة والاول اوجه ولوكان نوى ان يتطوع بركعتين فقام من الثانية الى الثالثة قبل ان يقعد فيعود ههنا بلاخلاف بين مشايخنا لان كل شفع بمنزلة صلاة الفجر".... (بدائع الصنائع: ۲/۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوصفوں کے درمیان اگر 40فٹ کافاصلہ ہوتواقتداءکاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اورمقتدی کے درمیان کمرہ، مسجد اورصحن کے بعدجودوسری صفیں شروع ہوتی ہیں اس کا فاصلہ 40فٹ ہے، اس میں چلیوں والی جگہ 10فٹ ہے اورراستہ کی جگہ 13فٹ ہےاوراس کے پیچھے شیڈ ہے جس کی جگہ 17فٹ ہےاورٹوٹل ملاکر40فٹ بنتاہے،اوراس کے بعدپھرمقتدی پارک میں کھڑے ہوتے ہیں اتنے فاصلے کے بعد،یعنی 40فٹ کے بعددوسری صفیں شروع ہوتی ہیں،کیااس طرح مقتدیوں کی اقتداءدرست ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سےاقتداءدرست نہیں ہے۔

"طريق تجرى فيه عجلة اى تمروبه عبر في بعض النسخ والعجلة بفتحتين وفي الدر هو الذى تجرى فيه العجلة والاوقار اه وهوجمع وقر بالقاف قال في المغرب

واکثر استعماله فی حمل البعیر او البغل کالوسق فی حمل البعیر قوله اونهر تجری فیه السفن ای یمکن ذلک ومثله یقال فی قوله تجری فیه العجلة"

.....(ردالمحتار: ۲/۴۰۰)

"عند اتصال الصفوف ای فی الطریق او علی جسر النهر فانه مع وجود النهر او الطریق یختلف المکان وحاصل کلام الدرر ان اختلاف المکان مانع مطلقا"

.....(ردالمحتار: ۲/۴۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

"لهم مغفرة" کی جگہ "لهم عذاب شدید" پڑھنے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے نماز کے اندر اس طرح آیت پڑھی "ان الذین کفروا لهم مغفرة واجر عظیم" اور بعد میں صحیح پڑھ لیا "ان الذین کفروا لهم عذاب شدید"

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شخص کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر نماز صحیح نہیں ہوئی تو کیا اس شخص پر دوبارہ نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

فقہ حنفی کی روشنی میں تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں امام نے غلطی اگر خود صحیح کر لی یا مقتدی کے لقمہ دینے سے صحیح کر لی تو نماز درست ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

"ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلاته جائزة"......(الفتاویٰ الهندیة: ۱/۸۲)

"ولو قرأ واحل لکم صید البر مع انه قرأها بعدها وحرم علیکم صید البر لا تفسد"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۱۱۶)

"المصلی اذا فتح علی من لیس فی الصلوة ان اراد به قراءة القرآن لا تفسد صلوته

عندالکل وان ارادبه تعلیم ذلک الرجل تفسدصلوته عندالکل وان ارادبه تعلیم ذلک الرجل تفسدصلوته وهل یشترط تکرار الفتح لفساد صلوته الاصح انه لیس بشرط ولوفتح علی المصلی رجل لیس فی الصلوة فاخذالمصلی بفتحه تفسدصلوته ولوفتح علی امامه ان کان ذلک قبل ان یقرأ قدرمایجوزبه الصلوة ولم ینتقل الی ایة اخری لاتفسدصلوته اخذالامام بفتحه اولم یاخذ وان کان بعدما قرأ قدرمایجوزبه الصلوة ان انتقل الامام من ایة الی ایة اخری لاینبغی له ان یفتح فان فتح واراد به التعلیم فسدت صلوته وان اخذالامام بفتحه تفسدصلوة الکل وان قرأ الامام قدرمایجوزبه الصلوة الاانه توقف ولم ینتقل الی ایة اخری حتی فتح المقتدی اختلفوا فیه والاصح انه لاتفسدصلوة المقتدی وان اخذالامام بفتحه لاتفسدصلوتهم ولاینبغی للمقتدی ان یفتح قبل الاستفتاح ولاینبغی للامام ان یلجی المقتدی ویرکع ان قرأ قدرمایجوزبه الصلوة اوینتقل الی ایة اخری وفی الجامع الصغیر للصدر الشهید لوقرأ قدرمایجوزبه الصلوة قالواینبغی ان تفسدصلوته وصلوتهم ان اخذالامام والفتویٰ علی انه لاتفسدبکل حال"

.....(خلاصة الفتاوی: ۱۲۰، ۱۲۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گالم گلوچ کرنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۳): حضرات مفتیان عظام کیا حکم صادر فرماتے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب کے گھر میں دوسال قبل ان کی غیر موجودگی میں دوآدمی آئے اور ان کے گھر والوں سے زیادتی کی، جس کی درخواست انہوں نے تھانہ میں درج کروادی، ملزمان اثرورسوخ والے ہونے کی وجہ سے گرفتار نہ ہوسکے، انہوں نے عبوری ضمانتیں کروانے کے بعد پکی ضمانتیں کروالیں، عینی گواہ نہ ہونے کی وجہ سے کیس خارج ہوگیا، پھر مدعی نے انسداددہشت گردی کی عدالت میں درخواست دی، اس پر ملزمان نے مختلف لوگوں کے ذریعے دباؤاور منت سماجت کر کے سارے حربے اختیار کر لیے تاکہ وہ مولوی صاحب صلح کر لیں، پھر مختلف علماء جن میں قاری نور محمد طارق فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، قاری محمد اصغر فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، قاری محمد ثناء اللہ صاحب، چوہدری محمد طاہر صاحب نے

ملزمان سے قسم لی کہ کیاتم نے جرم کیا ہے یانہیں؟ملزمان نے حلف اٹھایا کہ ہم نے جرم نہیں کیا،چنانچہ ان علماء نے مولوی صاحب کو مجبور کرکے پرچہ واپس دلوایا،اورملزمان سے خرچ وغیرہ لے کر مدعی کو دلوایا،اس کے کچھ عرصہ بعدمولوی صاحب منڈی بہاؤالدین شہر میں خطیب مقرر ہوئے،اور منڈی بہاؤالدین کے ایک خطیب جن کا نام مولوی محبوب الرحمٰن شاکر ہے وہ مولوی صاحب کے واقف تھے،اوران کواس سارے واقعے کاعلم تھا،لیکن وہ خاموش رہے،مدعی مولوی صاحب کوملتے رہے بلکہ ایک دودفعہ مدعی مولوی صاحب کی امامت میں نمازبھی پڑھی،اور بعدمیں منڈی بہاؤالدین کی ایک مرکزی مسجدنور میں جگہ خالی ہوئی،مولوی محبوب الرحمٰن وہاں ورس قرآن دیتے رہے،ان کی خواہش تھی مسجدمیں خطیب مقرر ہونے کی لیکن انتظامیہ نے مدعی مولوی صاحب کوخطیب مقررکرلیا،اس عرصہ میں حسد کی وجہ سے مولوی محبوب الرحمٰن شاکر مدعی مولوی صاحب کے مخالف ہوگئے اورقتل کی دھمکیاں دیتے رہے، اورمختلف مجالس میں گالی گلوچ اورالزام تراشی کرتے رہے،اس کے ایک سال بعدمدعی مولوی صاحب کوانہی کے محلہ میں ایک مسجدامامت کے لیے مل گئی ،جس سے مولوی شاکر کاحسداور بڑھ گیا ،انہوں نے دوسال پرانی ایف،آئی،آر حاصل کی اور مدعی مولوی صاحب کومنڈی بہاؤالدین میں بدنام کیاکہ ان کے پیچھے نمازدرست نہیں ہے،کیونکہ ان پرحدلگتی ہے کہ انہوں نے کیس واپس کیوں لیا۔

کیامولوی شاکر کی یہ بات درست ہے؟اگر یہ درست نہیں ہے تواس کا یہ فعل شرعی طور پر کس زمرے میں آتا ہے؟قرآن وسنت اورفقہ حنفی کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مولوی صاحب موصوف کوسزادینے کااختیارنہیں تھا کیونکہ سزادیناحکومت وقت کاکام ہے جب حکومت نے کیس خارج کردیااوربعدمیں بھی دوسرے علماء نے ملزمان سے حلف لے کرمصالحت کرائی توان کی امامت میں توشرعاً کوئی قباحت نہیں ہے،البتہ مولوی شاکرصاحب نے اگرگالم گلوچ کیااورقتل وغیرہ کی دھمکیاں دیتے ہیں توان کی امامت مکروہ ہے،یعنی جن لوگوں کوامام کے رکھنے ہٹانے کااختیار ہے ان کی نمازاس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی،البتہ گناہ میں مبتلا ہونے کے وقت کوئی بھی تادیبی کاروائی کرسکتا ہے کیونکہ یہ نہی عن المنکر کے تحت آتا ہے۔

"واماشرائط جوازاقامتها فمنها مايعم الحدود كلها ومنها مايخص البعض دون البعض اماالذى يعم الحدود كلها فهوالامامة وهوان يكون المقيم للحد هوالامام اومن ولاه الامام"......(بدائع الصنائع:٥/٥٢٣)

"ولم یذکر المصنف من یقیمه قالوا لکل مسلم اقامته حال مباشرة المعصیة واما بعد الفراغ منها فلیس ذلک لغیر الحاکم" ......(البحر الرائق: ۵/۷۰)

"عن عبدالله بن محیریز قال الجمعة والحدود والزکوة والفیء الی السلطان" ......(نصب الرایة: ۳/۵۰۰)

"وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة اشیاء الاسلام والبلوغ والعقل والذکورة والقراءة والسلام من الاعذار کالرعاف والفأفأة والتمتمة واللثغ وفقد شرط کطهارة وستر عورة" ......(نورالایضاح: ۷۶)

"عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم بکسر اوله ای شتمه وهو من باب اضافة المصدر الی مفعوله فسوق لان شتمه بغیر حق حرام قال الاکمل الفسوق لغة الخروج زنة ومعنی وشرعا هو الخروج عن الطاعة" ......(مرقاة المفاتیح: ۹/۵۴)

"عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر السب فی اللغة الشتم والتکلم فی عرض الانسان بمایعیبه والفسق فی اللغة الخروج والمراد به فی الشرع الخروج عن الطاعة واما معنی الحدیث فسب المسلم بغیر حق حرام باجماع الامة وفاعله فاسق کما اخبربه النبی ﷺ" ......(شرح نووی مع المسلم: ۱/۵۸)

"اما الکبائر اسأل الله العفو عنها والعافیة منها فقالوا هی بعد الکفر الزنا واللواطة وشرب الخمر ......وضرب المسلم ظلما وسب واحد من الصحابة والوقیعة فی العلماء او حملة القرآن" ......(رسائل ابن نجیم: ۲۴۸، ۲۴۹)

"ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة اذا لم یستحلها ولا نزیل عنه اسم الایمان ونسمیه مؤمنا حقیقة ویجوز ان یکون فاسقا غیر کافر" ......(فقه الاکبر: ۱۱۷)

"عن ابن ابی لیلی قال حدثنا اصحاب محمد ﷺ انهم کانوا یسیرون من السیر وفی نسخة یسیرون من السری وهو سیر اللیل مع رسول الله ﷺ فنام رجل منهم

فانطلق بعضهم ای شرع وذهب الی حبل معه ای مع الرجل اومع المنطلق فاخذه ای ربط او اراد اخذه ففزع بکسر الزاء ای خاف الرجل وارتاع وکان النبی ﷺ رآه اوسمعه فقال رسول الله ﷺ لایحل لمسلم ان یروع بتشدید الواو ای یخوف مسلما "......(مرقاۃ المفاتیح: ۷/۱۰۳)

"عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال حدثنا اصحاب محمد ﷺ انهم کانویسیرون مع النبی ﷺ فنام رجل منهم فانطلق بعضهم الی حبل معه فاخذه ای الحبل فلماانتبه من النوم ولم یر الحبل ففزع ای الرجل فقال النبی ﷺ لایحل لمسلم ان یروع مسلما والمراد بالفزع الذعر فلایحل لمسلم ان یفزع مسلما ولوهازلا"......(بذل المجهود: ۵/۲۷۹)

"ویکره تقدیم العبد لانه لایتفرغ للتعلم والاعرابی لان الغالب فیهم الجهل والفاسق لانه لایهتم لامردینه والاعمی لانه لایتوقی النجاسة وولدالزناء لانه لیس له اب یشفقه فیغلب علیه الجهل ولان فی تقدیم هؤلاء تنفیر الجماعة فیکره"......(هدایه: ۱/۱۲۴)

"وتجوز امامة الاعرابی والاعمیٰ والعبد وولدالزناء والفاسق الاانهاتکره هکذا فی المتون"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۸۵)

"واماالفاسق فقدعللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتم لامردینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعا ولایخفی انه اذاکان اعلم من غیره لاتزول العلة فانه لایؤمن ان یصلی بهم بغیرطهارة فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم"......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

"ولواستویا فی العلم والصلاح واحدهما اقرأ فقدموا الآخر اساؤا ولایأثمون فالاساءة لترک السنة وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانهم قدموا رجلا صالحا کذافی فتاوی الحجة وفیه اشارة الی انهم لوقدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه

فلایعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوۃ وفعل ماینافیها بل هوالغالب بالنظر الی فسقه"......(حلبی کبیری: ۴۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تمت کتاب الصلوٰۃ بحمداللّٰہ تعالیٰ وعونه
وتلحق مسائل کتاب الزکوۃ

کتاب الزکوٰۃ

الباب الاول فیمن تجب علیه ومن لاتجب وفیماتجب وفیمالاتجب

مدارس کے مال پر زکوٰۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس کے اکاؤنٹ میں جو روپے ہوتے ہیں، کیا سال گزرنے پر ان پر زکوٰۃ آئے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مدارس کا روپیہ وقف ہوتا ہے وقف کے روپے پر سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

"وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب قوله ملک نصاب فلازكوة في سوائم الوقف والخيل المسبله لعدم الملک ولا فيما احرزه العدو بدراهم لانهم ملكوه بالاحراز عندنا "......(ردالمحتار: ۴/۲)

"فمنها الملک فلاتجب الزكاة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملک وهذا لان في الزكاة تمليكا والتمليک في غير الملک لا يتصور" .....(بدائع الصنائع: ۸۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ زکوٰۃ کی ایک صورت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دو دوستوں نے دکان میں مل کر کام شروع کیا ہم نے ایک ایک لاکھ رقم لگائی، کرایہ اور بجلی کا بل دینے کے بعد اتنا بھی منافع نہیں کہ گھر کا خرچہ نکل جائے، اس پر زکوٰۃ بنتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر بنتی ہے تو کتنی؟ گھریلو اخراجات ہم اپنی تنخواہوں سے چلاتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جورقم دکان کے اندر لگائی ہے وہ مال تجارت ہے اور مال تجارت اگر دوحصوں پر تقسیم کرکے ہرایک کا حصہ نصاب تک پہنچتا ہوتو اس پر چالیسواں حصہ زکوۃ واجب ہوتی ہے چاہے منافع کم ہو یا زیادہ، اگر ہرایک کا حصہ نصاب تک نہیں پہنچتا تو اس پر زکوۃ نہیں ہوگی۔

"(قوله وفی عروض تجارة بلغت نصاب ورق اوذهب) فی مائتی درهم ای یجب ربع العشر فی عروض التجارة اذابلغت نصابا من احدهما" .....

(البحر الرائق: ۳۹۸/۲)

"قال رسول الله ﷺ هاتوا ربع عشر اموالکم"......(بدائع الصنائع: ۱۰۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مہر کی زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر میں جوزیوردیا گیا ہو اس کی زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جوزیور عورت کو بطور مہر کے دیا گیا عورت اس کی مالکہ ہے لہٰذا سال مکمل ہونے کے بعد زکوۃ عورت کے ذمہ واجب ہوگی۔

"(وسببه) ای سبب افتراضها (ملک نصاب حولی) نسبة للحول لحولانه علیه تام بالرفع صفة ملک خرج مال المکاتب قال الشامی قوله ملک نصاب فلازکوة فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک" ......

(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو مہر ابھی وصول نہ کیا ہو اس کی زکوۃ عورت کے ذمہ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۲۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر کا روپیہ جو شوہر کے ذمہ ہو عورت پر اس کی زکوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جب تک مہر شوہر سے وصول نہ کیا ہو اس وقت تک عورت پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

"وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده اى بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع الا اذا كان عنده مايضم الى الدين الضعيف كمامر"..... (الدر المختار: ۱/۱۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

بیوی صاحب نصاب ہو تو زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی اگر صاحب نصاب ہو تو اس کی وجہ سے شوہر بھی صاحب نصاب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور زکوۃ وقربانی کس کے ذمہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بیوی کے صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے شوہر صاحب نصاب نہیں بنتا، زکوۃ اور قربانی اس کے ذمہ ہے جو صاحب نصاب ہے۔

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول اما الوجوب فلقوله تعالى وآتوا الزكوة ولقوله ﷺ ادوا زكوة اموالكم وعليه اجماع الامة والمراد بالواجب الفرض لانه لا شبهة فيه واشتراط الحرية لان كمال الملك بها ... ولابد من ملك مقدار النصاب لانه ﷺ قدر السبب به" ..... (الهداية: ۱/۲۰۰)

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك نصاب حولى

فارغ عن الدین وحوائجه الاصلية تام ولو تقديرا"......(البحر الرائق : ۲/۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زیورات پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کے پاس زیورات ہیں وہ زیور مقدار نصاب سے زیادہ ہیں زیور کبھی پہنے جاتے ہیں اور کبھی نہیں پہنے جاتے تو کیا ان پر زکوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زیور چاہے استعمال کیا جائے یا استعمال نہ کیا جائے اگر وہ بقدر نصاب ہے تو اس زیور کی زکوۃ سال گزرنے کے بعد ادا کرنا فرض ہے۔

"واللازم مبتدء في مضروب كل منهما ومعموله ولو تبرا اوحليامطلقا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقة لانهما حلقا اثمانا فيزكيهما كيف كانا"

.....(الدر المختار : ۱/۱۳۵)

"واما صفة هذا النصاب فنقول لايعتبر في هذا النصاب صفة زائدة على كونه فضة فتجب الزكاة فيها سواء كانت دراهم مضروبة اونقرة اوتبرا اوحليامصوغا اوحلية سيف اومنطقة اولجام اوسرج اوالكواكب في المصاحف اوالاواني وغيرها اذاكانت تخلص عندالاذابة اذابلغت مائتي درهم وسواء كان يمسكها للتجارة اوللنفقة اوللتجمل اولم ينو شيئا" .....(بدائع الصنائع : ۲/۱۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال مخلوط میں زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس حلال حرام مخلوط ہے کیا اس پر زکوۃ ہے؟ اگر ہے تو زکوۃ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ صورت میں اگر حلال اور حرام مال میں تمیز ممکن ہو تو صرف حلال میں زکوۃ واجب ہوگی اور حرام مال بدنیت ثواب واجب التصدق ہے اور اگر تمیز ممکن نہ ہو تو کل مال میں زکوۃ واجب ہوگی۔

"لو خلط السلطان مال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوة فيه ويورث عنه لان الخلط استهلاک اذالم يكن تميزه عندابي حنيفة"......(شامی: ۲/۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

سو روپے پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس ایک سو روپے ایک سال سے گھر میں رکھے ہوئے ہیں کیا ان پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس آدمی پر زکوۃ واجب نہیں کیونکہ زکوۃ کے وجوب کے لیے صاحب نصاب ہونا لازمی ہے جب کہ یہ آدمی نصاب کا مالک نہیں، زکوۃ کے واجب ہونے کا نصاب ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کے برابر مال تجارت یا اس کی قیمت ہے چونکہ سو روپیہ نصاب کو نہیں پہنچتا اس لئے اس آدمی پر زکوۃ نہیں۔

"منها كون المال نصابا فلاتجب في اقل منه هكذا في العيني شرح كنز"......(فتاوی الهندية: ۱/۱۷۲)

"اماالاول فكمال النصاب شرط وجوب الزكوة فلاتجب دون النصاب لانها لاتجب الاعلى الغني والغناء لايحصل الابالمال الفاضل عن الحاجة الاصلية"......(بدائع الصنائع: ۲/۹۹)

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملک نصاب حولی فارغ عن الدين وحاجته الاصلية نام ولوتقديرا"......(كنز على البحر الرائق: ۲/۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض پر زکوٰۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو کو تقریباً سات سال پہلے فروخت کرنے کے لیے سونا دیا تھا جس کی مالیت ایک لاکھ روپے تھی سات سال گزرنے کے باوجود عمرو نے زید کو اس سونے کی رقم واپس نہیں کی عمرو سے جب بھی بات کی جائے وہ کوئی نہ کوئی عذر کر کے بات کو ٹال دیتا ہے اب صورت یہ ہے کہ

(۱) زید مال کا مالک تو ہے لیکن سات سال سے مال اس کے قبضے میں نہیں ہے۔

(۲) عمرو مال کی واپسی کا انکار تو نہیں کرتا لیکن اس کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فی الحال اس سے مال واپس نہیں مل سکتا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زید پر اس مال کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہوگی تو سابقہ تمام سالوں کی ادا کرنا ہوگی یا اس وقت شروع کرنی ہوگی جب مال اس کے قبضہ میں آئے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورۃ مسئولہ میں زید پر زکوٰۃ تب ہوگی جب اس کا سونا نصاب کو پہنچتا ہو یا سونے کے ساتھ چاندی یا کچھ رقم ہو جو نصاب کو پہنچ جائے اور زید پر گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ واجب ہے لیکن ادا اس وقت کرے گا جب وہ سونے پر قبضہ کرے گا۔

"اعلم ان الدیون عند الامام ثلاثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زكوتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم"..... (الدر المختار: ۳۸/۲)

"وزكوة الدين على اقسام فانه قوى ووسط وضعيف فالقوى وهو بدل القرض ومال التجارة اذا قبضه وكان على مقر ولو مفلسا او على جاحد عليه بينة زكاة لما مضى ويتراخى وجوب الاداء الى ان يقبض اربعين درهما ففيها درهم" .....(حاشية الطحطاوى على المراقى: ۵۱۵)

"فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم اه"..... (الدر مع الرد: ۳۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وراثت میں ملنے والے مکان پرزکوۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنی حیات میں مکان کی تقسیم کر کے جو حصہ بیٹے کا تھا اس کودے دیا اور جو حصہ بیٹیوں کا بنتا تھا ان کودے دیا لیکن قبضہ پورے مکان پر بیٹے کا تھا والدہ کی حیات میں اور والدہ کی وفات کے بعد بہنوں نے اپنا حصہ لینے کی کوشش شروع کردی کافی جدوجہد اور بھاگ دوڑ کے بعد چندلوگوں میں اس مسئلے کوحل کیا گیا بھائی نے مکان اپنی ملکیت میں رکھا، بہنوں کی رضامندی پراور مارکیٹ کے ریٹ پر جو قیمت بنتی تھی وہ بہنوں کو اداکردی بہنوں کو جورقم ملی ہے کیا اس پر زکوۃ بنتی ہے کہ نہیں؟ نقدی پر سال نہیں گزرا لیکن مکان ان کے حصے میں آنے کے بعد تقریباً دوتین سال کاعرصہ گزرا ہے۔

دوسری صورت بہنوں کا دعویٰ یہ ہے کہ مکان ہم نے والدہ سے قیمت میں خریدا تھا ان دونوں صورتوں میں جب مکان کی ملکیت کی پوری رقم مل گئی اب زکوۃ دینی ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جومکان انسان کووراثت میں ملتا ہے اس پرزکوۃ واجب نہیں ہوتی، البتہ جب اس کوفروخت کردے تواب اس کی قیمت پرزکوۃ واجب ہوجاتی ہے، اگروارث پہلے صاحب نصاب ہے توجب باقی زکوۃ اداکرے گاتواس رقم کی بھی ساتھ ہی زکوۃ اداکرے گااور اگر پہلے سے صاحب نصاب نہیں تواس رقم پرجب سال گزرے گا تب زکوۃ واجب ہوگی، البتہ دوسری صورت میں اگر بہنوں نے وہ مکان فروخت کی نیت سے خریدا ہوتواس مکان کی موجودہ قیمت پرزکوۃ واجب ہوگی، اوراگرفروخت کی نیت سے نہ خریدا ہوتو اس پرزکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

"ولازكوة على مكاتب الخ واثاث المنزل ودورالسكنىٰ ونحوها(قوله ونحوها) كثياب البدن الغير المحتاج اليهاوكالحوانيت والعقارات"......(الدرمع الرد:۲/۱۹)

"ومااشتراه لهاای للتجارة كان لهابمقارنة النية لعقدالتجارة لامارثه ونواه لها"......(الدرمع الرد:۲/۱۴)

"لاخلاف فی ان اصل النصاب وهوالنصاب الموجودفی اول الحول يشترط له الحول لقوله عليه السلام لازكوة فی مال حتى يحول عليه الحول"......(بدائع الصنائع:۲/۹۶)

"ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول من جنسه ضمه اليه"......(الهندية: ۱/ ۲۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لمز یونیورسٹی پر زکوٰۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لمز یونیورسٹی کا شمار پاکستان ہی نہیں بلکہ ایشیاء کی بہترین یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے یہاں طلباء اور طالبات کو مختلف مضامین میں اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے جس میں ریاضی کمپیوٹر سائنس، بزنس، مینجمنٹ، اور دوسرے بہت سے مضامین شامل ہیں، اس ادارے کے فارغ التحصیل طلباء وطالبات کو اندرون ملک اور بیرون ملک ذریعہ معاش کے بہترین مواقع میسر آتے ہیں جن سے نہ صرف ان بچوں کو حلال رزق کمانے کا آسان موقع ملتا ہے بلکہ ان بچوں کے خاندان بھی مستفید ہوتے ہیں، اس تعلیمی ادارے کا ایک سال کا خرچہ کم سے کم Rs.255,000 سے لے کر زیادہ سے زیادہ Rs,375,000 تک ہے، اس کے علاوہ ہاسٹل کا خرچہ کتابوں کا خرچہ علیحدہ ہے، 2001ء میں لمز یونیورسٹی نے ایسے غریب طلباء وطالبات کے لیے سکالرشپ کا آغاز کیا جن کے پاس ذہانت اور قابلیت تو ہے لیکن ان کے ہاں وسائل ان کو ایسے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پڑھائی کی اجازت نہیں دیتے، اب تک سو سے زیادہ بچوں کو اس سکالرشپ کا اعزاز مل چکا ہے، ان بچوں میں سے زیادہ تر بچوں کے والد یا تو چھوٹے کسان ہیں، مستری ہیں یا چوکیدار ہیں اور ان بچوں میں سے جتنے بچے بھی فارغ التحصیل ہوئے ہیں وہ اس وقت اندرون ملک اور بیرون ملک اعلیٰ اداروں میں نوکری کر کے اپنے خاندان والوں کے لئے بہترین سہارا بنے ہوئے ہیں، ان بچوں کے لیے لمز میں تعلیمی خرچے کو برداشت کرنے کے لیے بہت سے مخیر حضرات بھی امداد دیتے ہیں، اس مالی امداد میں لوگ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں کیا ہم یہ زکوٰۃ ان بچوں کی تعلیم پر خرچ کر سکتے ہیں؟ اور کیا ہم اور لوگوں کو بھی زکوٰۃ کے ذریعے ان غریب بچوں کی تعلیم کے خرچے کو پورا کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوٰۃ غریب مسلمان کا حق ہے کہ براہ راست ان کو دی جائے جبکہ لمز یونیورسٹی ایک کاروباری ادارہ ہے اس کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی لہٰذا براہ راست غریب مسلمان کو جو کہ سید بھی نہ ہو زکوٰۃ دی جائے، اور اس کی مثل دیگر کاروباری اداروں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

"مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له ادنى شئ ومسكين من لاشئ له وعامل فيعطى ولو غنيا بقدر عمله ومكاتب لغير هاشمي ومديون لايملك نصابا فاضلا عن دينه وفي سبيل الله وهو منقطع الغزاة وابن السبيل وهو من له مال لامعه "...... (تنوير الابصار مع در المختار: ۱/۱۴۰)

"منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة ..... ومنها المسكين وهو من لا شيء له فيحتاج الى المسئلة لقوته...... ومنها العامل وهو من نصبه الامام لاستيفاء الصدقات والعشور كذا في الكافي ......ومنها الرقاب هم المكاتبون ويعاونون في فك رقابهم... ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصابا فاضلا عن دينه اوكان له مال على الناس لايمكنه اخذه...... ومنها في سبيل الله وهم منقطعو الغزاة... ومنها ابن السبيل وهو الغريب المنقطع عن ماله" ..... (الهندية: ۱/۱۸۸،۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر(۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ اسلام کا رکن ہے یا انگریزی قانون کا فارمولا ہے؟ (نعوذ باللہ) اگر روپے بینک میں ہوں یا اپنے پاس ہوں تو کتنے عرصہ تک زکوۃ واجب الاداء ہوگی؟ اور کتنی مالیت پر فرض ہے؟ چھ ماہ یا ایک سال سے کم مدت میں جو مل ہوگا اس پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟ کیونکہ دو ماہ چار ماہ تک جو روپے بینک میں رکھے ہوں تو اس سے زکوۃ کاٹ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے اور کیا عیسائیوں پر بھی زکوۃ فرض ہے؟

اور غیر مسلم جو اپنے روپے بینک میں رکھے اس کی زکوۃ ازروئے شریعت بینک کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ زکوۃ اسلام کا رکن ہے، ایک قمری سال کی مدت گزرنے کے بعد زکوۃ واجب ہوتی ہے

اور ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور جس دن سال مکمل ہوگا اس دن پہلے کا سال شامل کر کے زکوۃ ادا کی جائے گی اور زکوۃ از خود نکالی جائے جس کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے بینک والوں کو زکوۃ کا موقع نہ ملے اور جو کٹ چکی ہے وہ ذمہ سے ساقط ہے، نیز آپ کا سیونگ اکاؤنٹ یا پی ایل ایس PLS اکاؤنٹ میں مال رکھوانا بھی ناجائز ہے، اور غیر مسلم کے مال سے بینک والوں کا زکوۃ کاٹنا درست نہیں ہے۔

"(ومنها حولان الحول علی المال) العبرة فی الزکوة للحول القمری کذافی القنیة"......(الهندیة: ۱/۱۷۵)

"من کان له نصاب فاستفادفی أثناء الحول مالامن جنسه ضمه إلی ماله وزکاه سواء کان المستفادمن نمائه أولاوبأی وجه استفادسواء کان بمیراث أوهبة أوغیر ذلک اه"..... (الهندیة: ۱/۱۷۵)

"(ومنها الإسلام)حتی لاتجب علی الکافر کذافی البدائع اه"......(الهندیة: ۱/۱۷۱)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب کس کو کہتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۶۶) محترمی و مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ ایک صاحب میرے دفتر میں نائب صدر ہیں اپنی مالی مشکلات کی وجہ سے اپنے بچوں کو دینی یا دنیاوی تعلیم نہیں دے سکتے لہٰذا یہ بتائیں کہ یہ صاحب نصاب ہیں یا نہیں؟ نیز صاحب نصاب کے بارے میں لکھ کر دیں اپنی مہر ثبت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جس شخص کے پاس اس کی ضرورت اصلیہ سے زائد بقدر نصاب مال نہ ہو اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے اور ضروریات اصلیہ میں رہنے کا مکان، سواری، استعمال کے برتن، کپڑے اور ضروری فرنیچر وغیرہ سب داخل ہیں اور صاحب نصاب وہ ہوتا ہے جس کے پاس ادائیگی قرض کے بعد (بصورت مقروض ہونے کے) ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو اسی طرح وہ شخص جس کے پاس کچھ چاندی اور نقد پیسے

یا کچھ سونا اور اسکے ساتھ نقدی یا چاندی ہو تو سونے کی قیمت لگا کر دیکھیں اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو وہ بھی صاحب نصاب ہے۔

" (هو الفقير وهو من لـه أدنى شئ) أي دون نصاب أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة (ومسكين من لاشئ له)"...... (الدر على الرد: ۲/ ۲۴)

"نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل"...... (درعلى ردالمحتار: ۲/ ۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب کا ذاتی مکان نہیں تو زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جس کے پاس تین ساڑھے تین لاکھ سرمایہ ہو کاروبار مثلاً تجارت کر رہا ہو اور کرایہ کے مکان میں رہتا ہو ذاتی گھر نہ ہو اور جائیداد وغیرہ نہ ہو اب اگر پیسے کاروبار سے نکال کر مکان بنانا چاہتا ہو تو پھر کاروبار نہیں چل سکتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ جس آدمی کا ذاتی گھر نہ ہو تو زکوۃ اس پر واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کا وجوب گھر کے ہونے یا نہ ہونے پر نہیں ہے بلکہ اتنی نقدی ہو جس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہو تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہو جاتی ہے یا پھر مال تجارت اتنی رقم میں ہو کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے مساوی ہو، لہٰذا شخص مذکور پر زکوۃ واجب ہوگی جب تک یہ رقم گھر کی تعمیر پر خرچ نہ کر چکا ہو۔

"مال التجارة نوعان أحدهما ماخلق ثمنا وهو الذهب والفضة وزكاة الذهب والفضة ونصابهما ماقال في الكتاب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال الخ"...... (قاضي خان: ۱/ ۲۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رہائشی اور کرایہ کے مکان پر زکوۃ نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۶۸): جناب مفتی صاحب کیا مکانات پر زکوٰۃ واجب ہے اگر واجب ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی مثلاً کل تین مکان ہیں ایک رہائشی دو کرایہ پر چل رہے ہیں ساڑھے تین کنال رقبہ میں تین سیٹ ہیں ان کا سات ہزار کرایہ ہے پھر بھی مکان رہن رکھ کر بینک سے قرضہ لیا ہے ڈیڑھ کنال زمین ہے؟ مکان نمبر ۲ ایک بڑے کمرے پر مشتمل ہے، اس میں مال مویشی رہتے ہیں یہ مکان مشرن چھوٹی گاؤں میں واقع ہے؟ مکان نمبر ۳ دو کمروں پر مشتمل ہے لیکن دو نفر میں مشترک ہیں، ایک کمرہ میں مزارعین مقیم ہیں وہ دونوں جگہ میں فری رہتے ہیں، صاحب خود کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر ہے اس کا کرایہ ایک ہزار روپے ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

رہائشی مکانوں پر اور کرائے کے مکانوں پر زکوۃ واجب نہیں۔

"ومنها الفراغ عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة" ..

(فتاوىٰ الهندية: ۱۷۲/۱)

"ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها أو يؤجرها لاتجب فيها الزكوة كما لاتجب في بيوت الغلة" .....(قاضي خان: ۲۵۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سامان اور سواری والی گاڑی پر زکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۲۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس کاروبار کے لیے دو گاڑیاں ہیں، ایک گاڑی سواری کے لیے ہے اور ایک موٹر سائیکل ہے، کیا ان گاڑیوں پر زکوۃ ہے اور یہ دو گاڑیاں سامان کاروباری کے لیے ہیں جن پر سامان ادھر ادھر لے جاتے ہیں جو استعمال ہو رہی ہیں ایک چار ہزار دوسری دس ہزار کی خریدی ہیں تعمیراتی ٹھیکہ داری کاروبار کے لیے مکان رہائش کی 1/2 زمین رکھ کر رقم کی معیاد مقرر کر لی جاتی ہے جب ضرورت پڑتی ہے تو لے لیتے ہیں اور جب ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو رقم جمع کر دی جاتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

کاروباری سامان کو ادھر ادھر لے جانے کے لیے جو گاڑیاں استعمال ہوتی ہیں ان پر زکوۃ واجب نہیں۔

"(ولا في عوامل وعلوفة مالم تكن العلوفة للتجارة) أي التي أعدت للعمل كإثارة الأرض بالحراثة وكالسقي ونحوه زادفي الدرر الحوامل وهي التي اعدت لحمل الاثقال"......(الدر مع الرد: ۲/ ۲۱)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وجوب زکوۃ کے لئے مال نامی بقدر نصاب پر سال گزرنا شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۲۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا کاروبار ۱۹۹۶ء میں شروع ہوا اور تقریباً سترہ لاکھ روپے کاروبار سے نکال کر ایک کاروباری سکیم لگائی ہے جس میں سالانہ ڈیڑھ لاکھ روپے کا منافع ہوتا ہے اور اس کو آگے پھر تیسرے کاروبار میں خرچ کر دیتے ہیں کیا اس صورت میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور اگر ہوتی ہے تو کس رقم پر ہوتی ہے جب کہ رقم پر سال نہیں گزرتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

کسی خاص کاروبار میں اس رقم پر پورا سال گزرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ بندہ کا پورے سال یا سال کے شروع اور آخر میں صاحب نصاب رہنا ضروری ہے، سوال میں موجود صورت سے یہی سمجھ آرہا ہے کہ شخص مذکور پورا سال صاحب نصاب رہتا ہے لیکن اس کا کوئی مخصوص کاروبار پورا سال نہیں رہتا، بلکہ وہ کاروبار بدستار رہتا ہے، تو اس صورت میں بھی شخص مذکور پر زکوۃ فرض ہے۔

"(ومنها كون النصاب ناميا) حقيقة بالتوالد والتناسل والتجارة أو تقديرا بأن يتمكن من الاستنماء بكون المال في يده أو في يد نائبه... (ومنها حولان الحول على المال) العبرة في الزكوة للحول القمري كذا في القنية وإذا كان النصاب كاملا في طرفي الحول فنقصانه فيما بين ذلك لا يسقط الزكوة كذا في الهداية. ولو استبدل مال التجارة او النقدين بجنسهما او بغير جنسهما لاينقطع حكم الحول"......(الهندية: ۱/ ۱۷۴)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حلال وحرام مخلوط مال میں زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص نے مال ودولت کمائی ہے وہ تمام کی تمام حرام ہے کیا شرعی مسئلہ کے اعتبار سے اس رقم پر زکوۃ ادا کرنی ہے یا نہیں؟ اور اگر ایک شخص کے پاس حلال مال موجود ہے اور اس کے پاس حرام حلال اکٹھا ہو گیا اس صورت میں زکوۃ ادا کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ حرام کمائی اور مال خبیث کا اگر اصل مالک (یا اس کی فوتگی کی صورت میں اس کے ورثاء) معلوم ہوں تو ان کو اپنا مال واپس لوٹانا واجب ہے اور اگر اصل مالک یا اس کے ورثاء معلوم نہ ہوں تو حرام مال واجب التصدق ہے یعنی بغیر نیت ثواب کے صدقہ کرنا واجب ہے، لہٰذا حرام مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی، بلکہ تمام مال بنیت براءۃ ذمہ واجب التصدق ہے، اور اگر بعض کمائی حلال اور بعض حرام کی ہو اور دونوں مخلوط ہوں تو اس صورت میں اگر حلال مال نصاب تک پہنچے اور اس پر سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔

"قوله (كمالو كان الكل خبيثا) في القنية لو كان الخبيث نصابالايلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه فلايفيدإيجاب التصدق ببعضه ....وفي الفصل العاشر من التاترخانية عن فتاوى الحجة من ملك أموالاغير طيبة أوغصب أموالاوخلطهاملكهابالخلط ويصير ضامناوإن لم يكن له سواهانصاب فلازكوة عليه فيهاوإن بلغت نصابالأنه مديون ومال المديون لاينعقدسبباللوجوب الزكاة عندنااه فأفادبقوله وإن لم يكن له سواهانصاب الخ ان وجوب الزكاة مقيدبماإذاكان له نصاب سواهاوبه يندفع مااستشكله في البحرمن أنه وإن ملكه بالخلط فهومشغول بالدين فينبغي أن لاتجب الزكاة اه لكن لايخفى أن الزكاة حينئذ إنماتجب فيمازادعليها لافيها" ......

(ردالمحتار: ۲/ ۲۸)

"قال في الدرالمختارولوخلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوة فيه ويورث عنه لأن الخلط استهلاک إذ لم يمكن تمييزه عندأبي حنيفةوقوله أرفق إذ قلمايخلومال عن غصب وهذاإذاكان له مال

غیر مااستهلکه بالخلط منفصل عنه یوفی دینه وإلا فلازکوۃ کمالوکان الکل خبیثاقوله کمافی النهر .أی أول کتاب الزکوۃ عندقول الکنز وملک نصاب حولی ومثله فی الشرنبلالیة وذکرفی شرح الوهبانیة بحثاوفی الفصل العاشرمن التتارخانیة عن الفتاوی الحجة من ملک اموالاغیرطیبة اوغصب اموالاخلطهاملکهابالخلط ویصیرضامناوإن لم یکن له سواهانصاب فلازکوۃ علیه فیهااه"......(الدرمع الرد: ۲/۲۷)

" وفی القنیة لوکان الخبیث نصابالایلزمه الزکوۃ لان الکل واجب التصدق علیه فلایفیدإیجاب التصدق ببعضه اه ومثله فی البزازیة"... ...(الدرمع الرد: ۲/۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کتابوں پر زکوۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے گھر میں دوالماریاں ہیں جن میں وکالت کی کتابیں پڑی ہوئی ہیں ممکن ہے کہ ۲۰ ریا ۲۵ رہزار کی ہونگی وہ آج کل بالکل فارغ ہیں کیونکہ وہ ۱۹۹۴ء سے پہلے وکالت کے لیے کام آتی تھیں، اب میں نے چھوڑکرکاروبارشروع کردیاہے کیا اب ان پرزکوۃ ہے؟ اورکیاگھر کے سامان پرزکوۃ واجب ہوتی ہے؟ کیاان کے علاوہ گھر کے کسی سامان پرزکوۃ واجب ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ کتابوں پرزکوۃ واجب نہیں، البتہ ضرورت سے زائد ہونے کی وجہ سے صدقۂ فطروقربانی واجب ہے، نیزگھر کے سامان پربھی زکوۃ واجب نہیں۔

"(ولافی ثیاب البدن واثاث المنزل ودورالسکنی ونحوهاوکذاالکتب وإن لم تکن لأهلهاإذالم تنوللتجارۃ غیرأن الأهل له أخذ الزکوۃ الخ)استدراک علی التعمیم المأخوذ من قوله وإن لم تکن لأهلهاأی ان الکتب لازکاۃ فیهاعلی الأهل وغیرهم من أی علم کانت لکونهاغیرنامیة وإنماالفرق بین

الأهل وغيرهم في جواز أخذ الزكاة والمنع عنه....وأن الأهل إذاكان غير محتاج إليها فهو كغير الأهل.(الدرمع الرد: ۲/۹)

"صدقة الفطر هي واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلاعن حوائجه الاصلية كذافي الاختيار شرح المختار ولايعتبر فيه وصف النماء ويتعلق بهذاالنصاب وجوب الاضحية ووجوب نفقة الاقارب هكذافي فتاوى قاضي خان"....(فتاوى الهندية: ۱/۱۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی ادائیگی کے لئے نیت:

مسئلہ نمبر(۲۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کافی سالوں سے صاحب نصاب ہے مگر اس نے کبھی زکوۃ ادا نہیں کی، مگر اب وہ زکوۃ ادا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس دوران وہ ضرورت مندوں کی مدد کرتا رہا ہے، مگر زکوۃ کی نیت یا اس کے حساب سے نہیں، اب کیا وہ پچھلے سارے عرصہ کی زکوۃ ادا کرے گا یا اب سے ہی شروع کرے گا؟

(۲) اگر پچھلے سالوں کی بھی زکوۃ ادا کرنا پڑے تو پچھلے سالوں کا حساب کیسے معلوم کیا جائے؟ اس کا ریکارڈ تو معلوم نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ہر عاقل بالغ مرد وعورت جب صاحب نصاب ہو اور اس مال پر سال بھی گزر جائے تو اس مال پر زکوۃ دینا فرض ہے اگر غفلت کی وجہ سے زکوۃ ادا نہ کی ہو تو بعد میں اس کی ادائیگی بہرحال لازم ہوگی بغیر اس کے ادا کیے فرضیت اس سے ساقط نہیں ہوگی، زکوۃ ادا کرتے وقت نیت کرنا بھی ضروری ہے اگر نیت نہیں کی یوں ہی مال غریب مسکینوں کو دیتا رہا تو اس کو صدقہ خیرات کا ثواب تو مل جائے گا لیکن فرضیت زکوۃ ادا نہیں ہوگی اس کی ادائیگی لازم ہے۔

"وهكذا صرح به في كتب الفقه والفتاوى وفي الهداية لايجوز أداء الزكوة إلابنية مقارنة للأداء أومقارنة تعزل مقدار الواجب الخ"......(الهدايه: ۱/۱۷۱)

(۲) اگر آپ کے پاس پچھلے سالوں کا حساب لکھا ہوا نہ ہو تو اپنے تخمینہ اور اندازہ سے طے کر کے اس کا حساب کر لیا جائے پھر ان سالوں کی زکوۃ ادا کی جائے صرف ریکارڈ نہ ہونے کی صورت میں زکوۃ ساقط نہیں ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرنیچر، کپڑوں، دکان کے کرایہ اور گاڑی کی آمدنی پر زکوۃ ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر(۴۷۶): محترمی مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کچھ مسائل درپیش ہیں براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

(۱) میری بیوی کے پاس ساڑھے چار تولے سونا ہے اور چاندی بالکل نہیں ہے، باقی ضروریات کے برتن ضرورت کا فرنیچر جو جہیز میں ملے تھے باقی اکثر جوڑے کپڑوں کے جو کہ ہدیہ میں ملے ہوئے ہیں دس یا پندرہ جوڑے ہیں، کیا ان چیزوں پر زکوۃ فرض ہے یا کہ نہیں؟ اگر فرض ہے تو کون سی شرح ہے جس سے زکوۃ نہ لگے، اس میں کون سا سامان نہ ہو تو زکوۃ نہ لگے گی، باقی اگر قربانی فرض ہے کون سی چیز کم کر دیں تو قربانی نہ ہو؟

(۲) میرے پاس کوئی سونا نہیں ہے اور مکان کرایہ پر لیا ہوا ہے اور دو گاڑی آدھا حصہ میں ہیں زمین تقریباً دو ایکڑ ہے جس کا شکرانہ رہتا ہے کیا زکوۃ فرض ہے؟

(۳) میری گاڑی حاجی نے لی اور رقم ادا کر دی بعد میں دوسرے دن اس کے دل میں آیا کہ گاڑی نہ ہوں اس نے کہا کہ میری رقم واپس کر دو جو میں نے ادا کر دی ہے وہ کہتا ہے براہ کرم وہ رقم ۵۰۰۰۰ ہزار واپس کرو، اگرچہ میں لینے کا حق دار نہیں مہربانی فرما دیں؟

کیا یہ رقم واپس کرنی ہے یا کہ نہیں جبکہ اس نے اس وقت خوشی سے دی تھی؟

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱،۲) صورت مسئولہ میں اگر آپ کی بیوی کے پاس ساڑھے چار تولے سونے کے علاوہ کچھ نقدی بھی ہے تو اس پر زکوۃ فرض ہے، البتہ فرنیچر اور کپڑوں پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی لیکن قربانی ضرورت سے زائد مال کے ہوتے ہوئے نقدی سے ملا کر اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہوگی، اگر گاڑی کی آمدنی ہوتی ہے تو اس پر بھی زکوۃ فرض ہے۔

"قیمة العروض تضم إلى الثمنین عند الإمام کما مر عن الزاهدی وصرح به فی المحیط أیضا"..... (ردالمحتار: ۱/ ۱۷۹)

صورت مرقومہ میں (مشتری) خریدار اپنی چیز واپس کر کے رقم لینا چاہتا ہے جسے اقالہ کہتے ہیں اور اقالہ فریقین کی رضامندی سے جائز ہے، بلکہ حدیث میں اس پر فضیلت بھی وارد ہوئی ہے۔

"قال فی الهداية الإقالة جائزة فی البيع بمثل الثمن الأول لقوله عليه السلام من أقال نادمابيعته أقال الله عثراته يوم القيامة" .....(الهداية: ۳/ ۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی گاڑی کی قیمت پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۱۷۵): مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دو بھائی ہیں جن کے دو مشترکہ رکشے ہیں جن کی قیمت ۵۳۰۰۰ تھی جب ہم نے ان خریدا تھا، جن میں سے ستر ہزار ادھار لیے تھے، تو یہ رکشے ڈرائیور چلاتے ہیں، کیا ان پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ ان کا منافع متعین نہیں ہے کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے، مہربانی فرما کر جواب سے عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں دونوں رکشوں کی قیمت پر زکوۃ نہیں البتہ اگر ان کی آمدنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو ان کی آمدنی سے قرض کو نکال کر باقی رقم اگر نصاب کو پہنچتی ہو تو زکوۃ واجب ہے۔

"(وعن حاجته الاصلية) كثيابه المحتاج اليهالدفع الحروالبردو كالنفقة ودورالسكنى وآلات الحرب والحرفةواساس المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأ هلها".....(الطحطاوی: ص ۳۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غلطی سے زکوۃ غیر مستحق کو دے دی تو ادا ہوئی یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر (۱۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ بہاولپور کا رہائشی ہے، اور بندہ کی

کتابوں کی دکان ہے سکول وکالج کی کتابوں کا کاروبار کرتا ہے کچھ مسائل دریافت کرنے کے لئے خط لکھ رہا ہوں؟ زکوۃ اگر غلطی سے غیر مستحق کو دی گئی اور زکوۃ دینے کے بعد اس کا علم ہوجائے تو اب اس کے لیے کیا کرے؟ آیا زکوۃ دوبارہ دی جائے یا آئندہ خیال کیا جائے؟ زکوۃ ادا کرنے والا اگر دوبارہ زکوۃ ادا کرنے کا متحمل نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر زکوۃ دینے والے نے غالب گمان سے مصرف زکوۃ سمجھ کے زکوۃ ادا کی تو زکوۃ ادا ہو جائے گی دوبارہ زکوۃ ادا نہ کرے۔

"(لو دفع بتحر فبان انه غنی او هاشمی او کافر او ابوه او ابنه صح) لحدیث البخاری "لک مانویت یا یزید و لک ما اخذت یا معن "حین دفعها یزید الی ولده معن لیس المراد بالتحری الاجتهاد بل غلبة الظن بانه مصرف بعد الشک فی کونه مصرفا"..... (البحر الرائق: ۲/ ۴۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ صرف پانچ چیزوں پر ہے:

مسئلہ نمبر (۱۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مستورات اپنی بچیوں کے لئے ساری عمر کچھ نہ کچھ بازار سے سامان خریدتی رہتی ہیں کہ وقت آنے پر بچیوں کی شادی پر دیا جائے گا چونکہ آخری وقت پر مشکل پڑ جاتی ہے کہ کیسے خریدیں؟ رقم کہاں سے مہیا کریں؟ وغیرہ وغیرہ خریدا ہوا سامان کافی عرصہ تک پڑا رہتا ہے کیا اس پر بھی زکوۃ ہوگی یا معاف ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

شرعاً صرف پانچ چیزوں پر زکوۃ ہے:

ا۔سونا ۲۔چاندی ۳۔نقد روپیہ ۴۔مال تجارت ۵۔سوائم (جانور)

مذکورہ فی السوال چیزیں ان پانچ چیزوں میں سے نہیں ہیں، لہٰذا اس سامان پر زکوۃ نہیں ہوگی۔

"فلا زکوة علی مکاتب ولا فی ثیاب البدن واثاث المنزل ودار السکنی ونحوها اه"..... (الدر المختار: ۱/ ۱۲۹)

"ونحوهاای کثیاب البدن الغیر المحتاج إلیهاو کالحوانیت والعقارات اه"

.....(ردالمحتار: ۹/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تملیک کا معنی اور زکوۃ کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۲۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض کتابوں میں زکوۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں تحریر ہے کہ جب تک زکوۃ کی رقم کی تملیک نہ ہواس وقت تک ادانہ سمجھی جائے اس سلسلہ میں بہت تشویش ہے، یہ اصطلاح میری سمجھ میں نہیں آتی، بعض بزرگوں سے تو اس شرط ادائیگی زکوۃ کے بارے میں یہاں تک سنا ہے کہ جس رقم (نصاب) پر زکوۃ واجب ہوجائے اس میں ڈھائی فیصد زکوۃ نکالی جائے یعنی انہیں میں سے کرنسی، سکے، نوٹ وغیرہ لیے جائیں، دوسری مدیا ضرورت کی اگر کوئی رقم پاس ہے تو ان میں سے زکوۃ کی رقم خرچ کی جائے، برائے مہربانی تحریر فرمائیں کہ شرعی طور پر ادائیگی زکوۃ وصدقہ نافلہ کا کیا طریقہ کار ہے؟ اصطلاح تملیک یا ملکیت سے کیا مراد ہے؟

نوٹ: عام طور پر کسی کو جب کوئی رقم بطور نذرانہ، ہدیہ، تحفہ بخشش ہبہ یا انعام کے طور پر دیتے ہیں تو دل میں تو صرف یہ نیت کر لیتے ہیں کہ زکوۃ کے پیسے ہیں، اب یہ رقم واپس نہیں لینی ہے، نیز صاحب موصوف جس کی خدمت میں یہ رقم پیش کرتا ہے ان کو مطلع کر دیتے ہیں کہ ہدیہ ہے یا نذرانہ وغیرہ، کیا یہ مروجہ طریقہ درست ہے؟ یا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) تملیک کا لغوی معنی کسی کو مالک بنانا ہے زکوۃ میں تملیک ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی چیز بطور زکوۃ دی جائے تو اسے اس کا مالک بنادیا جائے تا کہ وہ اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکے یہ نہیں کہ اسے عارضی طور پر دی جائے، اور تملیک کا مذکورہ طریقہ درست ہے۔

"(وهی تملیک جزء مال) خرج الاباحة فلو اطعم یتیما ناویاالزکوۃ لایجزیه الااذادفع الیه المطعوم" ..... (ردالمحتار: ۳/۲)

"امـاتفسیر هافهی تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمی ولامولاه بشرط

قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذافي الشرع الخ
واماشرط ادائهافنية مقارنة للاداء اوللعزل ماوجب
اه"......(الهندية: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی مدرسہ کو بطورِ قرض دی گئی رقم پر بھی زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۲۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو کو چند سال پہلے ۷۵ ہزار روپے رہائشی زمین کی خریداری کے لئے دیئے تو بعد میں حالات کے تغیر کی وجہ سے عمرو کو رقم واپس دینا پڑی صورت یہ ہوئی کہ زید ایک دینی مدرسے میں خدمت کرتا ہے اور عمرو نے اس مدرسہ سے رقم لینی تھی عمرو نے زید کی رقم مدرسہ میں منتقل کردی کہ اسی طرح جو رقم عمرو نے لینی تھی وہ مدرسہ زید کو ادا کر دے یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے ہوا اس طرح عمرو کی جگہ مدرسہ زید کا مقروض ہوگیا، اب صورت یہ ہے کہ زید کی رقم کچھ عرصہ عمرو کے پاس رہی، کئی سالوں سے مدرسہ کی انتظامیہ فی الحال واپس کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے، یاد رہے کہ وہ رقم زید نے مدرسہ کو قرض دی تھی بنیت ثواب، تو کیا زید پر اس رقم کی زکوۃ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو سارے سالوں کی یا جب یہ رقم اس کے پاس آئے گی یا جس وقت نصاب شروع ہوا؟ کیا یہ صورت ممکن ہے کہ جب تک یہ رقم زید کے قبضہ میں نہیں آتی اس وقت تک اس پر زکوۃ بھی واجب نہیں، براہ کرم اس مسئلہ کا اطمینان بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں بشرط صحت سوال مدرسہ کی انتظامیہ کے ذمہ لازم ہے کہ زید کا روپیہ ادا کریں اور زید کے ذمہ سابقہ تمام سالوں کی زکوۃ لازم ہے۔

"لوكان المديون مقرامفلسافعلى صاحب الدين زكوة مامضى اذاقبضه"......(فتح القدير:۲/۲۹۳)

"فتجب زكاتهااذاتم نصاباوحال الحول لكن لافورابل عندقبض اربعين درهمامن الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلماقبض اربعين درهمايلزمه درهم اه"......(الدرمع الرد:۲/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کا قرض اگر پاس موجودہ رقم سے زیادہ ہے تو زکوۃ واجب نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۲۸۰): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

ازراہ کرم زکوۃ سے متعلق مجھے اس سوال کا جواب عنایت فرمائیں جزاکم اللہ! میرے جس پلاٹ پر سینما گھر تھا اسی پر رہائشی فلیٹس بنار ہا ہوں یہ میری ملکیت ہے اور اسکی قیمت دس کروڑ روپیہ ہے ابھی تک زیر تعمیر فلیٹس پر ڈیڑھ کروڑ روپیہ لگ چکا ہے مزید تین کروڑ لگے گا، جب یہ منصوبہ مکمل ہوگا، بعد از فروخت میرا لگا ہوا سرمایہ مجھے واپس مل سکے گا، اس وقت میرے پاس دو لاکھ روپیہ موجود ہے تقریباً پانچ لاکھ روپے میرے اوپر قرض ہے اور وہ ادا کرنا ہے، اس سے پہلے ہر سال زکوۃ ادا کرتا تھا تبدیل شدہ صورت حال میں مجھ پر زکوۃ کی ادائیگی کا فرض عائد ہوتا ہے یا قرض کی وجہ سے یہ فرض ساقط ہو گیا ہے؟ مطلع فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر واقعی قرض زیادہ ہے موجودہ رقم قرض سے کم ہے تو زکوۃ نہیں ہے۔

"(ومنها الفراغ عن الدين)قال اصحابنا كل دين له مطالب من جهة العباديمنع وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن البيع وضمان المتلفات وارش الجراحة وسواء كان الدين من النقود او المكيل او الموزون او الثياب او الحيوان وجب بخلع اوصلح عن دم عمد وهو حال اومؤجل اولله تعالىٰ كدين الزكاة فان كان زكاة سائمة يمنع وجوب الزكاة بلاخلاف بين اصحابنا سواء كان ذلك في العين بان كان العين قائما اوفي الذمة باستهلاك النصاب وان كان زكاة الاثمان وزكاة عروض التجارة ففيها خلاف بين اصحابنا فعند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ الجواب فيه كالجواب في السوائم"......(الهندية: ۱/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض کی ادائیگی کے بعد مال بقدر نصاب نہ ہو:

مسئلہ نمبر (۲۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جس کے پاس ذاتی ملکیتی

ایک فیکٹری ہے جس کا کرایہ مبلغ پچاس ہزار روپے ماہانہ ہے، ایک دوسری فیکٹری جس کا مالک مذکورہ شخص ہے، قرضہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس فیکٹری کو حکومت نے کئی لاکھ قرض کے عوض میں اپنی تحویل میں لیکر بند کردیا ہے، شخص مذکورہ پر تقریباً ۶ لاکھ روپے قرضہ ہے اور شخص مذکورہ کی تقریباً عادت ہے، بلکہ مختلف صورتوں میں بلا کسی اشد ضرورت مجبوری کے قرض لیتا ہے اور اس کو کسی معقول کاروبار میں صرف نہیں کرتا بظاہر کچھ معلوم نہیں یہ شخص مذکور اتنا قرضہ لے کر کہاں خرچ کرتا ہے؟ ان حالات میں شخص مذکور زکوۃ کا مستحق نہ ہونے کی صورت میں اس کو دی گئی زکوۃ کا اعادہ ضروری ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟ مزید یہ جو کہ مبلغ پچاس ہزار روپے کرایہ لیا جارہا ہے وہ قرض کی ادائیگی میں منہا کیا جارہا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شخص مذکورہ کا قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال اس کے پاس بچے نقد یا سونا چاندی اور مال تجارت اور حاجت اصلیہ سے زیادہ سامان اگر وہ سب نصاب کو پہنچ جائے تو اس کو زکوۃ دینا درست نہیں ہے، اور اگر نصاب تک نہ پہنچے تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

"ای مصرف الزکاۃ والعشر الخ ھو فقیر وھو من له ادنی شئ ای دون نصاب اوقدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة ومسکین من لاشئ له"......(الدر مع الرد: ۶۴/۲)

"(منھا الفقیر) وھو من له ادنی شئ وھو مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وھو مستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصب کثیرة غیر نامیة اذاکانت مستغرقة بالحاجة کذافی فتح القدیر اھ"......(الھندیة: ۱۸۷/۱)

"(ومنھا المسکین) وھو من لاشئ له فیحتاج الی المسئلة لقوته او مایواری بدنه اھ" ......(الھندیة: ۱۸۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میاں بیوی میں سے زیورات جس کی ملکیت سمجھی جائے زکوۃ اسی پر واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۲۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری منکوحہ ناراض ہوکر اپنے میکے

چلی گئی اور ساتھ اپنے تمام زیورات لے گئی، اب میں (خاوند) نے کہا کے تم اپنے گھر واپس آ جاؤ لیکن بیوی نے کہا کہ میں تمہارے گھر نہیں آؤں گی بلکہ آپ مجھے طلاق دے دیں، اب سوال یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد خاوند اس سے زیورات کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ جو کہ خاوند کے والدین نے بوقت نکاح چڑھائے ہیں جب کہ بیوی یہ کہتی ہے کہ میں زیورات کو واپس نہیں دوں گی اور وہ کہتی ہے کے آپ اس زیور کے بدلے میں مجھ سے سامان لے لیں جس کی قیمت تقریباً زیورات کی قیمت کے برابر ہے کیا یہ صورت اختیار کرنی شرعی لحاظ سے صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ صورت میں زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ یعنی زیور بیوی کے زیر استعمال ہے بیوی پر یا خاوند پر؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں اور صحیح جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ سوال میں سسرال والوں نے جو زیور لڑکی کو دیا ہے اگر تصریح کر دی تھی کہ لڑکی کی ملکیت ہے یا تصریح تو نہیں کی لیکن اس علاقہ کے عرف میں اس کو ہبہ سمجھا جاتا ہے تو یہ زیور لڑکی کی ملکیت سمجھا جائے گا اس صورت میں خاوند مطالبہ نہیں کر سکتا اور زکوٰۃ لڑکی کے ذمہ ہوگی، اگر عرف میں ہبہ شمار نہ کیا جائے تو جیسا کے آج کل معروف ہے تو اس صورت میں خاوند مطالبہ کر سکتا ہے تو زکوٰۃ خاوند کے ذمہ ہوگی، نیز باہمی رضامندی سے مذکورہ صورت اختیار کرنا درست ہے۔

"وفی فتاوی الخیریه سئل فیمایرسله الشخص الی غیره فی الأعراس ونحوهاهل یکون حکمه حکم القرض فیلزمه الوفاء به ام لا؟ اجاب ان کان العرف بانهم یدفعونه علی وجه البدل یلزم الوفاء به ان مثلیافبمثله وان قیمیا فبقیمته وان کان العرف خلاف ذلک بان کانوا یدفعونه علی وجه الهبة ولاینظرون فی ذلک الی اعطاء البدل فحکمه حکم الهبة فی سائر احکامه فلارجوع فیه بعدالهلاک اوالاستهلاک والاصل فیه ان المعروف عرفاً کالمشروط شرطا"......(الدرالمختار: ۵۷۳/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ مقروض کے ذمہ ہے یا قرض خواہ کے ذمہ؟

مسئلہ نمبر (۲۸۳): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مندرجہ ذیل سوالات کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں۔

(۱) ایک شخص کے پاس ایک لاکھ روپیہ کی ذاتی ملکیت اور گھر کے اخراجات سے زائد رقم ہے اس نے کسی کو تیس چالیس ہزار دیا ہے وہ واپس نہیں کر رہا ہے اس کی استطاعت نہیں ہے قرض دینے والے شخص پر زکوٰۃ دینا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

(۲) ایک شخص نے کسی کو امانت دی امانت دیکر چلا گیا عرصہ دراز تک تقریباً آٹھ سال تک کا عرصہ گزر چکا ہے اسکے گھر کی تلاش کی گئی جہاں اس نے بتایا ہے لیکن وہ نہیں ملا نہ ہی اس نے کسی طرح رابطہ کیا، براہ کرم ارشاد فرمائیں کہ اس کی امانت کو کس جگہ لگایا جائے مکمل کوشش کے باوجود وہ شخص نہیں ملا، کیا ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مقروض اقرار کرتا ہے لیکن فی الحال ملنے کی امید نہیں ہے تو مال ملنے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہے۔

"فلا زكوة على مكاتب(إلى ان قال)دين كان جحده المديون سنين ولابينة له عليه"..... (الدر الرد: ۲/ ۱۰۹)

"ولو كان الدين على مقر مليئ او معسر او مفلس او جاحد عليه بينة او علم به قاض فوصل الى ملكه لزم زكوٰة مامضى".... (در مختار مع ردالمحتار: ۲/ ۱۰)

صورت مذکورہ میں جس شخص نے امانت رکھوائی تھی جب تک اس کی موت وحیات کا علم نہ ہو جائے اسوقت تک اس کی حفاظت آپ کے ذمہ ہے اگر آپ نے اسکو صدقہ کر دیا یا خود استعمال کر لیا تو آپ کا ایسا کرنا صحیح نہیں ہے اور اس کی ضمان آپ پر لازم ہوگی۔

"غاب المودع ولايدرى حياته ولامماته يحفظها ابداً حتى يعلم بموته وورثته"..... (الهندية: ۴/ ۳۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کے ذمے پچھلے چار سال کی

زکوۃ لازم ہے، تو کیا وہ ہر ماہ تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کرسکتا ہے یا کہ نہیں؟ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ یہ بھی بتائیں کہ ایک تولہ کی زکوۃ کتنی بنتی ہے تاکہ حساب لگا کر یہ ادا کرسکیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

گزشتہ سالوں کی زکوۃ دینا فرض ہے اگر اکٹھی دیدیں تو زیادہ بہتر ہے اگر تھوڑی تھوڑی کر کے دیں تو یہ بھی صحیح ہے، جو مال بھی آپ کے پاس ہے چاہے سونا ہو یا چاندی ہو یا نقدی ہو یا مال تجارت اگر وہ نصاب کو پہنچتا ہے تو اس کا آپ چالیسواں حصہ زکوۃ میں ادا کریں گے۔

" (والمفترضها عمری) قال في البدائع وعليه عامة المشائخ ففي أني وقت أدى يكون مؤديا للواجب ويتعين ذلك الوقت للواجب وإذا لم يؤد إلى آخر عمره يتضيق عليه الواجب حتى لو لم يؤد حتى مات يأثم"..... (ردالمحتار: ۲/۱۴)

" (ومنها كون المال نصابا) فلا تجب في أقل منه".... (الهندية: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض دینے کے بعد قرض خواہ صاحب نصاب ہو جائے تو زکوۃ ادا کرے گا:

مسئلہ نمبر (۶۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں ایک شخص نے کسی کو قرضہ دیا اور قرضہ دینے کے بعد وہ صاحب نصاب ہو گیا آیا یہ شخص زکوۃ ادا کرسکتا ہے یا کہ نہیں؟ اگر وہ قرضہ دینے کے بعد صاحب نصاب نہیں ہے اور اگر قرضہ اس کو واپس مل جائے یا قرضے کی رقم کو ملا کر وہ صاحب نصاب بنتا ہے تو آیا اس قرض دینے والے پر زکوۃ کا ادا کرنا لازم ہے یا کہ نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جب یہ شخص صاحب نصاب ہو گیا اور نصاب پر سال بھی گزر گیا تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی، البتہ صاحب نصاب ہونے کے بعد (سال گزرنے سے پہلے) بھی زکوۃ ادا کرسکتا ہے، لیکن سال گزرنے کے بعد واجب ہوگی، اور دوسری صورت میں جب قرضہ کی رقم ملا کر صاحب نصاب ہو جاتا ہے، تو سال پورا ہوتے پر زکوۃ واجب ہو جائیگی، لیکن ادا کرنا قرض کی وصولی کے بعد ہوگا اگر وصولی سے پہلے ادا کردی تو بھی ادا ہو جائے گی۔

"الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول"......(الهداية: ۱/۲۰۰)

"فتجب زكوتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لافورا بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال التجارة"۔ ....(ردالمحتار علی درمختار: ۱/ ۱۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نصاب سے کم زیورات اوراس کے ساتھ نقدی پرزکوۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۸۶): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مفتی صاحب مسئلہ یہ ہے کہ زید کے پاس کچھ سونا موجود ہے اور کچھ رقم موجود ہے لیکن دونوں کاالگ الگ نصاب پورانہیں، کیا زید پر اس صورت میں زکوۃ دیناواجب ہے یانہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔شکریہ!

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں زید کے پاس موجود سونے کی قیمت اورموجودہ رقم ملاکراگرنصاب یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت پوری ہوجائے توزید پرزکوۃ واجب ہوگی۔

"وقيمة العروض تضم إلى الثمنين عند الإمام كما مر عن الزاهدى وصرح به في المحيط أيضا"۔.. (ردالمحتار: ۲/ ۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کے نصاب کابیان:

مسئلہ نمبر(۲۸۷): بندہ کوایک مسئلہ درپیش ہے برائے مہربانی بندہ کی رہنمائی فرمائیں، مسئلہ یہ ہے کہ زکوۃ اس صاحب حیثیت پرواجب ہے جوساڑھے سات تولہ سونایاساڑھے باون تولہ چاندی یااتنی مالیت کامالک ہو، بندہ نے ایک عالم سے سناہے اس پراس وقت سے زکوۃ فرض ہے جب سے وہ ایک تولہ سونایاساڑھے ۵۲ رتولہ چاندی کامالک ہواہو،اس کی دیلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ جب زکوۃ واجب ہوئی تھی اس زمانہ میں ساڑھے ۵۲ رتولہ چاندی کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونے کے برابرہوتی تھی لیکن آج کل سونے کی قیمت اتنی بڑھ چکی ہے کہ ایک تولہ سونے کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی سے زیادہ ہوگئی ہے۔

آپ بندہ کی رہنمائی کریں کہ زکوۃ کا معیار کیا ہے اگر ساڑھے سات تولہ سے کم زیور ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہے؟ اور معیار کس چیز کو بنایا جائے ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر کسی کی ملکیت میں فقط سونا ہے تو ساڑھے سات تولہ سونا ہی نصاب ہوگا، اگر صرف چاندی ہے تو نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، اور اگر صرف نقدی ہے یا نقدی اور چاندی دونوں ہوں یا سونا اور نقدی ہوں تو نصاب ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہوگی۔

"وقيمة العروض تضم الى الثمنين عندالإمام كمامر عن الزاهدى وصرح به في المحيط أيضا"... (ردالمحتار: ۲/ ۳۷)

"وتضم قيمة العروض الى ثمنين والذهب الى الفضة قيمة كذافي الكنز"..... (الهندية: ۱/ ۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال تجارت میں سے زکوۃ کی ادائیگی کیسے ہوگی؟

مسئلہ نمبر (۱۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دکاندار زکوۃ اپنی قیمت خرید پر دے گا یا تھوک کے حساب سے یا پرچون کے حساب سے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں سال گزرنے پر اگر زکوۃ نقد رقم سے ادا کرنا چاہے تو ادائیگی کے وقت جو قیمت ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا اسی اعتبار سے زکوۃ ادا کی جائیگی۔

"وتعتبر القيمة عندحولان الحول......... إذاكان له مائتاقفيز حنطة للتجارة تساوى مائتى درهم فتم الحول ثم زادالسعرأوانتقص فان أدى من عينهاأدى خمسة أقفز ة وإن أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب" ...... (الهندية: ۱/ ۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نصاب کے بقدر رکھی گئی رقم پر ایک دفعہ زکوۃ ہے یا اگلے سال بھی ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۸۹): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خدا کا شکر ہے کہ میں زکوۃ ہر سال ادا کرتا ہوں ایک صاحب نے یہ وہم ڈال دیا کہ زکوۃ ایک دفعہ ادا کرنی ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کے پاس دس ہزار روپے ہیں اس نے ایک دفعہ زکوۃ ادا کردی اور اس کے بعد اس کے پاس یہی دس ہزار روپے رہے اگر اس پر اضافہ نہیں ہوا تو اس پر زکوۃ نہیں ہوگی، جب کہ میرا کہنا ہے کہ اس پر زکوۃ ہوگی اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ کیا اس پر زکوۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ ہر وہ شخص جو صاحب نصاب ہو (یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان کی مالیت کے برابر مال موجود ہو جو اس کی حاجات اصلیہ سے زائد ہو) تو ایسے شخص پر زکوۃ فرض ہے، بشرطیکہ اس مال پر ایک سال گزر جائے، لہٰذا صورت مسئولہ میں جب تک یہ شخص صاحب نصاب ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس پر زکوۃ فرض ہوگی۔

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الأصلية نام ولو تقديرا" .....(البحر الرائق: ۲/۳۵۳)

"الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول"..... (فتح القدير: ۲/۱۱۲)

"(الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة) تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروبا كان أو لم يكن".....(الهندية: ۱/۱۷۸)

"وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتأخيره من غير عذر".....(الهندية: ۱/۱۷۰)

"وسببه سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولانه عليه".....(ردالمحتار: ۲/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کئی سالوں سے رکھے ہوئے سونے پر واجب زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۲۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سال سے ۲۱ تولے سونا اکرم کے پاس ہے اور اس کی ملکیت میں ہے اس پر زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی اس سونے پر سال میں کتنی زکوٰۃ لگتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں سونے کی مذکورہ مقدار چونکہ ساڑھے سات تولے سے زائد ہے اس لئے اس پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ دینا ضروری ہے پہلے سال پورے ۲۱ تولے کی پھر دوسرے سال پہلے سال کی مقدار واجب ساقط کر کے باقی مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی، پھر تیسرے سال پہلے دونوں سالوں کی مقدار واجب ساقط کر کے باقی مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق۔

"(هي تمليك جزء مال عينه الشارع) وهو ربع عشر نصاب حولي (من مسلم فقير)"......(الدر مع الرد: ۲/۲)

"رجل له مائتا درهم فحال عليه ثلاثة أحوال إلا يؤمائم أفاد خمسة يزكي للحول الأول خمسة لاغير لأنه انتقص النصاب في الحول الثاني والثالث بدين الزكاة كذا في محيط السرخسي"......(الهندية: ۱/۱۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض کی رقم اگر قسطوں میں وصول ہو تو زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے:

مسئلہ نمبر (۲۹۱): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہم قسطوں پر کاروبار کرتے ہیں ہم نے ۱۰ لاکھ روپیہ لوگوں سے قرضہ وصول کرنا ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ ساری رقم جو ہم نے لوگوں سے لینی ہے اس پر زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی یا جو کہ ہمیں قسط وصول ہو چکی ہے اس پر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جو قسط وصول ہوگی اسی کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا، یعنی جیسے جیسے قسطیں وصول ہوتی رہیں گی ویسے ہی ان کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

" فتجب زكاتها إذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض أربعين

درهمامن الدين القوى كقرض وبدل مال التجارة فكلماقبض أربعين

درهمايلزمه درهم"..... (ردالمحتار: ۲/۳۸)

"وقوى وهومايجب بدلاعن سلع التجارة إذاقبض أربعين زكى لمامضى

كذافي الزاهدي اه"..... (الهندية: ۱/۱۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کمرشل بلڈنگ کی قیمت پر زکوۃ ہے یا کرایہ پر ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کمرشل بلڈنگ بنائی ہے ان کو اس بلڈنگ کا ماہوار کرایہ ملتا ہے، کیا صاحب اس بلڈنگ کی ہر سال کی مجموعی قیمت پر زکوۃ ادا کریں گے یا صرف سالانہ وصول کردہ کرایہ پر زکوۃ دینا ہوگی؟ نیز دونوں صورتوں میں زکوۃ کی شرح کیا ہوگی؟

الجواب باسم الملك الوهاب

صورت مرقومہ میں صاحب بلڈنگ سالانہ وصول کردہ کرایہ پر زکوۃ دے گا اور مال کا چالیسواں حصہ (اڑھائی فیصد) زکوۃ میں دیا جائے گا۔

"ولو اشترى الرجل دارأوعبداللتجارة ثم آجره يخرج من أن يكون للتجارة

لأنه لما آجره فقدقصدالمنفعة ولواشترى قدورامن

صفريمسكهاأويواجرهالاتجب فيهازكوة"..... (قاضي خان: ۱/۲۵۱)

"(عمه الشارح) أى الجزء أوالمال وقول الشارح وهوربع عشرنصاب صالح

لهمافإن ربع عشرمعين والنصاب معين أيضافافهم"......(ردالمحتار: ۲/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مدارس میں زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۳): جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

ایک مدرسہ کے لیے جو لوگ عشر یا زکوۃ یا فطرانہ دیتے ہیں وہ زکوۃ یا عشر مدرسہ کے مدرسین وغیرہ کی

تنخواہوں یا مدرسہ کی تعمیر پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یہاں کے بعض علماء کہتے ہیں کہ بلا واسطہ نہیں دے سکتے البتہ زکوٰۃ کے پیسوں کو کسی مسکین کو دے کر اور وہ مسکین مدرسہ کے لیے ہبہ کردے تو اس طرح تنخواہ مدرسہ کی تعمیر وغیرہ پر خرچ کر سکتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور بعض لوگ کہتے ہیں مہتمم بحکم عامل ہے اور وہ خود قبول کر سکتے ہیں اگرچہ وہ غنی بھی کیوں نہ ہوں کیا یہ صحیح ہے کہ نہیں؟

(۲) ایک حافظ قرآن مستقل طور پر لڑکیوں کو پڑھاتا ہے اور ان لڑکیوں کے والدین ان کو ایک ہزار روپیہ تنخواہ کے طور پر دیتے ہیں ان لڑکیوں کے والدین اس قاری کو زکوٰۃ کے پیسے اکھٹے کر کے تنخواہ دے سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

آج کل بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی مشکلات درپیش ہیں کیونکہ زکوٰۃ، عشر، صدقات واجبہ بغیر تملیک کے مدارس میں خرچ کرنا یا بطور تنخواہ کے دینا جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے کسی مسلمان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ زکوٰۃ کے ادا ہونے میں کسی مستحق کو بلا عوض مال کا مالک بنانا شرط ہے، ان مدارس کی تعمیر اور مساجد کی تعمیرات یا کسی کو بطور تنخواہ کے دینے کے کاموں میں مذکورہ شرط نہیں پائی جا رہی، اس لیے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، باقی اگر بہت ہی مجبوری کی حالت میں ہو تو یہی طریقہ استعمال ہو سکتا ہے کہ یہ شخص اپنی طرف سے کسی مدرسہ یا مسجد میں ہدیہ دے یا چندہ سمجھ کر دے دے اور اس کو ادارہ کسی بھی استعمال میں خرچ کر سکتا ہے اور دونوں کو ثواب ہوگا۔

"وأما ركن الزكوة فركن الزكوة هو إخراج جزء من النصاب إلى الله تعالى وتسليم ذلك إليه يقطع المالك يده عنه بتمليكه من الفقير وتسليمه إليه".....(بدائع الصنائع: ۲/ ۲۹۸)

"(و) لا إلى (ممن ما) أيقن (بعتق) لعدم التمليك وهو الركن وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء (قوله ثم يأمره الخ) ويكون له ثواب الزكوة وللفقير ثواب هذه القرب بحر".... (الدر مع الرد: ۲/ ۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کرایہ پر دی ہوئی گاڑیوں سے حاصل ہونے والی آمدن پر زکوٰۃ ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۴): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس

چندگاڑیاں ہیں جوکہ آگے ڈرائیور چلاتے ہیں ان سے نفع بھی ہوتا ہے مجھے ایک آدمی نے کہا ہے کہ تم اس کی زکوٰۃ دیتے ہو یانہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں، براہ کرم مجھے بتائیں کے میرے اوپران گاڑیوں کی زکوٰۃ فرض ہے کہ نہیں؟ مہربانی فرماکر جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں گاڑیوں پرزکوۃ واجب نہیں البتہ ان کی آمدن جب مقدار نصاب کو پہنچے تو سال گزرنے کے بعد اس آمدن زکوۃ واجب ہوگی۔

"وکذالواشتری جوالق بعشرة آلاف درهم ليواجرها من الناس فحال عليها الحول لازكوة فيها لأنه اشتراها للغلة وعزمه أنه لووجد ربحا يبيعها لايعتبر وكذاالجمال إذااشترى إبلا للكراء أوالمكارى إذااشترى حمراللكراء اه"......(قاضی خان علی الهندية: ١/٢٥٠)

"(وكذلك آلات المحترفين) أي سواء كانت ممالاتستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم المبرد أوتستهلك لكن هذامنه مالايبقى أثرعينه كصابون وجرض الغسال ومنه مايبقى كعصفروزعفران لصباغ ودهن وعفص لدباغ فلازكوة في الأولين لانمايأخذ بمقابلة العمل وفي الأخيرالزكوة إذاحال عليه الحول لأن بمقابلة العين كمافي الفتح اه"......(ردالمحتار: ٢/٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رہائشی پلاٹس پرزکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے والدصاحب تربیلہ کے متاثرین میں سے ہیں اورحکومت نے ہری پور کے قریب متبادل مکان کی جگہ دی تھی جوکہ دس مرلہ تھی والدصاحب نے دس مرلے کے دوپلاٹ اورخریدلئے کہ بچوں کے کام آئیں گے یہ دونوں پلاٹ دونوں بیٹوں کے نام ہیں، جومتبادل پلاٹ ملاتھااس پرمکان تعمیرکرکے کرائے پردے دیاہے اوروالدصاحب امامت کے سلسلے میں جزانوالہ آ گئے، یہاں ہم نے اپناذاتی مکان بنالیاجوکہ تیسرے بیٹے کے نام ہے، ہری پوروالے مکان کاکرایہ ہم وصول کرتے

ہیں جس کی مالیت اب پانچ لاکھ ہے دو پلاٹوں کی قیمت اب چھ لاکھ ہے، دریافت یہ کرنا کسی پلاٹ یا مکان کی زکوۃ ہم پر عائد ہوتی ہے یا کہ نہیں؟ ان میں کوئی بھی پلاٹ کمرشل بنیادوں پر نہیں لیا گیا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

چونکہ یہ پلاٹ آپ کے والد صاحب نے اس لئے خریدے تھے کہ بچوں کے کام آئیں گے آپ نے خود بھی لکھا ہے کے یہ پلاٹ کوئی کمرشل بنیادوں پر نہیں لیا گیا اس لئے ان پر زکوۃ نہیں ہے کیونکہ زکوہ صرف مال تجارت اور سونا چاندی اور نقدی پر ہے۔

"أن يكون المملوك به للتجارة بأن اشترى سلعة"۔ ....(بدائع الصنائع: ۹۲/۲)

"ثم نية التجارة و الإسامة لاتعتبر مالم تتصل بفعل التجارة و الإسامة"۔ ..... (ایضاً)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مشینری اور اس کی قیمت پر زکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۲۹۶) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس راس المال ایک لاکھ روپے ہیں، ایک لاکھ روپے سے اس نے ایک مشنری خریدی، اس مشینری سے کاروبار کرتا رہا اس نے ایک سال بعد حساب کیا تو کیا مشینری پر زکوۃ ادا کرنا ہوگی یا کہ نہیں؟ مشینری کے علاوہ جو مال اور زیور موجود ہے اس پر زکوۃ دینا ہوگی کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مشینوں کی قیمت پر زکوۃ نہیں ہوگی، اس کے علاوہ جو مال اور زیور ہے اس پر زکوۃ ہوگی۔

"فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل..... وكذا طعام أهله ومايتجمل به من الأواني اذالم يكن من الذهب والفضة وكذا الجوهر .....والزمرد ونحوها اذا لم يكن للتجارة ... وكذا كتب العلم ان كان من أهله وآلات المحترفين كذا في السراج الوهاج اه"..... (فتاویٰ الهندية: ۱۷۲/۱)

"(وكذلك آلات المحترفين) أي سواء كانت مما لاتستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم والمبرد أوتستهلك لكن هذا منه مالايبقى أثر عينه كصابون وجرص الغسال ومنه مايبقى كعصفر و زعفران. ....فلازكوة في الأولين لان مايأخذه من الأجرة بمقابلة العمل وفي الأخير الزكاة إذاحال عليه الحول لأن المأخوذ بمقابلة العين كمافي الفتح قال وقوارير العطارين ولحم الخيل والحمير المشتراة للتجارة ومقاودها وجلالهاإن كان من غرض المشترى بيعهابهافغيهاالزكوة وإلافلاه"...... (ردالمحتار: ۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ صرف راس المال پر ہے یا اس سے حاصل شدہ نفع پر بھی ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں اگر کسی شخص نے دس ہزار کا سامان تجارت خرید ابعد میں اس کا نفع مال سمیت تیس ہزار کو پہنچ گیا تو اب یہ شخص جب زکوۃ ادا کرے گا تو دس ہزار کی ادا کرے گا جو اصل رقم ہے یا تیس ہزار کی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں عین نوازش ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص تیس ہزار روپے کی زکوۃ ادا کرے گا۔

"ولوكان الزيادة والنقصان في العين قبل الحول ثم حال الحول وهي كذلك ففي الزيادة تجب الزكوة زائدة لأن تلك الزيادة مستفادفي خلال الحول فيضم إلى الأصل"......(التاتارخانية: ۱۸۳/۲)

"من كان له نصاب فاستفادفي أثناء حول مالامن جنسه ضمه إلى ماله وزكاه سواء كان المستفادمن نمائه أولاوبأي وجه استفادضمه سواء كان بميراث أوهبة أوغيرذلك ..... ثم إنمايضم المستفادعندنا إلى إصل المال إذاكان الأصل نصابا فاما اذاكان اقل فانه لايضم اليه وان كان يتكامل به النصاب وينعقد الحول عليهما حال وجود النصاب كذافي البدائع "..... (فتاوىٰ الهندية: ۱۷۵/۱)

"لوهلک بعض النصاب في أثناء الحول فاستفادمايكمله فانه يضم عندناوأشارإلى أنه لابدمن بقاء الأصل حتى لوضاع استأنف للمستفادحولامنذ ملكه فان وجدمنه شيئاقبل الحول ولوبيوم ضمه وزكى الكل"......(ردالمحتار: ۲/ ۵۲)

"المستفادفي الحول...... وإن كان من جنسه ......فامان كان متفرعامن الأصل أوحاصلابسببه كالولد والربح ......واما لم يكن متفرعا من الاصل ولاحاصلا بسببه كالمشترى والموروث والموهوب والموصى به فان كان متفرعا من الاصل اوحاصلا بسببه يضم إلى الأصل ويزكى بحول الأصل بالإجماع وإن لم يكن متفرعامن الأصل ولاحاصلابسببه فإنه يضم إلى الأصل عندنا......ثم إنمايضم المستفادعندنا الى أصل المال إذاكان الأصل نصابا"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۹۶)

"ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول من جنسه ضمه اليه وزكاه به "
......(الهداية: ۱/۲۰۹)

"والمستفاد ولوبهبة اوارث وسط الحول يضم الى نصاب من جنسه فيزكيه بحول الاصل "......(الدرالمختار: ۱/۱۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض خواہ کواپنا قرض ملنے پراس کی زکوٰۃ دیناضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۴۹۸): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ ایک مسئلہ درپیش ہے، مسئلہ یہ ہے کہ میرے کسی ملنے والے کورقم کی ضرورت تھی اس وقت میرے پاس رقم نہیں تھی میرے پاس سوناتھاوہ بیچ کرمیں نے اس کودیدی اور طے یہ ہواتھا کہ جب بھی آپ مجھے واپس کریں گےتوسوناہی کریں گے چاہے کہ اس وقت سونے کی قیمت کم ہویازیادہ؟ آیاقرآن وحدیث کی روشنی میں اس طرح کرنادرست ہے یانہیں؟ اس رقم پرمجھے زکوٰۃ دینافرض ہوگی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں قرض خواہ کا قرض دیتے وقت شرط لگانا شرط فاسد ہے اور شرط فاسد کے ساتھ معاملہ کرنا درست نہیں ہے البتہ اگر قرض خواہ شرط فاسد کوختم کردے تو پھر صحیح ہے اگر قرض خواہ شرط فاسد کوختم نہیں کرتا پھر بھی مقروض صرف وہ رقم ہی لوٹائے جو قرض خواہ سے لی ہے، قرض خواہ نے سونا بیچ کر رقم دی ہے تو مقروض بھی اتنی رقم ہی واپس کرے گا جتنی رقم قرض خواہ سے لی ہے رقم کے بدلے میں سونا واپس کرنا مقروض پر لازم نہیں ہے، اور قرض خواہ کو اپنے قرض کے واپس ملنے کے بعد اس کی زکوۃ دینا ضروری ہے ساقط نہیں ہوگی۔

"القرض لايتعلق بالجائزمن الشروط الفاسدمنهالايبطله ولكنه يلغوشرط ردشي أخر فلواستقرض الدراهم المكسورة على أن يؤدى صحيحاكان باطل...... وفي الخلاصة القرض بالشرط حرام والشرط لغو...... وفي الأشباه كل قرض جرنفعاحرام فقط"......(ردالمحتار: ۱۹۴/۴)

"وعندهم الديون كلهاسواء تجب زكوتهاويؤدى متى قبض شيئاقليلاأو كثيرا"......(أيضا: ۳۸/۲)

"فتجب زكوتهاإذاتم نصاباوحال الحول لكن لافورابل عندقبض أربعين درهممامن الدين"......(ايضا: ۳۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کی طرف سے زکوۃ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۹۹): کسی کے ذمے زکوۃ وکفارات تھے وہ ان کی وصیت کیے بغیر مرگیا، تو ورثاء میں سے کوئی اگر اپنے مال میں سے تبرعاً ادا کردے تو میت کی طرف سے ذمے سے زکوۃ وکفارات ساقط ہوجائیں گے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

میت کے ذمے موت سے پہلے زکوۃ وکفارات کی وصیت کرنا واجب ہے، اگر نہ کرے تو گنہگار ہوگا، پھر اگر وصیت نہ کی تو ورثاء کے ذمے ادا کرنا لازم نہیں، البتہ اگر کوئی وارث اپنے مال سے تبرعاً ادا کردے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ زکوۃ میت کے ذمے سے ساقط ہوجائیگی، اگرچہ تاخیر کا گناہ باقی رہے گا۔

"الوصية (واجبة بالزكاة) والكفارة (و) فدية (الصيام والصلوة التي فرط فيها)".....(الدرمع الرد:۵/۳۵۸)

"وأماديـن الـلـه فإن أوصى به وجب تنفيذه من ثلث الباقي وإ لالاقوله امادين الـلـه تـعـالـى الـخ مـحـتـرز قـولـه مـن جهة العباد وذلك كالزكاة والكفارات ونحوهاقال الزيلعي فإنهاتسقط بالموت فلايلزم الورثة أدائهاإلاإذا أوصى بها أوتبرعوا بهاهم من عندهم لان الركن في العبادات نية المكلف وفعله ،وقد فات بموته فلا يتصور بقاء الواجب الخ"... (أيضا:۵/۵۳۶)

"بـل الـظاهرأن أصل دينه تعالى يسقط بالمشية وإن بقى أثم التأخير وقدحكى السـنـدى قـولين بالسقوط وعدمه فيمالوتبرع الوارث حيث قال إن لم يوص وتبرع بهاالورثة قيل لاتسقط الصلوات عن الميت لان الاختيار معدوم وقيل تسقط لأن دليل الـجـوازالـرجـاء في سعة رحمته وكمال كرمه وهويشمل التبرع ايضا". ....(تقريرات الرافعي على الشامية:۵/۳۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زیورات میں زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیورات میں زکوۃ ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ استعمال میں بھی نہیں ہیں، بلکہ خاص مواقع میں کبھی کبھی استعمال ہوتے ہیں، اصل میں ضرورت اور سخت مجبوری کے لیے رکھے ہیں، اس کو بیچ کر کسی سے سوال پر مجبور ہونا نہ پڑے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زیورات پر بھی زکوۃ ہے، جب وہ حد نصاب کو پہنچ جائیں اور اس پر سال گزر جائے، چاہے وہ استعمال میں ہو یا نہ ہو۔

"(الفصل الاول في زكوة الذهب والفضة) تجب في كل مائتى درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباكان أولم يكن

مصوغاأوغیرمصوغ حلیاکان للرجال أوللنساء تبراکان أوسبیکۃ کذافی الخلاصۃ اھ"۔۔۔(الھندیۃ: ۱/۱۷۸)

"وفی تبر الذھب والفضۃ وحلیھماو أوانیھماالزکوۃ"۔۔۔(الھدایۃ: ۱/۲۱۱)

"نصاب الذھب عشرون مثقالاوالفضۃ مائتادرھم الخ (واللازم فی مضروب کل منھماومعمولہ ولوتبراأوحلیامطلقااوفی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب) الخ من ذھب أوورق الخ ربع عشر"۔۔۔۔(الدرالمختارعلی ھامش ردالمحتار: ۲/۳۱)

"واللازم فی مضروب کل منھماومعمولہ ولوتبراأوحلیامطلقامباح الاستعمال أولاولوللتجمل والنفقۃ لأنھماخلقاالمانالیزکیھاکیف کان اھ"۔۔۔۔(الدرالمختار: ۲/۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

یتیم ونابالغ کے مال میں زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یتیم ونابالغ کے مال میں زکوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نابالغ کے مال میں زکوۃ نہیں ہے، البتہ ان کی زمینوں سے حاصل شدہ غلہ میں عشرہے، یہی حکم یتیم (نابالغ) کا ہے، واضح رہے کہ یتیم اس وقت تک یتیم رہتا ہے جب تک بالغ نہ ہو، بلوغت کے بعد یتیمی ختم ہوجاتی ہے، اوراگرکسی نے یتیم اورنابالغ کے مال سے زکوۃ اداکردی تووہ ضامن ہوگا۔

"وأماشرائط الفریضۃ فأنواع ۔۔۔۔۔۔ ومنھاالبلوغ عندنافلاتجب علی الصبی وھوقول علیؓ وابن عباسؓ فإنھما قالا لا تجب الزکوۃ علی الصبی حتی تجب علیہ الصلاۃ ۔۔۔۔وکان ابن مسعودؓ یقول یحصی الولی أعوام الیتیم فإذابلغ أخبرہ وھذااشارۃ إلی أنہ تجب الزکوۃ لکن لیس للولی ولایۃ الأداء وھوقول

ابن ابی لیلی حتی قال لوأداھاالولی من مالہ ضمن ومن أصحابنامن بنی المسألة علی أصل وھوأن الزکوۃ عبادۃ عندنا وصبی لیس من أھل وجوب العبادۃ فلا تجب علیہ کمالایجب علیہ الصوم والصلاۃ اہ"۔۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۲/۷۹)

"ولناأنہ لاسبیل الی الایجاب علی الصبی لأنہ مرفوع القلم بالحدیث ولأن إیجاب الزکوۃ إیجاب الفعل وإیجاب الفعل علی العاجزعن الفعل تکلیف مالیس فی الوسع ولاسبیل إلی الإیجاب علی الولی لیؤدی من مال الصبی لأن الولی منھی عن قربان مال الیتیم إلاعلی وجہ الأحسن بنص الکتاب وأداء الزکوۃ من مالہ قربان مالہ لاعلی وجہ الأحسن اہ"۔۔۔۔۔ (بدائع الصنائع: ۲/۸۱)

"کتاب الزکاۃ وشرائطھا(ومنھاالعقل والبلوغ) فلیس الزکاۃ علی الصبی الخ الصبی اذابلغ یعتبر ابتداء الحول من وقت بلوغہ ھکذافی التبیین اہ"۔۔۔۔۔(الھدیۃ: ۱/۱۷۲)

"وشرط افتراضھاعقل وبلوغ وإسلام"۔۔۔۔۔ (الدرالمحتار: ۲/۴)

"فلاتجب علی مجنون وصبی لأنھاعبادۃ محضۃ ولیسامخاطبین بھا"۔۔۔۔ (ردالمحتار: ۲/۴، الھدایۃ: ۱/۲۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نصاب سے زائد سونے کی گزشتہ سالوں کی زکوۃ کیسے ادا کی جائے؟

مسئلہ نمبر(۳۰۲): ایک عورت کے پاس دوسال سے نوتولہ سونے کا زیور ہے اوراس نے اس کی زکوۃ ادا نہیں کی، اب وہ اس کی زکوۃ ادا کرنا چاہتی ہے تو کس طرح ادا کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس عورت کو چاہیے کہ ۹ تولہ سونے کی موجودہ قیمت معلوم کرے اور پھر اس میں سے اڑھائی فیصد بطور زکوۃ

نکالے، یہ پہلے سال کی زکوۃ ہوگی، باقی بچنے والی مالیت میں سے پھراڑھائی فیصد بطورزکوۃ نکالے یہ دوسرے سال کی زکوۃ ہوگی۔

"وتعتبر القيمةيوم الوجوب وقالايوم الأداء وفي السوائم يوم الأداء إجماعا وهوالأصح" ..... (الدرمع الرد: ۲/۲۴)

"وبيان ذلك أنه إذاكان لرجل مائتادرهم أوعشرون مثقال ذهب فلم يؤد زكاته سنين يزكي السنة الأولى وليس عليه للسنة الثانية شئ عندأصحابناالثلاثة"..... (بدائع الصنائع: ۲/۸۶)

"وكذافي السوائم إذاكان له خمس من الإبل السائمة مضى عليهاسنتان ولم يؤدزكاتهاأنه يؤدي زكاة السنة الأولى وذلك ا شارة ولاشئ عليه للسنة الثانية ولوكانت عشراوحال عليهاحولان يجب للسنة الأولى شاتان وللثانية شاة ولوكانت الأبل خمساوعشرين يجب للسنة الأولى بنت مخاض وللسنة الثانية أربع شياه"..... (بدائع الصنائع: ۲/۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

والد کی دولت سے بالغ اولادغنی نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۳۰۲): ہمارے ہاں ایک مدرسہ ہے جس میں صرف مسافرطلباء کرام پڑھتے ہیں آپ سے پوچھنایہ ہے کہ کیاایسے مسافرطلباء کوزکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ جومسافرہیں اوردین کی تعلیم حاصل کررہے ہیں، جبکہ ان کے والدین مالداراورامیرلوگ ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں طلباء کرام کوزکوۃ دیناجائز ہے، بشرطیکہ وہ خود مالدارنہ ہوں اورنہ سیدہوں والدصاحب کی دولت سے بالغ اولادغنی نہیں ہوتی۔

"(مصرف الزكوة)..... (هوفقيروهومن له ادنى شئ)أي دون نصاب". .....

(ردالمحتار: ۲/۶۴)

”ولاإلی(غنی) یملک قدرنصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أی مال کان الخ (و)لاإلی(طفله)بخلاف ولده الكبيرالخ (و)لاإلی (بنی هاشم) اھ“

(الدرالمحتار: ۲/۲،۷۱/۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گروی میں رکھی ہوئی چیز پرزکوۃ واجب نہیں:

مسئلہ نمبر(۳۰۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک شخص سے چندسالوں کے لیےقرض مانگااس نے مجھے اس شرط پردینے کی آمادگی ظاہرکی کہ میں اس کے پاس زیوربطوررہن رکھواؤں اورزیورکی ویلیت بھی تقریباًقرض کے بقدرتھی، میں نے زیوراس کے پاس بطوررہن رکھواکرقرض لےلیاہے،اب میں نے اس کاقرض اداکردیاہےاوراپنازیورواپس لےلیاہے،اب پوچھنایہ ہےکہ اس زیورکی گزشتہ سالوں کی زکوۃ بھی لازم ہے جن میں یہ بطوررہن رکھوایاہواتھایانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جتنے سالوں تک زیوربطوررہن اس شخص کے پاس رہاہے ان تمام سالوں کی زکوۃ (نہ راہن اور نہ ہی مرتہن) کسی پرلازم نہیں ہے۔

”ولافی مرھون بعدقبضه (قوله ولافی مرھون)أی لاعلی المرتھن لعدم ملک الرقبة ولاعلی الراھن لعدم الیدوإذااسترده الراھن لایزکی عن السنین الماضیة وھومعنی قول الشارح بعدقبضه ویدل علیه قول البحرومن موانع الوجوب الرھن ح وظاھره ولوکان الرھن أزیدمن الدین ط“

.....(ردالمحتار: ۲/۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فوٹوسٹیٹ مشین پرزکوۃ نہیں اس کی آمدنی پرہے:

مسئلہ نمبر(۳۰۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری فوٹوسٹیٹ کی دکان ہے،جس

میں فوٹو کاپی کی تین مشینیں ہیں اور ۸۰ ہزار مالیت کے موبائل فون اور ان کے مختلف قسم کے پارٹس جن کی مالیت تقریباً ساٹھ ہزار روپے ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں نے زکوۃ ادا کرنی ہے آیا فوٹو کاپی کی مشینوں کی مالیت بھی نصاب میں شامل ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

فوٹو کاپی کی مشینوں کے علاوہ اگر دوسری اشیاء کی مالیت زکوۃ کے نصاب کو پہنچ جائے تو سال گزرنے کے بعد اس پر زکوۃ واجب ہے، البتہ مشینوں سے حاصل شدہ آمدنی کو نصاب میں شامل کر کے زکوۃ ادا کی جائے گی۔

"قال فی الدر: وکذالک آلات المحترفین إلامایبقی أثرعینہ کالعصفر لدبغ الجلد ففیہ الزکاۃ. قولہ (کذالک آلات المحترفین) أی سواء کانت ممالاتستھلک عینہ فی الانتفاع کالقدوم والمبرد أو تستھلک لکن ھذا منہ مالایبقی أثر عینہ کصابون وجرض الغسال ومنہ مایبقی کعصفر وزعفران لصباغ ودھن وعفص لدباغ فلازکاۃ فی الأولین لأن ما یأخذہ من الأجرۃ بمقابلۃ العمل وفی الأخیر الزکاۃ إذا حال علیہ الحول لأن المأخوذ بمقابلۃ العین کمافی الفتح قال وقواریر العطارین ولحم الخیل والحمیر المشتراۃ للتجارۃ مقاودھا وجلالھا إن کان من غرض المشتری بیعھابھاففیھا الزکاۃ وإلافلا"......(ردالمحتار: ۲/ ۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مدرسے کا چندہ نصاب سے زائد ہو تو اس پر زکوۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۳۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کا چندہ جو نصاب کے بقدر ہو اور سال گزر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مدرسہ کے چندہ پر زکوۃ واجب نہیں، اگر چہ نصاب کے بقدر ہو اور سال بھی گزر جائے۔

"(وسببہ) أی سبب إفتراضھا (ملک نصاب حولی) قولہ ملک نصاب)

فلازکوۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبلۃ لعدم الملک"......(الدر مع الرد: ۲/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ادائیگی قرض کے بعد گھر میں موجود مال کی زکوۃ نکالنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مقروض ہوگیا ہے جو کچھ اخراجات سے بچتا ہے وہ قرض میں ادا کردیتا ہے، مگر جو کچھ گھر میں مال ہوتا ہے اس مال سے وہ زکوۃ ادا کردیتا ہے، شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں زکوۃ اس شخص پر اس وقت واجب ہوگی جب تمام مال سے قرضہ ادا کرکے باقی جو مال بچتا ہے اگر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو پھر زکوۃ فرض ہوگی ورنہ اس شخص پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔

"فإن كان له فضة مفردة فلازكوة فيهاحتى تبلغ مائتى درهم وزناوزن سبعه ۵"......(بدائع الصنائع: ۲/۱۰۰)

"(وأماشرائط الوجوب) منهااليساروهومايتعلق به وجوب الصدقة الفطر دون مايتعلق به وجوب الزكاة"......(الهندية: ۵/۲۹۲)

"ليس فيمادون مائتى درهم صدقة"......(الهداية: ۲/۱۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ مال تجارت پر واجب ہوتی ہے آلات تجارت پر نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گیس کا کاروبار کرتا ہوں میرے پاس ڈیڑھ سو گھریلو سلنڈر اور پچاس بڑے سلنڈر ہیں، ان میں کمپنی سے گیس بھروا کر رکھی جاتی ہے، پھر لوگ اپنا ذاتی سلنڈر لاکر گیس سے بھرا ہوا لے جاتے ہیں، گویا گیس کی تجارت ہے سلنڈروں کی تجارت نہیں، آیا سلنڈروں پر زکوۃ کا وجوب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں سلنڈروں پر زکوۃ نہیں ہوگی، کیونکہ یہ مال تجارت نہیں ہیں۔

"أما آلات الصناع وظروف امتعة التجارة لاتكون مال التجارة لأنها لاتباع مع الأمتعة عادة"......(بدائع الصنائع: ۹۵/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی ادائیگی اصل مال پر ہے یا اس سے حاصل ہونے والے نفع پر؟

مسئلہ نمبر(۳۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پچیس ہزار روپے کا سامان تجارت خریدا، بعد میں وہ مال نفع سمیت تراسی ہزار سات سو روپے کا(83700) ہوگیا، اب یہ شخص اصل مال کی زکوۃ ادا کرے گا یا نفع کو بھی شامل کر کے اکٹھی سارے مال کی زکوۃ ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

شخص مذکور اصل مال اور منافع دونوں کو ملا کر سب کی اکٹھی زکوۃ ادا کرے گا۔

"جملة الكلام في المستفاد.... فأما إن كان متفرعا من الأصل أو حاصلا بسببه كالولد والربح ...... فإن كان متفرعا من الأصل أو حاصلا بسببه يضم إلى الأصل ويزكى بحول الأصل بالإجماع"......(بدائع الصنائع: ۹۶/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب آدمی پر بیوی کا مہر ادا کرنا باقی ہے تو کیا زکوۃ ادا کریگا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۳۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر والا قرض شوہر کے حق میں مانع وجوب زکوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مہر والا قرض مانع وجوب زکوۃ ہے لہٰذا شوہر اپنی قابل زکوۃ مالیت میں سے مہر کی مالیت کے بقدر مالیت نکال کر بقیہ مالیت پر زکوۃ ادا کرے گا۔

"فإنه یمنع وجوب الزکاۃ عندنا معجلا کان أو مؤجلا"...... (بدائع الصنائع: ۸۴/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر قرض مکمل مال پر محیط ہو تو آدمی صاحب نصاب نہیں رہتا:

مسئلہ نمبر (۳۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر صاحب نصاب شخص زکوۃ والے سال کے دوران مقروض ہو جائے اور اس کا قرضہ اس کے تمام قابل زکوۃ اموال کے بقدر ہو جائے تو یہ شخص صاحب نصاب رہے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شخص مذکور صاحب نصاب نہیں رہا۔

"وعروض الدین کالھلاک عند محمد ورجحه فی البحر (قوله: وعروض الدین) أی المستغرق فی اثناء الحول ومثله المنقص للنصاب ولم یتم آخر الحول وأما الحادث بعد الحول فلا یعتبر اتفاقا (قوله ورجحه فی البحر) وعبارته وعند أبی یوسف لا یمنع بمنزلة نقصانه وتقدیمھم قول محمد یشعر بترجیحه وھو کذلک کما لا یخفی"...... (الدر مع الرد: ۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال سے الگ کی گئی واجب الاداء زکوۃ چوری ہو جائے تو کیا حکم ہے؟:

مسئلہ نمبر (۳۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی زکوۃ کی رقم اپنے مال سے الگ کر کے رکھتا ہے اور چور زکوۃ کی رقم اور کچھ اس کا ذاتی مال چرا لیتے ہیں کیا زکوۃ دوبارہ ادا کرنا پڑے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ صورت میں زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوئی اور اب ادائیگی کی یہ صورت ہوگی کہ بقیہ مال اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس کے حساب سے زکوۃ واجب الاداء ہوگی ورنہ نہیں۔

"(قوله ولایخرج عن العهدة بالعزل) فلو ضاعت لاتسقط عنه الزکوة ولو مات کان میراثا عنه بخلاف ما إذا ضاعت في ید الساعي لأن یده کید الفقراء البحر عن المحیط اھ"...... (ردالمحتار: ۲/۱۳)

"وإن هلک المال بعد وجوب الزکوة سقطت الزکوة وفی هلاک البعض یسقط بقدره هکذا فی الهدایة"...... (الهندیة: ۱/۱۸۰)

" (أو مقارنة بعزل ما وجب) کله أو بعضه ولا یخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء"..... (الدر المختار مع الرد: ۲/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گمشدہ رقم کو زکوۃ میں سے علیحدہ نہیں کر سکتے:

مسئلہ نمبر (۳۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ حال ہی میں میرے پچیس ہزار روپے گم ہو گئے ہیں، کیا اس رقم کو زکوۃ تصور کر سکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں زکوۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ بنیت زکوۃ اپنے مال کا چالیسواں حصہ فقیر مستحق زکوۃ کو مالک بنا کر دیدے اور یہ شرط یہاں پر نہیں پائی جا رہی۔

"أما تفسیرها فهي تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی کذا في التبیین"......(الهندیة: ۱/۱۷۰ والبحر الرائق: ۲/۳۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رہن وجوب زکوۃ سے مانع ہے:

مسئلہ نمبر (۳۱۴): ایک عورت نے ۱۹۲۵ء میں کچھ زیورات بنائے جس میں پچاس تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا تھا، پھر اس زیورات کو دس سال تک بنک میں بطور رہن رکھ کر قرضہ لیا دس سال گزرنے کے بعد اس کو چھڑا لیا۔

۱۔اب وہ عورت ان کی زکوۃ ادا کرنا چاہتی ہے تو مذکورہ بالا مسئلہ میں وہ ۱۹۶۵ء سے زکوۃ ادا کرے گی؟
۲۔ہر سال کی علیحدہ علیحدہ ادا کرے گی یا اگر کوئی اور صورت ہو تو اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔
۳۔دس سال تک جو رقم قرض لی گئی تھی ان کی بھی زکوۃ ہوگی یا نہیں؟
۴۔اگر چاندی کو صدقہ کرنا چاہے تو اسکی زکوۃ ادا کرے گی یا اس کو بھی ساتھ ہی ادا کرے اور کتنی ہوگی؟ تمام مذکورہ مسئلہ کی وضاحت قرآن وحدیث کے مطابق فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بالا صورتوں میں کسی بھی صورت میں اس عورت پر زکوۃ نہیں ہے، بلکہ زکوۃ ان زیورات کو رہن سے چھڑانے کے بعد سے شمار ہوگی اور مذکورہ چاندی کو صدقہ کی صورت میں اس کی زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے۔

"ومن موانع الوجوب (وجوب الزكاة) الرهن إذا كان في يدالمرتهن لعدم ملك اليد بخلاف العشر حيث يجب فيه كذا في العناية"......(البحر الرائق: ۲/۳۵۵)

"(قوله ولافي مرهون) أي لاعلى المرتهن لعدم ملك الرقبة ولاعلى الراهن لعدم اليد وإذا استرده الراهن لايزكي عن السنين الماضية وهو معنى قول الشارح "بعد قبضه"...... وليس فيها (في عبارة البحر) مايدل على أنه لايزكيه بعد الاسترداد لكن قال في الخانية .... وكذا لورهنها بألف وله مائة ألف فحال الحول على الرهن في يدالمرتهن يزكي الراهن ماعنده من المال إلا ألف الدين ولازكاة في غنم الراهن لأنها كانت مضمونة بالدين"......(ردالمحتار: ۲/۷)

"(ومنها الملك التام) ...... ولاعلى الراهن إذا كان الرهن في يدالمرتهن هكذا في البحر"......(الهندية: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دیوانے پر زکوۃ ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر (۳۶۵) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک سید صاحب دیوانہ ہے، کیا ان کے اوپر زکوۃ ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جو شخص دیوانہ ہو اور دیوانہ پن مکمل سال اس پر رہے تو اس کے مال پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

"(ومنها العقل والبلوغ)فليس الزكوة على صبي ومجنون إذاوجدمنه الجنون في السنة كلهاهكذافي الجوهرة النيرة"......(الهندية: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حوائج اصلیہ سے زائد سامان اور سونے کی مالیت پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۶) ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس سوا دو تولے سونا موجود ہے اور اس کے علاوہ گھر میں سامان بھی موجود ہے اور چار ہزار روپے نقد بھی ہیں اور مجھ پر مبلغ چار ہزار روپے قرضہ بھی ہے، اب اس آدمی پر قربانی اور زکوۃ واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کے پاس سوا دو تولے سونے اور ضرورت سے زائد سامان کی مالیت نصاب کی مالیت کے بقدر ہے (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر) قرض کو علیحدہ کرے تو اس شخص پر زکوۃ واجب ہے لیکن اس کی ادائیگی کے لیے سونے اور نقدی پر سال کا گزرنا ضروری ہے لیکن قربانی اور فطرانہ واجب ہے، ان کے لیے سال کا گزرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ نصاب کی بقدر مالیت کا ہونا ضروری ہے۔

"(تجب موسعافي العمروقيل مضيقافي يوم الفطرعيناعلي كل مسلم ذى نصاب فاضل عن حاجته الأصلية) كدينه وحوائج عياله (وإن لم ينم) كمامر(وبه)أى بهذاالنصاب (تحرم الصدقة) كمامروتجب الأضحية"......(الدرالمختارمع ردالمحتار: ۲/ ۷۸، ۷۹)

"(قوله واليسارالخ)بأن ملك مائتى درهم أوعرضايساويهاغيرمسكنه وثياب

الملبس أو متاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية ولو له عقار يستغله". ....(ردالمحتار: ۵/ ۲۱۹)

"(ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص وشرائطها الإسلام والاقامة واليسار الذي يتعلق به) وجوب (صدقة الفطر) كمامر"..... (درمختار علی ردالمحتار: ۵/ ۲۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بقدر نصاب یا اس سے زائد سونے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس ساڑھے سات تولے سے زیادہ سونا ہے جو اس نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے رکھا ہوا ہے اور اس پر کئی سال گزر گئے ہیں، اس کے علاوہ اس کی آمدنی صرف اتنی ہے جس سے بمشکل اخراجات پورے ہو جاتے ہیں، کیا مذکورہ صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورتِ مسئولہ میں اس آدمی پر زکوٰۃ واجب ہے جس طریقے سے بھی ہو ادا کرے اور اسے تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی پہلے سال ادا کرنے کے بعد بچی ہوئی رقم سے دوسرے سال کی، اس طرح پھر باقی رقم سے، اور بقایا سالوں کی بھی اس طرح ادا کرے۔

"الزكوة واجبة في الذهب والفضة مضروبة كانت اوغير مضروبة إذا بلغت الفضة مائتي درهم والذهب عشرين مثقالا"......(التتارخانية: ۲/ ۱۷۳)

"وزكاة الذهب والفضة ونصابهما ماقال في الكتاب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروبا كان أولم يكن، مصوغا كان أوغير مصوغ، كان للرجال أو للنساء"......(فتاوی قاضی خان علی الهندية: ۱/ ۲۴۹)

"تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب

نصف مثقال مضروبا کان أولم یکن مصوغا أوغیر مصوغ حلیا کان للرجال أو للنساء تبرا کان أو سبیکۃ"......(الھندیۃ: ۱/۱۷۸)

"وإذا کان لرجل مائتا درھم أوعشرون مثقال ذھب فلم یؤدّ زکاتہ سنین یزکی السنۃ الأولی ولیس علیہ للسنۃ الثانیۃ شیٔ عند اصحابنا الثلاثۃ وعند زفرؒ یؤدی زکوۃ سنین"......(بدائع الصنائع: ۲/۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورت کو جہیز میں ملنے والے سونے پرزکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کو جہیز میں اتنا سونا ملا ہے کہ وہ زکوۃ کے نصاب پر پورا اترتا ہے کیا اس پرزکوۃ فرض ہوگی جبکہ میں بے روزگار ہوں کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے اس کے علاوہ باقی جہیز میں گھریلو سامان شامل ہے کیا اس پر بھی زکوۃ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اس کا تعین کس طرح ہوگا؟ ساتھ یہ بھی بتادیں جو شخص صاحبِ نصاب ہوتا ہے کیا اس پر قربانی بھی واجب ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر سونے کا نصاب پورا ہے تو سال گزرنے پر اس کی زکوۃ ادا کرنا فرض ہے اور دیگر گھریلو سامان پرزکوۃ نہیں ہے اور صاحبِ نصاب شخص پر قربانی بھی واجب ہے اور اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔

"الزکوۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملک نصابا ملکا تاما وحال علیہ الحول"......(التتارخانیۃ: ۲/۱۶۴)

"(أوحلیا) وھو ما یتحلی بہ من الذھب والفضۃ سواء کان مباح الاستعمال أولا ولو خاتم الفضۃ للرجل وسوار الیدللمرأۃ أفادصاحب الدرروفی الدر أفادوجوب الزکوۃ فی النقدین ولو کانا للتحمل قال لأنھما خلقا أثمانا فیزکیھما کیف کان"......(طحطاوی: ۴/۲۱۴)

"الزکوۃ واجبۃ فی الذھب والفضہ....وفی الخانیۃ مصوغا کان أوغیر مصوغ

حلیا کان للرجال أو للنساء عندنا نوی التجارۃ أم لا" .... (التتار خانیۃ: ۲/ ۱۷۳)

"ولیس فی دور السکنی وثیاب البدن وأثاث المنزل ودواب الرکوب وعبید الخدمۃ وسلاح الاستعمال زکوۃ اہ". ....(التتار خانیۃ: ۲/ ۱۸۳)

"لانزاع لأحد أن علۃ وجوب الأضحیۃ علی الموسر ھی القدرۃ علی النصاب".....(فتح القدیر: ۸/ ۴۲۶)

"(قولہ والیسار الخ) بأن ملک مائتی درھم أو عرضا یساویھا غیر مسکنہ وثیاب اللبس أو متاع یحتاجہ إلی أن یذبح الأضحیۃ ولو لہ عقار یستغلہ فقیل تلزم لو قیمتہ نصابا.....فإن وجب لہ فی أیامھا نصاب تلزم اہ".....(ردالمحتار: ۵/ ۲۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی کو بطور قرض حسنہ دی گئی رقم پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس روپے موجود تھے مگر کوئی ضرورت مند آیا اس نے یہ پیسے اس ضرورت مند کو بطور قرض حسنہ کے دیدیئے ،قربانی اور زکوۃ آیا اس پر واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ضرورت سے زائد روپے نہیں ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کے پاس موجودہ رقم اور قرض ملا کر اگر نصاب تک پہنچتے ہیں تو اس پر زکوۃ اور قربانی واجب ہے ورنہ نہیں، البتہ وجوب ادائے زکوۃ اس وقت ہوگا جب وہ قرض وصول کرلے۔

"وھی واجبۃ علی الحر المسلم المالک لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجہ الأصلیۃ".....(الاختیار شرح المختار: ۲/ ۱۹۱)

"قولہ (عندالإمام) وعندھم الدیون کلھا سواء تجب زکوتھا ویؤدی متی قبض شیئا قلیلا أو کثیرا" .....(ردالمحتار: ۲/ ۳۸)

"قسم أبو حنيفة الدين على ثلاثة أقسام: قوي وهو بدل القرض ومال التجارة......ففي القوي تجب الزكوة إذا حال الحول ويتراخى القضاء إلى أن يقبض أربعين درهمافقيهادرهم"... .(البحر الرائق: ۲/ ۳۶۳)

"قال أبو حنيفة رواية الأصل الديون ثلاثة دين قوي، وهو بدل التجارة والقرض .....ففي الدين القوي تجب الزكوة إذا حال الحول ويتراخى الأداء إلى أن يقبض أربعين درهما وكلما قبض أربعين درهمايلزمه درهم"......(قاضي خان: ۱/ ۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

کچھ سونا چاندی اور سامان پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۰): محترم ومکرم جناب مفتیان کرام السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت ہے اسکے پاس سونا ہے اور کچھ چاندی ہے اور کچھ نقدی ہے، ان میں سے کسی کا نصاب پورا نہیں ہوتا نہ سونے کا نہ چاندی کا، آیا اس کے اوپر زکوۃ ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں، لیکن اس کے پاس سامان موجود ہے اگر اس کا حساب لگایا جائے تو باقی نصابوں کے ساتھ یہ پورا ہو جاتا ہے تو اس بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر سونا چاندی کی قیمت کو ملانے سے ایک نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت حاصل ہو جائے تو اس پر سال گزرنے پر ڈھائی فی صد زکوۃ واجب ہے۔

۲۔ سونا چاندی کی قیمت اور نقدی تینوں کو ملا کر ایک نصاب پورا ہو جائے تو پھر بھی زکوۃ واجب ہے۔

۳۔ اگر سونا چاندی کی قیمت اور نقدی تینوں کو ملانے سے ایک نصاب پورا نہیں ہوتا لیکن گھر کا سامان موجود ہے تو اس سامان کا حساب نہیں کیا جائیگا، کیونکہ یہ سامان مال نامی بھی نہیں ہے اور مال تجارت بھی نہیں ہے لہٰذا زکوۃ بھی واجب نہیں ہے۔

کتب فقہ سے حوالے اور دلائل درج ذیل ہیں۔

"وتضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة قيمة"..... (البحر الرائق: ۲/ ۴۰۰)

"ويكمل نصاب الفضة بنصاب الذهب ونصاب الذهب بالفضة". ....(قاضي خان على الهندية: ۱/ ۲۵۰)

"ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنين قيمة"......(الدر مع الرد: ۱/ ۱۳۵)

"وغير الذهب والفضة إنما يكون مال الزكوة إذا كان معدا للتجارة" .....(خلاصة الفتاوى: ۱/ ۲۳۷)

"ومنها فراغ المال)عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة" .....(الهندية: ۱/ ۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تجارتی پلاٹ پر زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۳۱۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمود لندن میں رہتا ہے اور اس کا خرچہ بڑی مشکل سے پورا ہو رہا ہے؟

(۱) اس کا ذاتی مکان بھی نہیں ہے لندن میں اس نے رہائش رکھی ہوئی ہے؟

(۲) دوسرا مکان (یعنی فلائٹ) کرایہ پر دیا ہوا ہے؟

(۳) لاہور ڈیفنس میں ایک پلاٹ ہے جو کہ محمود کے نام ہے اسکے حصے میں آیا ہے، پانچ سال قبل کاروبار علیحدہ ہوا تھا لیکن والدین پلاٹ کو بیچنے نہیں دیتے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے پلاٹ اپنے داماد کے نام کروانا ہے اگر میں زبردستی چاہوں تو بیچ سکتا ہوں آیا پلاٹ کی زکوۃ والدین کے ذمہ ہوگی یا میرے ذمہ، جبکہ پلاٹ بیچنے کے لیے رکھا ہوا ہے؟

(۴) جو مکان لندن میں کرایہ پر ہے اس پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ جبکہ گھر کا خرچہ بڑی مشکل سے چلتا ہے؟

(۵) لاہور میں جو پلاٹ ہے اگر میں اس کو فروخت کر دوں تو میرے اوپر زکوۃ اس سال سے لاگو ہوگی یا سابقہ پانچ سالوں سے؟ جبکہ والدین فروخت نہیں کرنے دیتے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

لاہور میں جو پلاٹ ہے اگر وہ تجارتی پلاٹ ہے یعنی خریدتے وقت نیت فروخت کرنے کی تھی اور فروخت کرنے کے لیے ہی رکھا رہا، تو اس پر اس سال کی بھی اور گزشتہ پانچ سالوں کی بھی زکوۃ واجب ہے، اور اگر تجارتی پلاٹ نہیں یعنی خریدتے وقت نیت فروخت کرنے کی نہیں کی تھی، چاہے مال تجارت سے ہی خریدا ہو تب بھی زکوۃ واجب نہیں اور بعد میں بیچنے کی صرف نیت سے زکوۃ واجب نہیں ہوتی، البتہ اگر اس پلاٹ کو فروخت کردے اور اس کی قیمت پر سال گزر جائے تو اس پر اس کی زکوۃ واجب ہوگی، اور جو مکان کرایہ پر دیا ہوا ہے اس پر بھی زکوۃ نہیں۔

"أن يكون المملوك به للتجارة بأن اشترى سلعة ونوى أن تكون للتجارة عند الشراء فتصير للتجارة سواء كان الثمن الذى اشتراهابه من الأثمان المطلقة أومن عروض التجارة أومال البذلة ... .أماالشراء فلاشك أنه تجارة .....ولواشترى عينامن الأعيان ونوى أن تكون للبذلةو المحنة دون التجارة لاتكون للتجارة سواء كان الثمن من مال التجارة أومن غيرمال التجارة لأن الشراء بمال التجارة إن دلالة التجارة فقدوجدصريح نية الابتذال ولاتعتبر الدلالة مع الصريح بخلافها"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۹۲)

"ولافى ثياب البدن وأثاث المنزل ودورالسسكنى ونحوهاأى كثياب البدن الغير المحتاج إليه وكالحوانيت والعقارات"......(ردالمحتار: ۲/ ۹)

"ثم نية التجارة والإسامة لاتعتبرمالم تتصل بفعل التجارة والإسامة لأن مجرد النية لاعبرة به فى الأحكام لقول النبى ﷺ إن الله عفاعن أمتى ماتحدثت به أنفسهم مالم يتكلموابه أويفعلوا". ....(بدائع الصنائع: ۲/ ۹۲)

"ولواشترى قدورامن صفريمسكهاأويؤاجرهالاتجب فيهاالزكوة كمالاتجب فى بيوت الغلة" .....(قاضى خان على هامش الهندية: ۱/ ۲۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مکان کی خریداری کے لیے جمع کردہ رقم پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بھائی مزدوری کر کے بیوی

بچوں کا پیٹ پالتا ہے، صاحب نصاب نہیں ہے، مکان کرایہ پر لے رکھا ہے، بیوی کے کچھ رشتہ داروں نے مل کر زکوۃ کے حساب سے مکان خریدنے کے لیے کچھ رقم دی ہے، جس کی مالیت تین لاکھ روپے ہے، اس رقم سے کوئی مناسب مکان نہ مل سکا، رقم تقریباً ایک سال سے ان کے پاس ہے، کیا اس رقم پر زکوۃ فرض ہوگی؟ جب کہ رقم خاوند نے ایک بنک اکاؤنٹ میں جمع کی ہوئی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ رقم پر زکوۃ فرض ہے۔

"وفي الهنديه تجب(أي الزكوة)في كل مائي درهم خمسةدراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباكان أولم يكن"......(الهنديه: ۱/ ۱۷۸)

"تجب في مائتي درهم وعشرين دينارا ربع العشر)....قيدبالنصاب لأن مادونه لازكوة فيه ولوكان نقصانايسيرا"......(البحر الرائق: ۲/ ۳۹۳)

"نصاب الذهب عشرون مثقالاوالفضة مائتادرهم كل عشرة دراهم) فمادون ذلك لازكوة فيه ولوكان نقصانايسيراالخ"..... (ردالمحتار: ۲/ ۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ سونے کی قیمت خرید پر ہے یا قیمت فروخت پر؟

مسئلہ نمبر(۳۲۴): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس سونے کا زیور ہے جو کہ اس نے بازار سے دس ہزار روپے کا خریدا تھا، اب وہ اسے بازار میں فروخت کرنا چاہتا ہے تو اس کی قیمت آٹھ ہزار روپے بنتی ہے، مہربانی کر کے رہنمائی فرمائیں کہ زکوۃ آٹھ ہزار روپے پر ہوگی یا قیمت خرید دس ہزار روپے پر؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ قیمت فروخت پر واجب ہوگی جو کہ آٹھ ہزار روپے ہیں۔

"وجازدفع القيمة في زكوة وعشروخراج وفطرة ونذروكفارة غيرالإعتاق

وفي الشرح وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الأداء إجماعاً .....الخ"......(الدر مع الرد:۲/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پراویڈنٹ فنڈ (provident fund) کی رقم جس سال ملتی ہے تو اس سال پوری رقم پر زکوۃ دینی چاہیے یا اگلے سال خرچ ہونے کے بعد باقی رقم پر زکوۃ دینی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

پراویڈنٹ فنڈ کی رقم وہ ہے جو مستأجر تنخواہ سے کاٹ لیتا ہے اور یہ اجیر (ملازم) کی اجرت ہے جو مستأجر کے قبضہ میں رہتی ہے اس لیے یہ مستأجر پر دین ہے اور آزاد کی اجرت دین ضعیف ہے جس پر ملازمین کو ملکیت تو حاصل ہے لیکن قبضہ حاصل نہیں، لہٰذا اس پر گزشتہ زمانہ کی زکوۃ نہیں، وصول ہونے کے بعد اخراجات سے زائد جمع شدہ رقم پر پورا سال گزرنے کی صورت میں زکوۃ فرض ہوگی۔

"أما الأجرة ففي ظاهر الرواية عن أبي حنيفة هو نصاب قبل القبض لكن لايلزمه الأداء مالم يقبض منه مائتي درهم اه". ....(التتارخانية: ۲/۲۲۷)

"وزكوة الدين على أقسام فإنه قوي، ووسط وضعيف ..والضعيف وهو بدل ماليس بمال كالمهر.......لاتجب فيه الزكوة مالم يقبض نصاباو يحول عليه الحول بعد القبض وهذا عند الإمام" اه"..... (مراقي الفلاح: ۷۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۲۵): کیا فرماتے ہیں علمائے عظام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک بیوہ عورت کے لیے لوگوں سے کچھ پیسے جمع کرتا ہے تا کہ اس بیوہ کو مکان بنا کر دیا جائے اور زکوۃ وغیرہ کی رقم ساٹھ ہزار جمع

ہوئی لیکن اس میں مکان نہیں بن سکتا، اس میں کسی کو تیس ہزار روپے تجارت کے لیے دیئے ہیں تاکہ نفع ہو اور رقم بڑھ جائے اب اس میں زکوۃ آئے گی یا کہ نہیں؟ یعنی اس تیس ہزار روپے کی زکوۃ آئے گی یا نہیں؟ کیونکہ عورت صاحب نصاب بن گئی ہے اور باقی تیس ہزار روپے کی اس بیوہ کے بچوں کو دکان ڈال دی ہے تاکہ کمائی کریں اور رقم بڑھ جائے آیا اس تیس ہزار پر بھی زکوۃ آئے گی یا کہ نہیں؟ کیونکہ یہ بھی نصاب کی رقم ہوگئی ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس شخص نے اگر بیوہ اور اس کے بچوں کو نصاب کے بقدر مال کا مالک بنادیا ہے تو اب سال گزرنے کے بعد اس بیوہ عورت کے مال پر زکوۃ واجب ہوگی۔

" الزکوة واجبة علی الحر العاقل المسلم إذا ملک نصابا ملکا تاما و حال علیه الحول"......(الهداية: ١/٢٠٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

مقروض کے ملکیتی سونے پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس دو تولہ سونا ہے اور میں مقروض بھی ہوں تو زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ میں زکوۃ ادا کروں یا نہیں؟ اگر زکوۃ مجھ پر واجب ہے تو کتنی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر شخص مذکور کے پاس صرف دو تولہ سونا ہے اور اس کے علاوہ نقدی یا دیگر اموال نامیہ میں سے اس قدر موجود نہ ہو کہ اس کی مالیت مقدار سمیت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو زکوۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ وہ صاحب نصاب نہیں ہے اور مشغول بالدین بھی ہے، ورنہ اگر نقدی یا دیگر اموال نامیہ میں سے اس قدر موجود ہے کہ جس کی مالیت سمیت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو ایسی صورت میں زکوۃ واجب ہے۔

"هذا إذا كان له فضة مفردة، فأما إذا كان له ذهب مفرد فلا شئ فيه حتى يبلغ عشرين مثقالا اه" .... (بدائع الصنائع: ٢/١٠٥)

"وعلى هذا إذا كان مع عروض التجارة ذهب وفضة فإنه يضمها إلى العروض ويقومه جملة لأن معنى التجارة يشمل الكل اه".... (بدائع الصنائع: ٢/١١٠)

"(قوله ومديون للعبد)الأولى ومديون بدين يطالب به العبديشمل دين الزكوة والخراج لأنه لله تعالىٰ مع أنه يمنع لأنه مطالب من جهة العبادكمامر(قوله بقدر دينه)متعلق بقوله فلازكوة اه". ...(ردالمحتار: ۲/ ۸)

"(وفارغ عن حاجته الأصلية)لأن المشغول بهاكالمعدوم ......أوتقديراكدين فإن المديون محتاج إلى قضائه لمافي يده من النصاب دفعاعن نفسه الحبس الذى هو كالهلاک اه". ...(درمع ردالمحتار: ۲/ ۶)

"(ومنهاكون المال نصابا)فلاتجب في أقل منه هكذافي العينى شرح الكنزاه". ...(الهندية: ۱/ ۱۷۲)

"فإن كان المال فاضلاعن الدين كان عليه زكوة الفاضل إذابلغ النصاب اه"(قاضي خان على الهندية: ۱/ ۲۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گزرے ہوئے سالوں کی زکوۃ اور حوائج اصلیہ پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۷): (۱) اگر کسی صاحب جائیداد شخص پر زکوہ فرض ہواورغفلت کی وجہ سے اس نے ماضی میں زکوۃ ادانہ کی ہواوراب اداکرناچاہےتواس کاکیاطریقہ کارہوگا؟اورماضی کے مال کاحساب کیسے کیاجائے گا؟جبکہ صاحب مال کوٹھیک طرح سےمعلوم نہ ہوکہ ماضی میں اس کے پاس قابل زکوۃ مال یاجائیدادکتنی تھی؟

(۲) ایسی کارجوضرورت کےتحت گھرمیں رکھی گئی ہوکیااس کی مالیت پرزکوۃ اداکرنی ہوگی یانہیں؟

(الف) کارقیمتی ہوجبکہ سستی کارسےبھی گھریلوضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔

(ب) وقتی طورپرکارفروخت ہوچکی ہواوراس کی قیمت زرنقدکی صورت میں موجودہوتوزکوۃ کاکیاحکم ہے؟

(ج) کاروبارکےنقطہ سےکاریاکاریں کبھی خریدی اورکبھی بیچ دی جائیں جبکہ ذریعہ آمدن کوئی اوربھی ہو؟

(۳) ایساپلاٹ جوکسی ضرورت کے تحت خریدکررکھاہولیکن وقتی طورپراس کی ضرورت نہ ہو،کیاان سب صورتوں میں زکوۃ اداکرنالازم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ماضی کی زکوۃ جب بھی اداکرےگااس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گی۔

"وقال عامة مشائخنا انها علی سبیل التراخی ومعنی التراخی عندهم إنها تجب مطلقا عن الوقت غیر عین ففی أی وقت أدی یکون مؤدیا للواجب ویتعین ذلک الوقت للواجب"..... (بدائع الصنائع: ۲/۷۷)

ایسی کار جو اپنی ضرورت کے لیے گھر میں رکھی ہو اور استعمال میں ہے تو اس میں زکوۃ نہیں۔

"ولنا أن معنی النماء والفضل عن الحاجة الأصلية لابد منه لوجوب الزکوة".....(۲/۹۲)

(الف) چاہے کار قیمتی ہو یا سستی ہو دونوں کا حکم یکساں ہے۔

(ب) اگر وہ زر نقد پر سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہوگی۔

(ج) اس صورت میں زکوۃ ادا کرنا پڑے گی کیونکہ یہ اموال تجارت میں سے ہیں۔

(۳) ایسے پلاٹ پر زکوۃ واجب نہیں۔

"أما فی ماسوی الأثمان من العروض فإنما یکون الاعداد فیها للتجارة بالنیة"......(بدائع الصنائع: ۲/۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صرف سات تولہ سونا اور بچیوں کے لیے بنائے گئے زیور پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس سات تولہ سونا بیوی کے زیور کی شکل میں موجود ہے اور یہ میری ملک ہے، اور میرا ذریعہ آمدنی ماہانہ تنخواہ اور مکان کا کرایہ ہے جو سب خرچ ہو جاتا ہے اور میں قرضدار بھی ہوں، غیر ملکی دورے کے وقت زرمبادلہ ملتا ہے جس کی بچت عمرہ کے لیے جمع کر رہا ہوں اور یہ بچت بیوی کی ملکیت ہے، گھر میں استعمال کی اشیاء کے علاوہ فالتو چیزیں یعنی ٹیلیویژن، وی سی آر وغیرہ نہیں ہے کیا سات تولہ زیور پر زکوۃ ہوگی؟

(۲) میں نے کچھ زیور بچیوں کے بالغ ہونے سے پہلے ان کے لیے لے کر رکھ دیا تھا جو ساڑھے سات تولہ سے کم ہے اسے ان کی ملک تو کر دیا مگر قبضہ میں نہیں دیا، اب وہ بالغ ہیں کیا اس کی زکوۃ والدین کے ذمہ باقی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں شوہر کے ذمہ اس کی ملکیتی سات تولہ سونا پر زکوۃ نہیں ہے، بشرطیکہ اس کے پاس نقدی یا چاندی نہیں ہے جو سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچتی ہو، اگر ہے تو زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

(۲) اس زیور کی زکوۃ والدین کے ذمہ نہیں، نابالغ بچیوں کے لیے خریدنے کی نیت کافی ہے، نابالغ اولاد کے لیے والد کا قبضہ انہی کا قبضہ ہے۔

"(قوله وهبة الأب لطفله تتم بالعقد لأن قبض الأب ينوب عنه".....(البحرالرائق: ۲۸۸/۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مختلف اموال پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۹): اگر کسی شخص کے پاس سونا، چاندی اور نقدی موجود ہو یا صرف سونا اور نقدی یا صرف سونا یا صرف نقدی موجود ہو تو کس نصاب کے مطابق زکوۃ ادا کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر ہر مال بقدر نصاب ہے تو علیحدہ علیحدہ زکوۃ ایک کی ادا کرے اور اگر ہر مال بقدر نصاب نہیں بلکہ ملا کر (سونا یا چاندی میں سے) کسی ایک جنس کے نصاب کو پہنچے تو اس جنس سے ادا کر دے جس میں نفع فقراء کا ہو تو یہ بھی درست ہے۔

"في البدائع ماذكر من وجوب الضم إذ الم يكن كل واحد منهما نصابابأن كان أقل فلو كان كل منهما نصاباتامابدون زيادة لايجب الضم بل ينبغي أن يؤدى من كل واحد كوته فلوضم حتى يؤدى كله من الذهب أوالفضة فلابأس به عندنا ولكن يجب أن يكن التقويم بماهو أنفع للفقراء". ....(الدرمع الرد: ۳۷/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس ایک تولہ سونا ہے اور ساتھ ایک تولہ چاندی ہے، یا ایک تولہ سے کم چاندی ہے، یا ایک تولہ سونا کے ساتھ ایک ہزار روپے ہیں، یا ایک ہزار سے کچھ کم روپے ہیں تو اس شخص پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں ہوگی؟

اور اگر زکوۃ واجب ہے تو گزشتہ کئی سال سے اس کے پاس یہ چیزیں تھیں تو کیا گزشتہ زکوۃ کا حساب لگا کر اس کو بھی ادا کرے گا یا صرف اسی سال کی زکوۃ ادا کرے گا؟ جب کہ اس شخص کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ یہ گزشتہ سالوں کی زکوۃ بھی ادا کرے، اس صورت میں اس کو کیا کرنا چاہیے؟ تفصیل سے جواب دیں، اور اگر زکوۃ واجب نہیں تو پھر سونے کے ساتھ کتنی رقم ہو تو زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ اگر سونے کے ساتھ تھوڑی سی چاندی، نقدی، مال تجارت مل جائے تو ان سب کی قیمت یا ان میں سے بعض کی قیمت (اگر بعض موجود ہوں) چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) تک سال کے آخر میں پہنچی ہو تو زکوۃ واجب ہے، ورنہ نہیں، گزشتہ سالوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر مذکورہ اشیاء سال کی ابتداء اور آخر میں چاندی کے نصاب تک پہنچی ہوں تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور زکوۃ واجب ہونے کی صورت میں اگر سونا وغیرہ بیچ کر بھی ادائیگی کرنی پڑے تو کرنا واجب ہے، ورنہ گناہ اس کے سر باقی رہے گا۔

"وتضم قيمة العروض الى الثمنين والذهب الى الفضة قيمة كذافي الكنز حتى لوملك مائة درهم تجب الزكوة عنده خلافا لهما ولوملك مائة درهم وعشرة دنانير اومائة وخمسين درهما وخمسة دنانير اوخمسة عشر دينارا وخمسين درهما تضم اجماعا" ......(فتاوى الهندية: ۱/۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تنخواہ اگر نا کافی ہو تو مال زکوۃ میں شمار نہ ہوگی:

مسئلہ نمبر (۳۳۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کے لیے سونا، چاندی اور نقد رقم جن کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو زکوۃ فرض ہو جاتی ہے؟

پوچھنا اتنی قدر رقم کے متعلق ہے کہ وہ رقم جو زکوۃ کی ادائیگی (فرضیت) کے دن آپ کے پاس ہو چکا ہے وہ آپ کا ایک مہینہ کا خرچہ ہو جیسے کہ میری تنخواہ پچیس تاریخ کو ختم ہو جاتی ہے اور اگر یہی تاریخ کو زکوۃ کی ادائیگی کا دن ہے اور اسی دن تنخواہ ملی ہے جو کہ پچیس تاریخ تک ختم ہو جاتی ہے تو کیا اس رقم پر زکوۃ فرض ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان اگر آپ کو ہر ماہ کے شروع میں ملنے والی تنخواہ آپ کے تمام گھریلو ضروری اخراجات کے لیے ناکافی ہوتی ہے تو زکوۃ کی ادائیگی والے دن ملنے والی تنخواہ مال زکوۃ میں شمار نہیں ہوگی، جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔

"ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة وكذا طعام اهله ومايتجمل به من الاواني اذا لم يكن من الذهب والفضة وكذا الجواهر واللؤلؤ والياقوت والبلخش والزمرد ونحوها اذا لم يكن للتجارة وكذا لو اشترى فلوسا للنفقة كذا في العيني شرح الهداية"
.....(۱/۱۷۲)

نیز علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"فاذا كان له دراهم مستحقة بصرفها الى تلك الحوائج صارت كالمعدومة كما ان الماء المستحق بصرفه الى العطش كان كالمعدوم وجاز عنده التيمم" ......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کے متفرق مسائل:

مسئلہ نمبر (۳۳۲): حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق ازروئے شریعت کیا فرماتے ہیں۔

(۱) ایک مسلمان کے پاس پانچ لاکھ روپے تھے اس نے اس رقم کی زکوۃ ادا کر دی پھر وہ پانچ لاکھ روپیہ (جس کی

زکوۃ ادا ہو چکی تھی) کاروبار میں لگایا دو تین ماہ کے اندر مال بک گیا اور دو لاکھ کا منافع ہوا گویا کہ اس شخص کے پاس سات لاکھ روپیہ آ گیا، اب یہ شخص دو لاکھ کی زکوۃ دے گا یا سات لاکھ کی زکوۃ دے گا، جب کہ پانچ لاکھ کی زکوۃ وہ پہلے دے چکا ہے؟

(۲) کتنی مدت مال پاس رہے تو زکوۃ واجب ہوتی ہے؟

(۳) اگر پانچ لاکھ روپے کی زکوۃ ادا کرنے کے بعد اس شخص نے ایک لاکھ روپے کا پلاٹ خریدا اور چار لاکھ کاروبار میں لگا دیے اب اس پلاٹ کی پوزیشن کیا ہوگی؟ کیا اس کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی؟ اگر پلاٹ پانچ سال تعمیر نہیں ہوتا یا فروخت نہیں ہوتا تو کیا ہر سال زکوۃ ادا کرنا ہوگی؟

(۴) کاروبار میں لین دین چلتا رہتا ہے اگر کسی جگہ سے لاکھ دو لاکھ کی ملنے کی قوی امید ہو اور وہ روپیہ اپنا ہو تو کیا اس کے ملنے سے پہلے اس کی زکوۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا ملنے پر ادا ہوگی اور کب ہوگی؟ اور اگر زکوۃ پہلے ادا کر دی اور رقم نہ ملی لیٹ ہوگئی تو اس ادا شدہ رقم کی کیا پوزیشن ہوگی؟

(۵) زکوۃ کن لوگوں کو دی جائے بعض گھرانے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ذاتی مکان ساٹھ ستر ہزار روپے کا ہوتا ہے ان کے پاس ٹیلی ویژن، فرنیچر، واشنگ مشین وغیرہ سامان ہوتا ہے، گویا کہ ان کے پاس ستر، اسی ہزار کے اسباب ہوتے ہیں، مگر کاروبار نہیں ہوتا اور کثیر العیال ہوتے ہیں گزر بسر بہت تنگی سے ہوتا ہے، حتی کہ ایک وقت کا کھانا بھی صحیح طور پر میسر نہیں ہوتا تو کیا اس گھرانے کو زکوۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) جب سال پورا ہوگا تو مجموعہ یعنی سات لاکھ کی زکوۃ ادا کرے گا، اصل اور نفع دونوں پر زکوۃ لازم ہے۔

(۲) سال پورا ہونے پر زکوۃ ادا کرنا فرض ہے۔

(۳) اگر پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے خریدا تھا تو اس پر ہر سال زکوۃ ہوگی، کیونکہ یہ مال تجارت ہے اور مال تجارت پر زکوۃ لازم ہے اور اگر تعمیر کے لیے خریدا تھا تو اس پر زکوۃ نہیں ہے۔

(۴) جب روپیہ اپنا ہے اور اس کے ملنے کی قوی امید بھی ہے تو اس کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی یعنی جب اس شخص کے مال پر سال پورا ہو گیا تو اس ملنے والی رقم کو بھی اپنے مال میں شامل کر کے مجموعہ پر زکوۃ ادا کرے گا، اور اگر رقم ملنے میں تاخیر بھی ہوگئی تو یہ ادا شدہ زکوۃ میں ہی ہوگی۔

(۵) اگر ان کا گزر بسر نہیں ہوتا اور ضرورت سے زائد کوئی سامان بقدر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے

نہیں ہے اور وہ سید بھی نہیں ہیں تو ان کو زکوۃ دینا جائز ہے، ٹی وی وغیرہ تو خرافات میں داخل ہیں نہ کہ ضروریات میں البتہ مکان ضرورت میں داخل ہے۔

"ومنها حولان الحول علی المال العبرة فی الزکوۃ لحول القمری کذافی القنیة "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۵)

"قالوا وتشترط نیة التجارة فی العروض ولابدان تکون مقارنة للتجارة "......

(الاشباہ والنظائر : ۲۶)

"منها الفقیر وھومن له ادنی شیء وھومادون النصاب اوقدرنصاب غیرنام وھومستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصب کثیرة غیرنامیة اذاکانت مستغرقة بالحاجة کذافی فتح القدیر "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۸۷)

"رجل له دار یسکنها یحل له الصدقه وان لم یسکن الکل ھوالصحیح کذافی الزاھدی ولایدفع الی بنی ھاشم وھم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبدالمطلب کذافی الھدایة " .... (فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرضہ کو الگ کرکے باقی رقم پر زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ

(۱) میں بندہ ایک سرکاری دفتر سے ریٹائر ہوں ریٹائرمنٹ پر مجھے دفتر سے تقریباً 35 لاکھ روپے وصول ہوئے۔

(۲) میں نے اپنا ذاتی مکان جو کہ پرانا تھا مبلغ 16 لاکھ روپے میں فروخت کیا ہے۔

(۳) بندہ نے تمام جمع شدہ پونجی سے ایک خالی پلاٹ خریدا اور اس پر ذاتی استعمال کے لیے دوکان اور اوپر والی دومنزل اپنی رہائش کے لیے تعمیر کی ہیں۔

(۴) دوکان میں کاروبار کے لیے کچھ مال خرید کر ڈالا ہے، 04.10.2013 سے دوکانداری شروع کی ہے

دوکان میں اس وقت دولاکھ روپے کا مال موجود ہے،اور 03.10.2014 کوکاروبار شروع کیے ایک سال ختم ہوجائے گا۔

(۵) آج سے کوئی پانچ چھ سال پہلے ایک دوست الف سے دولاکھ قرضہ لیاتھا،جوآج تک ادانہیں ہوسکا،مزید برآں اسی دوست الف سے رواں مالی سال میں ایک لاکھ روپیہ مزید قرض لیا ہے،یعنی اس دوست الف کے مبلغ ۳لاکھ روپے واجب الاداہیں اسی دوست الف کی مہربانی اور باہمی رضامندی سے یہ طے پایا ہے کہ میں آئندہ ہر مہینے ۵ہزارروپےاس کوادا کروں گا۔

(۶) اسی دوران مالی سال میں ایک اور قریبی دوست سے ایک لاکھ اسی ہزار روپے قرض لیا ہے یہ رقم مجھے مکان اور دوکان کی تعمیر کے سلسلہ میں درکارتھی اس دوست نے بھی یہ سہولت دی ہے کہ جب بھی ہوسکے آسانی سے قرضہ واپس کردینا۔

(۷) میرے پاس مختلف کمپنیوں کے کچھ شیئرز (حصص) بھی ہیں جن کی مالیت تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار ہے۔

(۸) میرے پاس تقریباً ۴۰ہزارروپے کیش موجود ہے،جو کہ روزمرہ کی گھریلوضروریات کے لیے رکھا ہے۔

(۹) بندہ کودس ہزار دوصدروپے ماہانہ پنشن ملتی ہے جوکہ قرض کی ادائیگی اور گھریلواخراجات میں صرف ہوجاتی ہے۔

براہ کرم سائل کی رہنمائی فرمائیں کہ بندہ پرکتنی رقم زکوۃ واجب الادا ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

دوکان میں موجودمال تجارت اورنقدروپیہ جوموجودہواسی طرح سوناچاندی اگرہوتوجوروپیہ لوگوں سے لیناہوحصص وغیرہ سب جمع کرکے پھرجوقرضہ دیناہےاس کوالگ کرکے باقی پرزکوۃ اداکرنی ہوگی،بشرطیکہ نصاب کے بقدرباقی رہے۔

"ومن كان عليه دين يحيط بماله فلازكوة عليه وقال الشافعي يجب لتحقق السبب وهوملک نصاب تام ولنا انه مشغول بحاجته الاصلية فاعتبر معدوما كالماء المستحق بالعطش وثياب البذلة والمهنة وان كان ماله اكثرمن دينه زكى الفاضل اذابلغ نصابا بالفراغة عن الحاجة والمرادبه دين له مطالب من جهة العباد حتى لايمنع دين النذروالكفارة ودين الزكوة مانع حال بقاء النصاب لانه ينتقص به النصاب وكذا بعدالاستهلاک"......(هداية: ۱/۲۰۲)

"فنقول مايمنع وجوب الزكوة انواع منهاالدين قال اصحابنا كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكوة سواء كان الدين لعباد اولله تعالى كدين الزكوة امالخلاف في دين العباد فنقول انمايمنع وجوب الزكوة لان ملك المديون في القدر المشغول بالدين ناقص الاترى انه يستحق اخذه من غير قضاء ولا رضاء كانه في يده غصب اوو ديعة ولهذاحلت له الصدقه ولايجب عليه الحج والملك الناقص لايصلح سببا لوجوب الزكوة"

.....(المحيط البرهاني : ۳/۲۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قومی رفاہی فنڈ پرزکوۃ واجب نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہماری قوم (جوتقریباً دوہزار آبادی پر مشتمل ہے) کا اجتماعی فنڈ ہے، فنڈ کی رقم مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے جمع ہوئی ہے۔

(۱) قومی زمین بیچ کران کے عوض میں جو پیسے ہوتے ہیں وہ اجتماعی قومی فنڈ میں جمع ہوتے ہیں۔

(۲) ہماری قوم کا ایک اڈہ ہے جس کو سواری کی گاڑی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اڈہ زید کی ملکیت ہے لیکن انہوں نے اس اڈے پر قوم کو مجاز تصرف بنایا ہے، یہی اڈہ قوم سے ایک آدمی خریدتا ہے دولاکھ پر یا تین لاکھ پر تو وہ آدمی اس اڈے پر سواریوں کو فلائنگ کوچ وغیرہ میں بٹھا کر گاڑی کے ڈرائیور سے پیسے لیتے ہیں یعنی کمیشن لیتے ہیں، وہ دولاکھ یا تین لاکھ قومی فنڈ میں جمع ہوتے ہیں۔

(۳) کبھی حکومت رفاہی کام کے لیے قوم کو پیسے دیتے ہیں حکومت کے یہ روپے بھی قومی فنڈ میں جمع ہوتے ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ فنڈ لاکھوں تک پہنچ گیا ہے، مضاربت پر بھی بعض پیسے دیے ہیں اور قومی فنڈ اس سے بڑھاتے ہیں، کیا اس قومی فنڈ پر زکوۃ ہے یا نہیں ہے؟ اس فنڈ کا مصرف اجتماعی امور ہیں مثلاً حکومت کی طرف سے جرم کی پاداش میں جو جرمانہ لاگو ہوتے ہیں وہ اس فنڈ سے دیے جاتے ہیں تو می بجلی ٹرانسفارمر وغیرہ کی مرمت بھی اسی فنڈ سے ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں قومی فنڈ پر زکوۃ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ کسی کی ملکیت نہیں ہے، اور زکوۃ کے واجب ہونے کے لیے ملک تام کا ہونا شرط ہے۔

"الزکوۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذاملک نصابا ملکاتاما وحال علیہ الحول المضمرات الملک التام ان یکون ملکہ ثابتا من جمیع الوجوہ ولایتمکن النقصان فیہ بوجہ کمافی المدیون والمکاتب"......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۱۶۳)

"وشرط وجوبھا العقل والبلوغ والاسلام والحریة وملک النصاب حولی فارغ عن الدین وحاجتہ الاصلیة ولوتقدیرا"......(کنز الدقائق علی البحر الرائق: ۲/۳۵۳)

"ومنھا الملک التام وھوماجتمع فیہ الملک والید واما اذاوجد الملک دون الید کالصداق قبل القبض اووجد الید دون الملک کملک المکاتب والمدیون لاتجب فیہ الزکوۃ کذافی السراج الوھاج" ..... (فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۲)

"فمنھا الملک فلاتجب الزکوۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک وھذا لان فی الزکوۃ تملیکا والتملیک فی غیر الملک لایتصور" ......(بدائع الصنائع : ۲/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعمیر دوکان کا ایک طریقہ اور اس پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ طریقہ رائج ہے کہ ایک آدمی (زید) مالک زمین کو کچھ رقم مثلاً پانچ لاکھ روپے دیتا ہے کہ مالک زمین اسی رقم سے اپنی زمین میں دکان بنائے، یا وہ آدمی جس کے پیسے ہیں (زید) دکان تعمیر کر کے اس کا سارا خرچہ جمع کر کے اس کا بل مالک زمین

کو دکھاتا ہے، پھر زید اور مالک زمین عام رواج کے مطابق دکان کا کرایہ مقرر کرتے ہیں، اب زید دکان چلاتا ہے اور جو کرایہ ہوتا ہے وہ اس اصل رقم جو دکان کی تعمیر پر خرچ ہوئی ہے اس میں سے کٹوتی ہوتی ہے جب وہ رقم ختم ہو جائے تو اب مقرر کردہ کرایہ مالک زمین کو ادا کرے گا اور دکان بھی اس کی ہوگی، اب سوال یہ ہے کہ دکان کی تعمیر کا یہ طریقہ اور کرایہ کے ذریعے تعمیر کے خرچہ کا ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

نیز جو رقم زید نے دکان کی تعمیر پر خرچ کی ہے سال کے آخر میں اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں تعمیر دکان کا یہ طریقہ بھی درست ہے، اور کرائے کے ذریعہ سے تعمیر کا خرچہ ادا کرنا بھی صحیح ہے اور زید پر سال گزرنے کے بعد اس رقم کی زکوۃ بھی واجب ہے۔

"اذا استاجر الرجل من آخر دارا بدين كان للمستاجر على الآجر يجوز وكذلك لو استاجر عبدا بدين كان للمستاجر على الآجر يجوز"

.....(فتاوىٰ الهندية: ۴/۴۱۵)

"قوله كفرض قلت الظاهر ان منه مال المرصد المشهور في ديارنا لانه اذا انفق المستاجر لدار الوقف على عمارتها الضرورية بامر القاضي للضرورة الداعية اليه يكون بمنزلة استقراض المتولي من المستاجر فاذا قبض ذلك كله او اربعين درهما منه ولو باقتطاع ذلك من اجرة الدار تجب زكاته لمامضى من السنين والناس عنه غافلون"......(ردالمحتار : ۲/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا سودی کاروبار والا آدمی زکوۃ ادا کر سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا کاروبار سودی ہے مثلاً اس نے بینک سے قرضہ لیا ہے یا بینک سے رقم کے ساتھ سود بھی وصول کرتا ہے تو ایسا آدمی اپنے پیسوں سے زکوۃ ادا کرتا ہے یا مجاہدین کو جہاد کے لیے چندہ دیتا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نا جائز؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مخلوط مال کے اندر سے اگر کسی نے صدقات واجبہ ادا کردیے تو وہ حلال مال ہی سے سمجھے جائیں گے، اگر کسی نے سارے مخلوط مال کی زکوۃ دی تو وہ بھی حلال مال ہی سے تصور ہوگی اور باقی اس کی طرف سے برأت کی نیت سے صدقہ سمجھا جائے گا۔

"لواخرج زکوۃ المال الحلال من مال حرام ذکر فی الوھبانیة انه یجزئ عند البعض ونقل القولین فی القنیة وقال فی البزازیة ولو نوی فی المال الخبیث الذی وجبت صدقته ان یقع عن الزکوۃ وقع عنھا"...... (ردالمحتار: ۲/۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک تولہ سونا اور کچھ رقم ہو تو زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس ایک تولہ سونا ہے (بصورت زیور) آیا وہ اس کی زکوۃ ادا کرے گی یا نہیں؟ جب کہ اس کے پاس کچھ رقم بھی ہے، اور اگر اس کے پاس کچھ رقم نہ ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اس ایک تولہ سونا کے ساتھ کچھ نقدی بھی ہے اور ان دونوں کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جاتی ہے اور اس پر سال بھی گزر چکا ہے تو تب زکوۃ واجب ہے، اور اگر صرف ایک تولہ سونا ہے اور کچھ نقدی وغیرہ نہیں ہے تو اس صورت میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔

"واللازم مبتدأ فی مضروب کل منھما ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقة لانھما خلقا اثمانا فیزکیھا کیف کان"......

(درعلی الشامی: ۲/۳۳)

"وفارغ عن حاجة الاصلیة لان المشغول بھا کالمعدوم وفسرہ ابن ملک

بمایدفع عنه الهلاک تحقیقا کثیابة اوتقدیرا کدینه "......(درعلی الشامی: ۲/۲)

"ویضم الذهب الی الفضة وعکسه یجامع الثمنیة قیمة قوله ویضم ای عندالاجتماع اماعندانفراد احدهما فلاتعتبر القیمة اجماعا بدائع لان المعتبر وزنه اداء ووجوبا کمامر وفی البدائع ایضا ان ماذکر من وجوب الضم اذالم یکن کل واحد منهمانصابا بان کان اقل فلوکان کل منهما نصابا تاما بدون زیادة لایجب الضم بل ینبغی ان یؤدی من کل واحد زکاته فلوضم حتی یؤدی کله من الذهب اوالفضة فلاباس به عندنا ولکن یجب ان یکون التقدیم بماهوانفع للفقراء رواجا والایؤدی من کل منهما ربع عشرة "..... (درمع الرد: ۲/۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ اگر بیچنے کی نیت سے خریدا تو اس پر زکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۸): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض ہے کہ ہمارے والدصاحب نے اپنی مشترکہ خاندانی حیثیت میں ایک پلاٹ ڈیرہ غازی خان میں خریدا تھا(1980ء کی دہائی میں) جوکہ برلب روڈ ہے، خاندانی تقسیم کے بعد مذکورہ پلاٹ والدصاحب کے حصہ میں ہی آیا، والدصاحب نے اس پر آرا مشین لگا کر ایک غریب ہمدرد جاننے والے کو بغیر کرایہ کے دیا کہ پلاٹ بھی محفوظ رہے گا، اور تمہارے بال بچوں کی آمدنی کا ذریعہ بھی ہوگا۔

اب والدصاحب نے ہم سب بہن بھائیوں کو حصہ دے دیا ہے اور کچھ جائیداد مشترکہ رکھی ہے جس میں یہ پلاٹ بھی ہے ، ہمارے والدصاحب کو کسی نے کہا کہ آپ کے ذمہ زکوۃ ہے اس وقت سے جوکہ ادا کرنی ہے، والدصاحب اب یہ پلاٹ زکوۃ کی وجہ سے فروخت کرنا چاہتے ہیں تاکہ زکوۃ کی رقم نکال کر باقی پھر سے اولاد میں تقسیم کروں، اس پلاٹ کے علاوہ والدصاحب کے کچھ اور مکانات بھی تھے جو بوقت ضرورت فروخت کرتے تھے، لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں تحریری فتویٰ دے دیں کہ اس مسئلہ کا کیا شرعی حل ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر مذکورہ پلاٹ خریدتے وقت نیت اس کو بیچنے کی تھی تو زکوۃ ہوگی ورنہ نہیں۔

"والاصل ان ماعداالحجرين والسوائم انمايزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدى الى الثنىء وشرط مقارنتها لعقدالتجارة وهوكسب المال بالمال بعقد اواجارة او استقراض قوله ماعداالحجرين هذاعلم بالغلبة على الذهب والفضة وقوله والسوائم بالنصب عطفا على الحجرين وماعدا ماذكر كالجواهر والعقارات والمواشى العلوفة والعبيد والثياب والامتعة ونحوذلك من العروض "... (الدرمع الرد: ۲/۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ خریدتے وقت اگر تجارت کی نیت نہ ہوتو اس پر زکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ایک پلاٹ خریدا بچوں کے لیے، چھ ماہ گزرنے کے بعد اس نے اس پلاٹ کو فروخت کر کے اس پلاٹ کے پیسوں سے ایک دوسرا اعلیٰ پلاٹ خریدلیا اور اس پلاٹ کے خریدنے کے وقت بھی اس کی نیت بچوں کے لیے تھی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پر سال گزرنے کے بعد زکوۃ ہے یا نہیں؟ اور اگر زکوۃ ہے تو پہلے پلاٹ کے خریدنے کے وقت سے سال گزرنے کا اعتبار ہوگا یا دوسرے پلاٹ کے خریدنے کے وقت سے سال کا اعتبار ہوگا؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

تنقیح: سوال مذکور میں اس آدمی نے جو پہلا پلاٹ خریدا تھا وہ تجارت کی غرض سے نہیں خریدا تھا بلکہ اپنی اولاد کی پراپرٹی کے لیے خریدا تھا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر پلاٹ خریدتے وقت آپ کی نیت فروخت کی نہیں تھی تو اس پلاٹ پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

"ونية التجارة في العروض اما صريحا ولابد من مقارنتها لعقدالتجارة كما سيجيء اودلالة بان يشتري عينا بعرض التجارة اويؤجر داره التي للتجارة بعرض فتصير للتجارة بلانية صريحاواستثنوا من اشتراط النية مايشتريه المضارب فانه يكون للتجارة مطلقا لانه لايملك بمالها غيرها ولاتصح نية التجارة فيماخرج من ارضه العشرية اوالخراجية اوالمستاجرة اوالمستعارة لئلايجتمع الحقان (قوله ولابد من مقارنتها لعقدالتجارة) بان ينوي عندالعقد ان يكون المملوك به للتجارة سواء كان ذلك العقد شراء اواجارة وسواء كان ذلك الثمن من النقود اومن العروض فلونوى ان يكون للبذلة لايكون للتجارة وان كان الثمن من النقود وخرج ماملكه بغيرعقد كالميراث فلاتصح فيه نية التجارة اذاكان من غيرالنقود اوملكه بعقد هومبادلة مال بغيرمال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن دم العمد وبدل العتق فانه لاتصح فيه نية التجارة ولواشترى عروضا للبذلة والمهنة ثم نوى ان تكون للتجارة بعدذلك لاتصير للتجارة مالم يبعها فيكون بدلها للتجارة لان التجارة عمل فلاتتم بمجرد النية بخلاف مااذاكان للتجارة فنوى ان يكون للبذلة خرج عن التجارة بالنية وان لم يستعمله لانها ترك العمل فتتم بها"

.....(درمع حاشية الطحطاوي : ۳۹۴/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مکان کا کرایہ اگر ضروریات میں خرچ ہوجائے تو اس پر زکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۳۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنا ذاتی مکان کرایہ پر دیا ہوا ہے اور خود کسی دوسری جگہ پر کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور اپنے ذاتی مکان کے کرایہ سے یہ آدمی جس مکان میں کرایہ پر رہتا ہے اس کا کرایہ ادا کرتا ہے آیا سال کے بعد اس آدمی پر جو یہ اپنے مکان کا کرایہ لیتا ہے اس کرایہ کے پیسوں پر زکوۃ ہوگی یا نہیں ہوگی؟ حالانکہ یہ آدمی اپنے ذاتی مکان کے کرائے سے جس مکان میں رہتا ہے اس کا کرایہ ادا کرتا ہے، مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اس آدمی پر زکوۃ فرض نہیں ہے کیونکہ ضروریات میں خرچ شدہ رقم پر زکوۃ نہیں ہے۔

"وفارغ عن حاجته الاصلية لان المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملك بمايدفع عندالهلاك تحقيقا كثيابه اوتقديرا كدينه قوله وفارغ عن حاجته الاصلية اشار الى انه معطوف على قوله عن دين قوله وفسره ابن ملك اى فسر المشغول بالحاجة الاصلية والاولى فسرها وذلك حيث قال وهى مايدفع الهلاك عن الانسان تحقيقا كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج اليها لدفع الحر اوالبرد اوتقدير كالدين فان المديون محتاج الى قضائه بمافى يده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذى هو كالهلاك وكآلات الحرفة واثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لاهلها فان الجهل عندهم كالهلاك فاذاكان له دراهم مستحقة يصرفها الى تلك الحوائج صارت كالمعدومة كماان الماء المستحق بصرفه الى العطش كان كالمعدوم وجازعنده التيمم وظاهرقوله وفارغ عن حاجته الاصلية ماكان نصابا من النقدين اواحدهما فارغا عن الصرف الى تلك الحوائج لكن كلام الهداية مشعربان المراد نفس الحوائج فانه قال وليس فى دورالسكنى وثياب البدن واثاث المنزل ودواب الركوب وعبيدالخدمة وسلاح الاستعمال زكلة لانهامشغولة بحاجته الاصلية وليست بنامية ايضا"..... (فتاوی شامی: ۲/۲۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹوں پر ہر سال زکوۃ ہوگی یا بوقت فروخت؟

مسئلہ نمبر (۳۳۱): محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

مندرجہ ذیل زکوۃ سے متعلقہ مسائل کے لیے مجھے اور میرے ایک دوست کو فتوئی درکار ہے امید ہے کہ آپ جواب سے مستفید فرمائیں گے۔

(۱) ہمارے پاس رہائشی مکان کے علاوہ ایک ایک پلاٹ ہے مسئلہ زیرغور یہ ہے کہ ان پلاٹوں پر زکوۃ ہر سال دی جانی چاہیے یا بوقت فروخت ایک ہی دفعہ دینی چاہیے؟

(۲) ہم نے کچھ رقوم سے ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ خریدے ہوئے ہیں یا گورنمنٹ کی سیونگ سکیم میں پیسے لگائے ہوئے ہیں، ان دونوں طریقوں کے سیونگ سرٹیفکیٹ پر گورنمنٹ کا مقررہ منافعہ ملتا ہے ان میں نقصان کا پہلو موجود نہیں ہے، کیا اس طرح کی سکیموں میں پیسہ لگانا جائز ہے؟ اس طرح کے لگائے ہوئے پیسے پر جب منافع لیا جاتا ہے تو زکوۃ کاٹ لی جاتی ہے، اس طرح زکوۃ کی کٹوتی ہر چھ ماہ بعد کی جاتی ہے، کیا زکوۃ دینے کا یہ طریقہ شرعی طور پر جائز ہے؟

مہربانی فرما کر مذکورہ بالا دونوں امور پر شرعی فتویٰ صادر فرمائیں، ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اگر یہ پلاٹ فروخت کی نیت سے خریدا تھا تو ہر سال زکوۃ دینا لازم ہے اور اگر اس کے خریدنے کے وقت فروخت کی نیت نہیں تھی بلکہ اپنا مکان وغیرہ بنانے کی نیت تھی تو زکوۃ نہیں ہے۔

(۲) زکوۃ تو سال کے بعد فرض ہوتی ہے نیز یہ سکیمیں بھی سودی ہیں ان میں روپیہ لگانا درست نہیں ہے اور اپنے روپے کی زکوۃ بھی ازخود ادا کریں۔

”والاصل ان ماعدا الحجرين والسوائم انما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدى الى الثنى وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة او استقراض...... ولو نوى التجارة بعد العقد او اشترى شيئا للقنية ناويا انه ان وجد ربحا لازكوة عليه“ .....(الدرعلى الرد: ۱۶، ۱۵/۲)

”ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس بدور السكنى وثياب البدن واثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة“ .....(فتاوىٰ الهندية: ۱۷۲/۱)

"عن جابر رضی الله عنه قال لعن رسول الله ﷺ اکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء ،رواه مسلم (وکاتبه وشاهدیه) قال النووی فیه تصریح بتحریم کتابة المترابیین والشهادة عیهمابتحریم الاعانة علی الباطل"۔۔۔(مرقاۃ المفاتیح :۶/۴۳)

"قوله لحولانه عیه ای ان حولان الحول علی النصاب شرط لکونه سببا"۔۔۔(فتاویٰ شامی: ۲/۵)

"قوله کل قرض جرنفعا حرام ای اذاکان مشروطا کماعلم ممانقله عن البحر"۔۔۔(فتاویٰ شامی: ۲/۱۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیٹی کے جہیز کے لیے خریدے گئے سونے پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے لیے بچپن ہی سے جہیز کے واسطے سونا چاندی خرید لے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اور عام سامان وغیرہ خریدا مثلاً واشنگ مشین اور سلائی مشین وغیرہ تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر اس عورت نے اپنی بیٹی کو اس مال کی مالکہ بنایا ہے اور یہ بیٹی اب نابالغہ ہے تو اس بچی پر زکوۃ دینا واجب نہیں ہے کیونکہ زکوۃ کے لیے بالغ ہونا شرط ہے، اور اگر اس بچی کو زیور کی مالکہ نہیں بنایا ہے اور اس پر سال بھی گزر گیا ہے تو والدہ کو زکوۃ دینا واجب ہے بشرطیکہ سونا چاندی ملا کر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جائے۔

"فلیس الزکوة علی صبی ومجنون اذاوجدمنه المجنون فی السنة کلها هکذا فی الجوهرة النیرة"۔۔۔(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۲)

"وهوان الزکاة عبادة عندنا والصبی لیس من اهل وجوب العبادة فلاتجب علیه کمالایجب علیه الصوم والصلوة"۔۔۔(بدائع الصنائع: ۲/۸۹)

"وتضم قيمة العروض الى الثمنين والذهب الى الفضة قيمة كذافي الكنز حتى لوملك مأةدرهم وخمسة دنانير قيمتهامأة درهم تجب الزكوة عنده خلافا لهماولوملك مائة درهم وعشرة دنانير اومائة وخمسين درهما تضم اجماعا كذافي الكافي"......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٨٩)

گھریلوسامان پرزکوۃ واجب نہیں ہے۔

"وليس في دورالسكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيدالخدمة وسلاح الاستعمال زكوة"......(فتاوىٰ الهندية: ١/٢٥٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال تجارت نصاب کو پہنچ جائے تو اس پرزکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زاہد نے مختلف جگہ پر کچھ پیسے نفع ونقصان کی بنیاد پر لگائے ہیں، ۲۵۰۰۰ ہزار روپے ایک ماہ میں نفع آتا ہے تو دوسرے ماہ ۹۰۰ یا ۱۵۰۰ نفع آتا ہے نیز ایک لاکھ کی رقم جو کہ کاروبار میں لگی ہوئی ہے اس پرزکوۃ ہوگی یا نہیں؟ یہ رقم قرض نہیں دی ہوئی بلکہ کاروبار میں شامل ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں مال تجارت پرزکوۃ واجب ہے جب کہ اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے۔

"الزكوة واجبة في عروض التجارة كائنة ماكانت اذابلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب"......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٧٩)

"الزكوة واجبة في عروض التجارة وفي المضمرات يريدبالعروض ماخلا الذهب والفضة والسوائم"......(فتاوىٰ التاتارخانية: ٢/١٧٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وجوبِ زکوۃ میں سونے کا اعتبار ہوگا یا چاندی کا؟

مسئلہ نمبر (۳۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مخلوط مال کی صورت میں معیار سونا ہے یا چاندی؟ جب کہ چاندی آج کل مروج نہیں ہے اور سونے اور چاندی کی قیمت میں دور نبوی ﷺ کے مقابلہ میں بہت تفاوت ہے، اور آج کل روپے پیسہ کا معیار سونے کے اعتبار سے ہے یا چاندی کی قیمت کے اعتبار سے؟

شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ زکوۃ، قربانی، صدقۃ الفطر وغیرہ کے واجب ہونے میں کس کس چیز کا اعتبار ہوگا۔

وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں وجوب زکوۃ اور صدقۃ الفطر کے لیے سونا چاندی میں سے اس کو معیار بنایا جائے گا جس کو معیار بنانے سے فقراء اور مساکین کا فائدہ ہو اور آج کل کے دور میں چاندی کو معیار نصاب ٹھہرانے میں فقراء کو فائدہ ہے۔

"الزكوة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصابامن الورق او الذهب يقومها بما هو انفع للفقراء والمساكين منهما"۔ ...

(المختصر القدوری: ۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ میں قیمت خرید کا اعتبار ہوگا یا قیمت فروخت کا؟

مسئلہ نمبر (۳۴۵): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ ہم غیر ضروری اشیاء (مثلاً الیکٹرانک) وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں اب پوچھنا یہ ہے کہ ہم کس اعتبار سے زکوۃ ادا کریں گے؟ قیمت خرید کے اعتبار سے یا کہ قیمت فروخت کے اعتبار سے، کیونکہ بعض اشیاء کو کئی سال سے خریدا گیا جب کہ اس وقت وہ کم قیمت کے تھے اور اب زیادہ قیمت کے ہیں۔

(۲) بعض اشیاء ایسی ہوتی ہیں کہ مارکیٹ میں ان چیزوں کی کوئی مقرر قیمت نہیں ہوتی یا کوئی قیمت نہیں ہوتی تو اس سے زکوۃ کس طرح ادا کریں گے؟

(۳) اگر چیز زیادہ قیمت کی ہو یعنی قیمت خرید اور ہم اس چیز کو کم قیمت پر فروخت کرنا چاہیں تو اس میں کس اعتبار سے زکوۃ ادا کرنا ہوگی؟

(۴) اگر قیمت فروخت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے تو جو قیمت خرید کے اعتبار سے زکوۃ ادا کی گئی اس کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر مثلاً ایک چیز ہم نے 1000 کی خریدی تھی اور اب اس کی قیمت 1500 روپے ہے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۵) اگر ایسی اشیاء جن کا مارکیٹ میں ریٹ مقرر نہ ہو بلکہ ہر دوکاندار الگ الگ ریٹ سے فروخت کر رہا ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۶) اگر ہم نے ایک چیز ایسی لی ہے جو کہ مکس ہے یعنی کوئی چیز اس میں زیادہ قیمت میں بک جاتی ہے اور کوئی کم قیمت میں اور اکثر چیز اس میں خراب بھی نکل آتی ہے تو اس میں زکوۃ کس اعتبار سے نکالی جائے گی، اور یہ مکس مال لاٹ کی صورت میں ہوتا ہے، معلوم نہیں ہوتا کہ کم قیمت والی چیز خراب نکلے گی یا زیادہ قیمت والی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) زکوۃ کے واجب ہونے کے لیے تجارتی مال کی قیمت کم سے کم چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو یا دوسرے اموال زکوۃ کے ساتھ مل کر چاندی کے نصاب کے برابر ہو جائے تو اس مال پر سالانہ اڑھائی فیصد زکوۃ واجب ہوگی اور تجارتی مال کی وہ قیمت لگائی جائے گی جو اس شہر میں رائج ہو اور مال تجارت میں قیمت فروخت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کی جائے گی نہ کہ قیمت خرید کے اعتبار سے۔

"وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا وهو الاصح ويقوم في البلد الذي المال فيه "..... (درعلى الشامي: ۲/۲۴)

جس قیمت پر آپ نے اس مال کو فروخت کرنا ہے اس قیمت فروخت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کریں۔

"وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا وهو الاصح ويقوم في البلد الذي المال فيه "..... (درعلى الشامي: ۲/۲۴)

(۴) زکوۃ قیمت فروخت کے اعتبار سے ادا کی جاتی ہے اگر زکوۃ قیمت خرید کے اعتبار سے ادا کی ہے تو اب قیمت فروخت کے حساب سے جو باقی زکوۃ رہ گئی وہ ابھی ادا کریں۔

"اعطى الفضة مكان الفضة فان كان وزن الفضة فيمادفع اقل لم يجز حتى يؤدى قدر النقصان نحوان يودى البهرجة عن الجياد "......(فتاویٰ التاتارخانية: ۲/۱۷۸)

(٦) خراب مال نکالنے کے بعد جو باقی صحیح مال ہے اس کی قیمت فروخت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

"وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق"

......(درعلی الشامی: ۲/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نقدی اور مال تجارت پر سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۳۴۶) محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر ایک شخص کمانے کے قابل نہیں مگر اس کے پاس کچھ جمع اثاثہ اپنے گزارے کے لیے جمع ہے کیا اگر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا رقم 5500 روپے یا اس سے زائد اس ایک سال میں رکھتا ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

(۲) اگر کسی کو کچھ رقم جو کہ نصاب زکوۃ یا اس سے زائد ہو کچھ ہی دن یا مہینے پہلے ملی ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

(۳) اگر اسی طرح کوئی رقم کسی شخص کے پاس رکھی ہو اور رمضان کے بعد یا اس سے دو ماہ بعد کسی کو ادا کرنی ہو یا کسی خاص مد میں خرچ کرنے کے لیے مختص کی گئی ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟ مثلاً رمضان سے مہینہ دو مہینہ پہلے کسی مکان کا سودا چھ لاکھ روپے میں ہوتا ہے اور یہ رقم رمضان کے مہینہ یا دو چار ماہ بعد ادا کرنے کا معاہدہ ہو تو کیا اس رقم پر بھی زکوۃ واجب الادا ہوگی، مہربانی کر کے تفصیل بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اس صورت میں نقود اور مال تجارت پر ایک سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہوگی۔

(۲) اگر یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب ہے تو مذکورہ رقم پر زکوۃ واجب ہوگی اور اگر نہ ہو تو ایک قمری سال گزرنے پر زکوۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔

(۳) جو چیز خریدی جا چکی ہے اس کی ادائیگی کے لیے رکھی ہوئی رقم پر زکوۃ نہ ہوگی اور جو چیز ابھی نہیں خریدی اس کے لیے مخصوص رقم پر زکوۃ واجب ہوگی۔

"ومنها حولان الحول علی المال "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۷۵)

"قوله وشرط وجوب ادائها ای افتراضها قوله حولان الحول وهو فی ملكه "......(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۷۱۵)

"والمراد بكونه حوليا ان يتم الحول عليه وهو فی ملكه لقوله عليه الصلوة والسلام لازكاة فی المال حتى يحول عليه الحول "......(البحر الرائق: ۲/۳۵۲)

"ثم انما يضم المستفاد عندنا الی اصل المال اذا كان الاصل نصابا فاما اذا كان اقل من النصاب فانه لايضم اليه"...... (بدائع الصنائع:۲/۹۷)

"واما المستفاد فی اثناء الحول فيضم الی مجانسه ويزكی بتمام الحول الاصلی سواء استفيد بتجارة اوميراث اوغيره "...... (مراقی الفلاح علی الطحطاوی: ۷۱۵)

"والمستفاد لوبهبة اوارث وسط الحول يضم الی نصاب من جنسه فيزكيه بحول الاصل "......(الدر المختار: ۱/۱۳۳)

"وفی القنية العبرة فی الزكوة للحول القمری"...... (البحر الرائق: ۲/۳۵۶)

"قوله نسبة للحول ای الحول القمری لا الشمسی كماسيأتی متنا قبيل زكاة المال "......(الدر المختار علی ردالمحتار : ۲/۵)

"ومنها ان لايكون عليه دين مطالب به من جهة العباد عندنا فان كان فانه يمنع وجوب الزكوة بقدره حالا كان اومؤجلا"...... (بدائع الصنائع: ۲/۸۳)

"كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكوة سواء كان الدين لله تعالى كالزكوة والعشر والخراج اوالدين للعباد كالثمن "......(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۴۰)

"فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد سواء كان لله كزكوة وخراج اوللعبد"......(الدرالمختار:۲/۱۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ پرزکوۃ میں نیت کا اعتبار ہوگا:

مسئلہ نمبر(۳۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے پلاٹ خریدا کہ دوکان کی تعمیر کرکے کاروبار کرے گا درمیان سال میں وہ پلاٹ بک گیا اب پھر سال کے اندر ہی خریدنا چاہتا ہے تو کیا اس پلاٹ پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

اور تجارت کا سامان جس بھاؤ میں خریدا جائے اس پر زکوۃ ہوگی یا جس بھاؤ میں بیچا جائے اس پر زکوۃ ہوگی؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر پلاٹ بیچنے کی نیت سے خریدا جائے تو اس صورت میں یہ سامان تجارت میں شامل ہو کر قابل زکوۃ اموال میں شامل ہوگا اور اگر بیچنے کی نیت سے نہ خریدا جائے تو اس صورت میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے، باقی تجارت کے سامان کی قیمت لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن سال مکمل ہو اس دن موجود سامان تجارت کی مارکیٹ ریٹ کے اعتبار سے قیمت فروخت لگائی جائے۔

"قوله وفي عروض التجارة بلغت نصاب ورق اوذهب معطوف على قوله اول الباب في مائة درهم اى يجب ربع العشر في عروض التجارة اذابلغت نصابا من احدهما"......(البحرالرائق: ۲/۳۹۸)

"قوله وتشترط فيه النية اى نية التجارة عندالشراء الى اخره".....(حاشية الطحطاوي على الدر: ۱/۴۰۸)

"لان تكون للتجارة والاصل ان ماعداالحجرين والسوائم انمايزكي بنية التجارة بشرط عدم المانع المودي الى الثني وشرط مقارنتها لعقدالتجارة

وھو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض " .....

(الدر المختار: ۱/۱۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ خریدتے وقت بیچنے کی نیت تھی تو زکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر (۳۴۸): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ شارع فیروز پور روڈ لاہور

گزارش ہے کہ میں نے چند پلاٹ خرید رکھے ہیں کیا اس کی مالیت پر زکوۃ لگتی ہے؟ براہ مہربانی تفصیلاً بتائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مذکورہ پلاٹ خریدتے وقت نیت ان کو بیچنے کی تھی تو زکوۃ لازم ہوگی ورنہ نہیں۔

"والاصل ان ماعدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المؤدی الی الثنی وشرط مقارنتھا لعقد التجارۃ وھو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض"..... (در علی الرد: ۲/۱۵)

"قولہ ماعدا الحجرین ھذا علم بالغلبۃ علی الذھب والفضۃ وقولہ والسوائم بالنصب عطفا علی الحجرین وما عدا ماذکر کالجواھر والعقارات والمواشی العلوفۃ والعبید والثیاب والامتعۃ ونحو ذلک من العروض " ......(فتاویٰ شامی: ۲/۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کرایہ کے گھر اور گاڑی پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۹): محترم جناب مفتی صاحب

میں اپنی پراپرٹی کی تفصیلات تحریر کر رہا ہوں براہ کرم مجھے ان کی زکوۃ کا حساب بنا کر میری راہنمائی فرمائیں۔

(۱) ایک عدد پلاٹ جو کہ تعمیر شدہ ہے اس کے نیچے پورشن میں رہائش پذیر ہوں اور پروالا پورشن 7000 ہزار روپے کرایہ پر دیا ہوا ہے جس کی آمدن سے گھر کا گزارہ چلاتا ہوں بمعہ تنخواہ کے۔

(۲) ایک کوٹھی ملتان میں ۸ مرلہ پر ہے اس کو کرایہ بحساب 2500 روپے ماہانہ پر دیا ہے اور اس کا کل کرایہ میں نے اپنی والدہ کی خدمت کے لیے وقف کیا ہوا ہے۔

(۳) ایک کار مہران پراپرٹی 1992 ماڈل قیمت تقریباً 1000000 روپے ہے وہ میری فیملی کے زیر استعمال ہے۔

(۴) ایک کار آلٹو 100cc ماڈل 2000ء یہ کار میں نے پراویڈنٹ فنڈ لون نیسپاک سے تقریباً 335000 میں خریدی، لون نیسپاک ابھی تک 140000 اتار رہا ہے بقایا ابھی نیسپاک کو دینا ہے۔

(۵) بینک میں کوئی قابل ذکر نقدی جمع نہیں ہے، لیکن اس مہینے کل 40000 کچھ تنخواہ وغیرہ کے اکٹھے ہو گئے ہیں، جو کہ گھر کے خرچ، بچوں کی فیس، بل وغیرہ میں ایڈجسٹ ہو سکتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

آپ کے تمام غیر منقولہ اور منقولہ اموال میں سے صرف ان پر زکوۃ ہوگی جو آپ نے تجارت کی نیت سے خریدے ہیں البتہ سونا اور چاندی میں نیت تجارت ضروری نہیں، اب آپ ایسا کریں کہ سونا چاندی اور تمام نقدی کو جمع کریں اور اس میں سے قرض منہا کر کے بقیہ کا ڈھائی فیصد زکوۃ ادا کریں۔

"ومنها ای من شروط وجوبها كون النصاب ناميا حقيقة بالتوالد والتناسل والتجارة اوتقديرا بان يتمكن من الاستمناء بكون المال في يده اوفي يد نائبه وينقسم كل واحدمنهما الى قسمين خلقي وفعلي هكذافي التبيين فالخلقي الذهب والفضة لانهما لايصلحان للانتفاع باعيانهما في دفع الحوائج الاصلية فتجب الزكوة فيهما نوى التجارة اولم ينو اصلااونوى النفقة والفعلي ماسواهما ويكون الاستمناء فيه بنية التجارة اوالاسامة "......(فتاوى الهندية: ۱/۱۷۴)

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك النصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الاصلية نام ولوتقديرا "......(كنزالدقائق: ۷۰)

"ومنها الفراغ عن الدين قال اصحابنا رحمهم الله تعالى كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكوة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن البيع وضمان المتلفات وارش الجراحة"... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۲)

"تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروبا كان اولم يكن مصوغا اوغير مصوغ حليا كان للرجال اوللنساء تبرا كان اوسبيكة كذافي الخلاصة"..... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۸)

"ليس فيما دون مائتي درهم صدقة لقوله عليه السلام ليس فيما دون خمس اواق صدقة والاوقية اربعون درهما فاذاكانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم لانه عليه السلام كتب الى معاذ ان خذمن كل مائتي درهم خمسة دراهم ومن كل عشرين مثقالا من ذهب نصف مثقال" ...... (هدایہ: ۱/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو زیورات عورت پہنتی ہو اس پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۰): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام علماء عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس ساڑھے سات تولہ سونے کے زیورات ہیں اور وہ سارا سال انہیں پہنتی ہے اپنے زیر استعمال رکھتی ہے کیا سال گزرنے پر اسے زکوۃ اداء کرنا پڑے گی؟

(۲) خاوند کے پاس چار تولہ اور بیوی کی ملکیت میں چھ تولہ سونا ہے اس طرح میاں بیوی کے پاس کل دس تولہ سونا ہو گیا، کیا سال گزرنے پر انہیں زکوۃ اداء کرنا پڑے گی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اگر کسی بھی مرد یا عورت کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا ہو چاہے وہ زیور کی شکل میں ہو یا عام ڈلی کی شکل میں ہو اس کو پگھلایا گیا ہو یا نہ پگھلایا ہو یعنی جس صورت میں بھی ہو اگر اس پر سال گزر گیا ہو تو زکوۃ اداء کرنا واجب ہے اگر نہیں اداء کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

(۲) اگر کسی بھی مرد یا عورت کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہے اگر اس کے ساتھ کچھ مقدار چاندی ہو یا نقدی ہو تو ان پر سال گزر جائے تو زکوۃ اداء کرنا دونوں پر واجب ہے۔

"تجب فی کل مائتی درھم خمسة دراھم وفی کل عشرین مثقال ذھب نصف مثقال مضروبا کان اولم یکن مصوغا اوغیر مصوغ حلیا کان للرجال اوللنساء تبرا کان اوسبیکة کذافی الخلاصة "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۸)

"فصل فی الذھب لیس فیما دون عشرین مثقالا من ذھب صدقه فاذاکانت عشرین مثقالا ففیھا نصف مثقال..... ثم فی کل اربعة مثاقیل قیراطان ولیس فیما دون اربعة مثاقیل صدقة عندابی حنیفة قال وفی تبر الذھب والفضة وحلیھما واوانیھماالزکوۃ "......(الھدایة: ۱/۲۱۱)

"وتضم قیمة العروض الی الثمنین والذھب الی الفضة قیمة کذافی الکنز" .....(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۹)

"وتضم قیمة العروض الی الثمنین والذھب الی الفضة قیمة" .....(کنز الدقائق : ۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو پلاٹ فروخت کی نیت سے خریدا ہو اس پر زکوۃ ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۱): جناب مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ سائل نے سن عیسوی فروری 1998ء میں ایک قطعہ اراضی تعدادی ایک کینال تقریباً ساٹھ لاکھ روپے میں اس نیت سے خریدا تھا کہ کچھ عرصہ بعد جب اس کی قیمت بڑھ جائے گی تو اسے بیچ کر بیٹی یا کسی بیٹے کی شادی کر دوں گا، مگر کافی عرصہ تک زمینوں کی قیمتیں نہ بڑھیں، اور 1998ء کے بعد 2003ء میں اچھی خاصی قیمتیں بڑھ گئیں، اب میں نے یہ قطعہ اراضی اپنے ایک بیٹے کو کاروبار کروانے کے لیے اسے بیچنے کے لیے ایک شخص کے ساتھ پندرہ لاکھ پچیس ہزار روپے میں بیچنے کا سودا کر لیا ہے، امید ہے کہ یہ بیع جلد مکمل ہو جائے گی۔

براہ کرم رہنمائی فرمائیں کیا مجھے اس پر زکوۃ ادا کرنی پڑے گی؟

کیا زکوۃ 1998ء سے اب تک یعنی 2003ء تک چھ سال کی ادا کرنی پڑے گی؟

کیا ہر سال کے اوسط رقم کے حساب سے ادا کرنی پڑے گی یا صرف ایک سال کے لیے قیمت فروخت یعنی 1525000 پر ادا کرنی پڑے گی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

یہ پلاٹ چونکہ فروخت کی نیت سے خریدا تھا اس لیے مال تجارت ہونے کی وجہ سے اس پر زکوۃ لازم ہے اور سب سالوں کی زکوۃ دینا ہوگی اور جو مارکیٹ ویلیو ہوگی اس حساب سے زکوۃ دیں گے، اور جب فروخت ہو گیا تو اس کی قیمت پر زکوۃ لازم ہوگی۔

"الزکوۃ واجبة فی عروض التجارۃ کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا من الورق والذھب کذافی الھدایة ویقوم بالمضروبة کذافی التبیین وتعتبر القیمة عند حولان الحول بعد ان تکون قیمتها فی ابتداء الحول مائتی درھم من الدراھم الغالب علیها الفضة کذافی المضمرات "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۹)

"الزکوۃ واجبة فی عروض التجارۃ کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا من الورق اوالذھب یقومھا بما ھوانفع للفقراء والمساکین منھما وقال ابویوسف یقومھا مما اشتراہ به فان اشتری بغیر الثمن یقوم بالنقدالغالب فی المصر وقال محمد بغالب النقد فی المصر علی کل حال" ......(المختصر للقدوری: ۲۳)

"قوله وتشترط فیه النیة الی نیة التجارۃ عندالشراء الی اٰخرہ "......(حاشیة الطحطاوی علی الدر: ۱/۴۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال تجارت پر زکوۃ قیمت فروخت پر ہوگی:

مسئلہ نمبر (۳۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری پینٹ کی دوکان ہے، پینٹ کے کام

میں مال تجارت کی حالت یہ ہوتی ہے کہ کچھ مال تو کمپنیوں کی طرف سے ادھار ہوتا ہے، ایک دو ماہ یا زیادہ پر، اور کچھ مال کی پیمنٹ ہو چکی ہوتی ہے جو دوکاندار کی ملکیت میں ہوتا ہے ان دونوں قسم کے مالوں کی خرید وفروخت چلتی رہتی ہے اس میں کچھ مال ایسا ہوتا ہے جو دوکاندار کی ملکیت ہوتا ہے مگر دو، دو، تین، تین سال تک فروخت نہیں ہوتا، اب اس قسم کے دوکاندار کے مال تجارت پر زکوۃ کی کیا صورت ہوگی؟

(۱) کیا دوکاندار کے مال تجارت پر زکوۃ ہوگی یا اس کی آمدنی پر؟

(۲) آمدنی میں سے خرچ نکال کر صرف منافع پر ہوگی یا تمام رقم پر خرچے ڈال کر ادا کریں گے۔

ساری صورت حال کی وضاحت فرما کر اصلاح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ پانچ چیزوں پر سال گزرنے کے بعد فرض ہوتی ہے (۱) سونا (۲) چاندی (۳) سوائم (۴) نقدی (۵) مال تجارت، جب کہ یہ نصاب تک پہنچ چکے ہوں، مال تجارت پر زکوۃ اس کے صرف منافع پر نہیں بلکہ اس کی کل قیمت فروخت پر ہوتی ہے، لہذا سال گزرنے کے بعد پینٹ وغیرہ مال تجارت جو آپ کی ملکیت میں ہو، اس کی قیمت فروخت کا حساب لگا کر قرض الگ کرنے کے بعد آپ کے ذمہ زکوۃ کی ادائیگی فرض ہوگی، اور اگر مال تجارت کے ساتھ سونا چاندی اور نقدی بھی موجود ہو تو ان سب کا حساب لگا کر زکوۃ کی ادائیگی کی جائے گی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"الزکوۃ واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا "

.....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۹)

"واذاکان تقدیر النصاب من اموال التجارة بقیمتها من الذهب والفضة وهوان تبلغ قیمتها مقدارنصاب من الذهب والفضة فلابدمن التقویم حتی یعرف مقدارالنصاب " .....(بدائع الصنائع: ۲/۱۱۰)

"وکذالک زکوة مال التجارة یجب بالقیمة والکلام فیه فی فصول احدها ان الزکوة تجب فی عروض التجارة اذاحال الحول عندنا". .....(المبسوط: ۲/۲۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستقبل کی ضروریات کے لیے جمع شدہ رقم پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۳): محترم جناب مفتی صاحب

کیافرماتے ہیں علماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مستقبل کی ضروریات (مثلاً مکان بنانا، بچیوں کی شادی کرنا، گاڑی خریدنا اور حج پر جانے کے اخراجات کے لیے رقم جمع کی ہوئی ہے، کیا اس جمع شدہ رقم کی وجہ سے اس شخص کے ذمہ زکوۃ، فطرانہ اور قربانی واجب ہوگی؟

کیا مستقبل کی ضروریات اصلیہ کو فی الحال ضروریات اصلیہ میں شامل کرسکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص کے پاس جمع شدہ مال نصاب شرعی کو پہنچ رہا ہے تو سال گزر جانے کے بعد اس پر زکوۃ فرض ہے قربانی اور فطرانہ کے ایام میں نصاب شرعی کا پایا جانا کافی ہے، سال گزرنا ضروری نہیں ہے۔

"**وسبب ای سبب افتراض منها ملک نصاب حولی نسبة للحول لحولانه عليه**"......(درعلی الرد: ۲/۵)

"**وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول وهوفي ملكه وثمنية المال كدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزكوة كيفما امسكها ولوللنفقة**"...... (درعلی الرد: ۲/۱۱)

"**الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول**" ......(هدايه: ۱/۲۰۰)

"**تجب على حرمسلم مكلف مالک لنصاب اوقيمة وان لم يحل عليه الحول ......قوله مالک النصاب...... ونصاب تجب به احكام اربعة حرمة الصدقة ووجوب الاضحية وصدقة الفطر ونفقة الاقارب ولايشترط فيه النمو بالتجارة ولاحولان الحول**"...... (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱/۷۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کے حساب میں اعتبار قیمت فروخت کا ہوگا:

مسئلہ نمبر(۳۵۴): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں، پرائیویٹ کلینک پر جو دوائیں مریضوں کو دی جاتی ہیں ان پر زکوٰۃ کب فرض ہوگی؟ کیونکہ دوائیں تقریباً دو تین ماہ میں ختم ہوجاتی ہیں، زکوٰۃ کا حساب کرنے میں دواؤں کی قیمت خرید کا اعتبار ہوگا یا قیمت فروخت کا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب سال پورا ہوجائے تو جو دوائیں دکان میں موجود ہوں ان کی قیمت اور دوکان کے جملہ منافع خواہ وہ بینک بیلنس کی صورت میں ہوں یا لوگوں پر قرض کی صورت میں ہوں سب جمع کر کے ان میں زکوٰۃ ادا کی جائے، زکوٰۃ کا حساب کرنے میں دوائیوں کی قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا۔

"وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالايوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعاوهو الاصح (قوله وهو الاصح) اى كون المعتبر فى السوائم يوم الاداء اجماعا هو الاصح فانه ذكر فى البدائع انه قيل ان المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفى المحيط يعتبر يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح فهوتصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الاداء يكون متفقاعليه عنده وعندهما"۔۔ (فتاوی شامی: ۲/۲۴)

"وفى المحيط فالحاصل ان اباحنيفة يعتبر القيمة يوم الوجوب فى جنس هذه المسائل وهمايعتبران القيمة يوم الاداء"۔۔۔(المحيط البرهانى: ۳/۱۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خام مال کی مارکیٹ قیمت پر زکوٰۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر(۳۵۵): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

دواؤں کی کمپنی دوائیں بنانے کے لیے خام مال خریدتی ہے اس کی قیمت خرید معلوم ہے جب کہ اس خام مال پر محنت کر کے دواؤں کی شکل میں لاکر پھر فروخت کیا جائے گا اس دوران مختلف قسم کے اخراجات ہوتے ہیں، جو سامان ابھی خام مال ہی کی شکل میں پڑا ہوا ہے اس کی قیمت فروخت ابھی معلوم نہیں تو اس کی زکوۃ کا حساب کیسے ہوگا؟ تیار شدہ دواؤں کی قیمت فروخت کا اندازہ تو ہو جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں جو خام مال موجود ہے سال پورا ہونے پر اس کی قیمت مارکیٹ سے معلوم کر لی جائے اور اسی موجودہ خام مال کی مارکیٹی قیمت کے اعتبار سے زکوۃ دی جائے۔

”وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالايوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعاوهو الاصح قال الشامي (قوله وهو الاصح) اى كون المعتبر في السوائم يوم الاداء اجماعا هو الاصح فانه ذكر في البدائع انه قيل ان المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفي المحيط يعتبر يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الاداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما“......(فتاویٰ شامی: ۲/۳۴)

”وفي المحيط فالحاصل ان اباحنيفة يعتبر القيمة يوم الوجوب في جنس هذه المسائل وهما يعتبران القيمة يوم الاداء “......(المحیط البرهاني :۳/۱۶۷)

”الزكوة واجبة في عروض التجارة......وفي الولوالجية يقوم يوم حال عليها الحول بالغة مابلغت بعدان كان قيمتها في اول الحول مائتين ويزكي مائتي درهم خمسة دراهم “......(فتاوى التاتارخانية : ۲/۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈسپنسری کی دواؤں پر مارکیٹ ریٹ کے اعتبار سے زکوۃ ہوگی:

مسئلہ نمبر(۳۵۶): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

کلینک کی ڈسپنسری پر موجود دواؤں کی زکوۃ کا حساب کس طرح کیا جائے جب کہ ان کی قیمت خرید معلوم ہوتی ہے اور قیمت فروخت متعین نہیں ہوتی مریض کا جب معائنہ کیا جاتا ہے تو معائنہ فیس ،مشورہ فیس ،کلینک کے اخراجات، دوائی وغیرہ سب ملا کر مریض سے اندازے سے رقم لے لی جاتی ہے، ایسی صورت میں سال کے بعد دواؤں پر زکوۃ کس حساب سے نکالی جائے گی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بالا صورت میں جب ڈسپنسری میں موجود دواؤں پر سال گزر جائے تو مارکیٹ سے اس کی قیمت معلوم کر لی جائے اور اس کے مطابق زکوۃ ادا کریں اور زکوۃ میں قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا۔

”وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا وهو الاصح قال الشامي (قوله وهو الاصح) اى كون المعتبر في السوائم يوم الاداء اجماعا هو الاصح فانه ذكر في البدائع انه قيل ان المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفي المحيط يعتبر يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الاداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما“......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۴)

”وجه رواية الكتاب ان وجوب الزكوة في عروض التجارة باعتبار ماليتها دون اعيانها والتقويم لمعرفة مقدار المالية “.... (كتاب المبسوط: ۲/۲۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کا نصاب مکمل ہو تو قربانی بھی واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں

(۱) ایک آدمی کے پاس صرف دو تولہ سونا ہے، اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

(۲) ایک آدمی کے پاس دو تولہ سونا اور کچھ نقد روپے ہیں تقریباً ایک ہزار روپیہ آیا اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

(۳) ایک آدمی کے پاس دو تولہ سونا اور چاندی پانچ تولہ ہے آیا اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) جب اس کے پاس صرف یہی دوتولہ سونا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

(۲) چونکہ دوتولہ سونے کی قیمت ایک ہزار نقد روپے کے ساتھ ملاکر چاندی کا نصاب پورا ہوتا ہے لہٰذا قربانی واجب ہے۔

(۳) اس صورت میں بھی چونکہ چاندی کا نصاب پورا ہوتا ہے لہٰذا قربانی واجب ہے۔

"ولو بلغ باحدهما نصابا دون الآخر تعين مايبلغ به(قوله تعين التقويم به)اى اذا كان يبلغ به نصابا لمافى النهر عن الفتح يتعين مايبلغ نصابا دون مايبلغ اه"

......(درعلی الرد:۲/۳۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیادوہزاراوردوتولہ سونے کے مالک پرزکوۃ ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۵۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) میرے پاس دوہزار روپے اوردوتولہ سونا ہے اورسال نہیں گزرا کیا میرے اوپر قربانی واجب ہے؟

(۲) عمرمقروض ہے اوراس کے پاس سوناچاندی نہیں ہے، کیا عمرزکوۃ لے سکتا ہے یانہیں؟

(۳) میرابھائی فوت ہوگیا ہے اورجائیدادمیرے پاس ہے اوران کے بچے ناسمجھ اوربالغ ہیں، کیاان پرزکوۃ ہے یانہیں؟

(۴) زید کے پاس کچھ سونااورکچھ رقم ہے دونوں کاالگ الگ نصاب مکمل نہیں ہیں، کیازکوۃ واجب ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اگردوہزار روپے اوردوتولہ سونے کی قیمت کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچے تو یہ آدمی صاحب نصاب ہے اوراس پرقربانی واجب ہے۔

"قال الاضحية واجبة على كل حرمسلم مقيم موسر فى يوم الاضحى عن نفسه وعن ولده الصغار ......واليسار لمارويناه من اشتراط السعة ومقداره مايجب به صدقة الفطر" .... (الهداية:۴۴۳،۴۴۴/۴)

(۲) مذکورہ صورت میں شخص مذکور کے پاس حاجت اصلیہ سے زائد سامان وغیرہ کی مالیت اگر اس قدر ہے کہ قرض کی ادائیگی کے بعد مقدار نصاب کو نہ پہنچے تو ایسی صورت میں زکوۃ لے سکتا ہے، بصورت دیگر اس کے لیے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے۔

"ومدیون للعبد الاولی ومدیون بدین یطالب به العبد یشمل دین الزکوۃ والخراج لانه لله تعالیٰ مع انه یمنع لانه مطالب من جهة العباد کمامر قوله بقدردینه متعلق لقوله فلازکوۃ "......(فتاویٰ شامی: ۲/۸)

"وفارغ عن حاجته الاصلیة لان المشغول بها کالمعدوم اه قال الشامی اوتقدیرا کان الدین فان الدین محتاج الی قضائه بمافی یده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذی هو کالهلاک "......(درالمختارمع ردالمحتار: ۲/۲)

"ومنها کون المال نصابا فلاتجب فی اقل منه هکذافی العینی شرح الکنز" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۳)

"فان کان المال فاضلاعن الدین کان علیه زکوۃ الفاضل اذابلغ النصاب" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۲۵۵)

(۳) چونکہ بچے بالغ ہیں لہٰذا جب تک وہ صاحب نصاب رہیں گے ان پر سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہے۔

"الزکوۃ واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذاملک نصابا ملکاتاما وحال علیه الحول " ......(الهدایة: ۱/۲۰۰)

(۴) یاد رہے کہ اگر رقم اور سونے کی قیمت کا مجموعہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی میں سے کسی ایک نصاب کو پہنچے تو سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہے بصورت دیگر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

"فامااذاکان له الصنفان جمیعا فان لم یکن کل واحدمنهمانصابا بان کان له عشرة مثاقیل ومائة درهم فانه یضم احدهما الی الآخرفی حق تکمیل النصاب عندنا"...... (بدائع الصنائع: ۲/۱۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ادائیگی زکوۃ میں تاخیر کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۵۹): مکرمی ومحترمی جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض ہے کہ ہم بھائی کافی عرصہ سے دوکان پر کام کرتے ہیں، اور سالانہ زکوۃ نکال کر زیادہ تو رمضان شریف میں ادا کر دیتے ہیں اور کچھ بقایا دوکان میں ہی جمع کر دیتے ہیں، جو کہ تمام سال جہاں ضرورت ہو عندالطلب ادا کرتے رہتے ہیں، اب جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ وہ رقم دوکان میں استعمال ہوتی رہتی ہے مگر جہاں ضرورت ہو بلغیر رکاوٹ کے ادا کر دی جاتی ہے، یہ مناسب ہے یا نہیں؟ شرع محمدی، فقہ حنفی کے مطابق جواب سے سرفراز فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مذکورہ میں سائل نے ادائیگی زکوۃ کا جو طریقہ لکھا وہ جائز ہے لیکن زکوۃ فوری ادا کرنا واجب ہے بلاوجہ دیر کرنے سے گناہ ہوگا۔

(۲) زکوۃ جب تک اپنی ملک سے خارج کر کے فقیر کی ملک نہ دی جائے تو وہ زکوۃ دینے والے کی ملک میں ہی رہتی ہے اور وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے، لہٰذا آپ کا زکوۃ کی رقم کو دکان میں لگانا جائز ہے۔

"تجب علی الفور عندتمام الحول حتی یاثم بتاخیرہ من غیر عذر وفی روایة الرازی علی التراخی حتی یأثم عندالموت والاول اصح کذافی التھذیب"......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۰)

"لایجوزاداء الزکوۃ الابنیة مقارنة للاداء اومقارنة لعزل مقدارالواجب لان الزکوۃ عبادة فکان من شرطھا النیة والاصل فیھا الاقتران الاان الدفع یتفرق فاکتفی بوجودھا حالة العزل تیسیرا کتقدیم النیة فی الصوم" ......(الھدایة: ۱/۲۰۳)

"ان التصرف فی مال الزکوۃ بعدوجوبھا جائز عندنا حتی لوباع نصاب الزکوۃ جازالبیع فی الکل عندنا واماعندالشافعی فلایجوز فی قدرالزکاۃ قولاواحدا"......(بدائع الصنائع: ۲/۱۱۵،۱۱۶)

"لاخلاف لاحد ان تصرف الرجل فی ماله قبل الحول جائز بیعا کان اوغیرہ ..... واما تصرفه بعدالحول جائز عندنا فالاصل عندنا ان وجوب حق الله تعالیٰ فی المال نحو الزکوۃ وماشبه لایمنع النقل من ملک الی ملک ،وهذالان الحق فی الحقیقة فی الذمة والمال محل اقامة الحق،فقبل الاقامة کان المال خالیا عن حق الله تعالیٰ فانعدم المانع من النقل من ملک الی ملک وهذالان الحق فی الحقیقة فی الذمة والمال محل اقامة الحق ثابتا فی الحق الاتری ان مال الزکوۃ لوکانت جاریة فحال علیها الحول حل لصاحب المال وطؤها ولوکان الحق ثابتا فی العین کانت الجاریة مشترکة ولایحل وطء الجاریة المشترکة" ..... (المحیط البرهانی: ۳/۱۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کی طرف سے زکوۃ کی رقم ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۶۰): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

ایک پرائیویٹ ہسپتال والے مریض کے ٹیسٹ اپنی لیبارٹری سے کرواتے ہیں ان میں سے جو مریض مستحق زکوۃ ہوتے ہیں اس سے آدھی رقم لیبارٹری کی فیس کے طور پر لیتے ہیں اور باقی آدھی رقم اپنی زکوۃ کی مد میں سے لیبارٹری کو ادا کردیتے ہیں بعض مریضوں کے لیے پوری رقم ہی زکوۃ سے ادا کردی جاتی ہے، ایسا کرنا کیسا ہے؟ اس کی صحیح صورت کیا ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں ایسا کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے تمسیک شرط ہے یعنی فقیر کو ان پیسوں وغیرہ کا مالک بنادیا جائے، اور یہاں پر یہ صورت نہیں پائی جارہی ہے، لہٰذا ہسپتال والوں کو چاہیئے کہ وہ اتنے پیسے فقیر کو دے دیں وہ خود لیبارٹری والوں کو دے یا لیبارٹری والے ان سے وصول کریں تو پھر زکوۃ بھی ادا ہوجائے گی اور مریض کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔

"قال في كشف الكبير في بحث القدرة الميسرة الزكاة لاتتأدى الابتمليك
عين متقومة حتى لو اسكن الفقير داره سنة بنية الزكوة لايجزئه لان المنفعة
ليست بعين متقومة "......(البحر الرائق: ۲/۳۵۳)
"قال القدوري رحمه الله تعالى في كتابه لايجوز الزكوة الااذاقبضها الفقير
اوقبضها من يجوز القبض له لولايته عليه كالاب والوصي يقبضان للمجنون
والصبي "......(المحيط البرهاني: ۳/۲۱۴)
"امـاتفسير هافهي تمليك المال من فقير مسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط
قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذافي الشرع كذافي
التبيين"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کے فرض ہونے کی شرائط:

مسئلہ نمبر(۳۶۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کے فرض ہونے کے لیے کیاشرائط ہیں؟ وضاحت کے ساتھ تحریرفرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کے فرض ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں، عقل، بلوغ، اسلام، آزاد ہونا، نصاب کا مالک ہونا، اوراس پرسال کا گزرجانا، جب کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے شرط یہ ہے کہ بوقت ادائیگی زکوۃ کی نیت کرے یا جس وقت اپنے مال سے زکوۃ کا مال علیحدہ کررہا ہواس وقت زکوۃ کی نیت کرے۔

"وشرط وجوبهاالعقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ
عن الدين وحاجته الاصلية تام ولوتقديرا وشرط ادائها نية مقارنة للاداء
اولعزل ماوجب "......(كنز على البحر: ۲/۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قمری سال پورا ہونے پر زکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر (۳۶۲): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ بندہ ناچیز کو معاف فرمادیں گے کیونکہ کچھ مسائل جاننا چاہتا ہوں، تعلیم کی کمی کی وجہ سے اگر کوئی غلطی ہوجائے تو بندہ پھر معافی کا طلب گار ہے۔

(۱) معلوم ہوا ہے کہ ساڑھے سات تولہ سونے پر زکوۃ معاف ہے، میرے پاس ساڑھے گیارہ تولے سونا ہے کیا مجھے پورے کی زکوۃ نکالنی چاہئے یا پھر ساڑھے سات تولہ نکال کر باقی چار تولہ کی زکوۃ نکالنی چاہئے؟

(۲) میں نے ایک مکان 1999 میں خرید کیا اور 2001 میں رمضان المبارک میں اس کو فروخت کا بیع نامہ کردیا یعنی آخر رمضان میں مجھے دولاکھ روپے ملے یہ دولاکھ روپے مختلف کاموں میں خرچ ہوگئے، باقی رقم سولہ لاکھ ذی الحج 2002 میں ملی، اب جن جن کا دینا تھا دے کر کل رقم گیارہ لاکھ باقی ہے، مکان کی رقم لیے ہوئے ذوالحجہ سے رمضان تک ابھی نو ماہ ہوئے ہیں، کیا مجھ پر زکوۃ واجب ہے؟ کیا اٹھارہ لاکھ پر یعنی جب بیع نامہ کیا یا پھر جب سولہ لاکھ وصول کیے، ذوالحجہ میں یا خرچ کرنے کے بعد اس وقت گیارہ لاکھ روپے باقی ہیں، مفصل جواب سے آگاہ فرمادیں کہ زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

(۳) میرے بیٹے کی دوعدد ویگن روٹ پر چل رہی ہیں دونوں کی قیمت آٹھ لاکھ کے قریب ہے، چار لاکھ کا قرضہ بھی ہے، جو روزانہ آمدن ہوتی ہے وہ خرچ ہوجاتی ہے جو بچتا ہے وہ مرمت وغیرہ پر خرچ ہوتا ہے، اب اس پر زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے، آمین۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سب سے پہلے یہ معلوم ہوجانا چاہئے کہ زکوۃ چار چیزوں پر لاگو ہوتی ہے، سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت، اگر ان میں سے سونا ہو اور باقی تین چیزوں میں سے کچھ بھی آپ کے پاس نہ ہو تو پھر ساڑھے سات تولہ وزن ہونا ضروری ہے، اس سے کم پر زکوۃ نہیں ہوگی، اور اگر صرف چاندی ہو اور مذکورہ تین چیزوں میں سے کوئی چیز بھی آپ کے پاس نہ ہو تو پھر ساڑھے باون تولہ چاندی سے کم ہو تو اس پر زکوۃ نہیں آئے گی بلکہ ساڑھے باون تولہ اور اس سے زیادہ پر زکوۃ آئے گی، اور اگر سونا اور چاندی دونوں ہوں یا سونے کے ساتھ یا چاندی کے ساتھ اور بھی کچھ ہو تو پھر وزن کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ پھر قیمت کا اعتبار ہوگا، سونے یا چاندی میں سے جس نصاب کو بھی پہنچ جائے تو اس پر زکوۃ لازم ہوجائے گی، اب آپ کے سوالات کے ترتیب وار جوابات دے دیے جاتے ہیں۔

(۱) کیا ساڑھے گیارہ تولہ سونے پر زکوۃ آئے گی۔

(۲) جب آپ کا سال قمری پورا ہوگیا اس وقت دیکھیں کہ آپ کے پاس کیا ہے؟ کل کیش، پرائز بانڈ، بینک بیلنس مختلف قسم کے سرٹیفکیٹ وغیرہ، کل سونا چاندی اور اس کے زیورات اور مال تجارت کو جمع کر کے اس میں جو کسی سے لینا ہے (جیسے مکان کی قیمت) وہ بھی اس میں جمع کر لیں اور جو کسی کو دینا ہے وہ منہا کر کے جو باقی بچے اس کا اڑھائی فیصد زکوۃ میں ادا کریں۔

(۳) ویگن، ٹیکسی مال تجارت میں داخل نہیں ہے ان سے جو کچھ کمائی ہو وہ کیش میں داخل کر کے اس پر زکوۃ ادا کریں، واضح رہے کہ سال پورا ہونے سے قبل جو رقم خرچ ہوگئی ہو اس پر زکوۃ نہیں آتی۔

"ليس فيمادون عشرين مثقالا من ذهب صدقة فاذا كانت عشرين مثقالا ففيها نصف مثقال لماروينا والمثقال مايكون كل سبعة منهاوزن عشرة دراهم وهوالمعروف "..... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۹۹)

"وتضم قيمة العروض الى الذهب والفضة حتى يتم النصاب لان الوجوب فى الكل باعتبار التجارة وان افترقت جهة الاعداد ويضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية ومن هذاالوجه صارسببا ثم تضم القيمة " .....(هدايه: ۱/۲۱۳)

"الزكوة واجبة فى عروض التجارة كائنتماكانت اذابلغت قيمتها نصابامن الورق اوالذهب كذافى الهداية ويقوم بالمضروبة كذافى التبيين وتعتبر القيمة عندحولان الحول بعدان تكون قيمتها فى ابتداء الحول مائتى درهم من الدراهم الغالب عليهاالفضة كذافى المضمرات "..... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گزشتہ سالوں کی زکوۃ کی ادائیگی بھی لازم ہے:

مسئلہ نمبر (۳۶۳): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری تین بیٹیاں ہیں

اور ایک بیٹا ہے چاروں بچے سیکنڈری کلاس میں زیر تعلیم ہیں، بیٹا ابھی پنجم جماعت میں ہے، 30 دسمبر 2003ء کو میرے شوہر کا اچانک انتقال ہوگیا، مرحوم ایک عرصے سے شوگر اور دل کے عارضہ میں مبتلا تھے، انتقال سے پانچ سال پیشتر بیماری کی وجہ سے سروس بھی ختم ہو چکی تھی، سر چھپانے کو گھر بھی نہیں ہے، فی الحال میں اپنے والد مرحوم کے گھر میں رہ رہی ہوں، سسرال والے تھوڑی مدد کر دیتے ہیں، لیکن ماضی میں سسرال والوں کا رویہ مرحوم اور ہم سب کے ساتھ تلخ رہا ہے، مرحوم کا کچھ کیش اور زیور ہے بیماری اور بینکاری کی وجہ سے ہم لوگ پچھلے چار سال سے زکوۃ ادا نہیں کر سکے ہیں، آپ مجھے مہربانی فرما کر فوری طور پر جواب ارسال کریں۔

کیا ان حالات میں مجھ پر زکوۃ ادا کرنا فرض ہے کہ نہیں؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرحوم بینک میں پیسے فکس کروانے کے خلاف تھے، مرحوم نے پوری احتیاط کی بینک سے کبھی نفع نہیں لیا، میرا ابھی تک کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں ہے، اب میں مجبوراً قومی بچت سکیم میں پیسے فکس کروانا چاہ رہی ہوں، کیا میں اب اس طرح کر سکتی ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) آپ پر اس مذکورہ کیش وزیور میں سے جو آپ کا حصہ بنتا ہے اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا اور گزشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کرنا بھی آپ پر اسی تفصیل بالا کے مطابق لازم ہوگا۔

(۲) اور بینک میں فکس منافع کے طور پر پیسے جمع کر کے اس پر اضافی رقم لینا منافع کے نام سے شرعاً چونکہ سود ہے اس لیے اس میں بالکل نہ رکھوائیں زیادہ سے زیادہ کرنٹ اکاؤنٹ میں مجبوری کی صورت میں رکھوانے کی اجازت ہے۔

"وتضم قيمة العروض الى الثمنين والذهب الى الفضة قيمة كذافي الكنز حتى لوملک مائة درهم وخمسة دنانير قيمتها مائة درهم تجب الزكوة عنده خلافالهما ولوملک مائة درهم وعشرة دنانير اومائة وخمسين درهما وخمسة دنانير اوخمسة عشر ديناراً وخمسين درهماً تضم اجماعا كذافي الكافي"......(فتاوى الهندية: ۱/۱۷۹)

"ومديون للعبد بقدر دينه فيزكي الزائد ان بلغ نصابا"......(درمختار: ۱/۲۹)

"كل قرض جر نفعا حرام"...... (ردالمحتار: ۴/۱۹۳)

"الضرورات تبیح المحظورات ومن ثم جاز اکل المیتة عندالمخمصة واساغة اللقمة بالخمر والتلفظ بکلمة الکفر للاکراہ وکذااتلاف المال واخذمال الممتنع من اداۃ الدین بغیر اذنه دفع الصائل ولوادی الی قتله"

.....(الاشباہ والنظائر :۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

والد بیٹے کے مال سے زکوۃ ادا کرسکتا ہے:

مسئلہ نمبر(۳۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امریکہ میں ہوں، ابھی ابھی شادی ہوئی ہے، میری بیوی پاکستان میں میرے والدین کے ساتھ رہتی ہے، میں کبھی کبھی والدصاحب کو گھر کا خرچہ چلانے کے لیے پیسے بھیجا کرتا تھا، سوال یہ ہے کہ میرے والدصاحب نے سارے زیورات کی قیمت نکال کر اس پر زکوۃ دے دی ہے، کیا یہ کافی ہے یا مجھے زکوۃ کے لیے خاص طور پر رقم بھیجنا ہوگی، یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ہمارا جوائنٹ فیملی سسٹم ہے، جب میں پاکستان میں جاتا ہوں تو اگر میرے والدصاحب کی جیب میں ایک ہزار روپے ہے تو وہ میرا ہی ہے اگر والدصاحب امریکہ آئیں تو وہ میرے اکاؤنٹ میں سے جو چاہیں لے سکتے ہیں، یہ سوفیصد مخلوط خاندانی نظام ہے، میرے دوست کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدصاحب کو زکوۃ دینے کی اجازت دی یہ درست نہیں کیا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر آپ کے مال میں آپ کے والدصاحب کو اجازت عامہ حاصل تھی اور اس نے زکوۃ ادا کردی ہے اور آپ کی طرف سے ان کو اس بات کا اختیار حاصل تھا تو ان کا ادا کردینا کافی ہوگا آپ کو دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

"والمعتبر فی الدفع نیة الآمر حتی لودفع خمسة الی رجل وامرہ ان یدفعها الی الفقیر عن زکاۃ ماله فدفع ولم تحضرہ النیة عندالدفع جازلان النیة انمایعتبر من المؤدی والمؤدی هوالآمر فی الحقیقة وانماالمامور نائب عنه فی الاداء ولهذا لووکل ذمیا باداء الزکوۃ جاز لان المؤدی فی الحقیقة هوالمسلم،وذکرفی الفتاوی عن الحسن بن زیاد فی رجل اعطی رجلا دراهم

لیتصدق بها تطوعا ثم نوی الآمر ان یکون ذلک من زکوۃ ماله ثم تصدق المامور جاز عن زکاۃ مال الآمر"....(بدائع الصنائع: ۲/۱۴۵)

"وکذا لو قال تصدق بها عن کفارۃ یمینی ثم نوی الآمر عن زکاۃ ماله جاز لما ذکرنا ان الآمر هو المؤدی من حیث المعنی و انما المامور نائب عنه" ......(بدائع الصنائع: ۲/۱۴۵)

"رجل اعطی دراهم لیتصدق بها تطوعا او قال له تصدق بها عن کفارۃ ایمانی فلم یتصدق بها حتی نوی المؤکل ان یکون من زکاۃ ماله ولم یقل شیئا ثم تصدق المامور بها جاز عن زکاۃ ماله"......(خلاصۃ الفتاوی ۲/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیٹیوں کے لیے رکھے گئے سونے پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۵): محترم جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دو مسئلے لکھ رہا ہوں، از راہ کرم فتوی دیں کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

(۱) میری بیوی نے اپنی لڑکیوں کے لیے تقریباً دس بیس تولے سونا ایک طرف اس نیت سے رکھ دیا ہے کہ شادی آنے پر نصف نصف دونوں کو دے دوں گی، اب یہ برسہا برس شادی آنے تک پڑا رہا ہے، بتلائیں کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا معاف ہوگی؟ جب کہ یہ وقف کر دیا گیا تھا اور استعمال بالکل نہیں کیا گیا تھا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

چونکہ خاتون نے بیٹیوں کو ابھی دیا نہیں بلکہ اپنی ملک میں ہے لہٰذا اس سونے پر زکوۃ دینا ہوگی۔

"لیس فیما دون عشرین مثقالا من الذهب صدقة فاذا کانت عشرین مثقالا ففیها نصف مثقال"......(هدایه علی فتح القدیر: ۲/۱۶۲)

"وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحریة وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام" .....(در علی هامش الرد: ۲/۴)

"واماالشرائط التی ترجع الی المال الخ ومنهاالملک المطلق وھوان یکون مملوکا له رقبة ویدا وھذاقول اصحابنا الثلاثة "......(بدائع الصنائع :۲/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کے نام پر رکھی گئی رقم پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۶): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ میرے بڑے بیٹے نے ایک معقول رقم ہدیۃً پچھلے سال مئی میں مجھے دی تھی، جو کہ وہ اکثر مجھے دے دیا کرتا ہے، اور میرے پاس ایک سال پورا ہونے سے پہلے خرچ ہوجایا کرتی ہے، مگر اس دفعہ اتفاق سے رکھی ہوئی ہے اور ایک سال پورا ہوگیا ہے، جب ان سے یہ رقم لی تھی تو میں نے یہ نیت کرلی تھی کہ اسے مسجد کی تعمیر وتوسیع میں لگادوں گا، اب آیا سال پورا ہونے پر اس رقم کی زکوۃ دینی ہے یا نہیں؟ اس لیے کہ میں اس رقم کو مسجد کے نام وقف کرچکا ہوں، لیکن مسجد کمیٹی مسجد کی تعمیر وتوسیع کے لیے ابھی تیار نہیں ہے، جب کہ رقم ابھی میرے پاس ہی ہے، اور مسجد کمیٹی کو میں اپنی اس خواہش سے مطلع کرچکا ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ مذکورہ میں مذکورہ رقم پر سال کے گزرنے پر زکوۃ کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ فقط نیت کرلینے سے یہ مال وقف نہیں ہوگا بلکہ اس کو انتظامیہ/متولی مسجد کے حوالہ کرنا ضروری ہے۔

"ولایتم حتی یقبض ویفرز ویجعل آخرہ لجھة لاتنقطع "..... (حاشية الطحطاوی علی الدر:۳/۵۳۳)

"وعندھماحبس العین علی ملک الله تعالیٰ علی وجه تعود منفعته الی العباد فیلزم ولایباع ولایوھب ولایورث اھ "......(فتاوی الھندیة: ۲/۳۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سونا اور نقدی اگر نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ہے جس کی ملکیت میں

سونے کے کچھ زیورات ہیں ان میں سے بعض روزمرہ کے استعمال کے ہیں اور بعض وہ کبھی کبھار شادی بیاہ وغیرہ میں استعمال کرتی ہے لیکن مذکورہ زیورات کی تعداد نصاب یعنی ساڑھے سات تولہ سے کم ہے، اس کے علاوہ ان کے پاس چاندی کے زیورات بالکل نہیں ہیں لیکن وہ اپنی ضروریات کے واسطے کچھ نقدی یعنی تقریباً ہزار سے لے کر دو ہزار تک روپیہ اپنے پاس رکھتی ہے تو صورت مسئولہ میں اس عورت پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ تو سال کا اطلاق کب سے شروع ہوگا؟ نیز اسی صورت میں ان کے لیے قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اس کے پاس موجود نقدی اور زیورات سب ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتے ہیں تو زکوۃ واجب ہے ورنہ نہیں، اور آپ جب سے صاحب نصاب ہوں اس وقت سے سال شروع ہوگا اور اگر عورت مذکورہ کی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ان میں سے کوئی ایک یا سب ملا کر اگر نصاب تک پہنچ جائیں تو قربانی بھی واجب ہے اس میں سال گزرنا بھی شرط نہیں ہے۔

"وتضم قيمة العروض الى الذهب و الفضة حتى يتم النصاب "..... (الهداية : ۱/۲۱۳)

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذاملك نصاباملكا تاما وحال عليه الحول "......(الهداية: ۱/۲۰۰)

"وشرائطها اى شرائط الاضحية الاسلام والاقامة واليسار الذى يتعلق به صدقة الفطر "......(الدر المختار: ۲/۲۳۱)

"صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم اذاكان مالكا لمقدار النصاب فاضلاعن مسكنه وثيابه واثاثه وفرسه وسلاحه وعبيده "......(الهداية: ۱/۲۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس عورت کے پاس نقدی اور سونا ہو اس پر زکوۃ وقربانی دونوں واجب ہیں:

مسئلہ نمبر(۳۶۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خاوند اپنی بیوی کو

گھریلو ضروریات اور اس کی ذاتی اخراجات کے لیے وقتاً فوقتاً کچھ رقم دیتا ہے اور بیوی کے پاس کچھ سونا بھی ہے جو کہ نصاب زکوۃ سے بہت کم ہے یعنی زیادہ سے زیادہ تین چار تولے، تو کیا اس رقم کی موجودگی کی وجہ سے وہ عورت صاحب نصاب بن جائے گی، ایک عالم دین کہتے ہیں کہ عورت کے پاس کچھ سونا ہو جو کہ نصب سے کم ہو اور اس کے پاس کچھ نہ کچھ رقم بھی ہو تو وہ صاحب نصاب بن جاتی ہے لہٰذا اسے زکوۃ بھی دینی چاہیے اور قربانی بھی کرنی چاہیے، کیا مسئلہ یونہی ہے۔

عورت کے پاس اپنی کمائی کی کوئی رقم ہو یا اپنی کمائی والی رقم نہ ہو بلکہ خاوند اسے وقتاً فوقتاً ہدیہ کے طور پر کچھ نہ کچھ رقم دیتا ہو اور اس کے پاس کچھ سونا بھی ہو تو کیا دونوں صورتوں میں مسئلہ ایک ہی ہے یعنی وہ صاحب نصاب بن جاتی ہے؟ یا دونوں صورتیں مختلف ہیں؟ اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، نیز یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ اگر ایسی صورت میں اس عورت نے کبھی زکوۃ نہ دی ہو اور کبھی قربانی نہ کی ہو تو اب کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ عالم دین کا قول بالکل درست ہے، ایسی عورتوں کو زکوۃ و قربانی دونوں دینی ہوں گی اور سابقہ زکوۃ بھی ادا کریں اور سابقہ قربانی کی قیمتیں بھی صدقہ کریں اور رقم چاہے اپنی ذاتی کمائی کی ہو یا کسی کی دی ہوئی ہو دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

"ویضم الذهب الی الفضة للمجانسة من حیث الثمنیة و من هذا الوجه صار سببا ثم تضم بالقیمة عندابی حنیفة و عندهما بالاجزاء و هو روایة عنه حتی ان من کان له مأة درهم و خمسة مثاقیل ذهب و تبلغ قیمتها مأة درهم فعلیه الزکوة عنده خلافا لهما هما یقولان المعتبر فیهما القدر دون القیمة حتی لاتجب الزکوة فی مصنوع وزنه اقل من مأتین و قیمته فوقها هو یقول ان الضم للمجانسة و هو یتحقق باعتبار القیمة دون الصورة فیضم بها"
.....(هدایه: ۲۱۳/۱)

"و لو لم یضح حتی مضت ایام النحر فقد فاته الذبح فان کان اوجب علی نفسه شاة بعینها بان قال لله علی ان اضحی بهذه الشاة سواء کان الموجب فقیرا او غنیا او کان المضحی فقیرا و قد اشتری شاة بنیة الاضحیة فلم یفعل حتی مضت ایام النحر تصدق بها حیة و ان کان من لم یضح غنیا و لم یوجب علی

نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشترى اولم يشتر"......(فتاوى الهندية: ۲۹۲/۵)

"ومديون للعبد بقدر دينه فيزكى الزائد ان بلغ نصابا"..... (درمختار: ۲۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ اگر تجارت کی نیت سے نہ خرید اہو تو اس پر زکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۳۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ 1997ء میں جب میری عمر 61 سال تھی میں نے ایک زرعی رقبہ زمین تجارتی مقصد کے لیے ایک ڈیلر کی معرفت خرید اتھا، بدقسمتی سے ڈیلر نے پٹواری سے مل کر ہمارے ساتھ دھوکہ فراڈ کیا، ہم کو زمین کے انتقالات تو دے دیے گئے، مگر زمین کی نہ نشاندہی ہوسکی اور نہ ہی قبضہ ملا، یہی زمین کسی اور پارٹی کو بھی بیچی جا چکی تھی، ہم پر کئی مقدمے کروا دیے گئے، تین سال بعد مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا مگر ڈیلر ہائی کورٹ میں چلا گیا، زمین بدنام ہوگئی پہلے ہی ٹکڑیوں کی شکل میں تھی، نشاندہی نہ تھی، قبضہ نہ ملا بلکہ نہ تھی، چنانچہ 1997 میں ہم نے یہ زمین ایک تیسری پارٹی کو بغیر کوئی قیمت لیے انتقال کروا دی، بصرف اسی امید پر کہ پارٹی زمین کے ٹکڑے خرید کر کے ایک مکمل قطعہ زمین بنائے گی پھر سوسائٹی بنا کر کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (CDA) سے سوسائٹی منظور کروا کر پلاٹ بیچے گی اور پلاٹ بیچ کر ہم کو زمین کی قیمت ادا کر دے گی، یوں 1997ء میں زمین سے ہماری کاغذی ملکیت بھی ختم ہوگئی پیسہ بھی نہ ملا اور تجارتی گھاٹا پکا پڑ گیا، صرف ایک امید رہ گئی کہ شاید کبھی سوسائٹی پلاٹ دے دے۔

(۲) وظیفے پڑھے، دعائیں کروائیں، خود خانہ کعبہ جا کر دعا کی اور نامعلوم نا کردہ گناہوں کی معافی مانگی اللہ تعالیٰ نے ہماری فریاد سن لی اور اگست 2002ء میں ہم کو سوسائٹی نے عارضی چند پلاٹوں کے عارضی الاٹ منٹ لیٹر جاری کر دیے، مستقل الاٹ منٹ لیٹر، پلاٹوں کی نشاندہی اور قبضہ جنوری 2005ء یا بعد میں دیا جائے گا، جب سوسائٹی کو تمام ڈویلپمنٹ کام مکمل کرنے پر (CDA) اجازت نامہ جاری کرے گی، موقع کے کوائف سے اندازہ ہے کہ یہ کام جنوری تک ہو جائے گا انشاء اللہ۔

(۳) چونکہ 2002ء میں جب عارضی الاٹمنٹ لیٹر جاری ہو رہے تھے تو اس وقت میری عمر 71 سال ہوگئی تھی، چنانچہ میں نے اس نظریہ کے تحت کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کو عدالتوں میں ٹرانسفر انتقالوں کے

چکروں میں خراب نہ ہونا پڑے میں نے الاٹ منٹ لیٹر دو پلاٹوں کے اپنے دو بیٹیوں کے نام (ایک غیر شادی شدہ زیر کفالت بیٹی اور ایک شادی شدہ بیٹی کو دینے کے لیے) دو پلاٹوں کے لیٹر اپنی بیوی کے نام جاری کروادیے، ایک پلاٹ کا لیٹر اپنے نام جاری کروادیا۔

نوٹ: میرے نام ایک مکان زیر رہائش موجود ہے۔

(۴) زکوۃ کا مسئلہ جو ٹیلی ویژن پر مفتی محمد افضل صاحب نے کئی دفعہ تفصیل سے بتایا اس کے مطابق میں یہ سمجھ پایا ہوں کہ

☆ زکوۃ روپیہ، سونا چاندی پر ہے، ہیروں مکان اور دکان اور پلاٹ اگر یہ ذاتی استعمال کے لیے ہوں تو اس پر نہیں، کرایہ پر دینے کے لیے ہوں تب بھی نہیں ہے، گائے بھینس اگر دودھ بیچنے کے لیے رکھی ہوں تو ان پر بھی نہیں ہے۔

☆ زکوۃ کی ادائیگی اس وقت واجب ہے جب کہ زکوۃ دینے کے مقررہ حساب کے دن رقم موجود ہو، اور اس ساری رقم پر دینا ہوگی جو اس وقت موجود ہو چاہے ایک دن پہلے ہی ہو (بشرطیکہ وہ شخص گذشتہ پورے سال میں صاحب نصاب تھا)

☆ پلاٹ، دوکان یا مکان اگر قطعی تجارتی غرض سے خریدا تھا تو اس پر زکوۃ واجب ہے، اور اگر زکوۃ کے لیے نقد رقم موجود نہ ہو تو بیچ کردی جائے یا حساب کر کے واجب الادا لکھ لی جائے اور جب اور جس سال بیچی جائے اس سال اپنے دیگر زیور پیسہ کی رقم جمع کر کے کل رقم پر زکوۃ دی جائے۔

☆ جب تک مکان پلاٹ بیچا نہ جائے رقم کا تعین قیمت خرید کے حساب سے ہوگا اور فروخت والے سال کی اصل سے فروخت کی رقم سے۔

☆ میں نے 1991 سے اس زرعی زمین کے رقبہ کی قیمت پر کوئی زکوۃ نہیں دی، اس لیے کہ رقم ادا کرنے کے بعد مجھے زمین نہ مل سکی کیونکہ دھوکہ ہوا زمین دوجگہ بکی تھی، نہ زمین کی نشاندہی ہوسکی اور نہ قبضہ مل سکا، پھر یہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، ساری جاتی دیکھیے تو آدھی تولٹا، کے محاوروں کے مطابق زمین ایک سوسائٹی کو بغیر کوئی رقم لیے ٹرانسفر کروادی، اس کی ملکیت بھی ختم اور تجارتی گھاٹا بھی پڑ گیا، سن 2002ء میں زمین کی قیمت جب پلاٹوں کی شکل میں واگذار ہوئی تو اسے بیٹیوں اور بیوی کے نام کردیا اور ان کو پلاٹ الاٹ ہوگئے (عارضی طور پر سہی) ایک پلاٹ جو میرے نام تھا وہ میں نے کسی کو عارضی الاٹ منٹ کی بنیاد پر پھینکنے والی قیمت پر ضرورت کے تحت بیچ دیا، ضرورت پوری کرنے کے بعد جو رقم بچی اس پر یکم رمضان 2004ء کو جب میں زکوۃ دیتا ہوں زکوۃ ادا کردی۔

(ب) بیٹے کہتے ہیں کہ پلاٹ پڑے رہیں ضرورت پڑنے پر مہنگا پلاٹ بیچ کر سستا یا بڑا پلاٹ بیچ کر چھوٹا لے لیں گے اور زائد رقم میں اور رقم ڈال کر مکان بنائیں گے، اگر باہر چلے گئے تو پلاٹ پڑا رہے گا یا اگر ضرورت ہوئی تو اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے بیچا تو کسی بھی وقت جا سکتا ہے، اور اگر ہمارے والدین کو ضرورت پڑے تو بیچ سکتے ہیں، بیوی کہتی ہے کہ دو پلاٹ جو اس کو ملیں گے اس میں سے ایک زیر کفالت بیٹی کو اور ایک شادی شدہ بیٹی کو دیا جائے گا لیکن جب تک زندہ ہے پلاٹ اس کے نام رہیں گے، میں 71 سال کا ہوں اور وہ 60 سال کی ہے۔

تجارتی مقصد والی دلیل جس کا تعین خرید کے وقت ہوتا ہے وہ ان پلاٹوں پر لاگو نہیں ہوتی، کیونکہ بیٹوں اور بیوی کو تو یہ پلاٹ ہبہ کے طور پر والد اور خاوند کی طرف سے ملے ہیں، ان کا مقصد اور ارادہ اوپر والی شق میں درج ہے، اس طریق پر ان پلاٹوں پر ان کو زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں بنتا۔

برائے مہربانی صحیح طریقہ کار پر روشنی ڈالیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اس تحریر کی روشنی میں بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ کی اور آپ کی بیٹیوں کی ان پلاٹوں کی جو سوسائٹی نے آپ کے نام کیے ہیں تجارتی غرض نہیں ہے اور آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے اپنے استعمال کے لیے رکھے ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

"اونیة التجارة فی العروض اما صریحا ولا بدمن مقارنتها لعقد التجارة کما سیجیء او دلالة بان یشتری عینا بعرض التجارة او یؤجر داره التی للتجارة بعض فتصیر للتجارة بلانیة صریحا واستثنوا من اشتراط النیة مایشتریه المضارب فانه یکون للتجارة مطلقا لانه لایملک بمالها غیرها ولاتصح نیة التجارة فیما خرج من ارضه العشریة اوالخراجیة او المستاجرة اوالمستعار لئلایجتمع الحقان قوله ولابدمن مقارنتها العقد التجارة بان ینوی عند العقد ان یکون المملوک به للتجارة سواء کان ذلک العقد شراء اواجارة وسواء کان ذلک الثمن من النقود اومن العروض فلو نوی ان یکون للبذلة لایکون للتجارة وان کان الثمن من النقود وخرج ملکه بغیر عقد کالمیراث فلاتصح فیه نیة التجارة اذاکان من غیر النقود اوملکه بعقد هو مبادلة مال بغیر مال کالمهر وبدل الخلع والصلح عن دم العمد وبدل

العتق فانه لاتصح فيه نية التجارة ولواشترى عروضا للبذلة والمهنة ثم نوى ان تكون للتجارة بعدذلك لاتصير للتجارة مالم يبعها فيكون بدلها للتجارة لان التجارة عمل لاتتم بمجرد النية بخلاف مااذاكان للتجارة فنوى ان يكون للبذلة خرج عن التجارة بالنية وان لم يستعمله لانهاترك العمل فتتم بها "
......(حاشية الطحطاوى على الدر: ۱/۳۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ممکن الوصول رقم کی زکوۃ ادا کی جائے گی:

مسئلہ نمبر (۳۷۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ٹرک فریم دولاکھ چالیس ہزار پر فروخت کیا اس کی سالانہ قسط پچاس ہزارروپے ہے اب یہ شخص مذکور اپنے اس مال کے دولاکھ چالیس ہزار میں زکوۃ دے یا اسے سالانہ قسط پچاس ہزارروپے میں زکوۃ ادا کرنی پڑے گی، دونوں میں واجب الادا صورت کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ شخص مذکور دولاکھ چالیس ہزارروپے کی زکوۃ ادا کرے گا، ہاں سالانہ قسط پچاس ہزار روپیہ کی زکوۃ وصول کرنے پرادا کرے گا اور غیر وصول شدہ اقساط کی زکوۃ اگر وصول کرنے سے پہلے ادا کرے تب بھی صحیح ہے ورنہ اس کے ذمہ واجب الادا ہے۔

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذاملك نصابا ملكاتاماو حال عليه الحول "..... (الهداية: ۱/۲۰۰)

"ومنهاحولان الحول على المال العبرة فى الزكوة لحول القمرى كذافى القنية "......(فتاوىٰ الهندية:۱/۱۷۵)

"ومن كان له نصاب فاستفاد فى اثناء الحول مالامن جنسه ضمه الى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه اولا وباى وجه استفاد ضمه سواء كان بميراث اوهبة اوغيرذلك"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۵)

"ویجوز تعجیل الزکوۃ بعدملک النصاب ولایجوز قبله کذافی الخلاصة وانمایجوز التعجیل بثلاثة شروط احدھا ان یکون الحول منعقدا عیه وقت التعجیل والثانی ان یکون النصاب الذی ادی عنه کاملافی آخر الحول والثالث ان لایفوت اصله فیمابین ذلک "......(فتاویٰ الھندیة: ١/١٧٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موہوبہ چیز پر اگر قبضہ دے دیا تو اس کی زکوۃ موہوب لہ ادا کرے گا:

مسئلہ نمبر (۳۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لاولد صاحب اپنی جائیداد اپنے بھانجوں اور بھانجیوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ جو رقم تقسیم کی گئی ہے کہ اس کے منافع وہ تادم حیات خود لیں گے اور اپنی مرضی سے تقسیم کریں گے، اصل مال ان کی وفات کے بعد نئے مالک لینے کے مجاز ہوں گے، اس صورت میں زکوۃ کی رقم کس پر واجب ہوگی، مال تقسیم کرنے والے پر یا نئے مالکان پر؟

مثال کے طور پر اصل مال ایک لاکھ روپے ہے اور پہلے سال کے بعد منافع دس ہزار روپے ہوگیا تو ٹوٹل ایک لاکھ دس ہزار روپے ہوگئے، اور پہلے سال کا خرچ آٹھ ہزار روپے ہے تو سال کے اختتام پر ایک لاکھ دو ہزار روپے بچ گئے اور یہی رقم اگلے سال کا مال بھی ہے۔

اب آٹھ ہزار میں سے صاحب جائیداد نے چار ہزار خود خرچ کیے اور چار ہزار اپنے بھانجے اور بھانجیوں کو دیے دوسرے سال بھی اسی طرح کیا اور دوسرے سال کے اختتام پر کل مال ایک لاکھ چار ہزار ہوگیا تو زکوۃ کا حساب کس طرح کیا جائے گا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال جب لاولد صاحب نے اپنی جائیداد اپنے بھانجوں اور بھانجیوں میں تقسیم کردی اور انہوں نے قبضہ بھی کروالیا تو وہ بھانجے بھانجیاں اس جائیداد کے شرعاً مالک بن گئے، لہٰذا زکوۃ بھی انہیں پر واجب ہوگی اور لاولد صاحب کا تاحیات جائیداد سے منافع کی قید لگانا شرعاً فاسد ہے اور اس کے لیے جائیداد سے منافع حاصل کرنا درست نہیں، اور اگر لاولد صاحب نے محض جائیداد تقسیم کی لیکن قبضہ نہیں دیا تو اس صورت میں جائیداد اسی لاولد صاحب کی ملک میں باقی ہے، ہذا زکوۃ بھی اسی پر واجب ہوگی۔

(۲) شرعاً ادائیگی زکوۃ میں کل مال کا چالیسواں حصہ ادا کیا جاتا ہے لہذا صورت مسئولہ میں ایک لاکھ چار ہزار کی زکوۃ دو ہزار چھ سو روپے بنتی ہے۔

"امااصل الحکم فهوثبوت الملک للموهوب له فی الموهوب من غیرعوض لان الهبة تملیک العین من غیرعوض فکان حکمهما ملک الموهوب من غیرعوض "......(بدائع الصنائع : ۵/۱۸۲)

"وتتم الهبة بالقبض(قوله بالقبض) فیشرط القبض قبل الموت "......(فتاویٰ شامی: ۴/۵۶۹)

"واماشروط وجوبها ......ومنهاالملک التام وهومااجتمع فیه الملک والید واما اذاوجد الملک دون الید کالصداق قبل القبض اووجد الید دون الملک کملک المکاتب والمدیون لایجب فیه الزکوة " ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۲)

"فالهبة والصدقة والنکاح ......لان هذه العقود لاتبطل بالشروط الفاسدة فیصح العقد ویبطل الاستثناء " ......(بدائع الصنائع :۵/۱۶۷)

"رجل وهب لآخر ارضا علی ان مایخرج منهامن زرع ینفق الموهوب له ذلک علی الواهب قال ابوالقاسم الصغار ان کان فی الارض کرم اواشجار جازت الهبة ویبطل الشرط ......وفی الاسبیجابی رجل وهب لرجل هبة اوتصدق علیه بصدقة علی ان یرد علیه ثلثها اوربعها اوبعضها فالهبة جائزة ولایرد علیه ولابعوضه بشیء کذافی التتارخانیة "...... (فتاویٰ الهندیة: ۴/۳۹۶)

"لیس فیمادون مائتی درهم صدقة لقوله علیه السلام لیس فیمادون خمس اواق صدقة والاوقیة اربعون درهما فاذاکانت مائتین وحال علیهاالحول ففیها خمسة دراهم لانه علیه السلام کتب الی معاذ ان خذمن کل مائتی درهم خمسة دراهم ومن کل عشرین مثقالا من ذهب نصف مثقال "......(هدایه: ۱/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رہائشی پلاٹ پر زکوۃ واجب نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۳۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو یتیم بچے ایک ۳ مرلے کے پلاٹ کے مالک ہیں ایک بچہ نوکری کرتا ہے جب کہ دوسرا ابھی اپنے چچا کی کفالت میں ہے، زمین کی قیمت دو لاکھ اسی ہزار روپے ہے، براہ کرم یہ بتائیں کہ ان پر زکوۃ فرض ہے اگر فرض ہے تو کتنی فرض ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں اگر یہ پلاٹ رہائش کے لیے خرید ا ہے تو اس کی زکوۃ دینا واجب نہیں ہے۔

”وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الاصلية “ .... (كنز الدقائق: ٧٠)

”وشرط فراغه عن الحاجة الاصلية لان المال المشغول بها كالمعدوم وفسرها في شرح المجمع لابن الملك بمايدفع الهلاك عن الانسان تحقيقا اوتقديرا فالثاني كالدين والاول كالنفقة ودور السكنى وآلات الحروب “. ...(البحر الرائق: ٢/٣٦١)

”ومنهافراغ المال عن حاجته الاصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيدالخدمة وسلاح الاستعمال زكاة “ .. ...(فتاوى الهندية: ١/١٧٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وجوب زکوۃ کے لیے نصاب پر سال گزرنا شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۳۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس ماہ رجب میں اتنا ...ل آ گیا کہ وہ نصاب تک پہنچتا ہے آیا اب اس پر آئندہ رمضان میں زکوۃ ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال زکوۃ کی ادائیگی کے لیے نصاب پر سال گزرنا شرط ہے لہٰذا یہ شخص آئندہ رمضان میں نہیں بلکہ جب بھی نصاب پر سال گزر جائے تو زکوۃ ادا کرے گا۔

"لقوله عليه السلام لازكوة في مال حتى يحول عليه الحول " .....(بدائع الصنائع :۲/۲۸)

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذاملك نصابا ملكاتاما وحال عليه الحول " .....(الهدايه:۱/۱۶۷)

"قوله لحولانه عليه اى لان حولان الحول على النصاب شرط لكونه سببا "

.....(فتاویٰ شامی: ۲/۲۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض دہندہ پر بھی زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۳۷۴): (۱) کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس روپے موجود تھے لیکن کوئی ضرورت مند آیا اور اس نے یہ پیسے ضرورت مند کو بطور قرض حسنہ کے دے دیے، قربانی اور زکوۃ اس پر واجب ہے یا نہیں؟ اب اس کے پاس ضرورت سے زائد پیسے ہیں۔

(۲) اگر ایک آدمی کسی دنیاوی غرض کے لیے قرض لیتا ہے لیکن غرض پوری ہونے کے بعد بقیہ پیسے اس کے بعد اس کے پاس موجود ہوتے ہیں، کیا اس پر قربانی اور زکوۃ واجب ہے؟ گورنمنٹ یا کسی فرد کو جس سے یہ قرض لیا ہے واپس بھی نہیں کر سکتا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) بشرط صحت سوال قرض دہندہ پر زکوۃ وقربانی واجب ہے کیونکہ وہ اس کا مال ہے۔

"وتجب الزكوة فى الدين مع عدم القبض ".....(بدائع الصنائع :۲/۸۸)

"قال ابو حنيفة رواية الاصل الديون ثلاثة دين قوى وهوبدل مال التجارة والقرض .....ففى الدين القوى تجب الزكوة اذاحال عليه الحول "

.....(فتاویٰ الهندية: ۱/۲۵۳)

"ومنها الغنى لماروى عن رسول الله ﷺ انه قال من وجد سعة فليضح شرط عليه الصلاة والسلام السعة وهوالغنى ".....(بدائع الصنائع: ۴/۱۹۶)

(۲) مذکورہ آدمی کے پاس اگر قرض کے پیسوں کے علاوہ اتنے پیسے موجود نہ ہوں جو نصاب تک پہنچ سکیں تو اس پر زکوۃ وقربانی واجب نہیں ہے۔

"ومن کان علیه دین یحیط بماله فلازکوۃ علیه"......(هدایه: ۱/۲۰۲)

"ولو کان علیه دین بحیث لو صرف الیه بعض نصابه لاینقص نصابه لاتجب لان الدین یمنع وجوب الزکوۃ فلان یمنع وجوب الاضحیة اولی لان الزکوۃ فرض والاضحیة واجبة"......(بدائع الصنائع: ۴/۱۹۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نصاب زکوۃ کو ختم کرنے کے لیے بعض لوگ سال پورا ہونے سے قبل مال اپنے بیٹے وغیرہ کے نام کردیتے ہیں ایسا کرنے سے زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا سخت گناہ ہے بشرطیکہ شرعی مجبوری نہ ہو۔

"قال الخصاف کره بعض اصحابنا الحیلة فی اسقاط الزکوۃ ورخص فیها بعضهم قال الشیخ الامام الاجل شمس الائمة الحلوانی کرهها محمد بن الحسن والذی رخص فیها ابویوسف فقدذکر الخصاف الحیلة فی اسقاط الزکوۃ وارادبه المنع عن الوجوب لا الاسقاط بعدالوجوب ومشائخنا رحمهم الله اخذوا بقول محمد دفعا للضررعن الفقراء"......(فتاویٰ الهندیة: ۶/۳۹۱)

"الاحتیال لمنع وجوب الزکوۃ لاباس به وقال بعضهم هومکروہ وفیه اثم وفی المنظومة فی مقالة ابی یوسف ومحمدوالاحتیال لامتناع الشفعة اوالزکوۃ مطلق فی الشریعة وفی المصفی والفتوی فی الشفعة علی قول ابی یوسف وفی الزکوۃ علی قول محمد"......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۲۲۴)

"فالحاصل ان مایتخلص به الرجل من الحرام اویتوصل به الی الحلال من الحیل فهوحسن وانما یکره ذلک ان یحتال فی حق الرجل حتی یبطله اوفی باطل حتی یموهه اوفی حق حتی یدخل فیه شبهة فماکان هذا السبیل فهومکروه"......(المبسوط السرخسی : ۳/۲۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جی پی فنڈ پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سکول ماسٹر ہوں، ادارہ ہماری تنخواہ سے ہر مہینے میں ایک سوروپے کاٹتے ہیں اور یہ رقم آخر میں ملے گی، تو کیا اس رقم پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ نیز پنشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر یہ کٹوتی جبراً ہوتی ہے تو اس پر زکوۃ نہیں ہے، جب مل جائے گی تو اپنی شرائط کے ساتھ زکوۃ ادا کرنا ہوگی، اور پنشن لینا جائز ہے۔

"واماالشرائط التی ترجع الی المال منها الملک فلاتجب الزکوة فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک وهذا لان فی الزکوة تملیکا والتملیک فی غیر الملک لایتصور"......(بدائع الصنائع : ۲/۸۸)

"والثانی ان کان الدین مالامملوکا ایضا لکنه مال لایتحمل القبض لانه لیس بمال حقیقه بل هو مال حکمی فی الذمة ومافی الذمة لایمکن قبضه فلم یکن مالا مملوکا رقبة ویدا فلاتجب الزکوة فیه کمال الضمار"......(بدائع الصنائع : ۱/۹۰)

"ومنهاالفراغ عن الدین قال اصحابنا رحمهم الله تعالیٰ کل دین له مطالب من جهة العباد ویمنع وجوب الزکوة سواء کان الدین للعباد کالقرض وثمن البیع

وزمان المتلفات وارش الجراحة وسواء كان الدين من النقود او المكيل او الموزون او الثياب او الحيوان "......(فتاویٰ الهندية: ١/١٧٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سونا اور چاندی پر زکوۃ پر شبہ کا جواب:

مسئلہ نمبر (٣٧٧): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں فقہ کی کتابوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ استعمال کی چیزوں پر زکوۃ نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ خواتین جو زیورات (سونا، چاندی وغیرہ) کے پہنتی ہیں وہ بھی تو استعمال کی چیز ہوتی ہے، لہذا اس پر بھی زکوۃ نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ زیور کا استعمال تو یہی ہے کہ ان کو کپڑے کی طرح بدن پر استعمال کیا جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

یہ بات ٹھیک ہے کہ استعمال کی چیزوں پر زکوۃ نہیں ہے، لیکن سونا چاندی کے احکام دیگر چیزوں سے مختلف ہیں، ان پر زکوۃ ہر صورت میں آتی ہے چاہے وہ استعمال میں ہوں یا نہ ہوں، بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

"تجب الزكوة في مائتي درهم وعشرين دينارا ولو تبرا اوحليا (قوله ولو تبرا اوحليا) بيان لعدم الفرق بين المصكوك وغيره كالمهر الشرعي وفي غير الذهب والفضة لاتجب الزكوة مالم تبلغ قيمته نصابا مصكوكا من احدهما "......(كنز مع البحر الرائق: ٢/٣٩٣)

"واللازم مبتدأ (في مضروب كل) منهما ومعموله ولو تبرا اوحليا مطلقا مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والنفقة لانهما خلقا اثمانا فيزكيهما كيف كانا"......(الدر المختار على ردالمحتار: ٢/٣٣)

"عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان امرأتين اتتا رسول الله ﷺ وفي ايديهما سواران من ذهب فقال لهما اتؤديان زكاته فقالتالا فقال لهما رسول الله ﷺ اتحبان ان يسوركما الله بسوارين من نار فقالتا لا قال فاديا زكاته " ......(جامع الترمذی: ١/٢٥٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا بس پر زکوۃ لازم ہوگی؟

مسئلہ نمبر (۳۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس ایک بس ہے، کیا اس پر زکوۃ ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بس پر زکوۃ نہیں ہے ،اس کی آمدنی کا حساب کیا جائے گا، اگر نصاب پورا ہو اور سال بھی اس پر گزر چکا ہو تو زکوۃ واجب ہوگی۔

"وشرط فراغه عن الحاجة الاصلية لان المال المشغول بها کالمعدوم وفسرها فی شرح المجمع لابن الملک بمایدفع الهلاک عن الانسان تحقیقا اوتقدیرا ،فالثانی کالدین والاول کالنفقة ودور السکنی ......واثاث المنزل ودواب الرکوب"......(البحر الرائق : ۲/۳۶۱)

"ومنها فراغ المال عن الحاجة الاصلیة فلیس فی دور السکنی واثاث المنزل ودواب الرکوب" .....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وراثت میں ملے ہوئے مکان پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۹): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنی حیات میں ہی مکان کی تقسیم کرکے جو حصہ بیٹے کا تھا اس کو دے دیا، اور جو حصہ بیٹیوں کا تھا ان کو دے دیا لیکن قبضہ پورے مکان پر بیٹے کا تھا، والدہ کی حیات میں اور والدہ کی وفات کے بعد بیٹیوں نے اپنے حصہ کے لیے کوشش شروع کی کافی جدوجہد اور بھاگ دوڑ کے بعد چند لوگوں میں اس مسئلہ کو حل کیا گیا، بھائی نے مکان اپنی ملکیت میں رکھا بہنوں نے رضامندی پر اور مارکیٹ ریٹ پر جو قیمت بنتی تھی، وہ بہنوں کو ادا کر دی، بہنوں کو جو رقم ملی ہے کیا اس پر زکوۃ بنتی ہے یا نہیں؟ نقدی پر سال نہیں گزرا لیکن مکان ان کے حصے میں آنے کے بعد تقریباً دو تین سال کا عرصہ گزرا ہے، دوسری صورت بہنوں کی یہ ہے کہ مکان ہم نے والدہ سے قیمت میں خریدا تھا، ان دونوں صورتوں میں جب مکان کی ملکیت کی پوری رقم مل گئی اب زکوۃ دینی ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مکان انسان کو وراثت میں ملتا ہے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی، البتہ جب اس کو فروخت کردے تو اس اب اس کی قیمت پر زکوۃ واجب ہوجاتی ہے، اگر وارث پہلے سے صاحب نصاب ہے تو جب باقی نصاب کی زکوۃ ادا کرے گا تو اس رقم کی بھی ساتھ ہی زکوۃ ادا کردے گا، اور اگر پہلے سے صاحب نصاب نہیں ہے تو اس رقم پر جب سال گزرے گا تب زکوۃ واجب ہوگی، البتہ دوسری صورت میں اگر بہنوں نے وہ مکان فروخت کی نیت سے خریدا ہو تو اس مکان کی موجودہ قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی، اور اگر فروخت کی نیت سے نہیں خریدا تو اس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

”ولازکوۃ علی مکاتب الخ واثاث المنزل ودورالسکنی ونحوھا درقولہ ونحوھا کثیاب البدن الغیر المحتاج الیھا وکالحوانیت والعقارات “ .....(الدرمع الرد: ۲/۹)

”وماشتراہ لھا ای للتجارۃ کان لھا بمقارنۃ النیۃ لعقدالتجارۃ لاماورثہ ونواہ لھا“......(الدرمع الرد:۲/۱۴)

”لاخلاف فی ان اصل النصاب وھوالنصاب الموجود فی اول الحول یشترط لہ الحول لقولہ لازکوۃ فی مالہ حتی یحول علیہ الحول “......(بدائع الصنائع: ۲/۹۶)

”ومن کان لہ نصاب فاستفاد فی اثناء الحول من جنسہ ضمہ الیہ “ .....(الھدایہ: ۱/۲۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو پیسے گھر میں رکھے ہوئے ہوں ان پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۰) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس کچھ پیسے یونہی پڑے ہوئے ہیں، وہ عورت ان پیسوں سے کاروبار بھی نہیں کرتی کیا ان پیسوں پر زکوۃ فرض ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب بھی مال پر سال پورا بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو اس پر زکوۃ آئے گی۔

"وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتأخيره من غير عذر "

.....(فتاوى الهندية:١/١٧٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثانی فی المصارف﴾

زکوٰۃ کی رقم مسجد ومدرسہ میں صرف کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۸۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیازکوٰۃ کی رقم مسجد ومدرسہ کی تعمیر میں لگاسکتے ہیں یانہیں؟بینواتوجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ زکوٰۃ کی رقم مسجد یامدرسہ کی تعمیر میں خرچ نہیں کرسکتے،اس سے زکوٰۃ ادانہیں ہوگی۔

"ولایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار" ....(الھندیة: ۱/۱۸۸)

"یشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحۃ کمامر لایصرف الی بناء نحو مسجد"......(الدرالمختار : ۱/۱۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہیزاور بارات کوکھاناکھلانے کے لیےزکوٰۃ لینا:

مسئلہ نمبر(۳۸۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثرلوگ لڑکی کی شادی کرنے کے لیے اس کے جہیزاور باراتیوں کوکھاناکھلانے کے لیےزکوٰۃ مانگتے ہیں کیاان کوزکوٰۃ دیناجائزہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن،رات کاکھاناموجودہواس کے لیے سوال کرناجائزنہیں ہے،لہٰذا اگراس شخص کی بیٹی کانکاح اس کے جہیز پرموقوف ہو،یعنی خاوندجہیز کے لیے اصرارکررہاہو،اس کے بغیرنکاح کرنے پر راضی نہ ہواور یہ شخص اوراس کی بیٹی مستحق زکوٰۃ بھی ہوں توان کوزکوٰۃ دینااوران کے لیےزکوٰۃ مانگناجائزہےورنہ نہیں۔

"ومنھا المسکین وھومن لاشیء لہ فیحتاج الی المسئلۃ لقوتہ اومایواری بدنہ ویحل لہ ذلک بخلاف الاول حیث لاتحل المسئلۃ لہ فانھا لاتحل لمن یملک قوت یومہ بعدسترۃبدنہ کذافی فتح القدیر"......(الھندیة : ۱/۱۸۸)

"ویجوز صرفها الی من لایحل له السوال اذالم یملک نصابا"......(الفتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"ولایجوز دفع الزکاة الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیراودرهم اوسوائم اوعروضاللتجارة اولغیرالتجارة فاضلاعن حاجته فی جمیع السنة" ......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیوہ عورت کوزکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۳۸۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت جس کاذریعہ آمدنی کچھ نہیں ہے، اس کوصرف رمضان میں زکوۃ دی جاتی ہے اوراس کاسالانہ خرچہ ساٹھ ہزار ہے اس کوزکوۃ کی ادائیگی کس طرح کریں گے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگربیوہ عورت کے پاس سونا، چاندی، نقدروپیہ، یاکوئی ایسی چیز جوضروریات سے زائدہواوراس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابرنہ ہو، تواس کوزکوۃ دیناجائزہے ورنہ نہیں، بشرطیکہ وہ عورت سیدہ نہ ہو، اوریکمشت دینے کی بجائے اس کوبقدرضرورت دےدیاکریں یہ جائزہے، اگرچہ بقدرنصاب یکمشت دینابھی جائزہے مگرمکروہ ہے۔

"قال محمد رحمه الله تعالی لایحل الزکاة لمن له مائتا درهم فصاعدا ولاباس بان یاخذها من له اقل من مائتی درهم" ......(المحیط البرهانی: ۳/۲۱۵)

"ولایدفع الی بنی هاشم وهم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن المطلب" ......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

"وشرط صحة ادائها نیة مقارنة له ای للاداء ولوکانت المقارنة حکما......اومقارنة بعزل ماوجب کله اوبعضه" ......(درمختار: ۲/۱۱،۱۲)

"وندب الاغناء عن السوال فی ذلک الیوم کذافی التبیین" .....(الهندیة: ۱۸۸/۱)

"ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درهم فصاعدا وان دفعه جاز کذا فی الهدایة".....(الهندیة: ۱۸۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس گھر میں ٹی وی ہو ان کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ لینے والے کے گھر میں اگر ٹی وی ہو خواہ معمولی درجہ کا ہو کیا اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ٹی وی اور اسی طرح کی ضروریات سے زائد چیزیں جن کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے جس شخص کی ملکیت میں ہو اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں، اور اگر اس سے کم ہو تو اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

"ولایجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر اودراهم اوسوائم اوعروضا للتجارۃ اولغیر التجارۃ فاضلا عن حاجته فی جمیع السنة" .....(الهندیة: ۱۸۹/۱)

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا" .....(الهندیة: ۱۸۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم بغیر تملیک کے مدرسہ کی عمارت پر لگانا:

مسئلہ نمبر(۳۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب کو ایک شخص نے ایک بڑی رقم تعمیرات کی مد میں جمع کروائی مہتمم صاحب نے اس رقم کو مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کیا واضح رہے کہ جس جگہ میں مدرسہ تعمیر کیا جارہا تھا وہ جگہ وقف ہے بعد میں رقم دینے والے شخص نے کہا میں نے جو رقم دی تھی وہ زکوۃ تھی

جب کہ دیتے وقت اس کا اظہار بھی نہیں کیا تو مہتمم صاحب نے بغیر تملیک کے وہ رقم مدرسہ کی تعمیر میں لگادی اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ شخص اگر از سرِ نو زکوۃ نہیں دیتا تو اس تعمیر کا کیا حکم ہے جو زکوۃ کی رقم سے بنائی گئی ہے؟

نوٹ: اسّی (۸۰) ہزار روپے زکوۃ کی مد میں بھی دیے تھے اس سے دو تین کمرے تعمیر ہوئے ہیں اور اس تعمیر میں اور لوگوں کے روپے بھی شامل ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کے لیے تملیک شرط ہے صورت مسئولہ میں زکوۃ ادا نہیں ہوئی کیونکہ اس میں تملیک شرعی نہیں پائی گئی، اور مہتمم صاحب کے ذمہ رقم کی ضمان نہیں ہے، کیونکہ مہتمم صاحب نے رقم موکل کے حکم کے مطابق تعمیر میں خرچ کی ہے اور کوئی خیانت نہیں کی اور موکل نے رقم دیتے وقت یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ رقم زکوۃ کی مد میں ہے۔

"یشترط ان یکون تملیکا لا اباحۃ کما مر لا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینہ" .....(الدر المختار: ۱/۱۴۰)

"ولا یجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار والحج والجہاد وکل ما لا تملیک فیہ ولا یجوز ان یکفن بہا میت ولا یقضی بہا دین المیت کذا فی التبیین" .....(الہندیۃ: ۱/۱۸۸)

"(قولہ نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار والحج والجہاد وکل ما لا تملیک فیہ زیلعی (قولہ ولا الی کفن میت) لعدم صحۃ التملیک منہ" .....(رد المحتار: ۲/۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر مسلم مدیون کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۳۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی غیر مسلم غریب پر قرضہ ہو تو وہ قرضہ زکوۃ سے ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

غیر مسلم کو زکوۃ دینا جائز نہیں، چاہے وہ مدیون ہو یا نہ ہو۔

"ولاتدفع الی ذمی(قوله) لحدیث معاذرضی الله عنه ای المارعندقوله ومکاتب اذلاخلاف ان الضمیر فی اغنیائهم یرجع للمسلمین فکذا فی فقراء هم "......(درمع ردالمحتار: ۷۳/۲)

"ولایجوزصرف الزکاة الی الکافر حربیاکان اوذمیا"......(قاضی خان علی هامش الهندیة: ۲٦۷/۱)

"واما اهل الذمة فلایجوزصرف الزکاة الیهم بالاتفاق...... واماالحربی المستامن فلایجوزدفع الزکاة والصدقة الواجبة الیه بالاجماع ویجوزصرف التطوع الیه کذافی السراج الوهاج"......(فتاوی الهندیة: ۱۸۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دامادیابہوکوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۷): کیافرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ داماد یابہو کے غریب ہونے کی صورت میں ان کوزکوۃ کامال دیاجاسکتاہے؟جب کہ ان دونوں کامال بالواسطہ بیٹے اور بیٹی کوپہنچتاہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

دامادیابہوکےغریب ہونے کی صورت میں ان کوزکوۃ کامال دیناجائزہے۔

"قال الشامی ویجوزدفعهاالزوجة ابیه اوابنه وزوج ابنته تاتارخانیة" ......(ردالمحتار: ۲۹/۲)

"ویجوزدفعهاالی من سوی الوالدین والمولدین من الاقارب من الاخوة والاخوات وغیرهم لانقطاع منافع الاملاک بینهم"......(بدائع الصنائع: ۱۶۲/۲)

"ویجوزان یعطی امرءة ابیه وابنه وزوج ابنته"......(تاتارخانیة ۲۰٦/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کو صدقات واجبہ دینا:

مسئلہ نمبر (۳۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مسجد کو زکوۃ وصدقۃ الفطر ودیگر صدقات واجبہ دینا کیسا ہے؟ آج کل امام مسجد کی تنخواہ اتنی نہیں ہوتی کہ اس تنخواہ سے گزارہ ہوسکے، دوسری بات یہ ہے کہ جب محلے والے امام مقرر کرتے ہیں تو اس کو بتاتے ہیں کہ آپ کی اتنی تنخواہ ہوگی اور آپ کو اس کے ساتھ صدقۃ فطر اور عشر بھی دیا جائے گا، برائے مہربانی اس مسئلہ کی قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر امام صاحب، صاحب نصاب نہ ہو تو اس امام صاحب کو صدقۃ فطر اور دیگر صدقات واجبہ دینا درست ہے بشرطے کہ یہ امامت وغیرہ کی تنخواہ میں نہ ہو، اگر امامت کی تنخواہ میں صدقۃ فطر دیا گیا تو اس سے صدقۃ فطر ادا نہیں ہوگا۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحامکتسبا"......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

"والثانی ان الزکوة وجبت بطریق الصلة الاثری انه لایقابله عوض مالی"......

(بدائع الصنائع: ۲/۱۲۹)

"هی تملیک المال من فقیرمسلم غیرهاشمی ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله"......(البحر الرائق علی الکنز: ۲/۳۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سید خاندان کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۳۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں سید خاندان رہتے ہیں ان میں ایک بیوہ خاتون ہے اور وہ غریب ہے میں اس سیدہ کو زکوۃ فطرانہ دینا چاہتا ہوں مگر سنا ہے کہ ان کو دینا درست نہیں، زکوۃ فطرانہ وغیرہ کے علاوہ وسائل میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اس کی مدد کرسکوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

سید خاندان کو زکوۃ ودیگر صدقات واجبہ دینا درست نہیں ہے۔

"ولایدفع الی بنی ہاشم وہم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحرث بن عبدالمطلب کذا فی الہدایۃ ویجوز الدفع الی من عداہم من بنی ہاشم کذریۃ ابی لہب لانہم لم یناصروا النبی ﷺ کذا فی السراج الوہاج، ہذا فی الواجبات کالزکوۃ والنذر والعشر والکفارۃ فاماالتطوع فیجوز الصرف الیہم کذا فی الکافی"..... (الہندیۃ: ۱/۱۸۹)

"ومنہا ان لایکون من بنی ہاشم لماروی عن رسول اللہ ﷺ انہ قال یامعشربنی ہاشم ان اللہ کرہ لکم غسالۃ الناس وعوضکم منہابخمس الخمس من الغنیمۃ"......(بدائع الصنائع: ۲/۱۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صدقات واجبہ ونافلہ مدرسے میں دینے کی صورت:

مسئلہ نمبر (۳۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عطیات، صدقات، خیرات، فطرانہ، عشر، قربانی کی کھالیں اور زکوۃ کی رقم دینی مدرسہ کو دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر دی جاسکتی ہے تو کس انداز سے دی جائے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

زکوۃ وغیرہ دینی مدرسہ کو بھی دی جاسکتی ہے بلکہ مدرسہ کو دینے سے ان شاء اللہ دگنا ثواب ہوگا، ایک ادائیگی زکوۃ وصدقات کا، اور ایک تعلیم دین کی نشرواشاعت میں حصہ لینے کا، بشرطیکہ آپ کو اعتماد ہو کہ مہتمم صاحب یا مدرسے کی انتظامیہ اس زکوۃ کو شریعت کے مطابق استعمال کریں گے جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے کسی فقیر سے تملیک کروائی جائے پھر اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کیا جائے۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا....لایصرف الی بناء نحو مسجدولاالی کفن میت.... لعدم التملیک وہوالرکن وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء".... (الدرمع الرد: ۲/ ۶۸، ۶۹)

"قولہ ای مصرف الزکاۃ والعشر......وہومصرف ایضالصدقۃ الفطروالکفارۃ والنذروغیرذلک من الصدقات الواجبۃ "......(الدرمع الرد: ۲/ ۶۳)

"ولاتدفع الزکوۃ لبناء مسجداوتکفین میت الی قوله وان اریدالصرف الی هذه الوجوه صرف الی فقیرثم یامربالصرف الیها فیثاب المزکی والفقیر"..... (البحرالرائق: ۲/۲۴۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مدرسے میں ادائیگی زکوۃ میں تملیک کی صورت:

مسئلہ نمبر(۳۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس میں زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی کے لیے تملیک کی صورت کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

تملیک کی بہت سی صورتیں ہیں بہترصورت یہ ہے کہ پہلے کسی شخص کوترغیب دی جائے کہ وہ قرض لے کر مدرسہ کوصدقہ کرے اور پھر وہ زکوۃ والی رقم اس مقروض کودے دی جائے جس سے وہ اپنا قرض ادا کرے، یادرہے کہ تملیک صرف صدقات واجبہ کے لیے ضروری ہے تمام نفلی صدقات کے لیے تملیک کی ضرورت نہیں۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکاالی قوله ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامر بفعل هذه الاشیاء"..... (الدرمع الرد: ۲/ ۲۸، ۲۹)

"وحیلة الجوازان یعطی مدیونه الفقیرزکوته ثم یاخذهاعن دینه"..... (الهندیة: ۱/۳۹۲)

"ولاتدفع الزکوۃ لبناء مسجداوتکفین میت الی قوله وان اریدالصرف الی هذه الوجوه صرف الی فقیرثم یامربالصرف الیها فیثاب المزکی والفقیر"..... (البحرالرائق: ۲/۲۴۴)

"واماصدقة التطوع فیجوزصرفها الی الغنی لانها تجری مجری الهبة"..... (بدائع الصنائع: ۲/۱۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مدرسہ کے جملہ اخراجات بعد التملیک زکوۃ سے ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عطیات صدقات خیرات فطرانہ عشر قربانی کی کھال اور زکوۃ کی رقم وغیرہ مدرسہ کی مدات میں کس کس مد میں خرچ کی جاسکتی ہے؟ مدرسہ میں اخراجات کی عام طور پر یہ شکلیں ہوتی ہیں، (۱) طلباء کا کھانا (۲) طلبہ کی کتب (۳) اساتذہ کی تنخواہیں (۴) مدرسہ کی تعمیر (۵) طلباء کا وظیفہ (۶) طلباء کے لیے لباس کا انتظام (۷) طلباء کے لیے تیل صابن وغیرہ (۸) ملازمین کی تنخواہیں (۹) عمومی نوعیت کی اشیاء مثلاً کولر، تپائیاں، چٹائیاں (۱۰) پانی بجلی، گیس فون، وغیرہ کا بل (۱۱) وفاق کی سالانہ فیس۔

الجواب باسم الملک الوھاب

تملیک کے بعد زکوۃ کی رقم سے مدرسہ کے تمام مذکورہ اخراجات کفایت شعری سے ادا کیے جاسکتے ہیں۔

”ویشترط ان یکون الصرف تملیکا... لایصرف الی بناء نحو مسجد ولاالی کفن میت... لعدم التملیک وھوالرکن وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء“... (الدرمع الرد:۲/۶۸،۶۹)

”ولاتدفع الزکوۃ لبناء مسجداوتکفین میت الی قولہ وان اریدالصرف الی ھذہ الوجوہ صرف الی فقیر ثم یامر بالصرف الیھا فیثاب المزکی والفقیر“.... (البحر الرائق:۲/۲۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سسر کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے سسر میرے سگے تایا جان ہیں، ان کی عمر ۹۰ سال ہے ان کے پاس کوئی جائیداد مال ذاتی گھر زیور وغیرہ نہیں ہے، ان کی اولاد سب ماشاء اللہ اپنے اپنے گھروں میں خوشحال ہیں، میرے سسر اپنے مرحوم بیٹے کے گھر میں رہتے ہیں، جہاں ایک بیوہ اور تین بچے ہیں، ایک بچہ کہیں ملازم ہے اور دو بچے زیر تعلیم ہیں، میرے سسر کی ماہانہ پنشن ۶۰۴۴ روپے ہے، گھر کی (بیوہ) بہو کی پنشن ۴۰۰۰ روپے ہے، میرے سسر اپنی پنشن چند دنوں میں گھریلو اخراجات وغیرہ میں خرچ کردیتے ہیں، مندرجہ

بالاصورت میں سوال یہ ہے کہ کیا میرا سسر زکوۃ لینے کا مستحق ہے، اور کیا میں اپنے سسر کو یعنی تایا جان کو زکوۃ دے سکتی ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر سسر موصوف کا پنشن کی رقم میں گزارہ مشکل ہوتا ہے اور ان کے پاس کوئی سونا چاندی وغیرہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی پلاٹ وغیرہ خریدا ہوا ہے تو ان کو آپ اپنی زکوۃ کی رقم دے سکتی ہیں بشرطیکہ سسر موصوف سید بھی نہ ہوں، لیکن اپنے شوہر کے مال سے زکوۃ سسر کو دینا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اولاد اپنے والدین کو زکوۃ نہیں دے سکتی۔

”ولا الی من بینهما ولاد وقید بالولاد لجوازہ لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة“ ..... (الدر مع الرد: ۲/۲۹)

”یجوز دفع الزکوة الی من یملک مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وهو مستغرق فی الحاجة“..... (البحر الرائق: ۲/۴۱۹)

”(وقوله وبنی هاشم وموالیهم) ای لایجوز الدفع لهم لحدیث البخاری نحن اهل بیت لاتحل لنا الصدقة“......(البحر الرائق: ۲/۴۲۹)

”ویجوز صرفها الی الاب المعسروان کان ابنه موسرا“... (الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بہن اگر بھائی کے گھر میں رہتی ہو تو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۳۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بہن بھائی کے گھر میں رہتی ہو تو اس کو زکوۃ دینے کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر بہن بھائی کے گھر میں رہتی ہو اور نصاب کی مالک نہ ہو تو بہن کو زکوۃ دینا جائز اور موجب ثواب ہے۔

”وقید بالولاد لجوازہ لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة“ ..... (شامی: ۲/۲۹)

”وقید باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة یجوز الدفع لهم وهو اولی

لمافیہ من الصلۃ مع الصدقۃ کالاخوۃ والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء "..... (البحر الرائق: ۲/۲۲۵)

"وفی العیون رجل یعول اختہ او اخاہ اوعمہ اوعمتہ فاراد ان یعطیہ الزکاۃ ان لم یکن فرض علیہ القاضی نفقتہ جاز لان التملیک من ہولاء بصفۃ القربۃ یتحقق من کل وجہ فیتحقق رکن الزکاۃ وان کان القاضی فرض علیہ نفقتہ ان لم یحتسب المودی الیہ من نفقتہ جاز ایضاوان کان لایحتسب لایجوز لان ہذا اداء الواجب بواجب آخر "..... (المحیط البرہانی: ۲۱۸/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شادی شدہ بہن کوزکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۳۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بہن شادی شدہ ہے تو بھائی اس کو زکوۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ زکوۃ دینے میں اس کے شوہر کے غریب اور امیر ہونے کا اعتبار ہے کہ نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

بہن اگر فقیر ہو اس کوزکوۃ دینا جائز ہے شوہر کے غریب یا امیر ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

"ویدفع الی امرءۃ غنی اذا کانت فقیرۃ وکذا الی البنت الکبیرۃ اذاکان ابوہا غنیا لان قدر النفقۃ لایغنیہا وبغنی الاب والزوج لاتعد غنیۃ کذا فی الکافی" ..... (الہندیۃ: ۱۸۹/۱)

"وقید بعبدہ وطفلہ لان الدفع الی اب الغنی وزوجتہ جائز سواء فرض لہا نفقۃ اولا "..... (البحر الرائق: ۲/۲۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستحق کیلئے زکوۃ کی رقم سے قرض کی ادائیگی اولیٰ ہے:

مسئلہ نمبر (۳۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد فاروق ولد عبدالوہاب کی ماہوار تنخواہ

تقریباً ۴۸۰۰ روپے ہے ،مکان کرائے کا ہے ،زیورایک تولہ بھی نہیں ہے ،اورنہ ہی وراثت میں کوئی چیز ہے، گھریلوسامان میں مہنگاصرف ائیرکولر ہے اورواشنگ مشین ہے ،میاں بیوی اورچار بچے ہیں،تین بچے سکول پڑھتے ہیں،ایک سب سے چھوٹامعذور ہےاوربیماررہتا ہے،مکان کاکرایہ بمع بل ۱۵۰۰سوروپے ہے،اوربچوں کاسکول خرچہ پانچ سوروپیہ ہے، اورمجھ پرتقریباً ۴۵۰۰ روپے قرض ہے، جوکہ چھوٹے بچے کے بیمارہونے پرمجھ پرچڑھ گیاتھا،اوراب میں پانچ مرلے کاپلاٹ لیناچاہتاہوں،جس کی قیمت ۷۵۰۰۰ ہزارروپے ہے،کچھ لوگ میری کچھ مددکرناچاہتے ہیں بطریق زکوٰۃ،آپ مجھے بتائیں ان پیسوں سے میں قرض اتاروں یاکہ پلاٹ کے لیے ایڈوانس دےدوں؟یادونوں میں سے جہاں چاہوں استعمال کرسکتاہوں،آیااس صورت میں مجھ پرزکوٰۃ لگتی ہے یاکہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مسئولہ میں شخص مذکورمستحق زکوٰۃ ہے۔

" هو فقير وهو من له ادنى شئ اى دون نصاب او قدر نصاب غير نام مستغرق فى الحاجةو مسكين من لاشئ له"......(درمختار مع ردالمحتار: ۲/۶۴)

(۲) دونوں جگہوں میں اس مال کواستعمال کرسکتے ہومگرقرض اداکرنااولیٰ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کی رقم سے مدارس ومساجدکی تعمیراوراس کے لئے حیلہ تملیک:

مسئلہ نمبر(۳۹۷): (۱) کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک بہت بڑامدرسہ ہے جوزیرتعمیر ہے،یہ ایک بہت بڑے مدرسہ کی شاخ ہےجسکی سرپرستی علمائے کرام اورمفتی صاحبان کررہے ہیں،چندمخصوص صاحب خیرحضرات اس کی تعمیر کے لیےاپنی زکوٰۃ کی رقم تملیک کے ذریعہ سے خرچ کررہے ہیں، آپ رہنمائی فرمائیں کیونکہ سائل بھی انتظام میں شامل ہےاس کاطریقہ کیاہے؟

(۲) سائل ایک مدرسہ کامہتمم ہےجس میں رہائشی طلباءاورطالبات ہیں،سائل اپنے مدرسہ کےتعاون کے لیے ایک صاحب خیرسے جس کے پاس صرف زکوٰۃ کی رقم ہے،جائزطریقہ سے مدرسہ کی تعمیرمیں خرچ کرناچاہتاہے وہ تمام صورتیں جوممکن ہوں لکھ کرمشکورفرمائیں؟

(۳) مدرسہ خودزیرتعمیراورخوردونوش کے سلسلے میں مقروض ہے،جس مدرسہ کامہتمم بھی زکوٰۃ کامستحق ہوکیایہ مہتمم

زکوۃ کا مالک بن کر مدرسہ کی تعمیر پر خرچ کر سکتا ہے، اور وقتاً فوقتاً صاحب خیر کی تسلی کے لیے حساب و کتاب دکھاتا رہتا ہے ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں؟

(۴) مجھے اچھی طرح معلوم ہے کے میں فلاں کو زکوۃ کا مالک بناؤں تو وہ مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کر دے گا، جبکہ فلاں کو زکوۃ دوں تو وہ کسی صورت میں راضی نہیں ہوگا، آیا معلوم ہونے کے باوجود مدرسہ کی تعمیر کرنے والے کو زکوۃ دے سکتا ہوں؟

(ب) مزید یہ کہ تعمیری اخراجات کا حساب کتاب بھی دیکھ لوں تو اس کی اجازت ہے تاکہ میں زیادہ تعاون کرتا رہوں، آیا اس صورت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

(۵) اگر قرض لے کر تعمیر کی گئی ہو تو کیا ادائیگی کے لئے کسی کو مالک بنا کر قرض اتار سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱ تا ۳) زکوۃ ادا ہونے کے لئے کسی مستحق کو بلا عوض مالک بنانا ضروری ہے اور زکوۃ کی رقم سے مساجد و مدارس کی تعمیرات یا اساتذہ کی تنخواہیں ادا نہیں کر سکتے البتہ اس کے لیے بہت ہی مجبوری کے تحت حیلۂ تملیک اختیار کیا جاسکتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔

(۱) کسی مستحق زکوۃ کو کہہ دیں کے آپ فلاں آدمی سے اتنا قرض لے لیں آپ کے قرض کی ادائیگی کی ضمانت ہم لیتے ہیں تو وہ دوسرا شخص کسی شخص سے قرض لے کر وہ مدرسہ کو بطور ہدیہ کے دیدے اور زکوۃ کی رقم اس مستحق کو دے دیں تاکہ وہ قرض ادا کر سکے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے مستحق زکوۃ کو زکوۃ کا مالک بنا دیا جائے جو ان کاموں میں خرچ کرنے کی خواہش رکھتا ہو لیکن ناداری کی وجہ سے خود خرچ نہیں کر سکتا اور وہ مالک بننے کے بعد اپنی رضامندی سے تعمیر کے لیے مدرسہ میں جمع کرا دے تو دینے والے کی زکوۃ ادا ہو جائے گی اور ثواب دونوں کو مل جائے گا۔

صورت مسئولہ میں اگر مہتمم صاحب واقعی زکوۃ کے مستحق ہیں تو وہ خود بھی یہ طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔

(۴) مدرسہ کی تعمیرات پر خرچ کروانے کے لیے مستحق کو زکوۃ دینے سے ادا ہو جائے گی اگر آپ اطمینان قلب کے لئے حساب دیکھ کر زکوۃ ادا کرتے ہیں تو پھر بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ لا یصرف الی بناء المسجد (قولہ نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری

الانھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیہ زیلعی اھ" .....

(ردالمحتار: ۲/ ۶۸)

"فقدمنا الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء اھ"

.....(الدر مع الرد: ۲/ ۶۹)

"فالحیلۃ فی ذلک ان بعد مادفع صاحب المال مالہ العین الی الغریم قدر الدین ناویا عن الزکاۃ یتصدق صاحب المال علی ھذا المدیون بحصتہ من الدین ثم ان المدیون یھب ذلک المقبوض من صاحب المال اھ"

.....(الھندیۃ: ۲/ ۳۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کم آمدن، مقروض اور زیادہ اخراجات والے شخص کے لیے زکوۃ لینے کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی ۱۳ اپریل ۱۹۸۵ء میں ہوئی میرا خاوند شوکت ایک سرکاری ملازم ہے اور اس کی ماہانہ آمدنی چھ سو روپے تھی وقت کے ساتھ ساتھ آمدنی بڑھتی رہی اور اب الحمدللہ اس وقت چھ ہزار روپے ہے، لیکن اخراجات کی شرح زیادہ اور آمدنی کم ہے، جس کی وجہ سے ہر ماہ قرضہ ہو جاتا ہے میرے شوہر کو بجلی کا کام آتا ہے، کام کرنے پر آمدنی کا ذریعہ بن جاتا ہے، لیکن عمر کا تقاضا ہے کہ زیادہ کام ہو نہیں پاتا، دوسرا آمدنی کا ذریعہ اپنے بھائیوں کے ساتھ دکان میں کچھ سرمایہ لگایا ہے، اس کی آمدنی عید کے موقع پر تھوڑی، بہت ملتی ہے، جو کہ عید کی خوشی اور عید کے مصرف میں خرچ ہو جاتی ہے، عرض یہ ہے کہ حالات زندگی تنگ ہیں کچھ عرصہ ہوا ہے کہ میں نے اپنی رہائش کے لیے ایک مکان خریدا ہے، یہ کام بھی قرضہ کی صورت میں ہوا، ابھی قرضہ واجب ہے، میرے پانچ بچے تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں، میں حتی الامکان صرف کرتی ہوں، قرضہ اتارنے کی کوشش کرتی ہوں۔

(۱) کیا میں شریعت کے مطابق زکوۃ کی مستحق ہوں؟

(۲) زکوۃ کی رقم کس مصرف میں لائی جاسکتی ہے؟

مندرجہ بالا حالات میں میری راہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر اس کے پاس سونا چاندی نقدی وغیرہ نہیں ہے اور کوئی ایسا پلاٹ بھی نہیں ہے برائے فروخت جو کہ تجارت کی نیت سے خریدا ہو، اور دیگر مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان قرضہ کی رقم سے کم ہو تو اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے ورنہ نہیں۔

"ای مصرف الزکاۃ والعشر الخ ھو فقیر وھو من له ادنی شیٔ ای دون نصاب اوقدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة ومسکین من لاشیٔ له.اه"..... (الدر المختار: ۲/ ۶۳)

"لاباس ان یعطی من الزکوٰۃ من له مسکن ومایتاثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم إن کان من أهله"..... (ردالمحتار: ۲/ ۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لائبریری کے اخراجات کے لئے زکوٰۃ لینے کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محترم میاں الطاف شوکت صاحب نے کثیر سرمایہ فراہم کرکے لائبریری کے طور پر ایک بڑا ہال تعمیر کروایا جو کہ یکم فروری ۱۹۹۰ء کو محترم میاں صاحب کی رحلت پر ان کے اہل خانہ، احباب اور شاگردوں نے انہیں کے نام سے موسوم کر دیا، کم وبیش ان مرحوم کے اہل خانہ کی طرف سے فراہم کردہ سرمایہ سے اس کی تعمیر ہوسکی، اس لائبریری میں میاں صاحب کی ذاتی اور دیگر ذرائع سے حاصل کردہ دین حق کے علاوہ دیگر اہم موضوع پر ہزاروں کتب طلباء اور دیگر شائقین کے علم کی پیاس بجھانے کے لئے بلا معاوضہ موجود ہیں، جب کہ مستحق طلباء اور طالبات کو نصابی کتب کی فراہمی کے لیے فی الحال محدود پیمانے پر اہتمام کیا ہے۔

میاں صاحب مرحوم کے نام سے موسوم اس لائبریری کے حال اور کتب کی دیکھ بھال کے لئے مزید کتب کی فراہمی اور مقررہ وقت پر کھولنا بند کرنا اور اس طرح کے دیگر امور کے لیے مسلسل اور کثیر سرمایہ کی ضرورت ہے جو کہ موجودہ حالات اور زمانہ میں ایک ہی خاندان کے لئے یہ بوجھ اٹھانا ممکن نہیں رہا جب کہ لائبریری عوام الناس اور طلباء اور طالبات کے لئے بھی ہے۔

درج بالا حقائق کے تحت فتویٰ صادر فرمائیں کہ مخیر اور صاحب نصاب کی زکوٰۃ اس لائبریری کے لئے حاصل کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مسئولہ صورت میں زکوٰۃ کی رقم بغیر تملیک کے لائبریری میں خرچ نہیں کی جاسکتی، اور تملیک کے بعد لائبریری کے تمام اخراجات میں خرچ کی جاسکتی ہے۔

"(قوله تمليكا) فلايكفي فيها الاطعام الابطريق التمليك ولو اطعمه عنده ناويا الزكاة لاتكفي وفي التمليك اشارة الى انه لايصرف الى مجنون و صبي غير مراهق الااذاقبض لهما من يجوزله قبضه كالاب والوصي وغيرهما ويصرف الى مراهق يعقل الاخذ كمافي المحيط قهستاني. ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لااباحة لايصرف الى بناء المسجدقوله نحو مسجدكبناء القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الانهار والحج والجهادو كل مالاتمليك فيه زيلعي اه"...... (ردالمحتار: ۲/ ۶۸)

"قوله ولايبني بهامسجدولايكفن بهاميت لانعدام تمليك منه وهو الركن والدليل على ان التمليك لايتحقق في تكفين الميت ان الذئب لواكل الميت يكون الكفن للمكفن لاللوارث كذافي النهاية وكذالايقضى بهادين ميت ولايبنى بهاالسقايات ولايحفر بهاالآبار ولايجوزالاان يقبضهاالفقير اويقبضهاله ولي اووكيل لانهاتمليك ولابدفيهامن القبض ولهذالايجوز اطعامهابطريق الاباحة "......(الجوهرة النيرة: ۱/ ۱۵۵)

"وقدمناان الحيلة ان يتصدق على الفقيرثم يامره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهرنعم"..... (الدرمع الرد: ۲/ ۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کی رقم سے کسی فقیر کے قرض کی ادائیگی اور کاروبار شروع کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک انسان غریب ہے محنت کرتا ہے، ملازمت بھی کرتا ہے، سفید پوش ہے، کام کرنا چاہتا ہے، کام کو سمجھتا بھی ہے، سمجھدار باشعور لڑکا ہے، اس کا باپ اپنے

بیٹے سے پیسوں کا تقاضا کرتا رہتا ہے، وسائل نہیں ہیں کہ کوئی کاروبار کام وغیرہ کر سکیں، نماز اور روزہ کا پابند ہے، دین پر چلنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، جماعتوں کیساتھ جاتا رہتا ہے، چار ماہ لگے ہوئے ہیں، ایماندار مخلص ہے پوچھنا یہ ہے کہ اس لڑکے کو زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے کہ وہ اس زکوٰۃ والی رقم سے کاروبار وغیرہ کر سکے؟ یا وہ قرض لے کر کوئی کام کرنا چاہتا ہے اب یہ قرض اس لڑکے کے سر پر ہے، زکوٰۃ کی رقم سے اس کا قرض اتار سکتے ہیں؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اسلام میں کیا حکم ہے؟ زکوٰۃ کی رقم سے کفالت کر سکتے ہیں؟ برائے مہربانی دلیل کے ساتھ لکھ دیجئے، یہ لڑکا اپنی پریشانی کا اظہار بھی کسی کے سامنے نہیں کر سکتا، اللہ آپ کی دنیا و آخرت اچھی کر دے۔ آمین!

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال شخص مذکور اگر واقعتاً مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کے لئے زکوٰۃ کی رقم لیکر کاروبار کرنا درست ہے، البتہ زکوٰۃ کی رقم سے فقیر کے قرض کی ادائیگی فقیر کے کہنے پر ہو تو درست ہے ورنہ درست نہیں ہے۔

"ویجوز دفعھا الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسباً"۔۔(الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"ولو قضی دین الفقیر بزکوۃ مالہ ان کان بأمرہ یجوز وان کان بغیر أمرہ لایجوز وسقط الدین ولو دفع الیہ دارالیسکنھا عن الزکوۃ لایجوز"۔۔۔۔ (الھندیۃ: ۱/۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے تملیک فقیر شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۳۰۱): محترم و مکرم حضرت اقدس جناب مفتی حمید اللہ جان صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ والے مہتمم ناظم وغیرہ طلباء مدرسہ کی طرف سے وکیل کی حیثیت سے ضرورت کے وقت زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر یا مدرسہ کی زمین خریدنے پر خرچ کر سکتے ہیں؟ مدلل وضاحت فرمائیں، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کسی مستحق کو زکوٰۃ کا مالک بنانا شرط ہے، بغیر تملیک کے

زکوٰۃ کی رقم کو مدرسہ کی زمین خریدنے کے لئے اور مدرسہ کی تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں، نیز مہتمم اور ناظم طلباء کی طرف سے وکیل بالقبض نہیں ہوتا۔

"اما تفسیرها فهی تملیک المال من فقیر مسلم غیرهاشمی ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ هذافی الشرع الخ واماشرط ادائهافنیة مقارنة للاداء اولعزل ماوجب"......(الهندیة: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خیراتی ہسپتال کوزکاۃ دینے کا مسئلہ اور کسی عیسائی کو بینک کا نفع دینا:

مسئلہ نمبر(۴۰۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) کیاخیراتی ہسپتال کوزکوۃ دی جاسکتی ہے؟

(۲) بینک کا نفع ہسپتال کے عیسائی ملازمین کو دیا جاسکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب:

اگرکسی ہسپتال میں زکوۃ شرعی طریقہ سے مستحق مریض کوتملیک کر کے صحیح طریقہ سے صرف کی جاتی ہے توایسے ہسپتال میں زکوۃ دی جاسکتی ہے، ہماری معلومات کے مطابق کسی ہسپتال میں صحیح طریقے سے زکوۃ استعمال نہیں کی جاتی، لہٰذا جب تک اطمینان نہ ہوجائے اس وقت تک ہسپتال کوزکوۃ نہ دیں، بلکہ اس جیسے کسی اور ادارے کوبھی زکوۃ نہ دیں۔

صورت مرقومہ میں بینک سے نفع لیناحرام ہے اس نفع کو مالک پر لوٹاناضروری ہے، اوراگرایسی کوئی صورت نہ ہوتوکسی فقیرکوبلانیت ثواب دے دیں۔

"ولایجوزان یبنی بالزکوٰة المسجدوکذاالقناطیروالسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهاروالحج والجهادوکل مالاتملیک فیه اه"......(الهندیة: ۱/۱۸۸)

"قوله (کمن فی یده عروض لایعلم مستحقیها)یشمل ماإذاکانت لقطة اوغصباأورشوة فان کانت لقطة فقدعلم حکمهاوان کانت غیرها فالظاهر

وجوب التصدق باعيانها ايضا وسقط عنه المطالبة كأنه والله تعالىٰ اعلم لانه بمنزلة المال الضائع والفقراء مصرفه عندجهل اربابه وبالتوبة يسقط اثم الاقدام على الظلم اه"...... (ردالمحتار: ۳/ ۳۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کی رقم سے مدارس ومساجد کی تعمیر کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۴۰۳) بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم! سلام مسنون کے بعد آپ کی دعاؤں سے دین کی محنت میں کوشاں ہیں، اس سلسلہ میں ہمیں مدرسہ کے لیے جگہ کی اشد ضرورت ہے جسکی وجہ سے مختلف افراد سے بات کرنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے کچھ افراد اس فتوے کا تقاضا کرتے ہیں کہ زکوٰۃ کا پیسہ کس صورت میں مدرسہ میں لگ سکتا ہے؟ آپ فرمائیں کہ زکوٰۃ کا پیسہ کس صورت میں مدرسہ میں لگ سکتا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، جزاک اللہ خیراً کثیرا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوٰۃ کسی مستحق کو تملیک کرانا ضروری ہے اور مساجد ومدارس کی تعمیر اور ان کے لیے زمین خریدنے پر صرف کرنا جائز نہیں، بصورت مجبوری کسی مستحق زکوٰۃ کو تملیک کرا کے اسکو تملیک کے بعد زمین کی قیمت میں یا تعمیرات میں صرف کرنے کی اجازت ہے۔

"وقدمناان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء هل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم (البحث لصاحب النهر) وقال لانه مقتضى صحة التمليك اه"..... (الدرمع الرد: ۲/ ۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کاروبار میں نقصان اٹھانے والے مقروض شخص کو زکوٰۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۰۴) جناب مفتی صاحب السلام علیکم! گزارش ہے کہ بندہ کاروباری آدمی ہے جس کا نام رستم علی ولد محمد یوسف (مرحوم ہے) ڈسٹرکٹ بھاولنگر میں چک نمبر ۱۷ میں دکان کا سلسلہ ہے جس سے اپنے بچوں کا گزارہ

کرتا ہے میرے پانچ بچے ہیں کاروبار میں نقصان ہونے کیوجہ سے تقریباً باون ہزار روپے کا مقروض ہوگیا ہوں، اور کاروبار بند ہو چکا ہے گھر میں اتنا قیمتی سامان نہیں ہے کہ بیچ کر قرضہ ختم کیا جاسکے، کیا اس صورت میں بندہ زکوٰۃ صدقہ خیرات کا مستحق ہے؟ اسکا فتویٰ دیا جائے، حضور کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر آپ پر واقعتاً اتنا قرضہ ہے اور آپ کے پاس اتنی رقم یا حاجات اصلیہ سے زائد سامان یا زیورات وغیرہ نہیں ہیں جس کو بیچ کر قرضہ اتار سکیں تو آپ مستحق زکوٰۃ ہیں اور آپ کے لیے زکوٰۃ لینا شرعاً درست ہے۔

"ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلا عن دينه"...... (الهندية: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی ٹرسٹ (فلاحی ادارہ) کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۴۰۵): محترم و کرم جناب حضرت مفتی صاحب مندرجہ ذیل مسئلہ پر شرعی لحاظ سے جواب کی درخواست ہے، ہمارے قریبی ایک نہایت دیانتدار ایک عزیز ایک ٹرسٹ قائم کر کے غرباء کے لیے فری ڈسپنسری ہسپتال بنانا چاہتے ہیں اس غرض کے لیے زمین اور عمارت حاصل کرنے کا منصوبہ ہے، کیا اس غرض کے لیے بنائے گئے ٹرسٹ کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ جبکہ عمارت کے لیے زمین کے حصول تعمیرات اور ہسپتال کے آغاز تک غالباً دو سے تین سال کا عرصہ لگ سکتا ہے منصوبہ ہر لحاظ سے قابل عمل ہے اور بنیادی طور پر مستحقین زکوٰۃ افراد کے لیے ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوٰۃ کی ادئیگی کے لیے کسی مستحق کو بلا عوض مالک بنانا ضروری ہوتا ہے، بصورت مسئولہ میں چونکہ یہ شرط نہیں پائی جارہی اس لیے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

"قال في شرح التنوير لا يصرف إلى بناء نحو مسجد وفي الشامية كبناء القناطر والسقايات و..... كل مالا تمليک فيه"...... (ردالمحتار: ۲/۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بنو ہاشم کو زکوٰۃ کسی صورت میں بھی دینا جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۰۶): محترم و مکرم جناب حضرت مفتی صاحب عرض یہ ہے کہ ہمیں ایک شرعی مسئلے کا جواب تفصیل کے ساتھ چاہیے وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ عباسی، علوی سید، حضرت جعفرؓ یا حضرت عقیلؓ یا حضرت حارث بن عبد المطلب کی اولاد پر کن کن صورتوں میں جائز نہیں؟ اسی طرح ان کو صدقہ فطر دینے کا کیا حکم ہے؟ ہم عباسی ہیں، ہم میں، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو زکوٰۃ دی جائے اور زکوٰۃ کے مستحق ہیں اور بہت سے لوگ ان کو فطرانہ زکوٰۃ وغیرہ دیتے ہیں، میں نے بہشتی زیور میں پڑھا ہے کہ ان کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں بنو ہاشم کو کسی صورت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور بنو ہاشم میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ اور حضرت حارثؓ بن عبد المطلب کی اولاد مراد ہیں، البتہ ان کی ضروریات کو نفلی صدقات سے پورا کیا جاسکتا ہے۔

”ولایدفع الی بنی هاشم وهم آل علی وآل عباس وال جعفر وال عقیل وال الحارث بن عبدالمطلب کذافی الهدایه......هذافی الوجبات کالزکوة والنذر والعشر والکفارة فأماالتطوع فیجوز الصرف إلیهم کذافی الکافی“...... (الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

معاشرتی بہبودی ادارے کا زکوٰۃ کی رقم کو بطور قرض استعمال کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک معاشرتی بہبود کا ادارہ ہر سال زکوٰۃ کی رقم حاصل کر کے تقسیم کرتا ہے، کیا یہ حاصل کردہ رقم سے حسب ذیل مقاصد کے لیے بطور قرض استعمال کرسکتا ہے؟ اور کتنے عرصہ میں رقم کی واپسی ضروری ہے؟

(۱) ادارہ کی زمین پر زید نے مقدمہ دائر کیا جس کو واپس لینے کا طے پایا کہ چھ لاکھ روپے ادا کرے گا کیا زید کو ادائیگی کے لیے چار پانچ لاکھ حاصل کردہ زکوٰۃ کی رقم سے ادائیگی کرسکتا ہے؟

(۲) مذکورہ زمین پر ایک مارکیٹ بھی تعمیر کرنے کا ارادہ ہے، کیا اس مقصد کے لیے حاصل کردہ زکوۃ کی رقم بطور قرض استعمال کرسکتا ہے؟ اور اس کی واپسی کتنے عرصہ میں لازمی کرنا پڑے گی؟

ازراہ کرم مذکورہ بالا سوالات کے بارے میں شرعی آراء سے مطلع فرمائیں جزاکم اللہ۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں حاصل شدہ زکوۃ کی رقم کو مذکورہ مقاصد میں بطور قرض استعمال کرنا درست نہیں بلکہ مستحقین کو اس مال کا مالک بنایا جائے۔

"(الیتیمة) سئل البقالی عمن أعطی رجلادراهم يتصدق بهاعن زكاة الامر....إن كان صرف المال الذی دفعه الأمرفی حاجته ثم دفعهامن مال نفسه فهذالايجوز لانه لماأنفقه صارمضموناعليه فلايبرأ إلابالأداء إلی المالك"......(التتارخانية: ۲/۲۱۴)

"أماتفسيرهافهی تمليك المال من فقيرمسلم غيرهاشمی الخ"......(الهندية: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد جو مقروض ہو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر (۴۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد ہے لیکن مقروض ہے کیا اس شخص کو زکوۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کے حوالے سے جواب عرض فرمائیں حالت یہ ہے کہ اس کا مکان بھی نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں امام مسجد اگر صاحب نصاب نہیں ہے اور مقروض ہے اور سید بھی نہیں تو شرعاً ایسے آدمی کو زکوۃ دینا جائز ہے، بلکہ افضل ہے۔

"إنماالصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليهاوالمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمين وفی سبيل الله وابن السبيل"......(التوبة:)

"یجوز دفعها إلی من یملک أقل من النصاب وإن کان صحیحامکتسبا کذافی الزاهدی"......(الهندیة: ۱/ ۱۸۹)

"والدفع إلی من علیه الدین أولیٰ من الدفع إلی الفقیر کذافی المضمرات"......(الهندیة: ۱/ ۱۸۸)

"(منها الفقیر) وهو من له أدنی شئ وهومادون النصاب أوقدرنصاب غیرنام وهومستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصب کثیرة غیرنامیة إذاکانت مستغرقة بالحاجة کذافی فتح القدیر اه"......(الهندیة: ۱/ ۱۸۷)

"(ومنها المسکین) وهو من لاشئ له فیحتاج إلی المسئلة لقوته أومایواری بدنه اه"......(الهندیة: ۱/ ۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سید کے لئے مدرسہ کا کھانا اور وظیفہ وصول کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) اگر ایک طالب علم آل علیؓ میں سے ہے، مدرسے میں رہتے ہوئے اس کے لیے مدرسہ کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ کی جانب سے وظیفہ وصول کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اس کے لیے جائز نہیں ہے تو یہ کھانا جو کہ کھاچکا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کے لئے مدرسہ کا کھانا زکوۃ سے ہو یا صدقہ واجبہ سے ہو بغیر تملیک کے استعمال کرنا جائز نہیں لیکن اگر استعمال کرلیا ہے تو ان حضرات کی زکوۃ ادا ہو چکی اور اگر واپسی کی کوئی صورت نہ ہو تو توبہ کریں۔

"وفی الهندیة ولایدفع إلی بنی هاشم وهم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب"......(الهندیة: ۱/ ۱۸۹)

"وأماإذاظهر أنه غنی أوهاشمی أوکافر...... فإنه یجوز وتسقط عنه الزکوة فی قول أبی حنیفةؒ ومحمدؒ"......(الهندیة: ۱/ ۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سید مدرس کو مدرسہ کے فنڈ میں سے تنخواہ لینا دینا:

مسئلہ نمبر (۴۱۰): مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے اندر صدقات، عشر، زکوۃ، قربانی کی کھالیں اور جو رقم ہوتی ہے اس میں سے کوئی مدرس ہاشمی سید اعوان ہو تو اس کی تنخواہ اس سے لینا جائز ہے؟ اس بارے میں علماء کیا فرماتے ہیں، جواب ارشاد فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں مدارس میں جو رقم زکوۃ، صدقات، عشر، قربانی کی کھالوں سے جمع ہوتی ہے اس میں سے کسی مدرس کو بھی بغیر حیلہ کے تنخواہ دینا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ کسی ایسے مدرس کو دی جائے جو سید ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتا ہو، سید یا ہاشمی کو زکوۃ، صدقات، عشر وغیرہ سے تنخواہ دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔

"وفي الهنديةولايدفع إلى بني هاشم وهم آل عليؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقيلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب"..... (الهندية: ۱/ ۱۸۹)

"ولونوى الزكوة بمايدفع المعلم إلى خليفة ولم يستاجره إن كان الخليفة بحال لولم يدفعه يعلم الصبيان أيضاأجزاه وإلافلا"..... (الهندية: ۱/ ۱۹۰)

"قال في شرح التنويرولاإلى بني هاشم إلامن أبطل النص قرابته وهم بنولهب فتحل لمن اسلم منهم كماتحل لبني المطلب ثم ظاهر المذهب إطلاق المنع"..... (ردالمحتار: ۱/ ۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سماجی تعلیمی وفلاحی اداروں کو صدقات واجبہ ونافلہ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۱۱): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سماجی وتعلیمی ادارہ جس کے نام sare &fair بحیثیت ایک ''این جی او'' کے پاکستان میں کام کر رہا ہے اس کا صدر دفتر جرمنی میں واقع ہے اس کا بنیادی مقصد child labar کے خلاف کام کرنا ہے مزید اس کے منشور کے مطابق منصوبہ غریب بچوں کی تعلیم اور صحت پہنچانا ہے اس طرح اور اسی نام کے سکول نیپاں اور انڈیا میں بھی کام کر رہے ہیں، ہمارے ہاں اس نام کا ادارہ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو veren ورن پنڈ نزد شیخوپورہ میں کھول دیا گیا ہے

اس وقت چار سو بچے یہاں مفت تعلیم حاصل کررہے ہیں، لگ بھگ ایک کروڑ کی رقم خرچ کرکے سکول کی عمارت تعمیر کی گئی ہے، منشور کے مطابق پاکستانی کارپٹ اپنی برآمد کا اشاریہ (0.25) رضاکارانہ طور پر جب کہ یورپ میں موجودہ کارپٹ importers اپنی درآمدات کا ایک فیصد پاکستان کے لیے جمع کرتا ہے، اس کے علاوہ ملکی وغیرملکی تاجر Donation بھی دیتے ہیں اور import نہ کرنے کے باوجود (۵ فیصد) روپے ماہانہ بھی دیتے ہیں، اس طرح یہ ادارہ چلایا جارہا ہے، ابھی تک ادارے سے منسلک شعبہ صحت ڈسپنسری کا آغاز نہیں ہوا، لگ بھگ ایک لاکھ روپے تنخواہوں کی مد میں جارہے ہیں، Cora Fair پاکستان کے دفتر کا مکمل انتظام اور ممبرشپ پاکستانی قالین باف تاجروں کے کنٹرول میں ہے اور کوئی بیرونی مداخلت اس میں نہیں ہے، اب تک ۲۵ ممبر بن چکے ہیں، اس سلسلہ میں مفتی صاحب کیا کہتے ہیں اس ادارے کی مدد زکوٰۃ فنڈ سے کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ دوسری صورت میں یہ بھی رہنمائی فرمائیں کہ اس ادارے کی مدد نفلی صدقات سے یا خیرات سے کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقم براہ راست مستحق کو تملیک کرکے دینا اوران پر خرچ کرنا ضروری ہے، اس کے علاوہ دیگر امور مذکورہ میں زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقم لگانا جائز نہیں، ہاں البتہ نفلی صدقات وخیرات کی رقم لگانا جائز ہے۔

"(مصرف الزكوة والعشر)وهومصرف أيضاً لصدقة الفطروالكفارة والنذروغيرذلك من الصدقات الواجبة كمافي القهستاني "..... (الدرمع الرد: ۲/۲۴)

"ويشترط أن يكون الصرف(تمليكاً) لاإباحة (ولا) يصرف (الى بناء نحومسجد)قوله نحومسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات والحج والجهادوكل مالاتمليك فيه زيلعي"... (الدرمع الرد: ۲/۶۸)

"الزكوة هي تمليك المال من فقيرمسلم غيرهاشمي الخ"... (الهندية: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجداورمدرسہ کی تعمیر کے لئے حیلہ تملیک کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مسجداورمدرسہ کی تعمیر کررہے ہیں اس سلسلے میں کچھ معلومات زکوۃ کے بارے میں چاہتے ہیں براہ کرم اسی کاغذ پرتحریر فرمادیجئے گا۔

(۱) کیامدرسہ کی تعمیر کے لیےزکوۃ کی رقم استعمال ہوسکتی ہے؟

(۲) مدرسہ اور مسجد میں کون سی صورت میں زکوۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) مدرسہ کی تعمیر کے لیے زکوۃ کی رقم بغیر حیلہ تملیک کے لگانا جائز نہیں ہے۔

(۲) مسجد میں زکوۃ کی رقم استعمال نہیں جاسکتی اور مدرسہ میں صرف مستحق طلبہ کوزکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یاان کی طرف سے وکیل بن کرمال پرقبضہ کرکے ان پرخرچ کی جاسکتی ہے، البتہ اگر بصورت مجبوری حیلہ تملیک کرلیاجائے (کسی ایسے مستحق شخص کواس کامالک بنادیاجائے جو یہ جذبہ رکھتا ہوکہ اگراسکے پاس وسائل ہوں تو وہ ان امور میں خرچ کرے پھروہ اپنی خوشی سے مدرسہ میں دےدے) تو مدرسہ اور مسجد کے تمام امور میں خرچ کرناجائز ہے۔

"(مصرف الزكوة والعشر)وهومصرف أيضاالصدقة الفطروالكفارة والنذروغيرذلک من الصدقات الواجبة كمافي القهستاني (هوفقيرالخ)"...... (الدرمع الرد:۲/۶۳)

"ويشترط أن يكون الصرف (تمليكا) لاإباحة (ولا)يصرف(إلى بناء نحومسجد)قوله نحومسجد كبناء القناطروالسقايات واصلاح الطرقات والحج والجهادوكل مالاتمليک فيه زيلعي"...(الدرمع الرد:۲/۶۸)

"الزكوة هي تمليک المال من فقيرمسلم غيرهاشمي الخ"......(الهندية: ۱/۱۷۰)

"(ان الحيلة ان يتصدق على الفقيرثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهرنعم)البحث لصاحب النهروقال لانه مقتضى صحة التمليک"...... (ردالمحتار:۲/۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کئی سال پہلے خریدے گئے پلاٹ پروجوب زکوٰۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۴): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس بارے میں کہ عبداللہ آج سے بارہ سال پہلے ملازمت سے ریٹائر ہوا تھا اسے ایک معقول رقم خدمت (پنشن) کے لیے ملی، عبداللہ نے اس رقم کو محفوظ کرنے کی غرض سے ایک رہائشی علاقے میں ایک پلاٹ خریدلیا اور بارہ سال کے بعد عبداللہ نے ارادہ کیا کہ یہ پلاٹ اپنی اولاد میں تقسیم کردوں، اولادکو اختیار مل جائے گا کہ چاہے تو وہ اپنے حصہ میں مکان تعمیر کریں یا اسے بیچ کر رقم اپنے مصرف میں لے آئیں، عین ممکن ہے کہ سارے پلاٹ کو بیچ دیا جائے اور اولاد اپنا اپنا حصہ نقد وصول کرلے، رجسٹری پلاٹ کی ابھی تک عبداللہ کے نام ہے، لیکن اس نے ارادہ کرلیا ہے کہ پلاٹ بچوں میں تقسیم کروں گا، آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ کیا اس پلاٹ پر زکوٰۃ کی ادائیگی ہوگی؟ اور یہ کہ زکوٰۃ کون ادا کرے گا اور کتنی ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہے تو عبداللہ کو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اگر فروخت کرنے کی نیت سے نہیں خریدا تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

"فلیس فی دورالسکنی وثیاب البدن وأثاث المنزل ودواب الرکوب وعبیدالخدمة وسلاح الاستعمال زکاة"... (الھندیة: ۱/۱۷۳)

"ولیس فی دورالسکنی وثیاب البدن وأثاث المنازل ودواب الرکوب وسلاح الاستعمال زکوة لأنهامشغولة بالحاجة الأصلیة ولیست بنامیة أیضا"... (الھدایة: ۱/۲۰۲)

"(وأثاث المنزل ودورالسکنی ونحوها) قوله(أثاث المنزل الخ) محترزقوله نام ولوتقدیراقوله ونحوهاأی کثیاب البدن الغیرالمحتاج إلیهاوکالحوانیت والعقارات"...... (الدرمع الرد: ۲/۹)

"لوکان له عبیدلالتجارة أودارالاللسکنی ولم ینوالتجارة لایجب فیهماالزکاة"......(مجمع البرکات بحواله معلم الفقه: ۱/۴۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ فنڈ سے مستحق بچیوں کو رقم دینا یا سامان خرید کر دینا:

مسئلہ نمبر(۴۱۴): علمائے کرام درجہ ذیل تشریحات کے متعلق فتوی صادر فرمائیں۔

(۱) گھریلو ملازمات کو ملازمت کے صلہ میں ماہانہ اچھی تنخواہ اور اچھی خوراک دیتے ہیں جو ہم خود کھاتے ہیں اور اچھے سے اچھے لباس مہیا کرتے ہیں اور انہیں اپنی بیٹیوں کی طرح رکھا ہوا ہے، ان کے والدین جو کہ غریب ہیں ان کی ضروریات کا بھی خیال رکھتے ہیں اور انہیں وقتاً فوقتاً لباس بھی مہیا کرتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان بچیوں کی شادی زکوۃ فنڈ سے کروا سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی شادی کے اخراجات کے لیے ان کے والدین کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، بچیوں کے والد بھی فوت ہو چکے ہیں اور اسی طرح وہ پیسے یتیم کی مدد میں بھی آ جاتے ہیں، کیا شادی ہم زکوۃ فنڈ سے کروا سکتے ہیں؟

(۲) کیا بچیوں کے والدین اور ان کے جو غریب رشتہ دار ہیں جو کہ زکوۃ کے مستحق ہیں زکوۃ فنڈ سے ان کو لباس مہیا کر سکتے ہیں؟

(۳) کیا زکوۃ فنڈ سے ان کے والدین کی مدد وغیرہ کر سکتے ہیں؟

(۴) واضح رہے کہ یہ بچیاں ہمارے ہی گھر میں دن رات رہتی ہیں، انہیں اچھی خوراک اور اچھا لباس مہیا کرتے ہیں، اور ہمارے پاس بہت خوش ہیں، انہیں اپنے گھر میں ایسی سہولت میسر نہیں ہے، کیا ہم انہیں زکوۃ فنڈ ادا کر سکتے ہیں، کیا ان کے رشتہ داروں کو خوارک اور لباس زکوۃ فنڈ سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۴،۳،۲،۱) صورت مسئولہ میں اگر یہ بچیاں مستحق زکوۃ ہوں اور ہاشمی بھی نہ ہوں تو زکوۃ فنڈ سے سامان خرید کر دے سکتے ہیں، اسی طرح ان بچیوں کو یا ان کے والدین کو یا ان کے رشتہ داروں کو زکوۃ کے پیسوں سے لباس وغیرہ خرید کر دے سکتے ہیں۔

"فھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی ھذا فی الشیٔ کذا فی التبیین"..... (فتاوی الھندیه: ۱/ ۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نصاب سے کم صرف سونا کسی کے پاس ہوتو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر (۴۵): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب میں اپنے ایک عزیز کو زکوۃ دینا چاہتا ہوں، انہوں نے اپنی کم آمدنی سے بچا کر اپنی بیٹوں کے لیے چار تولے سونا خریدا ہوا ہے اس کے علاوہ ان کے پاس روپیہ چاندی وغیرہ کچھ نہیں ہے، جو آتا ہے وہ خرچ ہو جاتا ہے، کیا ایسے شخص کو زکوۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

ایسے شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

" في المصارف منها الفقير وهو من له ادنى شئ وهو مادون النصاب أو قدر نصاب عندنا وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر"......

(الهندية: ۱/۱۸۷)

"نصاب الذهب عشرون مثقالا"......(الدر المختار: ۲/۳۱)

"واللازم في مضروب كل ومعموله ولو تبرا أو حليا مطلقا أو عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أو ورق اى فضة مضروبة فأفاد أن التقويم إنما يكون بالمسكوك عملا بالعرف مقوما بأحدهما إن استويا فلو أحدهما أروج تعين التقويم به ولو بلغ بأحدهما نصابا دون الآخر تعين مايبلغ به ولو بلغ باحدهما نصابا.....وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه يقوم.....إلا إذا كان يخلص منه مايبلغ نصابا أو أقل وعنده مايتم به فقد تجب زكاته فتجب وإلا فلا"...... (الدر مع الرد: ۲/۳۳)

"وقيمة العرض للتجارة تضم إلى الثمنين لأن الكل للتجارة وضعا وجعلا"

......(أيضا: ۲/۳۷)

"ولا إلى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان"......(أيضا: ۲/۷۰)

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کے پاس اگر چار تولے سونے کے ساتھ کچھ نقد رقم ہو چاہے جتنی ہی ہو تب بھی یہ صاحب نصاب ہے، کیونکہ اس نقدی کو سونے کے ساتھ ملانے سے

وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جاتی ہے، لہٰذا اس صورت میں اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں، اور اگر اس چار تولے سونے کے علاوہ کچھ بھی نقدی نہ ہو اور نہ ہی چاندی ہو نہ ہی مال تجارت ہو اور نہ ہی ضرورت سے زائد سامان ہو کہ جن کو سونے کے ساتھ ملانے سے یہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے، تو چونکہ صرف سونا ہونے کی صورت میں نصاب مکمل ساڑھے سات تولہ ہے لہٰذا نصاب کامل نہ ہونے کی وجہ سے اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر کا زکوۃ کی مد میں فیس معاف کرنا اور دوائی دینا:

مسئلہ نمبر (۴۱۶): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) اگر فیس کو زکوۃ کے ضمن میں معاف کر دیا گیا کیا زکوۃ ادا ہوگئی؟

(۲) یہ چیک اپ اور دوا کے پیسے جو دوسروں سے لیتا ہے وہ مستحق سے نہیں لیتا اور سمجھتا ہے کہ اتنے پیسے زکوۃ سے ادا ہو گئے آیا یہ صحیح ہے؟ جب کہ دواء کے پیسوں کا ڈاکٹر بھی مالک نہیں بنا تھا، اس کو زکوۃ میں شمار کرتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کی رقم جب تک مستحق زکوۃ کے قبضہ میں نہ دی جائے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، لہٰذا دونوں مذکورہ صورتوں میں زکوۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر دوائی کسی فقیر کو بطور زکوۃ دے دی اور تملیک کر دی تو اس سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

"فھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ"......

(الھندیۃ: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے کاروباری نقصان کا ازالہ کرنا اور قرض ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار دوستوں نے قرض لیکر کاروبار شروع کیا تھا لیکن نہ چل سکا اور مکمل طور پر ختم ہو گیا، اب ہم سے قرض خواہ مسلسل رقم کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن ہمارے حالات بہت خراب ہیں، کیا ہم زکوۃ کی رقم استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوٰۃ اس وقت لے سکتے ہیں جب آپ خود صاحب نصاب نہ ہوں، قرض کی رقم علیحدہ کرنے کے بعد یعنی قرض کی رقم الگ کرنے کے بعد سونا یا چاندی میں سے کسی ایک کا نصاب نہ ہو، چاہے دونوں کو ملا کر ہی ہو یا نقدی ملا کر ہی ہو یا ضرورت سے زائد اتنا مال اسباب نہ ہو جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے نصاب کو پہنچ جائے۔

"(ومنها الغارم) وھو من لزمه دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینه أو کان له مال علی الناس لا یمکنه أخذه کذا فی التبیین والدفع إلی من علیه الدین أولیٰ من الدفع إلی الفقیر کذا فی المضمرات"......(الھندیة: ۱/۱۸۸)

"ومدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینه" .....(الدر مع الرد: ۲/۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ کے لئے مہتمم زکوٰۃ و صدقات واجبہ لے سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں مدارس علوم دینیہ کے تمام اخراجات مثلاً (تعمیر دار الاقامہ، تعمیر مسجد، مدرسہ کی خریداری، کتب درس، تدریس، تنخواہ اساتذہ و ملازمین اور نظم خوراک طلبہ) بوجہ عدم دستیابی وسائل و عدم دلچسپی عوام مجبوراً عشر و زکوٰۃ سے پورے کیے جاتے ہیں، کیا ان مندرجہ بالا مصارف میں زکوٰۃ و عشر کا لگانا جائز ہے، حیلہ کے ساتھ یا بغیر حیلہ کے؟ اگر حیلہ کے ساتھ جائز ہے تو کیا غنی شخص اگر حیلہ بنا کر عشر و زکوٰۃ سے استفادہ کرے تو عشر و زکوٰۃ سے اس شخص (مالک) کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، اگر نہیں تو اس حیلہ اور اس حیلہ میں کیا فرق ہے۔ کتب فقہ میں جس طرح غنی شخص کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اسی طرح عشر و زکوٰۃ کی رقومات سے فقہی ادارے کی تعلیم تعمیر کو بھی منع کیا گیا ہے نیز اگر یہ عمل عشر و زکوٰۃ برائے تعمیر مدرسہ و مسجد و دیگر مندرجہ بالا مصارف میں استعمال کرنا جائز نہیں تو مہتمم مدرسہ عالم بالمسئلہ پر یہ بیان (کہ عشر و زکوٰۃ لینا مصارف میں جائز نہیں) واجب تو نہیں اور خاموشی اختیار کرنے پر وعید حدیث شریف کا مستحق تو نہیں؟ حدیث میں ہے: "من کتم علما مما ینفع الله به فی امر الناس امر الدین الجمه الله یوم القیامة بلجام من النار" ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ مصارف میں زکوٰۃ کا استعمال کرنا جائز نہیں محتاج فقیر کو ہی تملیک کا دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، مروجہ حیلہ

کو علماء نے پسند نہیں کیا مگر ضرورت کی بنا پر جیسے کی اجازت ہے، اگر مجبوری کی صورت میں بھی اجازت نہ دی جائے تو ضیاع دین کا اندیشہ ہے، جیسا کہ اسی ضرورتِ زمانہ کی وجہ سے متاخرین نے تعلیم دین وامامت واذان پر اجرت کی اجازت دی ہے، لہٰذا اگر بصورت مجبوری مذکورہ بالا حیلہ تملیک شرعی کو اختیار کیا گیا، تو مذکورہ مصارف اور غنی کے لیے زکوٰۃ وعشر کا مال استعمال کرنے کی گنجائش ہے، بغیر حیلہ تملیک کے درست نہیں، ایسے اہتمام سنبھالنے والے حضرات جن کو یہ مسئلہ معلوم ہے ان پر بتانا ضروری نہیں پھر بھی اگر وہ مہتمم احسن طریقہ سے اظہار کر دے اور پھر حیلہ تملیک کر لے تو بھی ٹھیک ہے۔

"(ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالاتمليك فيه زيلعي"......(ردالمحتار: ۲۸/۲)

"أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء هل له أن يخالف أمره لم أره والظاهر نعم (البحث لصاحب النهر) وقال لأنه مقتضى صحة التمليك"...... (ردالمحتار: ۲۹/۲)

"(لاتصح الاجارة لعسب التيس ولالاجل الطاعات..... (ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان) قال في الهداية وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الأمور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى"......(الدر مع الرد: ۳۸/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کی ادائیگی میں موجودہ قیمت کا اعتبار ہے:

مسئلہ نمبر(۳۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس بقدر نصاب سونا موجود ہے اس پر سال بھی گزر چکا ہے لیکن میں نے اس سونے کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، اب دو تین ماہ سال سے زائد گزر چکے ہیں، جس وقت زکوٰۃ مجھ پر واجب ہوئی تھی اس وقت سونے کی قیمت موجودہ قیمت سے کم تھی۔

میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ میں اب سونے کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں کس قیمت کا حساب کروں؟ موجودہ قیمت کا یا اس قیمت کا جس وقت سال مکمل ہوا تھا؟ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں سونے کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت موجودہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

"وجاز دفع القيمة فی الزکوة وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة غير الإعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب. وقالا يوم الأداء وفی السوائم يوم الأداء إجماعا فقط". ...(الدر المختار: ۲/۲۴)

"وان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب لان الواجب احدهما ولهذا يجبر المصدق على قبوله وعندهما يوم الاداء"

...(الهندية: ۱/۱۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کی ادائیگی میں موجودہ قیمت کا اعتبار ہے:

مسئلہ نمبر (۴۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے زیور یا مال کی موجودہ قیمت کا اعتبار کرنا چاہیے یا قیمت خرید کا؟ فروخت کی نیت سے لیے گئے پلاٹ کی زکوٰۃ کس طرح ادا کریں، موجودہ قیمت پر یا قیمت خرید پر؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا، چاہے وہ زیور ہو یا پلاٹ وغیرہ ہو۔

"وکذا کل مکيل اوموزون اومعدود وان کانت الزيادة فی الذات بان ذهبت رطوبته تعتبر القيمة يوم الوجوب اجماعا الخ". ...(الهندية: ۱/۱۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر ہاشمی مدرسہ کو زکوۃ اور عشر دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی دینی مدرسے میں بیرونی مقیم طلباء نہ ہوں اور تعلیم کے اوقات کے بعد اگر مدرسہ بند ہو جاتا ہو اور طلباء گھروں کو چلے جاتے ہوں تو اس مدرسے کے کرایہ کے اخراجات اور مدرسے کے مکان کے اخراجات اور بل میں زکوۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

اور اس مدرسے کو زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں؟ یا مدرسے کے منتظمین کے لیے زکوۃ اکٹھا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تفصیلاً جواب دیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک شرط ہے، لہٰذا مذکورہ مصارف میں زکوۃ لگانا جائز نہیں ہے، البتہ سخت مجبوری کی حالت میں حیلہ تملیک کے بعد استعمال کر سکتے ہیں۔

"ھی شرعا تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ".... (الدرمع الرد: ۲/ ۳)

"ھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للہ تعالیٰ ھذا فی الشرع کذا فی التبیین".... (الھندیۃ: ۱/ ۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض کی صورت میں زکوۃ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمود احمد نے چار لاکھ پندرہ ہزار روپے کا اپنے بھائی مقصود احمد کو دکان میں سامان وغیرہ ڈال کر دیا اب محمود احمد کا اپنا کاروبار بھی ہے، جس سے آمدنی ۸۴/ ہزار روپے ہے ان میں ۳۵/ ہزار روپے خرچہ چلتا ہے، اس کے علاوہ ایک پلاٹ خرید رکھا ہے، اس کے قسط وار ہزار روپے ادا کئے ہیں، ان میں ۸۴/ ہزار روپے ادا کرنا باقی ہیں، مذکورہ صورت میں مقصود احمد پر زکوۃ ادا کرنا واجب ہے یا کہ نہیں؟ اگر واجب ہوگی تو کیا صورت ہوگی؟ واضح رہے کہ مقصود احمد نے قرضہ نہیں اتارا، قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں جزاکم اللہ خیرً۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونایاساڑھے باون تولہ چاندی یااس کی مالیت ہو، مال تجارت ہو یا رقم ہوتوزکوۃ واجب ہوگی، اگران میں سب تھوڑاتھوڑاہوجوچاندی کے نصاب کوپہنچ جائے تو بھی اس میں زکوۃ واجب ہوگی اور یہ مال ضرورت اصلیہ سے زائدہوں اور لئے ہوئے قرض سے بھی زائدہوں اوراس نصاب پرسال بھی گزرجائے توزکوۃ دیناواجب ہے۔

"(ومنهاالفراغ عن الدين)قال أصحابناكل دين له مطالب من جهةالعبادیمنع وجوب الزكوة"...... (الهندية: ۲/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے محلہ کے بچوں کی دینی تعلیم کے لیے مسجد کے متصل کمرہ بنانا:

مسئلہ نمبر(۴۷۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ساتھ ایک کمرہ زکوۃ کے پیسوں سے محلے کے بچوں کے لئے بنایاگیاتاکہ اس میں تعلیم حاصل کریں اور بیرونی طالبعلم وہاں کوئی نہیں ہے لیکن بعد میں انہوں نے نیت کرلی کہ بیرونی طالب علم بھی رکھیں گے، توکیااس کے لیےزکوۃ کاپیسہ درست ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کے پیسوں سے مدرسہ کی تعمیر درست نہیں ہے، کیونکہ زکوۃ میں تملیک فقیر شرط ہے اوراس صورت میں تملیک نہیں پائی جاتی،لہٰذازکوۃ کی جورقم اس تعمیر پربغیر تملیک کے خرچ ہوئی ان لوگوں کی زکوۃ ادانہیں ہوئی اورخرچ کرنے والے پرضمان ہوگا۔

"ولايجوزأن يبني بالزكوة المسجدوكذاالقناطروالسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهاروالحج والجهادوكل مالاتمليک فيه"......الهندية: ۱/۱۸۸)

"ولايبنى بهامسجدولايكفن بهاميت لانعدام تمليک منه وهوالركن....ولايبنى بهاالسقايات ولايحفربهاالآبار"... (الجوهرة النيرة: ۱/۱۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دینی مدارس کو سالانہ گندم اور چندہ بطور زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے جامعہ میں ایک سوپچیس طالبات زیر تعلیم ہیں، جن کی رہائش وطعام فری ہے، اور جامعہ ھذا کی کوئی مستقل گرانٹ بھی نہیں ہے اور یہ اپنی مدد آپ چل رہا ہے، مخیر حضرات اپنا صدقہ زکوۃ خیرات دیتے ہیں وہ ان پر صرف ہوتا ہے، تو یہ فتویٰ لینا ہے کہ کوئی شخص ان کو سالانہ گندم خرید کر دیتا ہے یا چندہ دیتا ہے تو زکوۃ کی رقم سے دے سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کا زکوۃ کی رقم سے مدرسہ کو سالانہ گندم اور چندہ دینا درست ہے بشرطیکہ مہتمم اس کو مستحقین سے تملیک کروائے، مستحق کو اختیار ہے اسے جیسے چاہے خرچ کرے۔

"ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة کما مر لا یصرف إلی بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میت وقضاء دینه أما دین الحی الفقیر فیجوز کما مر (قوله تملیکا) فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک ولو أطعمه عنده ناویا الزکاة لا تکفی الخ"......(الدر مع الرد: ۲/ ۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض آدمی کا زکوۃ لینا:

مسئلہ نمبر (۴۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ تقریباً پچاس ہزار روپے کا مقروض ہے، ایک محکمہ میں ملازم ہے اور بندہ کی تین ہزار سات سو روپے تنخواہ ہے اور ایک چھوٹا بھائی ہے جو کہ ایک مکان پر ملازم ہے، اس کی تنخواہ پندرہ سو روپے ہے، ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور اتنی تنخواہ پر ہمارے بمشکل گھریلو اخراجات پورے ہوتے ہیں بندہ کی بیوی کے پاس تقریباً پانچ تولے سونا ہے جو کہ اس قرضے میں سے لیکر بندہ نے اس کی شادی پر اس کو دیا ہے بارش نہ ہونے کی وجہ سے غلہ بازار سے خریدنا پڑتا ہے، کیا بندہ زکوۃ لینے کا حق دار ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال آپ مذکورہ حالات میں زکوۃ لے سکتے ہیں۔

"مصرف الزکوۃ والعشر هو فقیر وهو من له أدنی شئ به قوله أي دون نصاب أي نام فاضل عن الدین فلو مدیونا فهو مصرف"......(الدرمع الرد: ۲/ ۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کو قرض کی رقم سے علیحدہ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک آدمی کو کچھ پیسے ادھار دیئے تھے ان میں سے میں نے آدھے اس کو معاف کردیئے وہ آدمی واقعی غریب ہے اس کا گزارہ مشکل سے ہوتا ہے، میں نے اس کو کہا کہ جو رقم دینی ہے وہ زکوٰۃ کے پیسوں میں کٹوادو، مگر وہ مانتا نہیں، کہتا ہے کہ دے دوں گا، مگر تقریباً چار پانچ سال ہوگئے ہیں کہ وہ رقم نہیں دے سکا، اگر ویسے معاف کرنے کو کہوں تو مان جائے گا، کیا اس کے بتائے بغیر وہ رقم اس سے زکوٰۃ کے پیسوں میں کاٹ دوں کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوٰۃ کسی مستحق زکوٰۃ کو بلاعوض مال کا قبضہ دلاکر مالک بنانے کو کہتے ہیں اس لیے زکوٰۃ کی رقم قرض سے نہیں کاٹ سکتے اور نہ ہی اس طرح کرنے سے شرعاً زکوٰۃ ادا ہوگی، جب تک کہ کسی مستحق زکوٰۃ (فقیر) کو زکوٰۃ کا مالک نہ بنایا جائے، البتہ ایک طریقہ ہے وہ یہ کہ آپ پہلے زکوٰۃ کا مال مقروض کو تملیک کریں بعد میں اس سے قرضہ کے بدل میں وصول کریں۔

"فهي تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی اه"......(الهندية: ۲/ ۱۷۰)

"وأداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لایجوز وحیلة الجواز أن یعطی مدیونه الفقیر زکوته ثم یأخذها عن دینه ولو امتنع المدیون مدیده واخذها لکونه ظفر بجنس حقه"......(الدرمع الرد: ۲/ ۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غریب اہل حدیث کو زکوۃ قربانی کی رقم اور فدیہ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں اہل حدیث اولیاء اللہ کی عزت نہیں کرتے انہیں زکوۃ نہیں دینی چاہیے، کیا یہ بات درست ہے؟

(۲) میں پچھلے سال قربانی نہیں کرسکا میں اس کی رقم غریب اہل حدیث کو دینا چاہتا ہوں اس طرح ایک آدمی روزوں کا فدیہ بھی اسے دینا چاہتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں اہل حدیث واجب قربانی سنت سمجھتے ہیں، اس لیے یہ رقم ان کو نہیں دینی چاہیے اور وہ روزے کی جگہ فدیہ جائز سمجھتے ہیں اس لے ان کو یہ رقم نہیں دینی چاہیے۔

آپ حضرات قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ آدمی جب مسلمان فقیر غیر سید ہو تو اس کو زکوۃ قربانی کی رقم اور روزوں کا فدیہ دینا درست ہے، البتہ مذکورہ صفات والے شخص کے بجائے دیندار شخص کو دینا زیادہ بہتر ہے۔

"(مصرف الزکوۃ) وھو من لہ أدنی شئ وھو مادون نصاب او قدر نصاب غیر نام"......(الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"قولہ :أدنی شئ ،المراد بالشئ النصاب النامی وبادنی ما دونہ فافعل التفضیل لیس علی بابہ کما اشار الیہ الشارح والاظھر أن یقول من لایملک نصابا نامیا لیدخل فیہ ما ذکرہ الشارح" .....(ردالمحتار:۲/۷،۲۰۶ب)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بنو ہاشم کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں سید خاندان رہتے ہیں، ان میں ایک بیوہ خاتون ہے اور وہ غریب ہے، میں اس سیدہ کو زکوۃ فطرانہ دینا چاہتا ہوں مگر سنا ہے کہ ان کو زکوۃ فطرانہ وغیرہ دینا درست نہیں کیا اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں اس کی مدد کرسکوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں سیدہ کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

"ولایدفع إلی بنی ھاشم وھم آل عباس وآل علی وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن عبدالمطلب کذافی الھدایة ویجوز الدفع إلی من عداھم من بنی ھاشم کذریة ابی لھب لأنھم لم ینا صروا النبی ﷺ کذافی السراج الوھاج"۔ ... (الھندیة: ۱/۱۸۹)

اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی، البتہ ان کو بطور ہدیہ، ہبہ تحفہ اور عطایا وغیرہ سے دے سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے خیراتی ہسپتال کیلئے بستر و دیگر استعمال کا سامان خریدنا:

مسئلہ نمبر (۴۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لاہور میں ایک فلاحی ادارہ ہے جس کے زیر انتظام غریبوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے، جس کے اخراجات ہسپتال میں قائم زکوۃ فنڈ سے ادا کئے جاتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس صورت میں کیا کوئی شخص اپنی زکوۃ ادا کرسکتا ہے؟ عطیہ دے سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اسکی زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کہ غریب غیر سید مسلمان کو بلاعوض مالک بنانا ضروری ہے، اس وجہ سے اگر اس زکوۃ سے صرف مستحق افراد کا علاج کیا جاتا ہے دوائی وغیرہ دی جاتی ہے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، اگر اس روپے سے ہسپتال کے بستر اور مشین یا دیگر سامان خرید لیا جائے یا غیر مستحق افراد پر خرچ کرتے ہوں تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

"امّا تفسیرھا فھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجہ للہ تعالی ھذا فی الشرع کذافی التبیین" ... (الھندیة: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی جماعت میں چار مہینے لگانے کیلئے کسی کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی تبلیغی جماعت میں گیا، اس کے پاس پیسے نہیں تھے وہ چار مہینے لگا رہا تھا اس کو کسی نے زکوۃ کے پیسے دیدیئے، یہ پیسے اس کے لیے لینا جائز تھے یا نہیں؟ پھر اس آدمی نے کہا کہ میرے لئے ان پیسوں سے کچھ چیزیں خرید لینا، پھر چیزیں خود اس نے دیں کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر مستحق زکوۃ تھا تو اس کے لیے لینا جائز ہے ورنہ نہیں لے سکتا، مستحق ہونے کی صورت میں جب وہ مالک بن گیا تو دینے والے کے لیے کچھ چیزیں لانا لازم نہیں ہیں، اگر زکوۃ دینے والا اس کو کچھ چیزیں لانے پر مجبور کرتا ہے تو یہ جائز نہیں۔

"فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذا في الشرع كذا في التبيين" ...(الهندية: ۱/ ۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

معلم یا معلمہ کو زکوۃ کی رقم میں سے تنخواہ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معلم یا معلمہ کو زکوۃ کی رقم سے تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے گھر کے پاس بچیوں کا ایک دینی مدرسہ کھلا ہے اور اس کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ وہ معلمہ کی تنخواہ دے سکیں، میرے پاس بھی صرف زکوۃ کی رقم دینے کی گنجائش ہے، کیا میں مدرسہ کی معلمہ کو تنخواہ کے طور پر زکوۃ کی رقم دے سکتا ہوں؟ یا انتظامیہ کو رقم دوں چاہے وہ مدرسہ میں استعمال کرے یا چاہے وہ مدرسہ کے مدرس کی تنخواہ میں استعمال کر سکے؟ (جگہ بھی کرایہ پر ہے) اور اسی طرح امام مسجد کا مسئلہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کے پیسے کسی مدرس کی تنخواہ میں نہیں دیئے جاسکتے کیونکہ زکوۃ کے ادا کرنے کے لیے کسی مستحق کو مالک بنانا شرط ہے اس لیے آپ زکوۃ کے پیسے مدرسہ میں دیا کریں۔

اور یہ وضاحت بھی دیا کریں کہ یہ زکوۃ کے پیسے ہیں پھر مدرسہ والے حیلہ تمسیک کر کے مدرس کی تنخواہیں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

"یصرف إلی کلهم اوالی بعضهم تمیلکالاإلی بناء مسجدو کفن میت وقضاء دینه"......(ردالمحتار: ۲/ ۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریبی رشتہ دار مستحقین کو زکوۃ دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے:

مسئلہ نمبر (۴۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بھائی غریب ہے کیا اس کو بہن زکوۃ دے سکتی ہے یا کہ نہیں؟ بہن غریب ہے کیا اس کو بھائی زکوۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

نیز رشتہ داروں میں سے کس کس کو زکوۃ دے سکتے ہیں اور کس کس کو نہیں دے سکتے؟ خوب وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر کسی کا بھائی یا بہن غریب ہے نہ صرف ان کو زکوۃ دی جاسکتی ہے بلکہ اس کو صلہ رحمی اور زکوۃ کا دوہرا ثواب ملتا ہے، رشتہ داروں میں سے اصول اور فروع اور زوجین ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے، باقی سب رشتہ داروں کو دے سکتے ہیں اور رشتہ داروں کو دینا غیروں سے بہتر ہے، بشرطیکہ وہ مستحق ہوں اور مستحق غیر رشتہ دار اشد ضرورت مند نہ ہوں۔

"قوله (واصله وان علاوفرعه وان سفل) بالجرای لایجوزالدفع الی ابیه وجده وان علاولاالی ولده وولدولده وان سفل لان المنفعة لم تنقطع عن الممک من کل وجه کماقدمه فی تعریف الزکوة لان الواجب علیه الاخراج عن ملکه رقبة ومنفعة ولم یوجدفی الاصول والفروع الاخراج عن ملکه منفعة وان وجدرقبة وفی عبده وجدالاخراج منفعة لارقبة"......(البحرالرائق: ۴۲۵/ ۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غریب ماموں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زکوۃ کی رقم کس کو دینی چاہیے اور کس کو لگتی ہے اور کس کو نہیں؟ میرے ایک رشتہ دار ماموں ہیں ان کا کوئی کاروبار نہیں بچیوں کو دینی تعلیم دیکر گزارہ کرتے ہیں، کیا انکو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ ایک سالی ہیں ان کے بچے ہیں خاوند کھیتی باڑی کرتا ہے اتنے خوشحال نہیں کیا انکو زکوۃ دے سکتے ہیں؟ ایک ہمسایہ ہے، وہ کاروبار کوئی نہیں کرتا اس کا ایک بچہ زمینداری کرتا ہے، کیا ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟ دو بھابھیاں بیوہ ہیں ان کے دو بچے کام کرتے ہیں، کیا ان کو زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں رہنمائی فرمائیں؟

(۲) ہم دو دوستوں نے دکان لیکر کام شروع کیا ہم نے ایک ایک لاکھ رقم لگائی، کرایہ اور بجلی کا بل دینے کے بعد اتنا منافع نہیں ہوتا کہ گھر کا خرچہ نکل جائے کیا اس پر زکوۃ بنتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر بنتی ہے تو کتنی؟ گزارہ ہم اپنی تنخواہوں سے چلاتے ہیں۔

(۳) ہمارے پاس دو موٹر سائیکل ہیں، ایک بچے کا ایک میرا، اس پر زکوۃ کتنی ہے؟

(۴) ہم اپنے گھر میں رہتے ہیں اس پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) زکوۃ اصول اور فروع کو نہیں دی جاسکتی، میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے، اور نہ ہی ہاشمی کو دی جاسکتی ہے، ان کے علاوہ باقی ہر شخص کو زکوۃ دی جاسکتی ہے جو نصاب کا مالک نہ ہو اور نصاب ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی ہے، یا اس کے بقدر مال کا آدمی مالک ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو پھر زکوۃ واجب ہے۔

"ولا یدفع الی اصله وان علا و فرعه وان سفل"۔۔۔ (الھندیة: ۱/۱۸۸)

(۲) مال تجارت اگر نصاب کو پہنچتا ہے تو اس کی زکوۃ ادا کرنی پڑے گی۔

(۳) ضرورت کی اشیاء میں رہائشی مکان پر زکوۃ نہیں ہے۔

"(ومنها فراغ المال) عن حاجة الأصلية فليس فی دور السکنی وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الرکوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زکوة"۔۔۔ (الھندیة: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اشد ضرورت کے وقت حیلہ تملیک کے بعد مسجد کی تعمیر پر زکوۃ کی رقم خرچ کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۴۴): محترمی ومکرمی جناب حضرت مفتی صاحب! گزارش ہے کہ ہم مسجد کے لئے پلاٹ خریدنا چاہتے ہیں ہمارے پاس رقم کم ہے، جبکہ ایک شخص زکوۃ کا پیسہ دینا چاہتا ہے، سوال یہ ہے کہ کس طرح اس پیسے کو خرچ کریں کہ اس کی زکوۃ بھی ادا ہو جائے؟ اور مسجد کی خریداری کا بھی مسئلہ حل ہو جائے جواب کے لیے نہایت گزارش کی جاتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ زکوۃ کا مال فقراء اور مساکین کا حق ہے، زکوۃ کی ادائیگی صرف اس وقت ہوگی جب اسے کسی مستحق کو (بلاعوض) تملیک کرا دی جائے، اور مسجد میں یہ صفت نہیں پائی جاتی، لہٰذا مسجد میں زکوۃ کی رقم دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

"وعلی ھذا یخرجه صرف الزکوۃ إلی وجوه البر من بناء المسجد والرباط والسقایات وإصلاح القناطر وتکفین الموتی ودفنھم أنه لایجوز لما لایوجد التملیک اھ" .....(بدائع الصنائع: ۳۹/۲)

اگر مسجد کے لیے رقم کی اشد ضرورت ہو کہ اگر زکوۃ کی رقم نہ دی گئی تو مسجد نہیں بنے گی، تو پھر حیلہ تملیک کے ذریعے زکوۃ کی رقم مسجد میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے یہ رقم کسی فقیر کے تملیک کر دی جائے پھر فقیر کو کہہ دو کہ وہ اپنی خوشی سے ساری رقم مسجد میں دیدے اور واضح رہے کے حیلہ تملیک صرف ضرورت کے وقت کیا جاسکتا ہے ورنہ درست نہیں ہے۔

"وقال فی الدر: وقدمنا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل ھذه الاشیاء وھل له ان یخالف امره لم اره والظاھر نعم" .....(الدر مع الرد: ۶۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فقیر غیر مقروض سے فقیر مقروض زکوۃ کا زیادہ مستحق ہے:

مسئلہ نمبر (۴۴۵): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے والد صاحب کے اکاؤنٹ سے انکو بتائے بغیر پیسے نکلوائے تھے جو کہ مبلغ چالیس ہزار تھے، اس کے علاوہ چند دوستوں سے پیسے لئے تھے ان

پیسوں سے میں نے ایک کاروبار شروع کیا جو نہ چل سکا مکمل طور پر ختم ہو گیا، اب میں قرض ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں، اور والد صاحب اور دوسرے قرض خواہ مسلسل مطالبہ کر رہے ہیں، کیا میں زکوٰۃ وغیرہ کی رقم استعمال کرسکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر آپ واقعۃً مقروض ہیں تو آپ کے لیے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز ہے، بلکہ مقروض (فقیر) شخص غیر مقروض فقیر کی نسبت زکوٰۃ کا زیادہ مستحق ہے، بشرطیکہ آپ سید نہ ہوں۔

"(ومديون لايملك نصابافاضلاعن دينه) وفي الظهيرية الدفع للمديون أولى منه للفقير (قوله أولى منه للفقير) أى أولى من الدفع للفقير الغير المديون لزيادة احتياجه"......(الدر مع الرد: ۳/۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ اور صدقات نافلہ کا مستحق کون ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۳۶): بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم! مسئلہ یہ ہے کہ میں مریض آدمی ہوں، میرا کوئی کاروبار نہیں اور میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا ہوں، میری بیوی کے پاس ساڑھے تین تولے سونا ہے، میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے، وہ میرے پاس رہتے ہیں، گھر کا خرچ میں قرض لے کر پورا کرتا ہوں، قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا میں صدقہ یا خیرات لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب:

صورت مرقومہ میں آپ صدقاتِ نافلہ اور خیرات لے سکتے ہیں، البتہ صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ لینے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی کے پاس اتنا مال نہیں ہے جو نصاب کو پہنچ جائے یا اتنا مال تو ہے لیکن وہ حاجت اصلیہ کے ساتھ مشغول ہے، مثلاً رہنے کے لیے گھر ہے، پہننے کے لیے کپڑے موجود ہیں، لیکن ان کے علاوہ کوئی نقدی رقم موجود نہیں ہے اور نہ ہی اتنا زیور ہے جو نصاب کو پہنچ جائے تو ایسی صورت میں یہ شخص فقیر ہے، صدقات، خیرات، زکوٰۃ وغیرہ لے سکتا ہے۔

"(ومنها الفقير) وهومن له أدنى شئ وهومادون النصاب أوقدر نصاب غيرنام

وھو مستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصب کثیرة غیرنامیة إذا کانت مستغرقة بالحاجة الخ"......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۸۷)

"لابأس أن یعطی من الزکوۃ من له سکن ومایتأثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم الخ"(الدرمع الرد:۲/۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس کی مستقل آمدن نہ ہو اور مقروض بھی ہو اس کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۴۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام شریعت کے لحاظ سے اس مسئلہ کے بارے میں کہ صورت احوال یہ ہے کہ تین آدمی ایک گھر کے کمانے والے ہیں جن کی ٹوٹل آمدنی آٹھ ہزارروپے ہے، جس سے گھر کے اخراجات نہایت مشکل سے پورے ہوتے ہیں، مگر تینوں آدمیوں کی آمدنی مستقل نہیں ہے جس سے ضرورت پوری ہوجائے، گھر کے اخراجات بدستورقائم رہتے ہیں، اس طرح وہ آدمی مبلغ پچیس، تیس ہزارروپے کامقروض ہوچکاہے، کیا ان حالت میں وہ آدمی زکوۃ وصدقات وفطرانہ کاحق دار ہے؟ اس بارے میں فتویٰ ارشادفرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص اگرواقعۃً مقروض ہے تو ان کے لیے زکوۃ وفطرانہ کے پیسے لینادرست ہے خواہ ان کی آمدنی کتنی ہی ہو، بلکہ غیرمقروض مسکین کی بنسبت اس کوزکوۃ دینے کازیادہ ثواب ہے۔

"(ومدیون لایملک نصابافاضلاعن دینه)وفی الظھیریة الدفع للمدیون أولی منه للفقیر(قوله أولی منه للفقیر) أی أولی من الدفع للفقیر الغیرالمدیون لزیادة احتیاجه"......(الدرمع الرد:۳/۲۷)

"(وصدقة الفطر کالزکوۃ فی المصارف) وفی کل حال (الافی) جوازہ (الدفع إلی الذمی وعدم سقوطھابھلاک المال"......(الدرمع الرد:۲/۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گھر کا خرچہ پورا ہورہا ہو لیکن مقروض ہونے کی وجہ سے زکوۃ لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کاروباری حالات کی وجہ سے مقروض ہوگیا تھا، زمین اور دکان دے کر قرض کی ادائیگی کی مگر ابھی بھی کچھ قرض باقی ہے، جس میں گھر کا کرایہ شامل ہے،، لک مکان پریشان کررہا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ میں نے ایک دوست سے قرض حسنہ مانگا تھا وہ قرض حسنہ کی بجائے زکوۃ سے میری مدد کرنا چاہتا ہے اور میرے پاس پلاسٹک مولنگ مشین بھی ہے جس پر مزدوری کر کے گھر کا خرچہ چلا رہا ہوں، پوچھنا یہ ہے کہ میں زکوۃ کی رقم سے گھر کا کرایہ اور قرض اتار سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں سائل زکوۃ کی رقم سے اپنی جملہ مذکورہ ضروریت پوری کرسکتا ہے چاہے وہ کرایہ کی صورت میں ہوں یا قرض کی صورت میں ہوں اور زکوۃ بھی وصول کرسکتا ہے۔

"فإن كان من عليه الدين معسرا يجوزله أخذالزكوة في أصح الأقاويل لأنه بمنزلة ابن السبيل الخ".....(الهنديه: ۱/۱۸۹)

"باب المصرف هوالفقيروالمسكين وهوأسوأ حالامن الفقيروالعامل والمكاتب والمديون الخ"...... (البحر الرائق: ۲/۲۱۹)

"وقيدنابكونه فارغاعن الحوائج الأصلية لأنه لوكان مستغرقابهاحلت فتحل لمن ملك كتباتساوى نصاباوهومن أهلهاللحاجة الخ".....

(البحر الرائق: ۲/۲۲۷)

"وهل له ان يخالف أمره لم أره والظاهرنعم اه .(قوله والظاهرنعم)وقال لأنه مقتضى صحة التمليك قال الرحمتي والظاهر أنه لاشبهة فيه لأنه ملكه إياه عن زكوة ماله وشرط عليه شرطافاسداوالهبة والصدقة لايفسدان بالشرط الفاسداه"...... (الدرمع الرد: ۲/۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا جوان بیٹوں کے غریب باپ کو زکوۃ لینا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مجھے زکوۃ دینا چاہتا ہے

اور میں مستحق زکوۃ بھی ہوں، مگر میرے دونوں جوان بیٹے ہیں اور بیروزگار و مستحق زکوۃ ہیں، زکوۃ دینے والے کو یہ تردد ہے کہ میرے بیٹے چونکہ جوان ہیں اسلئے میں مستحق زکوۃ نہیں ہوں، آیا انکا مجھے زکوۃ دینے سے ان کی زکوۃ ادا ہو جائے گی؟ نیز کیا میں ان پیسوں سے اپنی بچی کی شادی کر سکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں آپ کیلئے زکوۃ کی رقم لینا اور اس سے بچی کی شادی کرنا درست ہے بشرطیکہ آپ سید نہ ہوں۔

"(منها الفقير) وهو من له أدنى شئ وهو مادون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق فى الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملک نصب كثير ة غير نامية إذاكانت مستغرق بالحاجة كذافى فتح القدير" .....(الهنديه: ۱۸۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بہن بھائی کو زکوٰۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم بہن، بھائیوں کو دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جو بہن بھائی نصاب کے مالک نہیں ہیں ان کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

"ولاإلى من بينهماولاد(قال الشامى) قيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى لأنه صلة وصدقة" .. ...

(ردالمحتار: ۲۹/۲)

"والأفضل فى الزكوة والفطر والنذور الصرف أولاً إلى الإخوة والأخوات الخ"......(الهنديه: ۱۹۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک فقیر کو زکوۃ کی کتنی مقدار دینی چاہیے؟

مسئلہ نمبر (۴۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو کتنی زکوۃ دینی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ایک آدمی کو نصاب سے کم زکوۃ دینی چاہیے بقدر نصاب دینا مکروہ ہے،لیکن اگر وہ شخص مقروض ہو تو نصاب یا نصاب سے زیادہ دینا بھی درست ہے۔

"وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً أو كان صاحب عيال بحيث (لوفرقه عليهم لايخص كلاً) أو لايفضل بعد دينه نصاب فلايكره اه"...(الرد المحتار: ۲/۷۳)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مؤذن کو زکوۃ دینے کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۴۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مؤذن جو خود بھی بیمار ہے اسکے پاس اتنا سونا چاندی بھی نہیں ہے جو نصاب کو پہنچے کیا ایسے شخص کو زکوۃ دینا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے ذمہ کچھ قرض بھی ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر مؤذن واقعی مقروض ہے اور اس کے پاس قرض کی رقم کے علاوہ ضروریات اصلیہ سے زائد اتنا سامان وغیرہ نہ ہو جسکی مالیت سے قرض بھی ادا ہو سکے اور مزید اتنا بچے کہ نصاب زکوۃ کو پہنچ جائے تو اس کو زکوۃ دینا درست ہے۔

"والغارم من لزمه دين لايملك نصاباً فاضلاً عن دينه"....(الهداية: ۲/۲۲۱)

"(والغارمين) قيل الغارم الذي عليه الدين أكثر من المال الذي في يده أو مثله أو أقل منه لكن ما وراءه ليس بنصاب اه"....(بدائع الصنائع: ۲/۱۵۴)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض شخص کو قرض اتارنے کے لیے قابل زکوۃ رقم سے قرض کو الگ کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۳۳): ایک آدمی، صاحب نصاب ہے اس کا ذریعہ آمدنی ایک عدد دکان ہے، بقول اس آدمی کے کہ گورنمنٹ نے ہمارے بازار (الحدید) کی تمام دکانیں گرادی ہیں، اس کے بعد عوامی دباؤ کی وجہ سے قدرے پیچھے کی قید لگا کر اسی جگہ کے مالکانہ حقوق دینے کے لیے تیار ہوگئی ہے، جس کی قیمت فی دکان ایک لاکھ ستر ہزار روپے مقرر کی گئی ہے، اس لیے وہ شخص چونکہ گورنمنٹ کا مقروض ہو چکا ہے، لہٰذا قرض اتارنے کے لیے قرض کی رقم کو قابل زکوۃ رقم سے الگ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں گورنمنٹ چونکہ بازار (الحدید) کی تمام دکانداروں کے لیے، مالکانہ حقوق دینے کے لیے تیار ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے دکاندار مالک بن گئے ہیں، لیکن مقررہ قیمت کے ادانہ کرنے کی وجہ سے دکاندار گورنمنٹ کے مقروض ہیں تو اس قرض کو اتارنے کے لیے قابل زکوۃ رقم سے قرض کی رقم کو الگ کر سکتے ہیں، الگ کرنے کے بعد اگر اتنی رقم باقی ہو جو نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس شخص پر زکوۃ دینا واجب ہے، ورنہ نہیں۔

"ومنها أن لايكون عليه دين مطالب به من جهة العباد عندنافإن كان فإنه يمنع وجوب الزكوة بقدره حالاكان أومؤجلا......... ولناماروى عن عثمان ؓ أنه خطب في شهر رمضان وقال في خطبته (ألآ أن شهر زكاتكم قدحضر فمن كان له مال وعليه دين فليحسب ماله بماعليه ثم ليزك بقية ماله) وكان بمحضر من الصحابة ولم ينكر عليه أحدمنهم فكان ذلك إجماعامنهم على أنه لاتجب الزكاة في القدر المشغول بالدين، وبه تبين أن مال المديون خارج عن عمومات الزكاة"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۸۳)

"(قوله فلازكاة على مكاتب الخ) (ومديون للعبد بقدر دينه) فيزكي الزائدإن بلغ نصابا الخ"..... (الدرمع الرد: ۲/ ۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زیر تعمیر مدرسہ اور طلبہ کے لیے زکوۃ وصدقات واجبہ جمع کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس نیت سے کہ مستقبل میں ایک مستقل مدرسہ جس کے لیے کمرے تعمیر کیے جائیں گے، با قاعدہ تعمیر جاری ہے اور دیگر اخراجات کیے جائیں گے مدرسہ قائم ہوگا، مندرجہ بالاصورت حال میں صدقات کا فنڈ جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا ہم زکوۃ وصدقات فطرانہ کی رقوم مندرجہ بالاصورت حال میں جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کئی سال تک جمع کر کے رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ امید ہے کہ تحریری جواب جلدی عنایت فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علم نافع میں مزید اضافہ فرمائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

تعمیر مدرسہ کے لیے زکوۃ وصدقات واجبہ کا فنڈ لینا جائز نہیں، ہاں طلبہ کے لیے فنڈ جمع کرنا جائز ہے اور صدقات نافلہ تعمیر مدرسہ کے لیے جائز ہے اور کئی سالوں کے لیے جمع کر کے رکھ سکتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ ایک سال سے زائد کے لیے جمع نہ کیے جائیں (بلاضرورت)۔

" قال في الهداية لايبنى بها(الزكوة) مسجدولايكفن بهاميت لإنعدام التمليك وهوالركن قال في فتح القديرفإن الله تعالى سماهاصدقة وحقيقة الصدقة تمليك المال من الفقير"......(فتح القدير: ۲/ ۲۰۷)

"لايصرف(إلى بناء)نحو(مسجدو)في الشامية كبناء القناطروالسقايات واصلاح الطرقات وكرى الأنهاروالحج والجهادوكل مالاتمليك فيه"......(ردالمحتار: ۲/ ٦۸)

"التاسعة وقف على عمارة المسجدعلى أن مافضل من عمارته فهوللفقراء فاجتمعت الغلة والمسجدغيرمحتاج إلى العمارة قال الفقيه أبوبكرتحبس الغلة لأنه ربمايحدث بالمسجدحدث وتصيرالأرض بحال لاتغل"..... (البحرالرائق: ۵/ ۳٦۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مستحق زکوۃ شخص زکوۃ کی رقم کو اپنے تمام جائز امور میں خرچ کرسکتا ہے؟:

مسئلہ نمبر (۴۳۵): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ! سائل بچوں اور بچیوں کو گھروں میں جا کر دینی تعلیم دیتا ہے جس سے گھر کے اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے، دو ماہ پہلے ایک فیکٹری میں جا کر قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی تھی وہاں سے مجھے دو ہزار روپے مل جایا کرتے تھے لیکن وہ سلسلہ بھی بند ہوگیا ہے، کرائے کے مکان میں رہتا ہوں ذریعہ آمدنی نہ ہونے کے برابر ہے، جو پیسے آتے ہیں وہ کرائے کے مکان اور بلوں وغیرہ میں چلے جاتے ہیں؟

سائل آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ کیا زکوۃ کے پیسے سائل استعمال میں لاسکتا ہے؟ یا کسی سے لے کر استعمال کرسکتا ہے؟ اپنے بچوں کو زکوۃ کے پیسوں سے گاؤں بھیجنا چاہتا ہوں، آپ مجھے برائے مہربانی بتائیں کہ ہم زکوۃ کے پیسے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر آپ زکوۃ کے مستحق ہیں اور صاحب نصاب نہیں ہیں یعنی آپ کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر گھر میں ضرورت سے زیادہ سامان نہ ہوں اور آپ سید بھی نہیں ہیں تو آپ زکوۃ لے سکتے ہیں اور زکوۃ لے کر اپنے بچوں پر اور اپنی دیگر ضروریات پر خرچ کرسکتے ہیں۔

"قوله (هو الفقير وهو من له أدنى شئ) أى دون نصاب أوقدر نصاب غير نام مستغرق فى الحاجة (ومسكين من لاشئ له) "......(الدرمع الرد: ۲/ ۶۴)

"قوله (هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالا من الفقير) أى المصرف الفقير والمسكين، والمسكين أدنى حالا وفرق بينهما فى الهداية وغيرها بأن الفقير من له أدنى شئ والمسكين من لاشئ له وقيل على العكس ولكل وجه والأول هو الأصح وهو المذهب كذا فى الكافى والأولى أن يفسر الفقير بمن له مادون النصاب كما فى النقاية أخذا من قولهم يجوز دفع الزكوة إلى من يملك مادون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق فى الحاجة"......(البحر الرائق: ۲/ ۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا دور کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۴۶): محترم و مکرم حضرت مفتی صاحب میرے ذمہ زکوٰۃ کی کچھ رقم ہے آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ کیا میں یہ دور کے رشتہ داروں کو دے سکتی ہوں کہ نہیں؟ ان کا مکان تو اپنا ہے لیکن کافی بچے ہیں، آمدنی کم ہے کیا اس قیمتی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر ارشاد فرمائیں کہ آج کل کن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور کن کو نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوٰۃ کی رقم اپنے اصول وفروع کو نہیں دی جاسکتی اور زوجین آپس میں ایک دوسرے کو نہ دیں، ان کے علاوہ اپنے رشتہ داروں کو دے سکتے ہیں جو نصاب کے مالک نہ ہوں اور ہر ایسے مسلمان شخص کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں جو سید نہ ہو اور نصاب کا مالک نہ ہو۔

"(لاإلى من بينهما ولاد ولو مملوكا لفقير)أي بينه وبين المدفوع إليه لأن منافع الإملاك بينهم متصلة فلايتحقق التمليك على الكمال هداية والولاد بالكسر مصدر ولدت المرأة ولادة و ولادا مقرب أي أصله وإن علا كأبويه وأجداده وجداته من قبلهما وفرعه وإن سفل .... (أو زوجية ولو مبانة) أي في العدة ولو بثلاث نهر عن معراج الدراية"......

(ردالمحتار: ۲/ ۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب کو حج کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نصاب کا مالک ہے اس کو حج کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صاحب نصاب آدمی کو حج کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں ہے۔

"(و)لاإلى(غني) يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان"......(ردالمحتار على الرد: ۲/ ۷۰)

"ولاتدفع إلی غنی لقولہ علیہ السلام لاتحل الصدقة لغنی"......(الهداية: ۱/ ۲۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بنات کا مدرسہ چلانے کے لیے زکوۃ لینا:

مسئلہ نمبر(۴۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک مدرسہ بچیوں کے لیے کھول رکھا ہے، جس میں قرآن پاک ناظرہ، تفسیر، احادیث (ریاض الصالحین) فقہ (بہشتی زیور اور تسہیل قدوری) اور عربی لغت بھی پڑھانے کا انتظام موجود ہے، شروع میں مدرسہ کا بخوبی کام ہوتا تھا، اب جب کہ طالبات کی تعداد بڑھ رہی ہے اور تعلیم وتعلم بھی بڑھ رہا ہے اور اس کے علاوہ معمات کے لیے ایک خادمہ کی بھی ضرورت ہے، مشاہرہ میں حوصلہ افزائی کی بھی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ، اب سوال یہ ہے کہ زکوۃ وغیرہ کی رقم تملیک کر کے طالبات پر جیسے چاہیں خرچ کر سکتے یا نہیں؟ جبکہ ذاتی طور پر ایسا کرنا صحیح نہیں لگتا، اس میں کراہیت بھی ہے، مہربانی فرما کر مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

سخت مجبوری اور اشد ضرورت کی بناء پر حیلہ کرنے کی گنجائش دی گئی ہے جب کہ آپ کی ضروریات مدرسہ کی کسی اور طرح پوری نہیں ہوتی پھر وہ رقم فقراء اور مساکین کے لیے زکوۃ کے حق سے وصول کی جاسکتی ہے، بصورت حیلہ تملیک کروا کے مدرسہ کے اخراجات ایسی رقم سے پورے کئے جاسکتے ہیں، بغیر ضرورت کے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس کو فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے۔

"والحيلة في التكفين بهاالتصدق بهاعلى فقيرثم هويكفن فيكون الثواب لهماوكذافي تعمير المساجد"......(الأشباه والنظائر ۳۹۸)

"فرع "يكره أن يحتال في صرف الزكاة إلى والديه المعسرين بأن تصدق بهاعلى فقيرثم صرفهاالفقير إليهماكمافي القنية قال في شرح الوهبانيةوهي شهيرة مذكورة في غالب الكتب"..... (ردالمحتار:۲/ ۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فقیر کے گھر میں ٹی وی ہو تو اسے زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت بیوہ ہے اس کے بچے بھی اس کی کفالت میں ہیں، اور اس کے گھر ٹی وی ہے، تو کیا اسے زکوۃ دینا جائز ہے؟ اور زکوۃ دینے والے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ اور کیا اس کے ذمہ سے زکوۃ ساقط ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ٹی وی حاجت اصلیہ میں سے نہیں ہے اگر اس کی مالیت نصاب مل سے زیادہ ہو تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور اگر نصاب سے کم ہو تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، بشرطیکہ عورت کے پاس کوئی اور قابل زکوۃ مال نہ ہو جو ٹی وی کی قیمت سے مل کر نصاب پورا کر دے، واضح رہے کہ ٹی وی کو اس کے مفاسد کثیرہ کی وجہ سے گھر میں رکھنا جائز نہیں۔

"قال فی البدائع قدر الحاجة هو ماذکره الکرحی فی مختصره فقال لابأس أن یعطی من الزکاة من له مسکن ومایتأثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم إن کان من أهله فإن کان له فضل عن ذلک تبلغ قیمته مأتی درهم حرم علیه أخذ الصدقة اه"......(ردالمحتار: ۲/ ۷۰)

"مصرف الزکوة والعشر (هوفقیروهومن له أدنی شیئ) أی دون نصاب أوقدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة (ومسکین من لاشیئ له) علی المذهب اه"..... (ردالمحتار: ۲/ ۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشہ ورانہ فنی تربیتی اداروں میں زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پنجاب نے بے روزگاری ختم کرنے کے لیے غریب عوام کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے زکوۃ کے مستحق طلباء کو پیشہ ورانہ تربیت دینے کا پروگرام بنایا ہے تاکہ وہ ہنر سیکھ کر خود اپنی روزی کما سکیں اور معاشرے میں ایک باعزت مقام حاصل کر سکیں، حکومت پنجاب نے پیشہ ورانہ فنی ادارے کھولے ہیں اس میں زکوۃ کونسل مستحق طلباء کو زکوۃ کے فنڈ سے وظیفہ دیتی ہے، ہر مستحق

زکوۃ طالب علم کو پچیس سو روپے کے حساب سے وظیفہ دیا جاتا ہے، جس میں سے وہ صرف پانچ سو روپے وصول کرتا ہے اور باقی دو ہزار روپے ادارے کا خرچ بذریعہ تمیک ادارے کو منتقل کر دیتا ہے، اسی رقم سے انتظامیہ اپنے اخراجات چلاتے ہیں، اساتذہ کی تنخواہیں مشینری خریدتے ہیں، بلوں کی ادائیگی اور باقی تمام اخراجات شامل ہیں، اب حکومت کے کچھ افراد نے اعتراض کیا ہے کہ یہ زکوۃ کے پیسوں سے اساتذہ کی تنخواہیں، مشینری کی خرید اور بلڈنگ کی دیکھ بھال وغیرہ خرچ نہیں کی جا سکتی، لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ مندرجہ بالا بیان کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ زکوۃ فنڈ کے ذریعے سے بذریعہ تملیک زمین، بلڈنگ اور مشینری کی خریداری اور اساتذہ کی تنخواہیں دی جا سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں انتظامیہ زکوۃ فنڈ سے ہر طالب علم کو ماہانہ مذکورہ رقم تملیک کر کے دیتی ہے پھر دو ہزار فیس کے طور پر طالب علم انتظامیہ کے پاس جمع کرواتا ہے، انتظامیہ اس رقم کو اپنے اخراجات میں خرچ کر دیتی ہے، اسلامی نقطہ نگاہ سے یہ درست ہے، واضح رہے کہ ہاشمی یا سید خاندان میں سے کسی کو زکوۃ نہیں دے سکتے، نیز واضح رہے کہ اگر انتظامیہ پیسے طلباء کو قبضے میں دینے سے قبل ہی کٹوتی کر لیتی ہے تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

"ویشترط أن یکون الصرف (تملیکا) لاإباحة کمامر اه"... (الدر مع الرد: ۲/۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سادات کے لیے زکوۃ فنڈ سے تعلیمی وظائف لینا جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا تعلق اہل سنت والجماعت (دیوبندی) مسلک سادات گھرانے سے ہے اور بی، اے کی طالبہ ہوں، مجموعی ماہانہ آمدنی دو ہزار روپے (والد صاحب کی پنشن ہے) پانچ افراد خانہ میں بہن بھائی بے روزگار ہیں سخت مالی مشکلات کا سامنا ہے جس کے باعث میں تعلیم جاری رکھنے سے قاصر ہوں، گزشتہ دنوں کالج والوں نے ضلعی فنڈ سے مستحق طلباء کے تعلیمی وظائف کے فارم مستحق طلباء میں تقسیم کئے تھے، ایک فارم میرے پاس موجود ہے جس کی ایک کاپی میں ساتھ بھیج رہی ہوں تا کہ آپ زکوۃ فنڈ کی نوعیت کا جائزہ لے سکیں اور شرعی احکامات کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں، کہ سادات کے گھرانے

سے تعلق رکھنے کے باوجود اس زکوۃ فنڈ والی رقم سے اپنی تعلیم کے اخراجات پورے کرنا میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے قیام وطعام اور دیگر تعلیمی اخراجات کا بندوبست اکثر زکوۃ فنڈ سے اور عطیات وغیرہ سے کیا جاتا ہے، اس پس منظر میں ارشاد فرمائیں کہ تعلیمی اخراجات کے لیے مذکورہ فنڈ سے پیسے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سادات کو زکوۃ کا مال استعمال کرنا شرافت نسب کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

"ولا یصرف إلی بناء مسجد...... ولا إلی بنی ھاشم"......(الدر مع الرد: ۲/۶۸، ۷۲)

مدارس دینیہ میں سادات کے کھانے کا انتظام زکوۃ وصدقات سے نہیں کیا جاتا، دوسری مد سے کیا جاتا ہے اور وسعت والے تو مدرسہ کا کھانا کھاتے ہی نہیں۔

"ولا یدفع إلی بنی ھاشم وھم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بنی عبدالمطلب کذافی الھدایة .... ھذافی الواجبات کالزکاۃ والنذر والعشر والکفارۃ فأما التطوع فیجوز الصرف إلیھم کذافی الکافی"......(الھندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے مدرسہ کے لیے طعام خرید کر دینا:

مسئلہ نمبر (۴۵۲): ایک شخص صاحب نصاب ہے اور اپنے مال کی زکوۃ نکالتا ہے زکوۃ کی رقم دینی بھلائی کے لیے استعمال کر سکتا ہے، جیسے مدرسہ دینیہ کے طعام کی مد، یا مدرسہ کے لیے زمین خریدنا اور اس قسم کے مختلف النوع اخراجات کی مد میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر مدرسہ میں ہر طالب علم کو طعام تقسیم کر کے دیا جاتا ہے تو اس میں زکوۃ کے مال سے مدد کرنا جائز ہے اور زکوۃ ادا ہو جائے گی، جبکہ اجتماعی صورت میں اباحت ہوتی ہے تملیک نہیں ہوتی لہٰذا اجتماعی صورت

میں کھلانے سے زکوۃ ادانہیں ہوگی، باقی مدرسے کے لیے زمین خریدنا زکوۃ کے مال سے جائز نہیں، کیونکہ مدرسہ اہل تملیک میں سے نہیں ہے، بالجملہ ہروہ نیک کام جس میں تملیک نہیں پائی جاتی اس میں زکوۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس سے زکوۃ ادا ہوگی۔

"ویشترط أن یکون الصرف (تملیکا) لاإباحة کمامر لایصرف (إلی بناء)نحو(مسجد)وفی ردالمحتار قوله تملیکافلایکفی فیهاالإطعام إلابطریق التملیک ولوأطعمه عنده ناویا زکوته لاتکفی ط وفی التملیک إشارة إلی أنه لایصرف إلی مجنون وصبی غیرمراهق إلاإذاقبض لهمامن یجوزله قبضه کالأب والوصی وغیرهماویصرف إلی مراهق یعقل الأخذکمافی المحیط قهستانی وتقدم تمام الکلام علی ذلک اول الزکوۃ (قوله نحومسجد) کبناء القناطروالسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهاروالحج والجهادوکل مالاتملیک فیه زیلعی اھ"......(الدرمع الرد: ۲/ ۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا بیٹی یا اس کی اولاد کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج سے آٹھ سال پہلے میری بیٹی کی شادی ہوئی، اس کی دو بیٹیاں ہیں اس کا خاوند شروع سے تنگ کر رہا تھا روزی نہیں کماتا تھا، اب عرصہ چار ماہ سے وہ گھر سے چلا گیا ہے یہ کہہ کر کہ میں تمہیں نہیں کما کر کھلا سکتا، اب اس غم کی وجہ سے میری بیٹی بیمار ہوگئی ہے اور اب ہم اپنی بیٹی اور اس کی دو بیٹیوں کو گھر لے آتے ہیں، اور یہ بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہے کہ مجھ سے فیصلہ لے لو مگر ہم نے کچھ نہیں کہا اور نہ طلاق لی، اب میری بیمار بیٹی کہتی ہے کہ اس نے شروع سے مجھ کو بہت تنگ کیا ہے اور پریشان کر رکھا ہے، اب اگر وہ کہے تو بھی اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی، ان حالات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اگر ہم کو توفیق دے تو کیا ہم ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ان کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی سہارا نہیں ہے، جواب کے لیے عاجزانہ منتظر رہوں گا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بیٹی یا اس کی اولاد کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، البتہ اس صورت میں صدقات نافلہ دے سکتے ہیں، البتہ دوسری مد سے اس کی خوب امداد کی جائے اور اس میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

"(قوله والی من بینهماولاد) أی بینه وبین المدفوع إلیه لأن منافع الأملاک بینهم متصلة فلایتحقق التملیک علی الکمال هدایة والولادبالکسر......وشمل الولادبالنکاح والسفاح فلایدفع إلی ولده من الزناولاإلی من نفاه کماسیأتی وکذاکل صدقة واجبة کالفطرة والنذروالکفارات أماالتطوع فیجوزبل هوأولی کمافی البدائع اه"......(ردالمحتار: ۲/ ۲۹)

"(قوله واصله وان علاوفرعه وان سفل)وقیدباصله وفرعه لان من سواهم من القرابة یجوزالدفع لهم"...... (البحر الرائق: ۲/ ۴۲۵)

"(قوله والی من بینهماولاد)وقیدبالولاد لجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء"......(ردالمحتار: ۲/ ۶۵)

"یجوزدفع الزکاة الی من سوی الوالدین والمولودین من الاقارب"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۲۲)

"(واصله وان علاوفرعه وان سفل وزوجته وزوجهاوعبده ومکاتبه ومدبره وام ولده) ای لایجوزدفع الی اصوله وهم الابوان والاجدادوالجدات من قبل الاب والام وان علواولاالی فروعه وهم الاولادواولادالاولادوان سفلوا"......(تبیین الحقائق: ۱/ ۳۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ اور چرم قربانی کی رقم مدرسہ کی مختلف ضروریات میں خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۵۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

۱۔ زکوۃ کی رقم اور چرم ہائے قربانی کی رقم مدرسہ کی عمارت میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟

۲۔ طلباء کے لیے دریاں، کتابیں رکھنے کے لیے تپائی وغیرہ خریدی جاسکتی ہیں؟

۳۔ اساتذہ صاحبان کی تنخواہ دی جاسکتی ہے؟

۴۔ طلباء حضرات کے والدین بھی آتے ہیں، کیاان کی مہمان نوازی بھی کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

۵۔ مدرسہ میں جو اجلاس ہوتے ہیں ان میں خرچ کر سکتے ہیں؟

۶۔ مدرسہ کے منتظمین کی ضروریات یا ان کے سفر کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے؟ (کرایہ وغیرہ) کیونکہ ہم چند ساتھی اپنے گاؤں میں مدرسہ کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں، ہماری خواہش ہے کہ ہم شریعت مطہرہ کے مطابق کام کریں بلکہ عملی زندگی میں بھی ثابت قدمی ہو۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ و چرمہائے قربانی کی رقم مذکورہ تمام صورتوں میں لگانا ناجائز ہے، کیونکہ زکوۃ اور چرمہائے قربانی کی رقوم مستحق کو تملیک کرانا ضروری ہے جو کہ یہاں نہیں پائی جا رہی، البتہ اگر حیلہ تملیک کر لیا جائے (یعنی فقیر طلباء اس رقم کو لیکر اپنی رضامندی سے دیں یا ان کی طرف سے وکیل بن کر ان کی رضامندی سے اساتذہ لیں) تو اس کے بعد ان امور میں مذکورہ رقم صرف کی جا سکتی ہے، البتہ فضول تصرف سے احتراز کیا جائے۔

"لایصرف (إلی بناء) نحو (مسجد) کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه زیلعی"......(ردالمحتار: ۲/۲۸)

"أما رکن الزکوة فرکن الزکاة هو إخراج جزء من النصاب إلی الله تعالی وتسلیم ذالک إلیه یقطع المالک یده عنه ..... وهو المصدق"..... (بدائع الصنائع: ۲/۱۴۲)

"ویشترط أن یکون الصرف (تملیکا) لا إباحة .....ان الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الأشیاء وهل أن یخالف أمره لم أره والظاهر نعم"......(الدر المختار: ۲/۶۸)

"ویتصدق بجلدها أو یعمل منه نحو غربال أو جراب لأنه جزء منها ......ولا یبیعه بالدراهم لینفق الدراهم علی نفسه وعیاله الخ"......(البحر: ۸/۳۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ کھال اگر بیچی جائے تو قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے، لہٰذا اس میں دیگر صدقات واجبہ کی طرح تملیک ضروری ہے۔

"فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه"......(الدر على الرد: ۵/ ۲۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے مستحق افراد کی شادی کروانا:

مسئلہ نمبر(۴۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم میں سے مستحقین زکوۃ نوجوان بچوں اور بچیوں کی شادی کروانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر نوجوان بچے اور نوجوان بچیاں زکوۃ کے مستحق ہیں تو ان کو زکوۃ کے پیسوں سے شادی کے لیے سامان لیکر تملیک کر کے دینا یا نقد رقم تملیکاً دینا جائز ہے۔

"قوله (هو الفقير وهو من له أدنى شئ)أي دون نصاب أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة (والمسكين من لاشئ له)"......(الدر مع الرد: ۲/ ۶۴)

"قوله (هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالا من الفقير)أي المصرف الفقير والمسكين،والمسكين أدنى حالاوفرق بينهمافي الهداية وغيرها بأن الفقير من له أدنى شئ والمسكين من لاشئ له وقيل على العكس ولكل وجه والأول وهو الأصح وهو المذهب كذافي الكافي والأولى أن يفسر الفقير بمن له مادون النصاب كمافي النقاية أخذامن قولهم يجوز دفع الزكاة إلى من يملك مادون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة"......

(البحر الرائق: ۲/ ۴۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نفلی صدقات وخیرات کا خود استعمال کرنا اور گھر والوں پر خرچ کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ وخیرات کو گھر میں آدمی خود استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نفلی صدقہ اہل وعیال پر صرف کرنا جائز ہے، اور خود بھی اس میں سے کھا سکتا ہے، البتہ زکوۃ خود استعمال نہیں کرسکتے۔

"(قوله بل في الظهيرية)إضراب انتقالي عن عدم كراهة نقلها إلى القرابة إلى تعين النقل إليهم وهذانقله في مجمع الفوائدمعزياللأوسط عن أبي هريرة مرفوعاإلى النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال ياأمة محمدوالذي بعثني بالحق لايقبل صدقة من رجل وله قرابة محتاجون إلى صلته ويصرفهاإلى غيرهم" ...... (ردالمحتار: ۲/ ۷۵)

"وفي القهستاني والأفضل إخوته وأخواته ثم أولادهم ثم أعمامه وعماته ثم أخواله وخالاته ثم ذوو أرحامه ثم جيرانه"......(ردالمحتار: ۲/ ۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بینک کے مقروض کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شریف النفس اور دیندار آدمی ہے، اس نے بینک سے کسی مجبوری کے تحت قرضہ لیا ہے اب وہ بینک کا قرضہ اور سود لوٹانا چاہتا ہے، مگر اتنی استطاعت نہیں، اگر زکوۃ کے پیسے سے اس کی مدد کی جائے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ شخص کی مدد زکوۃ کے پیسوں سے درست ہے زکوۃ ادا ہو جائے گی، البتہ اس کو سابقہ کئے ہوئے گناہ پر توبہ کرنا ضروری ہے۔

"قوله تعالى:"انماالصدقات للفقراء ....والغارمين وفي سبيل الله"...... (الآية)

"والغارمون بصرف نصيبهم لأرباب الديون وكذالك في سبيل الله تعالى الخ"...... (البحرالرائق: ۲/ ۴۲۱)

"(والمديون)أطلقه كالقدوری وقيده فی الكافی بأن لايملك نصابافاضلاعن دينه لأنه المرادبالغارم فی الآية وهوفی اللغة من عليه دين ولايجدقضاء كماذكره القتبی .... وفی فتاوی ظهيرية: والدفع إلی من عليه دين أولی من الدفع إلی الفقير الخ"......(البحر الرائق: ۲/۴۲۳)

"(ومديون)هوالمرادبالغارم فی الاية وذكرفی الفتح مايقتضی أنه يطلق علی رب الدين أيضافانه قال ..... والغارم من عليه الدين ولايجدوفاء ......الخ"......(الدرمع الرد: ۲/۲۶)

"ومنهاالغارم وهومن لزمه دين ولايملك نصابافاضلاعن دينه أوكان له مال علی الناس لايمكنه أخذه كذافی التبيين والدفع إلی من عليه الدين أولی من الدفع إلی الفقير كذافی المضمرات"......(الهندية: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس پر قربانی واجب ہو اور زکوۃ واجب نہ ہو کیا وہ زکوۃ لے سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر قربانی واجب ہے مگر زکوۃ واجب نہیں کیا یہ شخص زکوۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں جو شخص صاحب نصب زکوۃ نہ ہو مگر صاحب نصاب صدقۃ الفطر وقربانی ہو اس کو زکوۃ لینا جائز نہیں۔

"وبه أی بهذاالنصاب تحرم الصدقة كمامروتجب الأضحية"......(الدر المختار: ۱/۱۱۷)

"قوله تحرم الصدقة أی الواجبة أماالنافلة فإنمايحرم عليه سؤالهاوإذاكان النصاب المذكورمستغرقابحاجته فلاتحرم عليه الصدقة" ......(ردالمحتار: ۲/۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستحق شخص کا پلاٹ کی خریداری کے لیے زکوۃ لینا:

مسئلہ نمبر(۴۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی محمد فاروق کی ماہوار آمدنی 4800 روپے ہے، مکان کرائے پر بمعہ بل 1500 زیور ایک تولہ بھی نہیں ہے اور ایک واٹر کولر اور ایک واشنگ مشین ہے، ہم دو میاں بیوی ہیں اور چار بچے ہیں، اس میں ایک معذور ہے اور ان کا سکول کا خرچہ پندرہ سو روپے ہے، اور مجھ پر 4500 روپے قرضہ ہے، اور میں پانچ مرلے کا پلاٹ لینا چاہتا ہوں جس کی قیمت 75000 روپے ہے، اور کچھ لوگ بطور زکوۃ میری مدد کرنا چاہتے ہیں، آپ یہ بتائیں کہ کیا میں ان پیسوں سے اپنی قرض اتار سکتا ہوں؟ یا ان پیسوں کے ساتھ پلاٹ کا ایڈوانس لے کے دے سکتا ہوں؟ یا میں اپنی مرضی کروں؟ اس صورت میں مجھ پر زکوۃ ہے یا نہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں آپ کی آمدن خرچ اور قرض وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ پر زکوۃ فرض نہیں، پلاٹ کی خریداری کے لیے آپ زکوۃ لے سکتے ہیں، مگر اتنی رقم نہیں کہ آپ خود صاحب نصاب ہو جائیں۔

"ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكوة عليه"......(الهداية: ۱/ ۲۰۲)

"ويكره أن يدفع إلى واحد مائتي درهم فصاعدا وان دفع جاز اه" . ...(الهداية: ۱/ ۲۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بھتیجے یا بھتیجی کو زکوۃ دینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۴۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری حقیقی بھتیجی جو کہ اپنے بھائی کے ساتھ رہتی ہے، میرے بھائی اور بھابھی ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے تھے، آج کل اس کی شادی کی تیاری چل رہی ہے، مگر وہ غریب ہونے کی وجہ سے لڑکے والوں کی ڈیمانڈ پوری نہیں کر پا رہے، تو کیا میں ان کو زکوۃ دے سکتا ہوں یا کسی بالکل فقیر کو دینی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ اپنی بھتیجی کو زکوۃ دے سکتے ہیں بلکہ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ زکوۃ، صدقہ، فطرانہ وغیرہ

میں افضل یہ ہے کہ پہلے اپنے بھائی ،بہنیں یاان کی اولادکودی جائے ،اگران میں سے کوئی مستحق زکوۃ نہ ہوتو پھر دوسروں کودیں۔

"والأفضل فی الزکاة والفطرو النذور الصرف اولاإلی الإخوة والأخوات ثم إلی أولادهم"......(الهندیة: ۱/۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاداماد کوزکوۃ دیناجائز ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۶۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے شوہر یعنی اپنے دامادکوجوکہ تنگ دست ہے ،زکوۃ دے سکتی ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ صورت میں عورت اپنے دامادکوزکوۃ کی رقم دے سکتی ہے،اگردامادغریب اورتنگ دست ہے اورسیدنہیں ہے۔

"قال فی التاتارخانیة وفی تجنیس خواهرزاده ویجوزأن یعطی امرأة أبیه وابنه وزوج ابنته اه"......(التتارخانیة: ۲/۲۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیامزکی کاوکیل اپنے بیٹے کوزکوۃ دے سکتاہے؟

مسئلہ نمبر(۴۶۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی شخص کسی دوسرے کوزکوۃ کی رقم دے کریہ کہے کسی مستحق کودے دواوراس شخص کااپنابالغ لڑکامستحق ہوتوکیاوہ شخص اپنے بالغ بیٹے کوزکوۃ کی رقم دے سکتاہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں وہ شخص اپنے بالغ بیٹے کوزکوۃ کی رقم دے سکتاہے بشرطیکہ وہ سیدنہ ہو۔

"والوكيل إذا اعطى ولده الكبير أو الصغير أو امرأته وهم محاويج جائز ولا يمسك شيئا كذا في الخلاصة اه" ...... (الهندية: ۱/ ۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جعفری سید کون ہیں؟ کیا جعفری سید کو یا اس کی بیوی کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۶۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جس شخص کے کوائف درجہ ذیل ہیں اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

۱۔ زید اپنے کو جعفری اور سید کہتا ہے جعفر طیارؓ کی اولاد کہتا ہے، کیا سید اور بنی ہاشم کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

۲۔ کیا حضرت جعفر صادق اور جعفر طیارؓ ایک ہی بزرگ ہیں؟

۳۔ زید ملازم ہے، بیوی ماں اور تین بیٹوں کا کفیل ہے، مشکل سے گزر بسر ہوتی ہے، کیا زید کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

۴۔ زید کی بیوی زکوۃ دینے والے کی بیٹی ہے، کیا بیٹی کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

۱۔ جعفری سید اور بنی ہاشم کو زکوۃ دینا شرافت نسب کی وجہ سے جائز نہیں۔

۲۔ جعفر طیار صحابہ کرامؓ میں ایک صحابی گزرے ہیں جو حضور ﷺ کے ابن عم اور حضرت علیؓ کے سگے بھائی تھے، آپ کا نام جعفر کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام عبدالمناف (ابوطالب) اور والدہ کا نام فاطمہ ہے، ۸ھ میں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے، اس وجہ سے ایک عرصہ تک حضور ﷺ کو شدید غم رہا، یہاں تک کہ روح الامین نے آکر بشارت دی کہ خدا نے جعفر کو دو کٹے ہوئے بازوں کے بدلہ دو نئے بازو عنایت کئے ہیں جن سے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ مصروف پرواز رہتے ہیں، چنانچہ اس وقت آپؓ ذوالجناحین اور طیار کے ساتھ ملقب ہوئے۔ (سیر الصحابہ: ۲/ ۱۶۰)

جعفر بن محمد الملقب بہ صادق ہے یہ تابعی ہے اس کی کنیت بھی ابوعبداللہ ہے یہ فرقہ امامیہ کے چھٹے امام ہیں اور امام محمد باقر کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب پیدائش ۸۰ھ مدینہ میں ہوئی۔ (سیر الصحابہ: ۷/ ۶۷)

۳۔ زید سے مراد اگر وہی زید ہے جو سید اور جعفر طیار کی اولاد کہتا ہے تو اس کو زکوۃ دینا درست نہیں، کیونکہ شریعت

کی روسے سید اور بنی ہاشم شرافت نسب کی وجہ سے مستحق زکوۃ نہیں، اور اگر زید سے مراد کوئی اور زید ہے تو اگر وہ سید اور بنو ہاشم نہیں ہے اور صاحب نصاب نہیں تو اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

۴۔ زید کی بیوی اگر زکوۃ دینے والے کی بیٹی ہے تو اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں، البتہ زید جو کہ داماد ہے اگر مستحق ہے تو اس کو دے سکتے ہیں۔

"تصرف الزکاۃ إلی أولاد کل إذا کانوا مسلمین فقراء إلا أولاد عباس وحارث وأولاد أبی طالب من علیؓ وجعفرؓ وعقیل"......(ردالمحتار ۲/۷۲)

"لایجوز الدفع لهم لحدیث البخاری "نحن أهل بیت لاتحل لنا الصدقة" ولحدیث أبی داؤد "مولی القوم من أنفسهم وإنا لاتحل لنا الصدقة" ...... (البحر الرائق: ۲/۴۲۹)

"ولایدفع إلی بنی هاشم وهم آل علیؓ وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل حارث بن عبدالمطلب کذا فی الهدایة"......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

ویجوز دفعها إلی من یملک أقل من النصاب وإن کان صحیحا مکتسبا کذا فی الزاهدی"......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

"لایجوز الدفع إلی أبیه وجده وإن علا ولا إلی ولده وولد ولده وإن سفل لأن المنفعة لم تنقطع عن الملک من کل وجه"......(البحر الرائق: ۲/۴۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

باپ بیٹے کا ایک دوسرے کو حیلہ تملیک سے زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۳۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ بیٹے کو زکوۃ کی رقم صحیح حیلہ کر کے دے سکتا ہے اسی طرح بیٹا، باپ کو؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں فقہاء کرام نے بیٹے کا باپ کو زکوۃ کی رقم حیلہ کر کے دینے کو مکروہ لکھا ہے اور اسی طرح باپ کا بیٹے کو زکوۃ کی رقم حیلہ کر کے دینا بھی مکروہ ہے۔

"(فرع)یکره أن یحتال فی صرف الزکاۃ إلی والدیه المعسرین بأن تصدق بهاعلی فقیرثم صرفهاالفقیرإلیهما کمافی القنیة قال فی شرح الوهبانیة وهی شهیرة مذکورة فی غالب الکتب"..... (ردالمحتار: ۲/ ۶۹)

"ولایدفع المزکی زکوةماله إلی أبیه وجده وإن علاولاإلی والده وولدولده وإن سفل لأن منافع الأملاک بینهم متصلة فلایتحقق التملیک علی الکمال"......(الهدایة: ۱/ ۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کوصدقات واجبہ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں امام کواجرت میں عشر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے تو جیسے زکوۃ کی رقم امام کواجرت میں دینا جائز نہیں اسی طرح عشر بھی امام کواجرت میں نہیں دے سکتے،اور نہ ہی صدقۃ الفطر اجرت میں دے سکتے ہیں،ابتہ اگر عشر امام کواجرت کے علاوہ حق سمجھ کر دیاجاتاہو اور امام مستحق بھی ہوتو پھر جائز ہے،اسی طرح زکوۃ اور صدقۃ فطر کابھی یہی حکم ہے۔

"مصرف الزکوۃ والعشر......هومصرف ایضاالصدقة الفطروالکفارۃ والنذروغیرذلک من الصدقات الواجبة کمافی القهستانی"..... (ردالمحتار: ۲/ ۶۴)

"قال الأصل فیه قوله تعالی إنماالصدقات للفقراء الآیة قال المحشی والمساکین والعاملین علیهاوالمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله"....(الهدایة: ۱/ ۲۲۱)

"وإن علم القوم حاجته فاعطوه شیأ من غیرشرط فهوحسن لأنه من باب البروالصدقة والمجازۃ علی إحسانه بمکانهم وکل ذلک حسن"..... (البدائع: ۱/ ۳۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعلیم قرآن، روزگار اور یتیم بچی کی شادی کے لیے زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۶۶): زکوۃ کی رقم مندرجہ ذیل میں کس کو دینا جائز ہے؟

۱۔ تعلیم القرآن کے لیے کسی ادارے کو رقم دی جاسکتی ہے؟

۲۔ کیا کسی کو روزگار کے لیے رقم دی جاسکتی ہے تاکہ وہ باعزت حلال روزی کما کر بال بچوں کو پال سکے؟

۳۔ کیا زکوۃ کی رقم یتیم بچی کی شادی پر اور شادی کے دیگر اخراجات مثلاً تواضع مہمانان وغیرہ پر خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

۱۔ دی جاسکتی ہے، اور وہ ادارہ اس رقم کو مستحق پر خرچ کرے مدرسہ کی تعمیر اس رقم سے ناجائز ہے۔

"قال فی الشرح التنویر لایصرف مال الزکوۃ الی بناء"... (ردالمحتار)

۲۔ یہ مستحق کو دے سکتے ہیں یعنی مسکین غیر ہاشمی کو دے سکتے ہیں۔

۳۔ بہتر صورت یہ ہے کہ زکوۃ کی رقم کوئی شخص جمع کر کے یکمشت اس یتیم مستحق بچی کو (اس کے ولی کے ذریعہ سے) مالک بنا کر دے دے اور پھر وہ اس رقم سے اپنی شادی کے اخراجات پورے کرے، جہیز کا سامان بھی لے سکتی ہے، مہمانوں وغیرہ کو کھانا بھی کھلا سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خیراتی ہسپتال میں زکوۃ دینے اور خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۶۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

مندرجہ ذیل صورت احوال میں آپ سے رہنمائی کی درخواست ہے؟

(۱) میں ایک فلاحی تنظیم سے وابستہ ہوں جس کے زیر اہتمام ایک رفاہی ہسپتال بھی کام کر رہا ہے، جس میں مریضوں کو سنت کے مطابق مشورہ دیا جاتا ہے، دوائی، علاج اور سرجری بھی فراہم کی جاتی ہے۔

(۲) ہسپتال میں سند یافتہ تجربہ کار ڈاکٹرز نرس عملہ موجود ہے، تمام ضروری سہولیات مثلاً آپریشن تھیٹر، ایکسرے، ای سی جی اور لیبارٹری وغیرہ بھی موجود ہیں۔

(۳) مریضوں میں اسی فیصد مریض ایسے ہیں جو نادار ہیں جن کا علاج مفت کیا جاتا ہے، اس مقصد کے لیے ہمارے پاس زکوۃ کے عطیات جمع ہوتے رہتے ہیں ان میں سے ان اخراجات کی ادائیگی ہوتی ہے۔

(۴) ہسپتال میں زکوۃ کس کس مد میں خرچ ہوسکتی ہے؟ اس کے بارے میں آرا مختلف ہیں، اسی سلسلہ میں آپ کی رائے کا طلب گار ہوں۔

(ا) ایکسرے (ECG) ای سی جی لیبارٹری آپریشن، دی جارہی ہیں اور بجلی، پانی، گیس وغیرہ کے اخراجات بھی انہی مریضوں پر ہورہے ہیں، اسی میں سے یہ اخراجات بھی دیے جاسکتے ہیں؟

(ج) جن مریضوں کو مفت سہولیات دی جارہی ہیں ان کے تناسب سے ڈاکٹروں کو تنخواہیں دیدی جائیں؟ مثلاً ۸۰ رفیصد مریضوں کو مفت سہولیات دی جارہی ہیں اور ۲۰ رفیصد مریض اپنے واجبات کی ادائیگی کرتے ہیں، تو کل اخرجات کا ۸۰ رفیصد زکوۃ فنڈ سے دیدیہ جائے؟ جن میں دوائیں ڈاکٹروں اور عملہ کی تنخواہیں ایکسرے، ای سی جی، لیبارٹری، بجلی گیس، پانی اور ٹیلی فون کے بل شامل ہیں؟

(۵) آپ اتفاق کرینگے کہ تمام رفاہی اداروں اور ہسپتال کا دارومدار زکوۃ اور عطیات پر ہی ہوتا ہے، غیر زکوۃ عطیات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں، میں ممنون ہونگا اگر آپ میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ وصدقات واجبہ کی رقم سے مستحق مریض کو دوائی لیکر دیدینا اور اسی طرح ان مدات میں زکوۃ کی رقم لگانا جن میں بلاتوکیل زکوۃ کی رقم زیر علاج مستحق مریضوں کو تملیک کردی جائے جائز ہے اور ڈاکٹروں کی تنخواہیں بجلی کے بلوں اور دیگر امور میں جو ہسپتال کے متعلق ہوں زکوۃ وصدقات واجبہ کا پیسہ لگانا جائز نہیں۔

"(ولا یصرف إلی بناء نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه زیلعی".....(ردالمحتار: ۶۸/۲)

"الزکوۃ هو تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمی الخ".....(الهندیة: ۱۷۰/۱، البحر: ۳۵۲/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریشی خاندان سے تعلق رکھنے والے غریب افراد کو زکوٰۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم قریشی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، خاندان میں کچھ افراد ایسے ہیں جو زکوٰۃ کے واقعی مستحق ہیں، مگر سنا ہے کہ قریشی فرد کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اس سلسلہ میں وضاحت فرمادیں کہ واقعی قریشیوں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی؟ اور کیا ہم اپنی فیملی کے مستحق افراد کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں قریشی بنی ہاشم جو کہ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد ہیں ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ان کے علاوہ دیگر قریشی بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

"ولا یدفع إلی بنی هاشم وهم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب کذافی الهدایة. ویجوز الدفع إلی من عداهم من بنی هاشم کذ افی السراج الوهاج"..... (الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علاج کے لیے زکوٰۃ لینا:

مسئلہ نمبر(۴۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کا نام شیخ محمد یونس ہے اپنے مکان میں رہائش پذیر ہوں، عرصہ ۲ سال سے گردہ کی مرض میں مبتلا ہوں، سب کچھ علاج پر خرچ کر دیا ہے، اب میں ڈیڑھ لاکھ روپے کا مقروض ہوں، ادھر گھر کا خرچہ کام کر کے بمشکل چلاتا ہوں سال سے مریض ہوں بندہ اپنے گردے کا آپریشن کرنا چاہتا ہے اور گردے کا آپریشن کا خرچہ تین لاکھ روپے ہے، لہٰذا دوست احباب سے زکوٰۃ کا فنڈ اکٹھا کر کے گردے کا علاج یا آپریشن کرواسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مسئلہ مذکورہ میں اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جس مستحق زکوٰۃ پر قرض ہو اس کو زکوٰۃ دینا عام فقیر کو دینے سے بہتر ہے۔

"والدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير اه"

.....(البحر الرائق: ۲/ ۴۲۴)

"ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحا مكتسبا اه فإن كان من عليه دين معسرا يجوز له أخذ الزكوة في أصح الأقاويل لأنه بمنزلة ابن السبيل اه" ..... (الهندية: ۱/ ۱۸۹)

"(قوله فارغ عن حاجته) قال في البدائع قدر الحاجة هو ماذكره الكرخي في مختصره فقال لابأس أن يعطى من الزكوة من له مسكن ومايتأثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله اه" .....

(ردالمحتار: ۲/ ۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دینی درسگاہ کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۶۷۰): حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں جامعہ عثمانیہ ایک عظیم دینی درسگاہ ہے، جہاں پر کثیر تعداد میں طلبا مسافر زیر تعلیم ہیں، کیا وہاں زکوۃ کی رقم اپنی طرف سے جامعہ کے فنڈ میں دینا جائز ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں کسی بھی دینی مدرسہ کو زکوۃ دینا درست ہے، بشرطیکہ انتظامیہ پر شرعی طریقہ سے صرف کرنے کا اعتماد ہو، اوراس میں غلط نظریات کی تربیت نہ دی جاتی ہو، جبکہ زکوۃ کی رقم طلبہ کو براہ راست تملیک کرائی جائے۔

"(وفي سبيل الله) عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله تعالىٰ وسبيل الخيرات إذا كان محتاجا".....(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۵۴)

"(وفي سبيل الله وهو منقطع الغزاة) وقيل الحاج وقيل طلبة العلم وفسره في

البدائع بجميع القرب (قوله وقيل طلبة العلم) كذافي الظهيرية والمرغيناني ....فالتفسير بطالب العلم وجيه خصوصاً وقدقال في البدائع في سبيل الله جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات إذاكان محتاجاً اه"......(ردالمحتار: ۲/ ۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ لینے کے متعلق غنی کی تین قسمیں اور ان کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۱): کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک ایکڑ زمین کا مالک ہے، مگر زمین کی آمدنی کوئی بھی نہیں جس سے گھر میں صرف دودھ پورا ہوتا ہے، زید کی ۳۵۰۰روپے ماہوار تنخواہ ہے، جس سے بڑی مشکل سے چھ افراد کی کفالت کر رہا ہے، زید ۲۱۰۰۰ ہزار روپے کا مقروض ہے، زید نے ایک شخص سے کہا کہ میری زمین بنجر ہے اس میں ٹیوب ویل لگ جائے تو زمین کارآمد ہو جائے گی، اس لئے زکوۃ کی رقم دیدیں تاکہ ٹیوب ویل لگاسکوں، اس شخص نے جواب دیا کہ تم پر زکوۃ نہیں لگتی، جب کہ زید کی قوم چدبڑ ہے سید نہیں ہے، شرعاً کیا زید زکوۃ کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زید زکوۃ کا مستحق ہے اور زکوۃ لے سکتا ہے، لیکن خوداس کا زکوۃ کا سوال کرنا حرام ہے اس لیے کہ غنی تین قسم پر ہے پہلا وہ جس کی وجہ سے زکوۃ واجب ہے، دوسرا وہ جس کی وجہ سے زکوۃ لینا حرام ہے اوراس پر زکوۃ واجب ہے، تیسرا جس کی وجہ سے سوال حرام اور زکوۃ لینا حرام نہیں ہے۔

"ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصابافاضلاعن دينه أوكان له مال على الناس لايمكنه أخذه كذافي التبيين والدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير كذافي المضمرات".....(الهندية: ۱/ ۱۸۸)

"ولوكان له ضيعة قيمتهاآلاف ولايحصل منه مايكفي له ولعياله اختلف فيه قال ابن مقاتل يجوزصرف الزكوة إليه".....(الهندية: ۳/ ۸۵)

"وأماالغناء الذي يحرم به السؤال فهوأن يكون له سدادعيش بأن كان له قوت يومه".....(بدائع الصنائع: ۱/ ۱۶۱)

"وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور الغلة لكن غلتها لاتكفيه أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عندمحمدوزفروعندأبي يوسف لايحل وعلى هذاإذاكان له أرض وكرم لكن غلته لاتكفيه ولعياله ولوكان عنده طعام للقوت يساوي مائتي درهم فان كان كفاية شهرتحل له الصدقة" .....(بدائع الصنائع: ۱۵۹/۲)

"وفيهاسئل محمدعمن له أرض يزرعهاأوحانوت يستغلهاأودار غلتهاثلاثة آلاف ولاتكفي لنفقته ونفقة عياله سنة يحل له أخذ الزكوة وان كانت قيمتهاتبلغ الوفاء وعليه الفتوى وعندهمالايحل"......(ردالمحتار: ۷۱/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علاج معالجے کے لئے کسی فقیر کوزکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۷۲): کیافرماتے ہیں علماء دین اورمفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مقبوضہ کشمیر کامہاجر ہے غریب بھی ہے اورصاحب نصاب بھی نہیں ہے،ڈاکٹروں نے پاکستان میں لاعلاج کر کے بیرون ملک علاج کرنے کے لیے بھیجنے کی تجویز دی ہے،تو کیاشخص مذکورکویااس کی بچی کوزکوۃ دے سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں مذکورہ آدمی فقیر ہےلہٰذاان کوزکوۃ دینا جائز ہے۔

"(منهاالفقير)وهومن له أدنى شئ وهومادون النصاب أوقدرنصاب غيرنام وهومستغرق في الحاجة لايخرج عن الفقراء"......(الهندية: ۱۸۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجدکوصدقات واجبہ میں سے تنخواہ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۷۳): کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین ایک

گاؤں کی مسجد میں امام ہے اور گاؤں والے انتہائی غریب لوگ ہیں، انکی تنخواہ ادا نہیں کر سکتے، آیا اس امام کے لیے صدقہ یا زکوٰۃ اپنی تنخواہ میں لینا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر امام غریب اور زکوٰۃ کا مستحق ہے تو زکوٰۃ لے سکتا ہے، واضح رہے کہ زکوٰۃ کی رقم اس کو تنخواہ میں نہیں دی جا سکتی، لیکن اگر امام زکوٰۃ کا مستحق نہیں تو زکوٰۃ کی رقم لینا درست نہیں، زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، یہی حکم صدقاتِ واجبہ کا بھی ہے۔

”ولایجوز دفع الزکوۃ إلی من یملک نصابا أی مال کان دنانیر أودراهم أوسوائم أوعروضا للتجارة أولغیر التجارة فاضلا عن حاجته فی جمیع السنة هکذا فی الزاهدی“ .....(الهندیة: ١/١٨٩)

”فهی تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالٰی“ ..... (الهندیة: ١/١٧٠، البحرالرائق: ٣٥٢/٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فقیر کو زکوٰۃ کی رقم زیادہ سے زیادہ کتنی دے سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (٤٧٨): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک ہی مسکین کو زکوٰۃ کی رقم ایک لاکھ یا پانچ لاکھ روپے دے دیئے جائیں تو کیا اس طرح دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مسکین کو یا فقیر کو زکوٰۃ سے اتنی رقم دینا کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے اس سے زکوٰۃ تو ادا ہو جاتی ہے لیکن بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر وہ صاحب عیال ہے یا مقروض ہے تب اتنی رقم دینا جس سے وہ فقیر صاحب نصاب ہو جائے بلا کراہت جائز ہے۔

”ویکره أن یدفع إلی واحد مائتی درهم فصاعدا وإن دفع جاز اه“ .....

(الهدایة: ١/٢٢٤)

"(وکرہ إعطاء فقیر نصابا)أوأکثر(إلا إذاکان)المدفوع إلیہ مدیونا(أو)کان (صاحب عیال) بحیث (لوفرقہ علیھم لایخص کلا)أولایفضل بعددینہ (نصاب) فلایکرہ فتح اھ"......(الدرمع الرد: ۲/۷۴)

"قال محمدفی الأصل إذاأعطی من زکوتہ مائتی درھم أوألف درھم إلی فقیرواحدفإن کان علیہ دین مقدارمادفع عیہ وفی الخانیۃ أویبقی دون المائتین أوکان صاحب عیال یحتاج إلی الإنفاق علیھم فإنہ یجوزو لایکرہ وإن لم یکن علیہ دین ولاصاحب عیال فإنہ یجوزعندأصحابناالثلاثۃ ویکرہ وقال زفرلایجوزوقال أبویوسف یجوزفی المائتین اھ"......(التتارخانیۃ: ۲/۲۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجدکوفطرانہ دینا:

مسئلہ نمبر(۷۷۵): عیدالفطرکا جوفطرانہ ہوتاہے کیاوہ بطورفطرانہ امام صاحب کودیاجاسکتاہے؟جبکہ اس بستی میں بیوہ اوریتیم موجودہوں،اوروہ فطرانہ سے محروم رہ جائیں،کیاامام کویہ حق پہنچتاہے کہ وہ لوگوں کوراغب کرے کہ فطرانہ میرےاوپرجائزہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں فطرانہ کاحق داروہ ہے جوزکوۃ کاحق دارہے،اس وجہ سےاگرامام مسجدزکوۃ کاحقدارہے تواسے دیناجائزہے،بشرطیکہ یہ امامت کے عوض میں نہ ہو،کیونکہ امامت کے عوض میں زکوۃ اورفطرانہ دیناجائزنہیں ہے۔

"وصدقۃ الفطرکالزکوۃ فی المصارف"......(درعلی الرد:۲/۸۶)

"التصدق علی الفقیرالعالم أفضل من التصدق علی الجاھل کذافی الزاھدی"......(الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رفاہی کاموں کے لیے زکوۃ اور فطرانہ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷۶): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم اعوان برادری سے تعلق رکھتے ہیں ہمارا مسلک دیو بند ہے، ہم نے اپنی سہولت کے لیے ایک تنظیم اعوان ویلفیئر سوسائٹی بنائی ہے، ہم اس سوسائٹی کے زیر اہتمام کچھ رفاہی کام شروع کرنا چاہتے ہیں، مثلاً ڈسپنسری وغیرہ، کیا ہم فطرانہ، زکوۃ اور قربانی کی کھالیں اس مد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ اور صدقات واجبہ میں یہ شرط ہے کہ غریب مسلمان غیر سید کو بلا عوض مالک بنا کر دیے جائیں، جب کہ رفاہی کاموں میں تملیک نہیں ہوتی اور ڈسپنسری سے ہر امیر وغریب اور سید وغیر سید نفع اٹھائے گا، لہٰذا اس طرح زکوۃ وغیرہ سے یہ خدمت کرنا درست نہیں، اسی طرح اعوان برادری اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے خواہ غیر فاطمی اولاد ہو ان کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

”اما تفسیرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذا في الشرع كذا في التبيين“۔۔۔(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۰)

”وكما لا يجوز صرف الزكوة الى الغني لا يجوز صرف جميع الصدقات المفروضة والواجبة اليه كالعشور والكفارات والنذور وصدقة الفطر لعموم قوله تعالىٰ انما الصدقات للفقراء وقول النبي ﷺ لاتحل الصدقه لغني ولان الصدقة مال تمكن فيه الخبث لكونه غسالة الناس لحصول الطهارة لهم به الذنوب ولا يجوز الانتفاع بالخبيث الا عندالحاجة والحاجة للفقير لا للغني“۔۔۔(بدائع الصنائع: ۲/۱۵۷)

”ولا يدفع الى بني هاشم وهم آل عليؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقيلؓ وآل حارثؓ بن عبدالمطلب كذافي الهداية“۔۔۔(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کاروباری شخص مارکیٹ کا دولاکھ روپے کا مقروض ہوجاتا ہے، اس صورت حال میں کیا یہ صحت مند کاروباری شخص زکوۃ کا مستحق ہوگا؟ جب کہ اس کا کاروبار اب ختم ہو چکا ہے، مزید یہ ہے کہ اس طرح زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر واقعی اس شخص کے پاس سونا، چاندی، نقد روپیہ اور دیگر کوئی مال نہیں ہے اور قرضہ ہے یا مال تو ہے لیکن قرض مال سے زیادہ ہے اور یہ شخص سید بھی نہیں ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے، اور دینے والے کی زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی۔

"منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر النصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غير نامية اذا كانت مستغرقة بالحاجة كذا في فتح القدير "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"ولايجوزدفع الزكوة الى من يملك نصابا اى مال كان دنانير اودراهم اوسوائم اوعروضا للتجارة اولغير التجارة فاضلاعن حاجته في جميع السنة هكذا في الزاهدى"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"وفي الظهيرية الدفع للمديون اولى منه للفقير قوله اولى منه للفقير اى اولى من الدفع للفقير الغير المديون لزيادة احتياجه"......(درمع الشامی: ۲/۹۷)

"ولايدفع الى بني هاشم وهم آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقيلؓ وآل حارثؓ بن عبدالمطلب كذا في الهداية"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا غنی طالب علم مدرسہ کا کھانا کھاسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۷۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دینی طالب علم کے پاس اتنے پیسے موجود ہیں کہ اس کی وجہ سے وہ غنی ہے، اوراس پرزکوۃ واجب ہے، اب اگر یہ طالب علم کسی دینی ادارہ میں پڑھ رہا ہے تو مدرسہ کا کھانا پینا اس کے لیے جائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر کھانا زکوۃ کی رقم سے ہوتو جائز نہیں ہے، اور اگر زکوۃ کو مطبخ میں لگانے سے قبل کسی مسکین کو دے کر تملیک کی گئی ہوتو جائز ہے، البتہ تقوی کے خلاف ہے۔

"الغني اذا كل ماتصدق به على الفقير ان اباح له الفقير ففي حل التناول اختلاف بين المشائخ و ان ملكه الفقير الغني لاباس به "...(فتاویٰ الھندیة : ۵/۳۴۰)

"وماذكر في شرح الجامع الصغير يكره ان ياكل الرجل من مال الفقير يعني من مال اخذه من الصدقة لااذاملكها بجهة اخرىٰ كذافي جواهر الفتاوىٰ"..... (فتاوىٰ الهندية: ۵/۳۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غنی طالب علم زکوۃ نہیں لے سکتا:

مسئلہ نمبر(۴۷۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر طالب علم کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھتا ہو اور مدرسہ میں علم حاصل کرنے کی غرض سے رہائش پذیر ہو اور وہاں سے کھانا وغیرہ کھاتا ہو، اور وظیفہ بھی لیتا ہو، کیا مذکورہ طالب علم کے لیے یہ سب کچھ جائز ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

طالب علم اگر غنی ہوتو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے، بعض نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے ان پر رد کیا ہے۔

"وبھذا التعلیل یقوی مانسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز له اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسه لافادۃ العلم واستفارته لعجزہ عن الکسب والحاجة داعیة الی مالابدمنه قال الشامی تحت قوله والحاجة داعیة وھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمة فی الغنی ولم یعتمدہ احد قلت وھو کذلک والاوجه تقییدہ بالفقیر" ..... (فتاوی شامی: ۲/۶۵)

"امابقیة الصدقات المفروضة الواجبة .... .فلایجوز صرفھا للغنی لعموم قوله علیه الصلوۃ والسلام لاتحل صدقة لغنی" ......(البحر الرائق: ۲/۴۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دو کینال زمین کے مالک کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۰): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کے پاس دو کینال زمین ہو جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہو اور اس میں کاشت وغیرہ کرتا ہو تو ایسے آدمی کو زکوۃ لگ سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایک آدمی کے پاس زمین تو ہے لیکن خالی پڑی ہے، اس پر کاشت وغیرہ نہیں کرتا، اور اس آدمی کی اتنی تنخواہ ہے جس سے گھر کا خرچہ ہی پورا ہوتا ہے تو اس آدمی کو زکوۃ لگ سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) جس شخص کے پاس مذکورہ دو کینال زمین ہو اور وہ اس کو کاشت کرتا ہو، یا کاشت نہ کرتا ہو تو اس کو صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور قربانی اس شخص کے اوپر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال شق اول میں مذکور شخص کے پاس اگر اس زمین کے علاوہ کوئی مال ایسا موجود نہ ہو جو نصاب کو پہنچتا ہو، اور اس زمین کی آمدنی سے اہل وعیال کے سال کا ضروری خرچہ پورا نہ ہوتا ہو تو یہ شخص زکوۃ اور صدقۃ الفطر لے سکتا ہے اور اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(۲) شق ثانی میں مذکور شخص کی زمین کی مالیت اگر نصاب کو پہنچتی ہو اور اس پر اتنا قرض نہ ہو جس کی وجہ سے نصاب میں کمی آتی ہو تو یہ شخص زکوۃ نہیں لے سکتا، بصورت دیگر زکوۃ لے سکتا ہے۔

(۳) شق ثالث میں مذکور شخص اگر زمین کی کاشت کرتا ہے اور اس کے پاس کوئی دوسرا مال اتنی مقدار میں موجود

نہ ہو جو نصاب زکوۃ کو پہنچتا ہو اور اس زمین کو بیچنے کا ارادہ نہ ہو تو تب یہ آدمی زکوۃ اور صدقۃ الفطر لے سکتا ہے اور اس پر قربانی واجب نہیں ہے، اور اگر کاشت نہیں کرتا اور زمین کی مالیت بھی نصاب کو پہنچتی ہو اور اس شخص پر کوئی ایسا دین بھی نہ ہو کہ جس کے منفی ہونے کی صورت میں نصاب پورا نہ رہ جاتا ہو تو زکوۃ اور صدقۃ الفطر نہیں لے سکتا اور قربانی بھی واجب ہے، اور اگر زمین کی مالیت نصاب کو نہیں پہنچتی اور اس شخص کے پاس کوئی مال بھی اس قدر نہیں ہے جو اکیلا نصاب کو پہنچتا ہو یا زمین کی مالیت کے ساتھ ملا کر نصاب کو پہنچتا ہو تو پھر یہ شخص زکوۃ صدقۃ الفطر لے سکتا ہے اور اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

"ولایجوز دفع الزکوۃ الی من یملک نصابا من ای مال ویجوز دفعها الی من یملک اقل من ذلک وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

"ومصرف هذه الصدقة ماهو مصرف الزکوة"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۷۵)

"ولو کان له ارض یدخل علیه منها قوت السنة فعلیه الاضحیة حیث کان القوت یکفیه ویکفی عیاله وان کان لایکفیه فهو معسر"......(البحر الرائق: ۸/۱۸۹)

"وشرائطها الاسلام والاقامة والیسار الذی یتعلق به وجوب صدقة الفطر" ......(الدرعلی الشامی: ۵/۲۱۹)

"والحاصل ان النصب ثلاثة ،نصاب یوجب الزکوة علی مالکه وهو النامی خلقة اواعدادوهو سالم من الدین ونصاب لایوجبها وهومالیس احدهما فان کان مستغرقا بحاجة مالکه حل له اخذها والاحرمت علیه کثیاب تساوی نصابا لایحتاج الی کلها اواثاث لایحتاج الی استعماله کله فی بیته وعبد وفرس لایحتاج الی خدمته ورکوبه ودار لایحتاج الی سکنها فان کان محتاجا الی ماذکرنا...... ونصاب یحرم المسئلة وهوملک قوت یومه اولایملکه لکنه یقدر علی الکسب اویملک خمسین درهما علی الخلاق فی ذلک"...... (فتح القدیر: ۲/۲۰۲)

"باب المصارف منها الفقير وهومن له ادنى شيء وهومادون النصاب اوقدرنصاب غيرنام وهومستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غيرنامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير" ......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"لوكان عليه دين بحيث لوصرف فيه نقص نصابه لاتجب"...... (فتاویٰ الهندية: ......)

"فان كان عليه دين يحيط بكسبه فلازكوة عليه"......(البنايه على الهداية: ۳/۳۰۰)

"لوكان له ضيعة قيمتها آلاف ولايحصل منه مايكفي له ولعياله اختلف فيه قال ابن المقاتل يجوزصرف الزكوة اليه ولوكان في داره بستان يساوي نصابا ان لم يكن في البستان من مرافق الدار كالمطبخ وغيره لايجوزله اخذالزكوة وهوكالمتاع والجواهر في الدار"......(بزازيه على الهندية: ۴/۸۵)

"ولايجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا اى مال كان دنانير اودراهم اوسوائم اوعروضا للتجارة اولغيرالتجارة فاضلاعن حاجته في جميع السنة هكذافي الزاهدي"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

"ولوكان له ضيعة تساوي ثلاثة آلاف.........قال محمدبن مقاتل يجوزله اخذالزكوة ولوكان له دارفيها بستان وهويساوي مائتى درهم قالوا ان لم يكن في البستان مافيه مرافق الدار من المطبخ والمغتسل وغيره لايجوز صرف الزكوة اليه وهوبمنزلة من له متاع وجواهر"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی جماعت والوں کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت والوں کوجواللہ کے راستے میں وقت لگارہے ہیں زکوۃ دے سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

دلائل کی روشنی میں ان حضرات کو جو اللہ کے راستے میں وقت لگا رہے ہیں اگر وہ مستحق زکوۃ ہیں اور سید بھی نہیں ہیں نیز اگر وہ وطن سے بقدر سفر شرعی دور ہیں اور ان کے پاس مال بھی نہیں ہے تو ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔

"انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل "......(سورة التوبة: ٢٠)

"قال وبنوهاشم الذين تحرم عليهم الصدقة آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقيلؓ وآل عليؓ وولد الحارثؓ بن عبدالمطلب "......(المحيط البرهاني: ٣/٢١٤)

"واماقوله تعالىٰ وابن السبيل فهوالغريب المنقطع عن ماله وان كان غنيا في وطنه لانه فقير في الحال وقدروينا عن رسول الله ﷺ قال لاتحل الصدقة لغني الافي سبيل الله اوابن السبيل "......(بدائع الصنائع: ٢/١٥٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

۷۰ سالہ بیمار اور غریب شخص کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۸۲): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ۷۰ سال عمر کا ہے وہ اور اس کی بیوی بیمار ہیں، اس کی صرف پنشن 1077 روپے ہے، اس کے علاوہ اس کی کوئی آمدن نہیں ہے نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے، اس کی زمین بھی بھائیوں کے قبضہ میں ہے جو کہ اس کو بٹائی بھی نہیں دیتے، اب کیا اس آدمی کو عشر اور زکوۃ دینا جائز ہے یا کہ نہیں؟ کیونکہ اس پنشن سے اس کا گزارا نہیں ہوتا، ایک عالم نے بتایا ہے کہ اس کو عشر اور زکوۃ دینا جائز ہے۔

آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

سونا چاندی جس شکل میں بھی ہو نقدی، مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ان پانچوں میں کوئی ایک یا ان پانچوں کا مجموعہ اتنا ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہو تو ایسے شخص کو زکوۃ

لینا جائز نہیں ہے،اور اگران پانچوں کا مجموعہ اتنا ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولہ چاندی نہیں خریدی جاسکتی تو ایسے شخص کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"ولایجوزدفع الزکوۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر اودراھم اوسوائم اوعروضا للتجارۃ اولغیر التجارۃ فاضلاعن حاجته فی جمیع السنة ھکذافی الزاھدی ویجوز دفعھا الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاھدی"......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۸۹)

"واماشروط وجوبھا...... ومنھاکون المال نصابا فلاتجب فی اقل منه ھکذافی العینی شرح الکنز"......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۷۱،۱۷۲)

"باب المصرف ای مصرف الزکوۃ والعشر ھوفقیروھومن له ادنی شیء ای دون النصاب اوقدرنصاب غیرنام مستغرق فی الحاجة"......(الدرعلی الشامی: ۲/۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دینی مدارس کے طلباء کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس دینیہ میں پڑھنے والے طلباء کو زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دلائل کی روشنی میں مدارس دینیہ میں پڑھنے والے طلباء اگروہ مستحق زکوۃ ہیں اور سید بھی نہیں ہیں تو ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔

"انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل"......(سورۃ التوبة: ۶۰)

"قال وبنوھاشم الذین تحرم علیھم الصدقة آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل علیؓ وولد الحارثؓ بن عبدالمطلب"......(المحیط البرھانی: ۳/۲۱۴)

"وفي المبسوط لايجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا الاالى طالب العلم والغازى ومنقطع الحج"......(فتاوىٰ الشامی: ۲/۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں زکوۃ خرچ کی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کے لیے زکوۃ کی رقم شرعی تقاضوں (تملیک) کو پورا کرنے کے بعد خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کی رقم حیلہ تملیک شرعی کے بعد مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کی جاسکتی ہے۔

"لو ارادصرفها الى بناء المسجد او القنطرة لايجوز فان اراد الحيلة فالحيلة ان يتصدق به المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعون الى المتولى ثم المتولى يصرف ذلك"...(فتاوىٰ الهندية: ۲/۴۷۳)

"ولايبنى بهاالسقايات ولاينهر بهاالابار ولايجوز الاان يقبضها فقيرا ويقبضها له ولى اووكيل لانهاتمليك ولابدفيها من القبض"......(الجوهرة النيرة: ۱/۱۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قربانی کی کھالوں کو مسجد میں خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۸۵): جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک مسئلہ درپیش ہے کہ کیا قربانی کی کھالیں مسجد بنانے میں یا جنازہ گاہ بنانے میں یا مسجد کے امام کے لیے خرچ کی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مسجد، مدرسہ، جنازہ گاہ کی تعمیر میں چرمہائے قربانی کی قیمت کا صرف کرنا یا تنخواہوں پر صرف کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

"ولو باع الجلد او اللحم بالدراھم او بمالاینتفع به الابعداستھلاکه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الی بدله"......(ھدایه: ۴/۴۵۱)

"قوله تصدق بثمنه لان معنی التمول سقط عن الاضحیة فاذاتمولها بالبیع انتقلت القربة الی بدله فوجب التصدق"......(حاشیة ھدایه: ۴/۴۵۱)

"ویشترط ان یکون التصرف تمیکا لااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحو مسجد ولاالی کفن میت وقضاء دینه امادین الحی الفقیر فیجوز لوبامره"......(درمختار علی ھامش ردالمحتار: ۲/۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ لے کر قرض اتارنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۸۶): حضرۃ اقدس جناب مفتی حمید اللہ جان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ مجھ پر قرض ہے اور جن کا قرض دینا ہے وہ معاف نہیں کرنا چاہتے، کرایہ کے گھر پر رہتا ہوں، تین ماہ کا کرایہ بھی نہیں دیا، کیا میں زکوٰۃ لے کر اپنا قرض اتار سکتا ہوں؟ کیونکہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو بیچ کر میں قرض اتار سکوں، جو تحریر لکھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر سچ لکھی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ مقروض ہیں اور آپ کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ اپنا قرض ادا کر کے آپ پھر بھی صاحب نصاب رہتے ہوں تو آپ زکوٰۃ لے سکتے ہیں، بشرطیکہ آپ سید نہ ہوں۔

"ومنها الغارم وھو من لزمه دین ولایملک نصابافاضلاعن دینه اوکان له مال

علی الناس لایمکنه اخذه کذافی التبیین والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر کذافی المضمرات "......(فتاویٰ الهندیة: ۱۸۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کوعلاج کے لیےزکوٰۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد نواز ولد محمد نواز (مرحوم) یتیم بچہ ہے، بلڈ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہے، علاج معالجہ کے لیے خطیر رقم درکار ہے، اس کی بساط نہیں رکھتا، والدہ ماجدہ بیوہ ہیں، انہوں نے ماشاءاللہ حج بھی کیا ہوا ہے، تو ہمیں فتویٰ لکھ کر دیں کہ بچہ جو مریض ہے اس کا علاج زکوٰۃ خیرات سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر شخص مذکور مستحق شرعی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ان کی ملکیت میں کل سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت اورضرورت سے زائد سامان اگراس قدر ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اور اگر یہ چیزیں اتنی مقدار میں ہوں کہ ان سے ساڑھے باون تولہ چاندی نہیں خریدی جاسکتی تو اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، اور اگر شخص مذکور مستحق زکوٰۃ تو نہ ہو لیکن بیماری جان لیوا ہو جیسا کہ سوال سے ظاہر ہو رہا ہے اور کوئی راستہ، کوئی بندوبست بھی علاج معالجہ کے لیے میسر نہ ہو تو شخص مذکور کسی سے اتنا قرض لے کر کہ جس سے مستحق زکوٰۃ بن جائے اپنے علاج معالجہ پر خرچ کرلے پھر اسے رقم زکوٰۃ دے دی جائے اور وہ اس کو علاج معالجہ پر لگالے۔

"نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درهم کل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقیل قوله عشرون مثقالا فمادون ذلک لازکوٰة فیه". ....(درعلی هامش الرد: ۳۱/۲)

"الزکوٰة واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا من الورق والذهب "......(فتاویٰ الهندیة: ۱۷۹/۱)

"والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر......فان کان مدیونا

فدفع اليه مقدار مالوقضى به دينه لايبقى له شيء اويبقى دون المأتين لاباس به"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم تملیک کے بعد مسجد میں خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۸): بخدمت حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک دیوبند عالم فاضل جو کہ ۱۵سال سے ہمارے خطیب ہیں ان سے ہم نے پوچھا کہ زکوۃ کی رقم کو ہم تملیک یعنی تبدیل کر کے مسجد کی تعمیراتی کاموں پر خرچ کر سکتے ہیں؟انہوں نے کہا کہ ہاں آپ ایسا کر سکتے ہیں، ہم نے ان کو بائیس ہزار روپے (عالم صاحب کو) دیے انہوں نے اپنے طریقہ کار سے تملیک کروا کر ہمیں دے دیے ہم نے اس رقم سے 19500 روپے مسجد کی دوسری منزل پر خرچ کر دیے، دو دو عدد باتھ روم اور وضو کرنے کے لیے کچھ ٹونٹیاں لگوادیں اور جگہ بنادی، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ عمل درست ہے؟ عالم صاحب نے پہلے اس رقم کا زکوۃ کے مستحق کو مالک بنایا تھا اور پھر اس کو تمسیک کروا کر ہمیں دیے تھے، عالم صاحب نے بتایا کہ ہم جو ماہانہ تنخواہ ادارے سے لیتے ہیں اس کو بھی اسی طریقے سے لیتے ہیں، کیا ہم اس طریقے سے تملیک کر کے مسجد کی تعمیر وترقی کے لیے رقم آئندہ بھی خرچ کر سکتے ہیں، اگر خدانخواستہ ہمارا عمل درست نہیں تو اس کا ازالہ کیا ہے؟

کیا تملیک کی رقم حقیقی بھائی بہن جو کہ زکوۃ کے مستحق ہوں ان کو دے سکتے ہیں؟

جوابی لفافہ بھیج رہے ہیں برائے مہربانی جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

یہ بات درست ہے کہ زکوۃ میں یہ شرط ہے کہ غریب غیر سید مسلمان کو مالک بنا کر دیں پھر وہ مختار ہے کہ اس رقم کو جہاں چاہے خرچ کرے، باقی حیلہ تملیک جو مدارس میں کیا جاتا ہے وہ مجبوری میں ہوتا ہے، اور مسجد میں عموماً ایسی مجبوری نہیں ہوتی کہ اس کا نظام نہ چل سکے، جب کہ مدارس میں یہ مجبوری ہے کہ ان کا نظام اس کے بغیر نہیں چل سکتا، لہٰذا مسجد کے لیے عام حالات میں حیلہ نہ کیا جائے ، باقی بہن بھائی اگر مستحق زکوۃ ہیں تو ان کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

"يصرف العشر والزكوة الى ما نص الله تعالى فى كتابه وهو قوله تعالى انما

الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم الاية"......(الفتاوی السراجیة: ۱۵۳)

"والفقیر عندالامام من لیس له نصاب وله مایکفیه"......(بزازیه علی هامش الهندیة: ۳/۸۵)

"ولایدفع الی بنی هاشم وهم آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب کذافی الهدایة"......(فتاویٰ هندیة: ۱/۱۸۹)

"وکذلک من علیه الزکوة لواراد صرفها الی المسجد اوالقنطرة لایجوز فان ارادالحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک کذافی الذخیرة"......(فتاویٰ الهندیة: ۲/۴۷۳)

"ولایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد وکذاالقناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهادوکل مالاتملیک فیه ولایجوز ان یکفن بهامیت ولایقضی بهادین المیت کذافی التبیین"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

"وبناء مسجد ای لایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد لان التملیک شرط فیها ولم یوجد وکذالایبنی بهاالقناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه"......(تبیین الحقائق: ۱/۵۳۲)

"ولایجوز دفع الزکوة الی الزوج ولاالی الزوجة ویجوزالی الاخ والاخت والعم والخال"......(فتاوی السراجیة: ۱۵۳)

"والافضل فی الزکوة والفطر والنذر والصرف اولا الی الاخوة والاخوات ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادهم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اهل حرفته ثم الی اهل مصره اوقریته کذافی السراج الوهاج"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض اور بے بس کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۸۹): محترم مکری جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں مسمی عبدالروف ولد جلال دین محبوب مارکیٹ کرم آباد میں عرصہ دراز سے شاپنگ بیگ اور کریانہ کی دوکان کا کام کرتا رہاہوں، مالی حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ میرے اوپر بہت زیادہ قرضہ ہو گیا ہے، اسی وجہ سے 22 سال بیوی دماغی مریضہ رہی اور اب اللہ پاک کو پیاری ہو چکی ہے۔

محنت مزدوری کر کے قرض کا 3/1 حصہ اتار چکا ہوں، بقایا قرض اتنا ہے کہ قرض لینے والے آئے دن بے عزت کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں، دوکان فروخت ہو چکی ہے، مالک نے دوکان سیل کر دی ہے، اب ہم فارغ ہیں، جو پیسے ملے تھے ان سے ہم 02.02.06 کو دوکان خالی کر کے جو ہم اکبری منڈی سودا لینے گئے وہاں پر ڈاکوؤں نے چھین لیے، ایک بچی دماغی مریض بن گئی ہے، بڑا بیٹا الیاس وہ بھی دماغی مریض بن گیا ہے، اور میں بھی دماغی مریض ہوں، اب ہم تینوں ایک ہی ڈاکٹر سے دوائی لے کر کھا رہے ہیں۔

ہم پر بہت تنگی کے دن آ گئے ہیں، سود پر قرض لینا بھی حرام ہے، خودکشی کرنا بھی حرام ہے، میرے پیٹ گھر کا خرچ چلانا بھی مشکل ہو گیا ہے، کوئی سونا، چاندی یا پراپرٹی میرے پاس نہیں ہے نہ ہی ٹی وی، وی سی آر وغیرہ ہے۔

جناب مفتی صاحب میرے لیے اس دلدل سے نکلنا مشکل ہے، آیا کہ ان حالات میں میرے لیے زکوۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ مقروض ہیں اور آپ کے پاس سونا، چاندی وغیرہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی ضرورت سے زائد کوئی اور چیز ہے اور سید بھی نہیں ہیں تو آپ کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے۔

”یصرف العشر والزکوۃ الی مانص اللہ تعالی فی کتابہ وھو قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم الآیۃ“

......(الفتاوی السراجیۃ : ۱۵۳)

”والفقیر عندالامام من لیس لہ نصاب ولہ مایکفیہ“......(برازیہ علی ھامش الھندیۃ : ۳/۸۵)

"ولایدفع الی بنی ہاشم وھم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب کذافی الھدایة" .....(فتاوی الھندیة: ۱/۱۸۹)

"نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضة مائتا درھم کل عشرة دراھم وزن سبعة مثاقیل قوله عشرون مثقالا ومادون ذلک لازکاة فیه"......(درعلی ھامش الرد : ۲/۳۱)

"والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر......فان مدیونا فدفع الیه مقدار مالوقضی به دینه لایفی له شیء اویبقی دون المائتین لابأس به" .....(فتاوی الھندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اعوان قوم کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۰): محترم ومکرمی حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

براہ مہربانی اس مسئلہ کاحل قرآن اور حدیث کی روشنی میں ارشادفرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں۔

ہماراپوراگاؤں سوائے چندگھروں کے جوکہ پیشہ ورہیں قوم "اعوان" (قطب شاہی اعوان) سے تعلق رکھتاہے، کچھ علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ "قوم اعوان" کاسلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ سے جا کرملتاہے جوکہ ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیےان کوبراہ راست زکوۃ نہیں لگتی، اگرغریب اورحاجتمند "اعوان" بھائی کوزکوۃ دینی ہےتوتملیک کرکے ان کواداکی جائے، مگربعض علماءکرام کی رائے یوں ہے کہ اعوان اپنے اعوان بھائی کواورسید اپنے سید بھائی کوبراہ راست زکوۃ دےسکتاہے۔

آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ مہربانی فرماکراس مسئلے کاصحیح حل بتاکراس پریشانی سے ہمیں نجات عطافرمائیں، اللہ آپ کوجزائے خیردے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرواقعۃً اعوان قوم کاسسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مل جاتاہے اوران کاہاشمی خاندان سے

ہونا محقق ہوجاتا ہے تو سیدوں کی طرح اعوان قوم کے افراد کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی، یہ بھی یاد رہے کہ جیسے غیر سید سید کو زکوۃ نہیں دے سکتا اسی طرح سید بھی سید کو زکوۃ نہیں دے سکتا، بعینہ جیسے غیر اعوان، اعوان کو زکوۃ نہیں دے سکتا (بشرطیکہ ان کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جا پہنچے) اسی طرح اعوان بھی اعوان کو زکوۃ نہیں دے سکتا۔

"ولاتدفع ای الزکوۃ الی بنی ہاشم لقولہ علیہ السلام یابنی ہاشم ان اللہ تعالی حرم علیکم غسالۃ الناس واوساخہم وعوضکم منہا بخمس الخمس بخلاف التطوع ...... قال وہم آل علیؓ وآل عباسؓ" .....(ہدایہ: ۲۲۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جوابازی کرنے والوں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹۱): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار قمار یعنی جوابازی کھیلتے ہیں کئی مرتبہ ان کو منع بھی کیا گیا ہے اور بے عزت بھی کیا گیا ہے، لیکن وہ سیدھے راستے پر نہیں آرہے، گزشتہ سال ان کی قماربازی کی رقم بہت زیادہ تھی تو بھائیوں نے اور قریبی رشتہ داروں نے زکوۃ کے پیسے اکٹھے کیے اور وہ پیسے ادا کیے۔

لیکن وہ شخص اسی طرح قماربازی کھیلتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ جو دی جا چکی ہے وہ ادا ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر دی ہوئی زکوۃ لاعلمی میں دی ہے مسئلہ کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے تب بھی اس کو لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈال دیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

افضل اور بہتر یہ ہے کہ کسی نیک اور صالح مسلمان کو زکوۃ دی جائے، لیکن اگر کسی فاسق فاجر و گناہ گار کو بھی دیں گے تو زکوۃ ادا ہوجائے گی، بشرطیکہ وہ شخص مستحق زکوۃ ہو اور اس قمارباز سے توبہ بھی کروائیں تو ممکن ہے کہ وہ گناہ کو ترک کردے، اور اگر اس کے باوجود وہ باز نہ آئے تو پھر اس کو زکوۃ وغیرہ نہ دیں۔

"منہا الفقیر وہو من لہ ادنی شیء وہو مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وہو مستغرق فی الحاجۃ فلایخرجہ عن الفقر ملک نصاب کثیرۃ غیر نامیۃ

اذاکانت مستغرقۃ بالحاجۃ کذافی فتح القدیر ،التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاھل کذافی الزاھدی"۔ ....(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"کرہ نقلھا الالی قرابۃ اواحوج اواصلح اواورع اوانفع للمسلمین..... وفی معراج التصدق علی العالم الفقیر افضل " .....(فتاویٰ شامی: ۲/۷۵)

"وعدم الکراھۃ فی نقلھا للقریب للجمع بین اجری الصدقۃ والصلۃ وللاحوج لان المقصود منھاسدخلۃ المحتاج فمن کان احوج کان اولی ولیس عدم الکراھۃ منحصرا فی ھاتین لانہ لونقلھا الی فقیر فی بلد آخراورع واصلح کمافعل معاذ رضی اللہ عنہ لایکرہ ولھذاقیل التصدق علی العالم الفقیر افضل " ..... (البحرالرائق: ۲/۴۳۶)

"ویجوزدفعھاالی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحامکتسبا"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"امّاتفسیرھا فھی تملیک المال من فقیر مسلم غیرھاشمی ولامولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للہ تعالیٰ ھذافی الشرع کذافی التبیین"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کوتنخواہ میں دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کمپنی ہے جس میں ورکرز کی تنخواہ 7200 سے لے کر 11000 تک ہے جس میں گزارامشکل ہے، لہٰذاایک تجویز آئی ہے کہ جن ورکرز کی تنخواہ12000سے کم ہے توان کوماہانہ12000روپے دیے جائیں،لیکن اس کی ترتیب درج ذیل ہے۔

اگرورکرز کی تنخواہ8000روپے ہے تواس کوملیں گے12000روپے لیکن جوفرق4000روپے کا ہے وہ زکوۃ میں سے دے دیاجائے۔

فرمایاجائے کہ شرعاً ایسا درست ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال کمپنی کے ملازمین اور ورکرز کو اجرت (تنخواہ) میں زکوۃ نہیں دے سکتے۔

"الیتیمة سئل عن معلم له خلیفة فی المکتب یعلم الصبیان ویحفظهم ویکتب الواحهم ولم یستاجره بشیء معلوم وماالشرط شیئا والمعلم یعطیه فی الاحایین دراهم بنیة الزکوة هل یجوز عن زکوة؟ قال نعم الاان یکون بحیث لولم یعطه لم یعمل له ذلک فی مکتبه "..... (فتاوی التاتار خانیة: ۲/۲۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض تنگ دست کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۳): باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، حامداومصلیا

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ جس کی عمر ۶۰ سال ہے، بندہ کے ذمہ تقریباً گیارہ لاکھ روپے قرض ہے اور بعض قرض خواہ بہت پریشان کرتے ہیں، اور بندہ کی ذاتی آمدنی گھریلو خرچ وغیرہ کے لیے کافی ہے، مگر اس آمدنی میں بچا کر اس قرض کو ادا کرنا ممکن نہیں ہے، اور نہ ہی بندہ کے پاس رہنے کے مکان کے علاوہ کوئی جائیداد ہے اور نہ ہی زیور ہے کہ جس کو بیچ کر قرض ادا کروں، کیا بندہ زکوۃ لے کر قرض اتار سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مقروض تنگ دست کو زکوۃ دینا جائز ہے تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر سکے، بشرطیکہ وہ سید نہ ہو۔

"ومنها الغارم وهو من لزمه دین ولایملک نصابافاضلاعن دینه اوکان له مال علی الناس لایمکنه اخذه ،ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درهم فصاعدا وان دفعه جاز کذافی الهدایة هذااذالم یکن الفقیر مدیونا فان کان مدیونا فدفع الیه مقدارمالوقضی به دینه لایبقی له شیء اویبقی دون المائتین لاباس به "

.....(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۸)

"والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ وعشر کو تعمیر اور تنخواہ میں صرف کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں اکثر آبادی کے لوگ بریلوی مسلک سے وابستہ ہیں، گاؤں میں صرف تین مساجد ہیں جس میں نہ مستقل پیش امام ہیں اور نہ درس وتدریس کا کوئی خاص انتظام ہے، اسی بناء پر ہم لوگوں نے ایک مسجد کے ساتھ گاؤں کے طلباء کے لیے درس گاہ بنائی ہے، اس درس گاہ کی تعمیر ومدرس کی تنخواہ کے لیے گاؤں والوں سے زکوۃ وعشر وغیرہ جمع کر کے مروجہ حیلۂ تملیک کے مطابق اس پر خرچ کرتے ہیں۔

بعض علماء کرام اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درس گاہ میں قیام وطعام نہ ہونے کی وجہ سے زکوۃ وعشر کو صرف کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ یہ زکوۃ وعشر آپ لوگ اپنے بچوں پر صرف کرتے ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ علماء کا یہ اعتراض درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مدرس کی تنخواہ اور مدرسہ کی تعمیر پر زکوۃ وعشر وغیرہ سے شرعی طریقہ سے حیلۂ تملیک کے بعد خرچ کرنا شرعاً درست ہے بغیر تملیک کے خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اور اس پر بعض علماء کا اعتراض کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

"وكذلك من عليه الزكوة لو اراد صرفها الى بناء المسجد او القنطرة لايجوز فان اراد الحيلة فالحيلة ان يتصدق به المتولي على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه الى المتولي ثم المتولي يصرف الى ذلك كذافي الذخيرة" ......(فتاویٰ الهندية: ۲/۴۷۳)

"وبناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه وشراء قن يعتق...... والحيلة في الجواز في هذه الاربعة ان يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يامره بعدذلك

بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکوۃ وللفقیر ثواب ھذہ القرب کذافی المحیط "۔ ....(البحر الرائق: ۲/۴۲۴)

"وبناء مسجد ای لایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد لان التملیک شرط فیھا ولم یوجد وکذالایبنی بھاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیہ "......(تبیین الحقائق : ۱/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے ہسپتال کے لیے مشینری لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۹۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم سے ہسپتال کو مشینری لے کر دینا درست ہے یا نہیں؟

اوراسی طرح زکوۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر پر لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور حیلہ تملیک کے بعد کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں زکوۃ کی رقم کو ہسپتال کی اشیاء خریدنے اور مدرسے کی تعمیر میں بلاتملیک صرف کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر ضرورت کی وجہ سے حیلہ تملیک کروالیاجائے تو اس رقم کا مذکورہ مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے۔

"وکذلک من علیہ الزکوۃ لواراد صرفھا الی بناء المسجد اوالقنطرۃ لایجوز فان اراد الحیلۃ فالحیلۃ ان یتصدق بہ المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونہ الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک کذافی الذخیرۃ "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۲/۴۷۳)

"وبناء مسجد ای لایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد لان التملیک شرط فیھا ولم یوجد وکذالایبنی بھاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیہ "......(تبیین الحقائق : ۱/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ، صدقات کا پیسہ درس گاہیں بنانے میں لگانا:

مسئلہ نمبر (۴۹۶): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک جامعہ ہے، جس کے اندر مقیم (بیرونی) طلباء وطالبات بھی ہیں لیکن طلباء وطالبات کے لیے درس گاہیں کم ہیں اور طلباء وطالبات گرمی، سردی کی وجہ سے بیمار ہورہے ہیں، تو کیا زکوۃ، صدقات کا پیسہ (تملیک کے بعد) طلباء وطالبات کی درس گاہیں بنانے میں لگ سکتا ہے؟ اگر کوئی شرعی حیلہ یا طریقہ تملیک ہے تو برائے مہربانی رہنمائی فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں زکوۃ صدقات واجبہ کا پیسہ شرعی طریقہ تملیک کے بعد طلبہ وطالبات کے لیے دینی درس گاہیں بنانے میں لگانا شرعاً درست ہے، بغیر تملیک کے جائز نہیں ہے، تملیک کی صورت یہ ہے کہ مدرسے کا مہتمم مال زکوۃ اور صدقات واجبہ لے کر کسی ایسے مخلص دیندار مسکین یعنی کسی ایسے مستحق کو اگر وہ خود مالدار ہوتا تو وہ اپنی دولت سے اس تعمیر کو اپنی سعادت سمجھتا، اس کو مالک بنادے پھر وہ اسی مال کو مہتمم مدرسہ کو دے دے تو اس کے بعد مہتمم مدرسہ ہر اس شعبہ میں مال کو صرف کردے جس کی مسکین مستحق نے اجازت دی ہو، اور اگر مہتمم مدرسہ کو اجازت عام دے دی ہو تو پھر جہاں چاہے مدرسہ میں وہاں اس مال کو لگا سکتا ہے۔

"وکذلک من علیه الزکوة لوارادصرفها الی بناء المسجد اوالقنطرة لایجوز فان ارادالحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک کذافی الذخیرة"......(فتاویٰ الهندیة: ۲/۴۷۳)

"وبناء مسجدوتکفین میت وقضاء دینه وشراء قن یعتق..... والحیلة فی الجواز فی هذه الاربعة ان یتصدق بمقدار زکاته علی فقیر ثم یامره بعدذلک بالصرف الی هذه الوجوه فیکون لصاحب المال ثواب الزکاة وللفقیر ثواب هذه القرب کذافی المحیط". ....(البحرالرائق: ۲/۴۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کے علاج کے لیے زکوۃ لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۷): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں جاوید یہ گزارش کرتا ہوں کہ میرے ۶ ماہ کے بچے کے دل کا آپریشن ہے، جس کے لیے ڈاکٹر ۲ لاکھ روپے مانگ رہے ہیں، اور میری تنخواہ بہت کم ہے، اور نقدی میرے پاس بالکل نہیں ہے، لہٰذا بڑی ہی عاجزانہ گزارش ہے کہ آپ مجھے کچھ لکھ کر دے دیں جس کی بناء پر میں مستحق اپنے معصوم بچے کا آپریشن کرواسکوں، کیا میں ان حالات میں زکوۃ لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ اگر سید نہیں ہیں اور آپ کے پاس نقد روپیہ، سونا، چاندی، اسباب تجارت نہیں ہیں اور نہ ہی ضرورت سے زائد کوئی دیگر چیز ہے مثلاً ٹی وی وغیرہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو تو آپ کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے۔

"منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غير نامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"ويجوز دفعها الى من يملك اقل من النصاب وان كان صحيحا مكتسبا"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"امانفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذافي الشرع كذافي التبيين"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۷۰)

"قوله هوالفقير والمسكين وهواسوء حالامن الفقير اى المصرف الفقير والمسكين والمسكين ادنى حالا وفرق بينهما في الهداية وغيرها بان الفقير من له ادنى شيء والمسكين من لا شيء له"......(البحرالرائق: ۲/۲۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام یا خطیب کو تنخواہ میں زکوۃ دعشر دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر، زکوۃ، قیمت چرمہائے قربانی، صدقہ فطر اور دیگر صدقات واجبہ کسی امام یا مؤذن یا خطیب وغیرہ کو تنخواہ کے طور پر دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ عشر، زکوۃ، چرمہائے قربانی کی قیمت، صدقہ فطر ودیگر صدقات واجبہ کسی امام یا مؤذن یا خطیب وغیرہ کو تنخواہ کے طور پر دینا جائز نہیں ہے، اور اگر کسی نے اس طرح زکوۃ دے دی تو اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

"ولو دفعها المعلم لخليفته ان كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح والالا قوله والالا اى لان المدفوع يكون بمنزلة العوض "......(الدر مع الرد: ۱/۷۷)

"ولو نوى الزكوة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستاجره ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان ايضا اجزأه والافلا وكذا ما يدفعه الى الخدم من الرجال والنساء في الاعياد وغيرها بنية الزكاة "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۹۰)

البتہ اگر وہ امام یا مؤذن مالک نصاب نہ ہوں تو پھر تنخواہ کے علاوہ اس کو زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ دے سکتے ہیں۔

"ويجوز دفعها الى من يملك اقل من النصاب وان كان صحيحا مكتسبا كذافي الزاهدي"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واضح رہے کہ دریں زمانہ مدارس دینیہ زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ کا بہترین مصرف ہیں، کیونکہ ایک عالم دین پر خرچ کرنا کسی جاہل پر خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

"التصدق على العالم الفقير افضل من التصدق على الجاهل كذافي الزاهدي" .....(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"وكره نقلها الا الى قرابة ......او الى طالب العلم وفي المعراج التصدق على

العالم الفقير افضل..... قوله افضل اى من الجاهل الفقير قهستانى"......(الدرمع الرد: ۲/۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کو قرض ادا کرنے کے لیے زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۹۹): جناب مفتی صاحب دام ظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک شخص زید صاحب نصاب نہیں ہے، اسے دوسرا شخص بکر قرض کے طور پر کچھ رقم دے اور پھر بکر جو کہ صاحب نصاب ہے اپنی زکوۃ زید کو دے دے، اور زید اپنا قرض ان زکوۃ کے پیسوں سے بکر کو ادا کردے، اور یہ سارا معاملہ باہمی رضامندی سے ہو، تو آیا جائز ہے یا نہیں؟ حکم شرعی ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ایسا کرنا جائز ہے۔

"وحيلة الجواز ان يعطى المديون الفقير خمسة زكاة ثم ياخذمنه قضاء عن دينه كذافى المحيط "......(البحر الرائق: ۲/۳۷۰)

"فنقول مذهب علمائنا رحمهم الله تعالى ان كل حيلة يحتال بهاالرجل لابطال حق الغير اولادخال شبهة فيه اولتموية باطل فهى مكروهة وكل حيلة يحتال بهاالرجل يتخلص بهاعن حرام اويتوصل بهاالى حلال فهى حسنة والاصل فى جوازهذاالنوع من الحيل قول الله تعالى (وخذبيدک ضغثا فاضرب به ولاتحنث) وهذاتعليم المخرج لايوب النبى عليه وعلى نبينا الصلوة والسلام عن يمينه التى حلف ليضربن امرأته مائة عود وعامة المشائخ على ان حكمهاليس بمنسوخ وهو الصحيح من المذهب كذافى الذخيرة "......(فتاوى الهندية: ۲/۳۹۰)

"فان الحيل فى الاحكام المخرجة عن الاثام جائزة عندجمهور العلماء وانماكره ذلک بعض المتعسفين لجهلهم وقلة تاملهم فى الكتاب والسنة

والدلیل علی جوازہ من الکتاب قولہ تعالیٰ (وخذبیدک ضغثا فاضرب بہ ولاتحنث (سورۃ ص :۴۴)ھذاتعلیم المخرج لایوب علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن زوجتہ مائۃ فانہ حین قالت لہ لوذبحت عناقاباسم الشیطان فی قصۃ طویلۃ اوردھا اھل التفسیر رحمھم اللہ تعالیٰ ''.. ...

(مبسوط: ۳۰/۲۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زرعی زمین کے مالک کوزکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شادی سے پہلے امیر تھا لیکن شادی کے بعد اپنی زمین وغیرہ چھوڑ کر شہر میں رہ کر مزدوری کرتا ہے، اب یہاں غریب ہوگیا ہے، لیکن زمین غیر آباد ہے، اوراس کے والدین بھی زندہ ہیں کیا اس پر زکوۃ لگتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جس زمین پر کاشت نہیں کرتا تو یہ زمین حاجات اصلیہ میں سے نہیں اگر زمین کی مالیت بقدر نصاب زکوۃ کو نہ پہنچتی ہوتو زکوۃ لینا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی اور مال بقدر نصاب موجود نہ ہو یا زمین کی قیمت ملا کر نصاب کو نہ پہنچتا ہو تو پھر بھی لینا درست ہے۔

''باب المصارف منھاالفقیر وھومن لہ ادنی شیء وھومادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وھومستغرق فی الحاجۃ فلایخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیر نامیۃ اذاکانت مستغرقۃ بالحاجۃ کذافی فتح القدیر ''

.....(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

''والحاصل ان النصب ثلاثۃ نصاب یوجب الزکوۃ علی مالکہ وھوالنامی خلقۃ اواعداد اوھو سالم من الدین ونصاب لایوجبھا وھومالیس احدھما فان کان مستغرقا بحاجۃ مالکہ حل لہ اخذھا والاحرمت علیہ کثیاب تساوی نصابالایحتاج الی کلھا اواثاث لایحتاج الی استعمالہ کلہ فی بیتہ وعبدوفرس لایحتاج الی خدمتہ ورکوبہ ودارلایحتاج الی سکنھا فان کان

محتاجا الی ماذکرنا حاجة اصلية فهوفقير يحل دفع الزكوة اليه وتحرم المسئلة عليه ونصاب يحرم المسئلة وهوملك قوت يومه اولايملكه لكنه بقدرعلى الكسب اويملك خمسين درهما على الخلاف فى ذالك "
.....(فتح القدير : ٢/٢٠٢)

"والاصل ان ماعدا الحجرين والسوائم انمايزكى بنية التجارة ".....(فتاوىٰ شامى: ٢/١٥)

"ولوكان الفقير قويا مكتسبا يحل له اخذالصدقة عندنا لماروى عن سلمان الفارسى انه قال حمل الى رسول الله ﷺ صدقة فقال لاصحابه كلوا ولم ياكل ".....(بدائع الصنائع: ١/١٥٩)

"ويجوزصرفها الى من لايحل له السؤال اذالم يملك نصابا وان كانت له كتب تساوى مائتى درهم الاانه يحتاج اليهاللتدريس اولتحفظ اوالتصحيح يجوز صرف الزكوة اليه كذافى فتاوىٰ قاضى خان ".....(فتاوىٰ الهندية: ١/١٨٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس کی بیوی کے پاس سونا ہو اس کو زکوٰۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص خود غریب اور مزدور قسم کا ہے، لیکن اس کی بیوی کے پاس ایک تولہ سونا ہے اور نقدی کچھ بھی نہیں ہے، کیا اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے اور یہ شخص صاحب نصاب اور ہاشمی نہیں ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

"اللباب السابع فى المصارف منهاالفقير وهومن له ادنى شىء وهومادون النصاب اوقدرنصاب غيرنام وهومستغرق فى الحاجة فلايخرجه عن الفقر

ملک نصب کثیرۃ غیرنامیۃ اذاکانت مستغرقۃ بالحاجۃ کذافی فتح القدیر"۔۔۔ (فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"باب المصرف ای مصرف الزکوۃ والعشر واماخمس المعدن فمصرفہ کالغنائم وھوفقیر وھومن کان لہ ادنی شیء ای دون نصاب اوقدرنصاب غیرنام مستغرق فی الحاجۃ"۔۔۔(درعلی الشامی: ۲/۶۴)

"ولاتدفع الی بنی ھاشم لقولہ علیہ السلام یابنی ھاشم ان اللہ حرم علیکم غسالۃ الناس واوساخھم وعوضکم منھابخمس الخمس بخلاف التطوع لان المال ھھنا کالماء یتدنس باسقاط الفرض امالتطوع بمنزلۃ التبرد بالماء قال وھم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب وموالیھم"۔۔۔(ھدایۃ: ۱/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دومکانوں کے مالک کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۲): کیافرماتے ہیں علماءکرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص کے پاس اپنے مکان کے علاوہ دوسرامکان بھی ہے لیکن ویسے وہ غریب ہے کیونکہ روزانہ مزدوری کرتاہے، اورگھروالوں کوکھلاتاہےتواب اس آدمی پرزکوۃ کامال لگتاہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگرمکان کی مالیت نصاب زکوۃ کونہ پہنچتی ہوتوزکوۃ لیناجائزہے بشرطیکہ کوئی اورمال بقدرنصاب زکوۃ موجودنہ ہویامکان کی قیمت سےملاکرنصاب کونہ پہنچتاہو۔

"باب المصارف (منھاالفقیر) وھومن لہ ادنی شیء وھومادون النصاب اوقدرنصاب غیرنام وھومستغرق فی الحاجۃ فلایخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیرنامیۃ اذاکانت مستغرقۃ بالحاجۃ کذافی فتح القدیر"۔۔۔ (فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"والحاصل ان النصب ثلاثة نصاب یوجب الزکوۃ علی مالکه وھو النامی خلقة او اعداد اوھو سالم من الدین ونصاب لایوجبھا وھو مالیس احدھما فان کان مستغرقا بحاجة مالکه حل له اخذھا والاحرمت علیه کثیاب تساوی نصابا لایحتاج الی کلھا اواثاث لایحتاج الی استعماله کله فی بیته وعبد وفرس لایحتاج الی خدمته ورکوبه ودار لایحتاج الی سکنھا فان کان محتاجا الی ماذکرنا حاجة اصلیة فھو فقیر یحل دفع الزکوۃ الیه وتحرم المسئلة علیه ونصاب یحرم المسئلة وھو ملک قوت یومه اولایملکه لکنه یقدر علی الکسب اویملک خمسین درھما علی الخلاف ذالک"..... (فتح القدیر: ۲/۲۰۲)

"ولوکان الفقیر قویا مکتسبا یحل له اخذ الصدقة عندنا ..... لماروی عن سلمان الفارسی انه قال حمل الی رسول اللہ ﷺ صدقة فقال لاصحابه کلوا ولم یاکل"..... (بدائع الصنائع: ۱/۱۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھوٹے بھائی کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۳): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسئلہ میں آپ کی طرف سے فتویٰ و رہنمائی درکار ہے۔

میرا چھوٹا بھائی عابد جمیل جو ابھی تک برسر روزگار نہیں ہے اور والدین کے ساتھ گھر میں رہتا ہے، میں برسر روزگار ہوں اور مع بیوی بچوں کے اکٹھے والدین کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں، غلط سوسائٹی میں پڑ جانے کی وجہ سے چھوٹے بھائی پر قرضہ اور سود کی رقم واجب الادا ہے، اب اس نے توبہ کی ہے کہ آئندہ غلط کام (شرط لگانا، یا جوا وغیرہ) نہیں کروں گا۔

میں نے اللہ کی راہ میں دینے کے لیے کچھ رقم غریبوں کی مدد، تعمیر مسجد، تعمیر مدرسہ و دیگر نیک کاموں میں خرچ کرنے کا سوچا تھا کہ خرچ کروں گا، اب وہ رقم میں چھوٹے بھائی کے قرضہ اور سود کی رقم اتارنے کے لیے چھوٹے بھائی کو دے سکتا ہوں یا نہیں؟ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا اچھا کھاتا پیتا گھرانہ ہے، میرے والد صاحب بھی کام کرتے ہیں، میں

زکوۃ بھی ادا کرتا ہوں، میرے والد صاحب بھی زکوۃ ادا کرتے ہیں، میں اپنی زکوۃ کی رقم سے چھوٹے بھائی کا قرضہ اور سود کی رقم اتارنے کے لیے بھی رقم دے سکتا ہوں یا نہیں؟

(۲) ایک دوسرا چھوٹا بھائی جو چھوٹے سے بڑا ہے میرے اور والد صاحب کے ساتھ کام میں کاروبار میں شریک تھا، اس نے پچھلے دو تین سال سے کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور غلط کاموں میں شرط جوئے وغیرہ میں لگ گیا ہے، میرے اور والد صاحب سے چھپ کر کافی رقم کاروبار سے نکال کر ضائع کر دی ہے، جس کا ہمیں بعد میں علم ہوا، اب اس نے بھی توبہ کر لی ہے اور کام پر دفتر میں آنا شروع کر دیا ہے، لیکن ابھی اتنا زیادہ کام نہیں کر رہا ہے جس سے قرضہ اور سود کی رقم ادا ہو جائے، اس کے ذمہ بھی ایک بڑی رقم قرضہ اور سود کی ہے جو وہ کاروبار سے کما کر کئی سالوں میں بھی ادا نہیں کر پائے گا، لہٰذا اس دوسرے بھائی طاہر جمیل کو اللہ کی راہ میں خرچ کی جانے والی رقم جس کی تفصیل اوپر گزری ہے یا میری طرف سے زکوۃ کی رقم سودی قرضے کی ادائیگی کے لیے دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ نیز اگر نفلی میں دونوں بھائیوں یا چھوٹا بھائی جو ابھی برسرروزگار نہیں ہے رقم دینے کی اجازت مل جاتی ہے تو تب بھی میں اس اللہ کے نام پر خرچ کی جانے والی رقم سے کچھ رقم تعمیر مسجد تعمیر مدرسہ میں خرچ کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

الجواب باسم الملک الوہاب

چھوٹے بھائی کے ذمہ جو قرض ہے اگر وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو اسے ادائیگی قرض کے لیے آپ اپنی زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں، اور اس کو نفلی صدقات بھی دے سکتے ہیں۔

”ویجوز دفع الزکوۃ الی من سوی الوالدین والمولودین من الاقارب ومن الاخوۃ والاخوات وغیرھم لانقطاع منافع الاملاک بینھم ولھذا تقبل شھادۃ البعض علی البعض واللہ اعلم“..... (بدائع الصنائع: ۱۶۳، ۱۶۲/۲)

”ومنھا الغارم وھو من لزمہ دین ولایملک نصابا فاضلا عن دینہ او کان لہ مال علی الناس لایمکنہ اخذہ الی ان قال ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درھم فصاعدا وان دفعہ جاز کذا فی الھدایۃ ھذا اذا لم یکن الفقیر مدیونا فان کان مدیونا فدفع الیہ مقدار مالوقضی بہ دینہ لایبقی لہ شیء اویبقی دون المائتین لاباس بہ“..... (فتاوی الھندیۃ: ۱۸۸/۱)

"والدفع الی من علیہ الدین اولی من الدفع الی الفقیر"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عزیز واقارب میں سے کس کوزکوۃ دی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۵۰۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کے کون کون سے لوگ مستحق ہیں؟ مثلاً یعنی عزیز واقارب میں سے کس کوزکوۃ دی جاسکتی ہے؟ اور مریض کوکس حالت میں زکوۃ دی جاسکتی ہے؟ یعنی غریب آدمی کے پاس کتنا مال ہوتووہ مستحق بنتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں زکوۃ کا مستحق ہروہ شخص ہے جونصاب کامالک نہ ہو۔

"یجوز دفعھا الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاھدی"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

اورعزیز واقارب میں اپنے اصول وفروع میں سے کسی کوبھی زکوۃ نہیں دے سکتے ،اور خاونداپنی بیوی کواور بیوی اپنے خاوندکوزکوۃ نہیں دے سکتی،اوران کے علاوہ باقی سب کوزکوۃ دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ زکوۃ کے مستحق ہوں۔

"قولہ واصلہ وان علاوفرعہ وان سفل بالجر ای لایجوز الدفع الی ابیہ وجدہ وان علا ولاالی ولدہ وولدولدہ وان سفل"......(البحر الرائق: ۲/۴۲۵)

"ولایدفع الی اصلہ وان علاوفرعہ وان سفل کذافی الکافی"......(فتاوی الھندیۃ: ۲/۱۸۸)

"وزوجتہ وزوجھا ای لایجوز الدفع لزوجتہ ولادفع المرأۃ لزوجھا لماقدمناہ"......(البحر الرائق: ۲/۴۲۵)

"ولایدفع الی امرأتہ للاشتراک فی المنافع عادۃ ولاتدفع المرأۃ الی زوجھا عندابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی کذافی الھدایۃ"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

مریض اور غریب کو اس وقت زکوۃ دی جا سکتی ہے جب کہ وہ نصاب کا مالک نہ ہو۔

"یجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

"یجوز دفع الزکوة الی من یملک مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وهومستغرق فی الحاجة" .....(البحرالرائق: ۲/۳۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض اگر معسر ہو تو اس کو زکوۃ دی جا سکتی ہے:

مسئلہ نمبر (۵۰۵): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام آپ سے عرض یہ ہے کہ میں اس وقت قرضوں میں پھنسا ہوا ہوں، اور قرض اتنا ہے کہ جس کی ادائیگی بغیر کسی مالی مدد کے ناممکن ہے، اور میں اس قرض کی وجہ سے اپنے بیوی بچوں اور گھر والوں سے دور ہوں، قرض لینے والے مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دیتے ہیں، اور ایک مرتبہ مجھے پکڑ کر لے گئے تھے، میں بڑی مشکل سے جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہوا، اور اس وقت سے اپنے گھر والوں سے دور ہوں، اس وقت اتنا کماتا ہوں کہ اپنا ہی گزر بسر کر سکتا ہوں، اپنے بچوں کی بھی میں کفایت نہیں کر سکتا۔

آپ سے التجا یہ ہے کہ آپ بتائیں کیا ایسی صورت میں زکوۃ لینے کا حقدار ہوں یا نہیں؟ اور کیا میں لوگوں سے اپیل کر سکتا ہوں؟ برائے مہربانی فرما کر جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ کے پاس اتنا زائد مال موجود نہیں ہے کہ جس کو فروخت کر کے قرضہ اتارا جا سکے اور آپ سید بھی نہیں ہیں اور صاحب نصاب بھی نہیں ہیں تو آپ زکوۃ لے سکتے ہیں۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

"فان کان من علیه الدین معسرا یجوز له اخذ الزکوة فی اصح الاقاویل لانه بمنزلة ابن السبیل"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

"ومنها ان لایکون من بنی هاشم لماروی عن رسول الله ﷺ انه قال یامعشر بنی هاشم ان الله کره لکم غسالة الناس وعوضکم منهابخمس الخمس من الغنیمة "......(بدائع الصنائع: ۲/۱۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیلہ تملیک اور زکوٰۃ کی رقم کا مصرف:

مسئلہ نمبر(۵۰۶): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) کیا زکوٰۃ کی رقم براہ راست دینی مدرسہ کی عمارت میں خرچ ہو سکتی ہے؟

(۲) کیا زکوٰۃ کی رقم عصری تعلیم کے سکول کی عمارت بنانے میں خرچ ہو سکتی ہے؟

(۳) کیا مندرجہ بالا تعمیرات میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنے کے لیے تملیک ضروری ہے؟

(۴) کیا تملیک ایک حیلہ ہے؟ اور حیلہ کرنا گناہ ہے؟ جیسا کہ بنی اسرائیل نے کیا تھا ہفتہ کے دن کے بارے میں۔

(۵) قرآن وحدیث کی روشنی میں تملیک کہاں کرنا جائز ہے؟

(۶) ہسپتال وغیرہ کی بلڈنگ میں زکوٰۃ استعمال ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۷) پاکستان میں تمام مدارس کی عمارات وغیرہ زکوٰۃ سے بن رہی ہیں کیا یہ جائز ہے؟ اور زکوٰۃ اس طرح صحیح استعمال ہو جاتی ہے؟ مثلاً جو لوگ بھی مدارس زکوٰۃ سے بناتے ہیں کیا ان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوٰۃ کی رقم پاکستان کے تمام مدارس کی عمارات میں اور ہسپتال کی عمارات میں براہ راست استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر ضرورت کی وجہ سے حیلہ تملیک کروالیا جائے تو اس رقم کا مذکورہ مصارف میں استعمال کرنا جائز ہے، اور سکول کی عمارت میں زکوٰۃ لگانا جائز نہیں ہے، کیونکہ سکول زکوٰۃ کے مصارف میں سے نہیں ہے، اگر کسی نے سکول کی عمارت میں زکوٰۃ لگائی ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی ہے، اتنی زکوٰۃ دوبارہ ادا کرنا لازم ہے، اور حیلہ تملیک زکوٰۃ وصدقات واجبہ میں ہوتا ہے، اور تملیک کی صورت یہ ہے کہ مدرسہ کا مہتمم مال زکوٰۃ اور صدقات واجبہ لے کر کسی ایسے

مخلص دیندار مسکین یعنی ایسے مستحق کو کہ اگر وہ خود مالدار ہوتا تو وہ اپنی دولت سے اس تعمیر کو اپنی سعادت سمجھتا اس کا مالک بنادے پھر وہ اسی مال کو مہتمم مدرسہ کو دے دے تو اس کے بعد مہتمم مدرسہ وہ مال اس شعبہ میں خرچ کردے جس کی مسکین مستحق نے اجازت دی ہو، اور اگر مہتمم مدرسہ کو اجازت عام دے دی ہو تو پھر جہاں چاہے مدرسے میں وہاں اس مال کو لگا سکتا ہے، اور ہر حیلہ اختیار کرنا گناہ نہیں ہے، بلکہ وہ حیلہ اختیار کرنا جس سے کسی کا حق مارا جائے یا کسی حرام کام کو چھپانے کے لیے حیلہ اختیار کیا جائے وہ حیلہ اختیار کرنا گناہ ہے، اور بنی اسرائیل کا ہفتہ والے دن حیلہ بھی اس میں داخل ہے کیونکہ وہ حرام کی ہوئی چیز تک پہنچنے کے لیے حیلہ کرتے تھے، باقی کسی جائز کام کے لیے حیلہ اختیار کرنا جائز اور مشروع ہے قرآن کی رو سے بھی اور حدیث کی رو سے بھی۔

"وبناء مسجد ای لایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد لان التملیک شرط فیھا ولم یوجد وکذالایبنی بھاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیه"......(تبیین الحقائق: ۱/۳۰۰)

"وکذلک من علیه الزکوۃ لواراد صرفھا الی بناء المسجد اوالقنطرۃ لایجوز فان ارادالحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک کذافی الذخیرۃ"......(فتاویٰ الھندیة: ۲/۴۷۳)

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحو مسجد"......(درمع الرد: ۲/۶۸)

"فنقول مذھب علمائنا رحمھم الله تعالی ان کل حیلة یحتال بھاالرجل لابطال حق الغیر اولادخال شبھة فیه اولتمویه باطل فھی مکروھة وکل حیلة یحتال بھاالرجل لیتخلص بھاعن حرام اولیتوصل بھاالی حلال فھی حسنة والاصل فی جواز ھذاالنوع من الحیل قول الله تعالی وخذبیدک ضغثا فاضرب به ولاتحنث وھذاتعلیم المخرج لایوب النبی علیه وعلی نبینا الصلاۃ والسلام عن یمینه التی حلف لیضربن امرأته مائة عودوعامة المشایخ علی ان حکمھا لیس بمنسوخ وھو الصحیح من المذھب کذافی الذخیرۃ"...(فتاویٰ الھندیة: ۶/۳۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قربانی کی کھالوں کی قیمت سے قبرستان کے لیے جگہ خریدنا:

مسئلہ نمبر (۵۰۷): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

گاؤں کے مشترکہ قبرستان کے لیے زمین خریدنی مطلوب ہے تقریباً ساڑھے دس لاکھ میں سے کچھ رقم کم پڑ رہی ہے، کیا کوئی ایسی شرعی صورت یا طریقہ ہے کہ گاؤں والوں کی طرف سے قربانی کی کھالیں جمع کر کے رقم وصول کر کے قبرستان کے لیے خریدی جانے والی زمین کی ادائیگی کے لیے استعمال کی جاسکے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں واضح رہے کہ قربانی کی کھالیں صدقہ واجبہ میں سے ہیں، اور صدقہ واجبہ زکوۃ، فطرانہ وغیرہ تعمیرات، مساجد، قبرستان وغیرہ کے لیے استعمال نہیں کر سکتے لیکن بصورت شدید مجبوری کے حیلہ تملیک کر کے استعمال کر سکتے ہیں۔

"قال فی شرح تنویر الابصار لایصرف مال الزکوۃ الی بناء نحو مسجد وفی الشامیۃ کبناء القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار والحج والجہاد وکل مالاتملیک فیہ زیلعی" .....(فتاویٰ شامی: ۲/۸۵)

"قال المصنف الاصل فیہ قولہ تعالیٰ(انماالصدقات للفقراء)فہذہ ثمانیۃ اصناف وقدسقط منہاالمؤلفۃ قلوبہم لان اللہ تعالیٰ اعز الاسلام واغنی عنہم وعلی ذلک انعقدالاجماع" .....(ھدایہ: ۱/۲۲۱)

"فی الوقف والصدقۃ ارادالوقف فی مرض موتہ وخاف عدم اجازۃ الورثۃ یقرانہا وقف رجل وان لم یسمہ وانہ متولیہا وھی فی یدہ اراد وقف دارہ وقفاصحیحا اتفاقا یجعلہا صدقۃ موقوفۃ علی المساکین ویسلمہا الی المتولی ثم یتنازعان فیحکم القاضی باللزوم اویقول ان قاضیا حکم بصحتہ فیلزم اویقول ان ابطلہ قاض کان صدقۃ" .....(الاشباہ والنظائر: ۴۰۱)

"فی الزکوۃ ومن لہ علی فقیر دین واراد جعلہ عن زکاۃ العین فالحیلۃ ان

یتصدق علیه ثم یاخذه منه عن دینه وھو افضل من غیره ا ہ"۔۔۔(الاشباہ والنظائر: ۳۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کوزکوۃ دیناجائز ہے، لیکن قرض کوزکوۃ میں معاف نہیں کرسکتے:

مسئلہ نمبر(۵۰۸): محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرا نام علی احمد ہے میں نے 1994 میں امپٹیشن جیولری سپلائی کا کام شروع کیا تھا، تقریباً پانچ چھ سال میں یہ کام کرتارہا، اس کے بعد میں بیمار ہوگیا، جس کی وجہ سے میرا آپریشن ہوااور ڈاکٹر نے مجھے وزن اٹھانے سے منع کردیا، جس کی وجہ سے میں نے وہ کام چھوڑ دیا، کام چھوڑنے سے جو میں نے لوگوں سے یعنی اپنی گاہکوں سے پیسہ لینا تھاوہ مجھے نہیں ملا، کچھ تھوڑا ملا وہ بھی گھر میں خرچ ہوگیا، جس کی وجہ سے میں تقریباً دولاکھ گیارہ ہزارروپے کا مقروض ہوگیا ہوں، اب میں ملازمت کرتا ہوں، تین ہزار روپے ماہوار تنخواہ ہے، میں شادی شدہ ہوں، میرے ماشاء اللہ دو بچے ہیں، اتنی آمدنی میں گھر کا گزارانہیں ہورہا، جب کہ میں نے قرضہ بھی دیناہے، اورگھر کے حالات بہت خراب ہیں، جس آدمی کا میں نے قرضہ دیناہے ان کا نام نعیم احمد ہے جن کی شاہ عالم مارکیٹ میں ہول سیل کی دکان ہے، اورتین چارسال سے قرضہ دیناہے، اوروہ رقم کا تقاضا کرتے ہیں، اور میں نے بہت سوچ سمجھ کران سے گزارش کی ہے کہ آپ مجھے کسی حسب میں یعنی زکوۃ میں دے دیں میرا قرضہ اترجائے گا، وہ بہت اچھے انسان ہیں، وہ ہرقسم کا تعاون کرنے کوتیار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کسی اچھے عالم دین سے پوچھ لیں اگروہ کہتے ہیں تومجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہے تووہ بھی بتادیں، آپ کی مہربانی ہوگی، میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے بیچ کر میں قرضہ اتارسکوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگرآپ مستحق زکوۃ ہیں اورسید بھی نہیں ہیں توایسے آدمی کوزکوۃ دینادرست ہے، البتہ قرض داراگرقرض کوزکوۃ میں معاف کردے توزکوۃ ادانہ ہوگی، البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ زکوۃ کی رقم مقروض کودے دیں اورپھروہ مقروض وہ رقم اپنے قرض میں واپس کردے تواس سے زکوۃ بھی اداہوجائے گی۔

"ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصابا فاضلا عن دينه اوكان له مال على الناس لايمكنه اخذه كذافي التبيين "......(فتاویٰ الهندية: ۱۸۸/۱)

"والغارم من لزمه دين ولايملك نصابا فاضلاعن دينه ".. ...(الهداية: ۱/۲۲۱)

"ولايجوزان يعطى من الزكوة فقراء بنى هاشم ولامواليهم قال عليه الصلوة والسلام الصدقة محرمة على بنى هاشم ومولى القوم من انفسهم وقال عليه الصلوة والسلام يابنى هاشم ان الله كره لكم غسالة الناس وعوض لكم منها بخمس الخمس من الغنيمة "... (المحيط البرهاني: ۳/۲۱۳)

"واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لايجوز وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوته ثم ياخذهاعن دينه "..... (الدر المختار: ۱/۱۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیازکوۃ کی رقم سے حج بدل کیاجاسکتاہے؟

مسئلہ نمبر(۵۰۹): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ شارع فیروز پور لاہور

گزارش ہے کہ میں نے دو حج کیے ہوئے ہیں، آپ اور قرآن وسنت کی روشنی میں فرمائیں کہ کیا میں زکوۃ کی رقم سے حج بدل کرسکتی ہوں؟ یا کسی کو بھیج سکتی ہوں؟ نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کی رقم مستحق زکوۃ کولوجہ اللہ مالک بنا کر دینا ضروری ہے لہٰذا آپ اپنی زکوۃ کی رقم سے ازخود کسی کا حج بدل نہیں کرسکتیں، اور نہ ہی کسی پر حج بدل کی مد میں خرچ کرسکتی ہیں۔

"واذادفع الزكوة الى الفقير لايتم الدفع مالم يقبض الفقير اويقبضها للفقير من له ولاية على الفقير نحوالاب والوصي يقبضان للصبي والمجنون " .....(خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۴۲)

"اذادفع الزکوۃ الی الفقیر لایتم الدفع مالم یقبضها للفقیر من له ولایة علیه نحو الاب والوصی یقبضان للصبی والمجنون کذافی الخلاصة"......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۹۰)

"ولایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد وکذاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه ولایجوز ان یکفن بهامیت ولایقضی بهادین المیت کذافی التبیین" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

"ولوبنی مسجدابنیة الزکوۃ اوحج اواعتمر اواعتق العبد اوقضی دین حی اومیت بغیر اذن الحی لایجوز" ......(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۰): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ فیروزپورروڈ لاہور

جناب عالی!

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ میں عاشق حسین خان حلفیہ بیان کرتا ہوں اور خداوندقدوس کوحاضروناظر جان کرکہتا ہوں کہ میں سیدنہیں ہوں، میری اپنی ذات لودھی پٹھان ہے، نہ میرے پاس سونا ہے نہ چاندی، اور نہ کوئی پلاٹ ہے، اور نہ کوئی ذاتی گھر ہے، میں خوددل کامریض ہوں، اور میں ہسپتال پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی جیل روڈ میں زیرعلاج ہوں، میرابیٹاافضال احمدخان ولدعاشق حسین خان بھی دل کامریض ہے، وہ بھی ہسپتال میں زیرعلاج ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میں خودکرایہ کے مکان واقع پکی ٹھٹھی عارف چوک مالک مکان کانام نورمحمدصاحب ملت چوک روڈبالمقابل عمرسائنس اکیڈمی اسکول کے سامنے رہائش پذیرہوں، میرابیٹانرسری میں پودے وغیرہ کاکام کرتاہے، میں خودگورنمنٹ ملازمت میں بحیثیت اکاؤنٹس گلبرگ پی ڈبلیوڈی بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ میکلورڈروڈ لاہورآفس آف دی ایس ای تھرڈسرکل میکلورڈروڈلاہورسے جولائی 1981 سے ریٹائرڈ ہوں، میں غریب آدمی ہوں میری شناختی کارڈکی فوٹوکاپی لف ہے، کیامیں زکوۃ لینے کاحق دارہوں یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے اور آپ سید اور صاحب نصاب نہیں ہیں تو آپ کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"الباب السابع فی المصارف ومنهاالفقیر وهومن له ادنی شیء وهومادون النصاب اوقدرنصاب غیرنام وهومستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصب کثیرة غیرنامیة اذاکانت مستغرقة بالحاجة کذافی فتح القدیر"...... (فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۷)

"باب المصرف ای مصرف الزکوة والعشر واماخمس المعدن فمصرفه کالغنائم هوفقیر وهومن کان له ادنی شیء ای دون النصاب اوقدرنصاب غیرنام مستغرق فی الحاجة"......(درعلی الشامی: ۲/۶۴)

"ولاتدفع الی بنی هاشم لقوله علیه السلام یابنی هاشم ان الله حرم علیکم غسالة الناس واوساخهم وعوضکم منهابخمس الخمس بخلاف التطوع لان المال ههنا کالماء یتدنس باسقاط الفرض اماالتطوع بمنزلة التبرد بالماء قال وهم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب وموالیهم"......(الهدایة: ۱/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا سگے بہن بھائیوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۵۱۱): بخدمت جناب مفتیان کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) زکوۃ سگی بہن کو دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

(۲) اور سگے بھائی کو زکوۃ کا مال دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) زکوۃ کی مقدار کتنی ہے؟

(۴) زکوۃ کے مال سے مدرسہ بنوانا جائز ہے کہ نہیں؟

ان مسائل کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔

آپ کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱،۲) حقیقی بہن بھائی کوزکوۃ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ وہ مستحق زکوۃ ہوں۔

(۳) زکوۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ہے جس کواڑھائی فیصد بھی کہا جاسکتا ہے۔

(۴) تملیک شرعی کے بغیر زکوۃ کے مال سے مدرسہ بنوانا جائز نہیں ہے۔

"والافضل فی الزکوۃ والفطر والنذور الصرف اولا الی الاخوۃ والاخوات ثم الی اولادھم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادھم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادھم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اھل حرفتہ ثم الی اھل مصرہ اوقریتہ"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۹۰)

"ولایجوزدفع الزکوۃ الی اولادہ واولاد اولادہ من قبل الذکور والاناث وان سفلوا ولاالی والدیہ واجدادہ وجداتہ وان علوامن قبل الآباء اوالامھات ویجوزالی سائر قرابتہ نحوالاخوۃ والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات ولودفع الی اختہ ولھاعلی زوجھا مھریبلغ نصابا ان کان الزوج ملیا مقرالوطلبت لایمنع عن الاداء لایجوز صرف زکوتہ الیھاوان کان فقیرا اوغنیا الاانہ لایعطی لوطلبت جازالصرف الیھا"......(خانیہ علی الھندیۃ: ۱/۲۶۷)

"وفی العیون رجل یقول اختہ اواخاہ اوعمہ اوعمتہ فارادان یعطیہ الزکوۃ ان لم یکن فرض علیہ القاضی نفقۃ جازلان التملیک من ھؤلاء بصفۃ القربۃ یتحقق من کل وجہ فیتحقق رکن الزکوۃ"...... (المحیط البرھانی: ۳/۲۱۸)

"تجب فی کل مائتی درھم خمسۃ دراھم وفی کل عشرین مثقال ذھب نصف مثقال مضروبا کان اولم یکن مصوغا اوغیرمصوغ حلیاکان للرجال اوللنساء تبرا کان اوسبیکۃ"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۷۸)

"یجب فی مائتی درھم وعشرین دینارا ربع العشر ولوتبرا اوحلیا اوآنیۃ ثم فی کل خمس بحسابہ"......(کنزالدقائق: ۷۴، باب زکوۃ المال)

"ولو بنی مسجدابنیة الزکوۃ لایجوز وکذالحج والعمرۃ واعتاق العبد"......(خانیة علی الهندیة: ۲۶۸/۱)

"ولایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد وکذالقناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه"......(فتاویٰ الهندیة: ۱۸۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرضہ اگر اثاثہ جات سے زیادہ ہو تو زکوۃ لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۲): محترم جناب مفتی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض ہے کہ میں (منصور احمد انصاری) بذریعہ تحریر آپ سے مخاطب ہوں میں آج کل جن حالات سے گزر رہا ہوں، جن معاشی مشکلات اور مسائل، پریشانی میں ہوں ان مسائل کو بیان کرنا چاہتا ہوں اور اس کے حل کے سلسلے میں آپ سے دینی رہنمائی چاہتا ہوں۔

عرصہ تین سال پہلے میں نے اپنے ایک عزیز کے ساتھ مل کر ایک کاروبار شروع کیا، ایک کثیر رقم اپنے حلقہ احباب سے حاصل کی گئی اور مختلف پیپر ملوں میں ردی کاغذ کی سپلائی کا کام شروع کیا، جس میں بہت سی رقم ایسے لوگوں کی طرف پھنس گئی جو طاقتور اور بدنیت لوگ تھے، اپنی اسی مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک پیپر مل ٹھیکے پر حاصل کی اور مزید رقم مختلف ذرائع سے حاصل کر کے کام کو چلانے کی کوشش کی لیکن نفع کی بجائے مجھے مزید نقصان کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ سے مل بند ہوگئی، ہم دونوں ایک بڑے قرضے کے بوجھ تلے دب گئے، عرصہ ڈیڑھ سال سے اس قرضے سے نجات کے لیے مسلسل کوششیں کر رہا ہوں، اس سلسلے میں اپنے اثاثہ جات مثلاً زیور، گاڑی، گھر کا سامان فروخت کر کے اس قرض کا کچھ حصہ ادا کر پایا ہوں، لیکن قرض جو میرے ذمے میں واجب الادا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پارٹنر سے علیحدگی کے بعد میرے ذمہ واجب الادا رقم

(۱) پرویز اشرف صاحب تقریباً 11.45.000

(۲) ایاز اکرام 400.000

(۳) محمد قاسم 39.5000

(۴) اصغر عالم (بہنوئی) 800.000

(۵) محمد عاشق 400.000

(۶) محمد طارق مفتی (بہنوئی) 100.000

(۷) دیگر متفرق 100.000

ٹوٹل کل رقم 33.30.000

سردست ان قرضوں کو ادا کرنے کے لیے میرے پاس نہ کوئی جائیداد ہے اور نہ کوئی زیور یا کوئی اور اثاثہ جسے فروخت کر کے میں یہ قرض ادا کر سکوں، میرے تین بچے ہیں اور والدہ ہیں جن کا میں واحد کفیل ہوں، آج کل کوئی نوکری نہیں ہے، بصرف محنت مزدوری کرتا ہوں، پھر بھی گھر کے ماہانہ اخراجات پورے نہیں کر پاتا، جن لوگوں سے میں نے رقم لینی ہے باوجود انتھک کوشش کے میں کامیاب نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ لوگ بدنیت اور طاقتور لوگ ہیں، اب حالات یہ ہیں کہ مندرجہ بالا لوگ جن کا میں مقروض ہوں ان کے حالات بھی بہت زیادہ خراب ہیں، اور وہ لوگ مجھ سے اپنی رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں، کچھ مخیر حضرات جو میرے حالات سے واقف ہیں انہوں نے زکوٰۃ کی رقم سے میری کچھ مدد کے لیے کہا ہے، اس تحریر کے ذریعہ آپ سے مجھے دینی رہنمائی چاہیئے آیا کہ میں ان کی تجویز کے مطابق زکوٰۃ کی رقم لے کر اپنا قرضہ ادا کر سکتا ہوں؟ میری رہنمائی فرمائیں۔

مندرجہ بالا افراد بھی میرے حالات سے آگاہ ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر واقعی آپ مقروض ہیں اور کوئی اثاثہ جات نہیں ہیں یا اگر ہیں تو بھی قرضہ زیادہ ہے اور آپ سید بھی نہیں ہے تو آپ کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

”ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصابا فاضلا عن دينه او كان له مال على الناس لايمكنه اخذه كذافي التبيين والدفع الى من عليه دين اولى من الدفع الى الفقير كذافي المضمرات“......(فتاوىٰ الهندية: ۱۸۸/۱)

”قوله والمديون اطلقه كالقدورى وقيده في الكافي بان لايملك نصابا فاضلا عن دينه لانه المراد بالغارم في الآية وهو في اللغة من عليه دين ولايجد

قضـاء كماذكره القتبي وانمالم يقيده المصنف لان الفقر شرط في الاصناف كلهـا الاالـعـامـل وابـن السبيـل اذاكـان لـه فـي وطنه مال بمنزلة الفقير وفي الـفـتـاوى الـظهيـرية والـدفـع الـى مـن عليه الدين اولى من الدفع الى الفقير " ۔۔۔(البحر الرائق: ۲/۲۲۲)

"ولاتـدفـع الـى بـنـى هـاشـم لقوله عليه السلام يابني هاشم ان الله تعالى حرم عليكم غسالة الناس واوساخهم " ......(الهداية: ۱/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے دینی کتب اور رسائل کی طباعت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں

کیا زکوۃ کی رقم دینی کتب کی طباعت اور رسائل وجرائد، جن میں امت کے مسائل اور مفاد کے بارے میں مضامین شامل ہوں پر خرچ ہوسکتی ہے؟

کیا یہ رقم مفادعامہ یعنی میڈیکل کیمپوں اور دیگر ایسے ہی کاموں پر خرچ کی جاسکتی ہے؟ واضح رہے کہ زکوۃ کی رقم براہ راست انہیں کاموں پر خرچ کرنا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کی رقم سوال میں ذکرکردہ امور پرخرچ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کسی ایسے مسلمان زندہ آدمی کو دینا ضروری ہے جو مستحق زکوۃ ہو۔

"ويشترط ان يكون الصرف تمليكالااباحة كمامر اى هي لغة الطهارة والنماء وشرعا تمليك خرج الاباحة فلواطعم يتيما ناويا الزكوة لايجزيه ولايصرف الى بناء نحو مسجد قوله مسجد كبناء القناطير والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل مالاتمليك فيه زيلعي"......(فتاوىٰ شامي: ۲/۶۸)

"وفي تجنيس خواهرزاده ولايجوزالزكوة الابقبض الفقراء اوبقبض من

یکون قبضہ قبضا لھم...... ولاتصرف فی بناء مسجد وقنطرۃ وفی شرح الطحاوی ورباط وفی شرح المتفق ولایبنی بھاقبر ولایقضی بھادین میت ولایعتق عبدولایکفن میتا والحیلۃ لمن اراد ذلک ان یتصدق ینوی الزکوۃ علی فقیر ثم یامرہ بعدذلک بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الصدقۃ ولذالک الفقیر ثواب ھذاالصرف "......(فتاوی التاتارخانیۃ: ۲۰۵،۲۰۴/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی کوشادی کے لیےزکوۃ کے پیسے دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میری والدہ کے کزن کی شادی ہے،ان کے گھر میں سب کچھ ہے ان کا ابوکام نہیں کرتا،ان کوشادی کے لیے پیسے چاہئیں،کیاان کوزکوۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر وہ کزن مسکین اور مستحق ہے تواس کوزکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے ورنہ نہیں۔

"ویجوزصرف الزکوۃ الی من لایحل لہ السوال اذالم یملک نصابا" ......(فتاوی خانیۃ علی الھندیۃ: ۲۶۵/۱)

"المصارف منھاالفقیر وھومن لہ ادنی شیء وھومادون النصاب اوقدرنصاب غیرنام وھومستغرق فی الحاجۃ فلایخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیرنامیۃ اذاکانت مستغرقۃ بالحاجۃ "......(فتاوی الھندیۃ: ۱۸۷/۱)

"لاباس بان یعطی من الزکوۃ من لہ مسکن ومایتاثث بہ فی منزلہ وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم......عن اصحاب رسول اللہ وھذا لان ھذہ الاشیاء من حوائج اللازمۃ التی لابد للانسان منھافکان وجودھا وعدمھا سواء "......(بدائع الصنائع: ۱۵۹،۱۵۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کو اخراجات کی مد میں زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۵۱۵): حضرات مفتیان کرام مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

بعض مستحق زکوۃ مریض اپنا علاج معالجہ ہسپتال سے کراتے ہیں، اس کے جو اخراجات ہوئے وہ ہسپتال والے مریض کو اپنی زکوۃ کے حساب میں سے اتنی رقم ہاتھ میں دے کر کہتے ہیں کہ یہ اخراجات کے حساب میں جمع کرادو، بعض مریض ہسپتال میں واپس جمع کرانے میں بھی ہچکچاہٹ یا بخل سے کام لے کر وہ رقم بھی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسی صورت میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

زکوۃ کے مستحق مریضوں کو ہسپتال میں داخلے کی صورت میں بغیر ان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے زکوۃ کی رقم ان پر کیسے خرچ کی جائے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مستحق زکوۃ مریض کو زکوۃ کا مالک بنانا ضروری ہے اور اختیار دے دیا جائے اس کے بعد فیس وغیرہ میں ان سے واپس لے سکتے ہیں۔

"و آتوا الزکوۃ والایتاء ھو التملیک" .....(بدائع الصنائع: ۲/۱۴۲)

تدبیر اس مسئلہ کی یہ ہے کہ آپ مستحق زکوۃ کو رقم بطور قرض دیں مریض اس قرض سے آپ کی فیس ادا کردے پھر آپ زکوۃ کی نیت سے ان کو زکوۃ کی رقم دیں اس کے بعد آپ زکوۃ کی رقم اپنے قرض کے بدلہ میں واپس لے لیں۔

"ومن لہ علی فقیر دین اراد جعلہ عن زکوۃ العین فالحیلۃ ان یتصدق علیہ ثم یاخذہ منہ عن دینہ وھو افضل من غیرہ ولو امتنع المدیون من دفعہ لہ مدیدہ ویأخذہ منہ لکونہ ظفر بجنس حقہ" .....(الاشباہ والنظائر: ۱/۳۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف:

مسئلہ نمبر (۵۱۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چرم قربانی کی قیمت کا مصرف کیا ہے؟

کیا اس قیمت سے دینی کتابیں خرید سکتے ہیں عام استعمال کے لیے یا مسجد کی لائبریری کے لیے، کیا اس رقم کو راستہ عام بنانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

قربانی کی قیمت سے راستہ بنوانا یا مسجد کی لائبریری کے لیے کتابیں خریدنا شرعاً درست نہیں ہے، بلکہ مساکین کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔

"ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بما لاینتفع به الابعداستهلاكه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الى بدله" .....(هدايه: ۲/۴۵۱)

"فان بيع اللحم او الجلد به اى بمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة وعن الثاني باطل لانه كالوقف مجتبىٰ" .....(الدر على هامش الشامي: ۵/۲۳۱)

"وشرط صحة ادائها نية مقارنة له اى للاداء ولو كانت المقارنة حكما كمالودفع بلانية ثم نوى والمال قائم في يدالفقير اونوى عندالدفع الوكيل بلانية" ......(الدرعلى الشامي: ۲/۱۲،۱۱)

"فان بيع اللحم او الجلد به اى بمستهلك او بدراهم (قوله تصدق بثمنه) اى وبالدراهم فيما لو ابدله بها قوله ومفاده صحة البيع هو قول ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى بدائع لقيام الملك والقدرة على التسليم" .....(فتاوىٰ شامی: ۵/۲۳۱)

"ولا يشترى به مالا ينتفع به الابعدالاستهلاك نحو اللحم والطعام ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله واللحم بمنزلة الجلد فى الصحيح حتى لا يبيعه بما لا ينتفع به الابعدالاستهلاك ولو باعهما بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق كذافى التبيين وهكذافى الهداية والكافي" .....(فتاوىٰ الهندية: ۵/۳۰۱)

"هى تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة

عن الملک کل وجه الله تعالیٰ لقوله تعالیٰ و آتوا الزکاة والایتاء هو التملیک ومراده تملیک جزء من ماله وهو ربع العشر اومایقوم مقامه وانما کانت اسما للفعل عندالمحققین وهو الاصح "......(البحر الرائق: ۲/۳۵۲)

"وتعاونوا علی البر ......ان المراد بالبر متابعة الامر مطلقا وبالتقوی اجتناب الهوی...... (ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان) فیعم النهی کل ماهو من مقولة الظلم والمعاصی ویندرج فیه النهی عن التعاون علی الاعتداء والانتقام وعن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما وابی العالیة انهمافسرا الاثم بترک ماامرهم به وارتکاب مانهاهم.....واتقوا الله امر بالاتقاء فی جمیع الامور" ......(روح المعانی: ۶/۵۲)

"لایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد وکذاالقناطر وکل مالاتملیک فیه" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کلینک یا ہسپتال کی تعمیر میں زکوۃ خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۷): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

زکوۃ کا حساب کرنے کی جو مقررہ تاریخ ہے اس سے پہلے ہی کچھ رقم سے کلینک یا ہسپتال میں تعمیر یا فرنیچر یا آلات وغیرہ پر رقم خرچ کردی گئی یا اس کے آرڈر دے دیے گئے تو اس رقم پر زکوۃ کس طرح دی جائے گی؟ جبکہ زکوۃ کی مقررہ تاریخ تک اس رقم کی ادیگی نہیں کی گئی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اس مسئلہ کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) جو مال مقررہ تاریخ سے پہلے خرچ کردیا گیا اس مال کی زکوۃ نہیں دی جائے گی، کیونکہ زکوۃ اس مال پر ہوگی جو سال گزرنے پر اس کے پاس موجود ہے اور بقدر نصاب ہے۔

"ومنها الملک التام وهو ما اجتمع فیه الملک والید واما اذا وجد الملک دون الید کالصداق قبل القبض او وجد الید دون الملک کملک المکاتب والمدیون لا تجب فیه الزکوٰۃ کذا فی السراج الوهاج" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۲)

(۲) اور دوسری صورت میں جو رقم خرچ کرنے کا آرڈر دیا ہے لیکن مال اس کی ملک اور قبضے میں ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور مقررہ تاریخ پر اس کا بھی حساب کیا جائے گا۔

"ومنها الملک المطلق وهو ان یکون مملوکا له رقبة ویدا وهذا قول اصحابنا الثلاثة" ......(بدائع الصنائع: ۲/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس مریض کے لیے زکوٰۃ لی اگر وہ مرجائے تو زکوٰۃ کے پیسوں کا کیا کیا جائے؟

مسئلہ نمبر (۵۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا بیٹا بیمار ہوا، اس کے علاج کے لیے ڈاکٹروں نے ۵ لاکھ روپے ایڈوانس طلب کیے، اور اس کے علاوہ ہسپتال میں آنے جانے کا خرچہ، وہاں ٹھہرنے کا خرچہ ۵ لاکھ سے علاوہ تھا، آدمی کے پاس اس وقت ۲ لاکھ روپے موجود تھے لیکن وہ ناکافی تھے، مجبوراً اس شخص نے اپنے بیٹے کا علاج کروانے کے لیے دوست احباب سے اپیل کی، دوست احباب نے بھرپور تعاون کیا جو تقریباً دو لاکھ چھیاسٹھ ہزار جمع ہوگئے، سابقہ اپنے پیسے اور جمع شدہ چار لاکھ چھیاسٹھ ہزار ہوگئے، اب مسئلہ یہ ہے کہ جب پیسے جمع ہوگئے تو بچہ کا علاج کروانے کے لیے جانے کا پروگرام بنایا تو اس آدمی کا بیٹا رضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔

اب وہ پیسے جو دوست احباب سے اکٹھے کیے ہیں ان کا کیا کرنا چاہئے؟ ان حضرات میں سے کسی نے زکوٰۃ دی، کسی نے عطیہ دیا، کسی نے صدقہ دیا، اب اس رقم کو ان دوست احباب کو واپس کردینا چاہئے یا میں اپنے کسی کاروبار میں استعمال کرسکتا ہوں؟ یا کسی نیکی پر خرچ کردوں؟

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مذکورہ میں اگر یہ صدقات اور زکوٰۃ وغیرہ اس بچے کو دیے تھے یا باپ نے بچے کے لیے قبضہ کیے تھے

توان صدقات اورزکوۃ کوواپس نہیں کیاجائے گا کیونکہ یہ بچہ صاحب نصاب نہیں ہے اس لیے صدقات واجبہ اورزکوۃ وغیرہ بچے کودینا صحیح ہے۔

(۲) اوراگریہ صدقات واجبہ اورزکوۃ وغیرہ بچے کے والد کودیے ہیں تو یہ صدقات واجبہ اور زکوۃ وغیرہ واپس کرناضروری ہے کیونکہ بچے کاوالدصاحب نصاب ہے اورصاحب نصاب کوزکوۃ اورصدقات واجبہ دیناجائزنہیں ہے، ہاں اگرصدقات اورعطیات اورہبہ وغیرہ ہوں توصاحب نصاب کوبھی دیناجائزہے ان کاواپس کرناکوئی ضروری نہیں ہے۔

(۱)"الموھوب لہ ان کان من اھل القبض فحق القبض الیہ وان کان الموھوب لہ صغیرا اومجنونا فحق القبض الی ولیہ وولیہ ابوہ اووصی ابیہ ثم جدہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی ومن نصبہ القاضی سواء کان الصغیر فی عیال واحد منھم اولم یکن کذافی شرح الطحاوی "..... (فتاویٰ الھندیۃ: ۴/۳۹۳)

"اذادفع الزکاۃ الی الفقیر لایتم الدفع مالم یقبضھا اویقبضھاللفقیرمن لاولایۃ علیہ نحوالاب والوصی یقبضان للصبی والمجنون کذافی الخلاصۃ" .....(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۹۰)

(۲)"لایجوزصرف الزکوۃ الی الغنی و لایجوز صرف جمیع الصدقات المفروضۃ والواجبۃ الیہ کالعشور والکفارات والنذور وصدقۃ الفطر لعموم قولہ تعالی انماالصدقات للفقراء وامامصدقۃ التطوع فیجوزصرفھا الی الغنی لانھاتجری مجری الھبۃ" .....(بدائع الصنائع:۲/۱۵۷)

"وامابقیۃ الصدقات المفروضۃ والواجبۃ کالعشروالکفارات والنذور وصدقۃ الفطر فلایجوز صرفھا للغنی لعموم قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لاتحل صدقۃ للغنی".....(البحرالرائق:۲/۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا طالب علم کی فیس زکوۃ کے پیسوں سے ادا کی جا سکتی ہے؟

مسئلہ نمبر (۵۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ یا قربانی کی کھالوں کی رقم میں سے طالب علموں کی مدد کی جا سکتی ہے؟ فیسوں کے اعتبار سے، جب کہ یہ طالب علم ایک ایسے ادارہ میں زیر تعلیم ہیں جو کہ خالصتاً مسجد کا ادارہ ہے، اور اس ادارہ میں دین و دنیا دونوں کی تعلیم دی جاتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کی رقم نادار طالب علم کو دی جا سکتی ہے، خواہ وہ دینی تعلیم حاصل کر رہا ہو یا معاشی، زکوۃ کی رقم اس کو بصورت تملیک دینا شرط ہے، براہ راست فیس میں جمع کروانا درست نہیں ہے۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"

..... (فتاوی الهندية: ۱۸۹/۱)

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة "..... (درمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۶۸)

البتہ فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے دینی طلبہ کو دینا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے اور حدیث میں طلبہ علم کا مصداق دینی طلبہ ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم کسی حادثاتی مریض پر خرچ کرنا:

مسئلہ نمبر (۵۲۰): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

(وہ رقم جو زکوۃ کا حساب کرنے کی مقررہ تاریخ سے قبل نکال لی گئی ہو) ایسی رقم کو کیا کسی حادثاتی مریض پر جو کہ بے ہوش پڑا ہے خرچ کیا جا سکتا ہے؟ یا اس رقم سے جو دوائیں خریدی گئی ہیں کیا وہ اس مریض پر استعمال کرائی جا سکتی ہیں؟ کبھی مریض کی حالت خطرناک ہونے کی وجہ سے فوری طور پر ان دواؤں کو استعمال کر لیا، اور پھر اتنی رقم کی دوائیں خرید کر واپس زکوۃ کی رقم سے خریدی گئی دواؤں میں رکھ دی جائیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

یہ رقم ان مذکورہ بالاصورتوں میں استعمال کرنا جائز ہے، البتہ اگر اس میں اداءِ زکوٰۃ کی نیت نہ کی گئی بلکہ محض امداد وا عطاء ہی کی نیت تھی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور مقررہ تاریخ کو دوبارہ باقی مال سے زکوٰۃ دینا ضروری ہوگی۔

"لو وجبت الزكوة في مائتي درهم فادى خمسة ونوى ذلك تطوعا سقطت عنه زكوة الخمس وهي ثمن درهم ولا تسقط عنه زكاة الباقي"

.....(البحر الرائق: ۲/۳۷۰)

زکوٰۃ کی رقم سے خریدی گئی دواؤں کو جس مریض پر استعمال کیا گیا ہے اگر وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی ہے اور اپنے مصرف میں ہی خرچ ہوئی ہے، اور اگر زکوٰۃ غیر مصرف میں بغیر تحقیق ہی کے دی گئی تو دوبارہ ادا کرنا ہوگی۔

"حتى لو دفع بلا تحر لم يجز ان اخطأ".....(درعلی الرد: ۲/۳۷۴)

بشرطیکہ اس کی جانب سے کسی ولی نے قبضہ کر لیا ہو، کیونکہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے، اگر مریض خود نہ کرے تو اس کے ولی کا قبضہ کرنا ضروری ہوگا۔

"وكذا لو دفع الزكوة ماله الى صبي فقير او مجنون فقير وقبض له وليه ابوه او جده او وصيهما جاز".....(بدائع الصنائع: ۲/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیمار مقروض کو زکوٰۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۱): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ میں دو سال سے کالے یرقان کا مریض ہوں، اور مجھے بلڈ پریشر ہائی اور بلڈ شوگر بھی ہے، میرا کوئی ذریعہ آمدن نہیں ہے جس سے میں اپنا علاج کرواسکوں، میری بہن جو کہ میرے سر پر ہیں انہیں بھی بلڈ پریشر ہے اور وہ دل کی مریضہ ہیں، میری چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں، دونوں بیٹے مہینے کا چار ہزار کے قریب کماتے ہیں جس میں وہ گھر کے بل اور گھر کے بیروں کے اخراجات بمشکل پورے ہوتے ہیں، میری دوائی تو بہت دور کی بات ہے، اور میرا جو علاج ہے وہ تو ہے ہی انتہا مہنگا نوے ہزار کا، ٹیکوں کا مکمل کورس ہے، اس کے علاوہ دوائیاں علیحدہ ہیں، میری بڑی بیٹی جو کہ ایک سکول ٹیچر ہے اس کی تنخواہ سات سو روپے ہے اس میں وہ بڑی مشکل سے

اپنی تینوں بہنوں کی فیس ادا کرتی ہے، میرا اپنا ذاتی گھر بھی نہیں ہے، میرے بھائی کا گھر ہے جس میں مجھے ایک کمرہ دیا ہوا ہے میں اس کمرے میں رہتا ہوں اور گزر بسر کرتا ہوں، سونا چاندی تو بہت دور کی بات ہے، میں اگر کسی سے سوال کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ تم اتنے جوان ہو تم کام نہیں کر سکتے ہو؟ کسی کو کیا معلوم ہے کہ میرے اندر کتنی تکلیفیں ہیں، یہ تو میں جانتا ہوں اور ڈاکٹر جانتے ہیں، میرے سے تو اب چلا بھی نہیں جاتا، میں تیس ہزار روپے کا مقروض بھی ہوں، میں پہلے pdh کا ملازم تھا تقریباً 25 سال کام کیا ہے، جب کام چھوٹ گیا تو میں نے سائیکل پر سودا بیچنا شروع کر دیا، اور اب میں اگر کہیں سے ادھار مانگتا ہوں تو وہ بھی انکار کر دیتے ہیں کہ پہلے پیسے تو دیے نہیں جاتے یہ کہاں سے دو گے؟ اگر کہیں میں آگے چلتا ہوں تو وہ سود کی بات کرتے ہیں کہ پہلے کوئی چیز رکھوا دو پھر لے لینا، میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں جو میں رکھوا سکوں، میری مہینے کی دوائی ہی آٹھ نو سو کی آتی ہے، اگر اس کے ساتھ ٹیکے بھی لگیں تو پندرہ سولہ سو روپے بنتے ہیں، اور میرے پاس سروس کی مکمل رپورٹ موجود ہے، اس کے علاوہ بیت المال سے آدھے ٹیکوں کا جو کورس ہوا تھا وہ بھی رپورٹ ہے، لیکن وہ کورس مکمل نہ ہونے کی صورت میں ضائع ہو گیا ہے، ڈاکٹر اظہار صاحب جو کہ گلبرگ میں ہیں وہ بھی میرے لیے کوشش کر رہے ہیں، ان کے پاس دو مہینے کے ٹیکوں کے پیسے جمع ہوتے ہیں، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپ کو یہ ٹیکے لگنے سے پچاس فیصد تک آرام آسکتا ہے، اب مجھے اس بات کا جواب دیں کہ میں زکوۃ کا حق دار ہوں یا نہیں؟ اور اگر ہوں تو کہاں تک لے سکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال آپ مستحق زکوۃ ہیں اور آپ زکوۃ لے سکتے ہیں۔

"(هم الفقير)هو من له مال دون النصاب والمسكين هو من لاشيء له ..... والغارم من لزمه دين ولايملك نصابافاضلا عن دينه "......(درر الاحکام : ۱/۱۸۸)

"منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهومادون النصاب اوقدرنصاب غيرتام وهومستغرق فى الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غيرنامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب طالب علم کو فدیہ کی رقم دینا:

مسئلہ نمبر (۵۲۲): بخدمت حضرت اقدس مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مسئلہ درپیش ہے جس کا جواب تحریر فرما کر تشفی فرمادیں۔

اگر کوئی صاحب نماز یا روزہ کے فدیہ کی رقم کسی ایسے طالب علم کو دے جو کہ دینی مدرسہ میں زیر تعلیم ہو مگر وہ صاحب نصاب ہو (یعنی زکوۃ دیتا ہو) مگر فی الحال وہ مدرسہ میں زیر تعلیم ہے، کیا ایسے طالب علم کو فدیہ کی رقم دینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب باسم الملک الوھاب

غنی طالب علم کو فدیہ نماز وصدقۃ الفطر دینا ناجائز ہے بعض فقہاء کرام نے غنی طالب علم کو دینا جائز لکھا ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے ان پر رد کیا ہے۔

"فی الدر المختار ،وبھذا التعلیل یقوی مانسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوۃ ولو غنیا اذافرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادۃ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی مالابدمنہ قال الشامی تحت قولہ والحاجۃ داعیۃ...... وھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمد احدقلت وھو کذلک والاوجہ تقییدہ بالفقیر"......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۵)

"ولایجوزدفع الزکوۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر اودراھم اوسوائم اوعروضا للتجارۃ اولغیر التجارۃ فاضلاعن حاجتہ فی جمیع السنۃ ھکذافی الزاھدی" .....(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"وغنی یملک نصابا ای لایجوز الدفع لہ لحدیث معاذ المشھور خذھامن اغنیائھم وردھافی فقرائھم اطلقہ فشمل النصاب النامی السالم من الدین الفاضل عن الحوائج الاصلیۃ الموجب لکل واجب مالی" ..... (البحر الرائق: ۲/۴۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بچوں سے فیس لینے والے ادارے کا زکوۃ وصول کرنا:

مسئلہ نمبر (۵۲۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک دینی ادارہ ہے، اور جو کہ وہ مکمل ٹرسٹ ہے، جس میں ہر طرح کا حساب رکھا جاتا ہے، اور اس کا ہر سال گورنمنٹ سے آڈٹ بھی کروایا جاتا ہے، ادارہ کا تمام سلسلہ فیسوں پر ہے، فیسوں کی نوعیت بچے کی استعداد پر ہوتی ہے، مستحق اور یتیم بچے بالکل فری پڑھتے ہیں، اوران کی کتب یونیفارم کا انتظام بھی ادارہ کرتا ہے، ادارہ کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کی سربلندی اور اپنی نئی نسل کے سینوں میں دین متین کی صحیح روح کو پہنچانا ہے، یہ ادارہ غیر تجارتی بنیادوں پر کام کر رہا ہے، الحمدللہ اس ادارے کی سرپرستی مشائخ عظام اور وقت کے جید علماء کرام فرما رہے ہیں، اوران کی مشاورت سے یہ تمام امور چلا رہا ہے، ادارہ کی تمام بلڈنگیں کرایہ پر ہیں، ادارہ کو زکوۃ کی مد میں ملنے والی رقم اپنے بالغ طلباء کے ذریعہ سے تملیک کروا کر ادارہ اپنے مصرف پر خرچ کرتا ہے، ادارہ میں دینی و دنیاوی دونوں تعلیم دی جاتی ہیں، مذکورہ بالا طریقے سے تملیک کرانا صحیح ہے کہ نہیں؟ براہ کرم تملیک کے بارے میں مکمل شریعت مطہرہ کی رو سے رہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کے لیے صرف بالغ اور طالب علم ہونا کافی نہیں ہے بلکہ مستحق زکوۃ ہونا شرط ہے، کیونکہ زکوۃ کا روپیہ مالدار اور سید کو دینا جائز نہیں ہے، نیز واضح ہو کہ حیلہ تملیک تو بہت مجبوری میں اختیار کیا جاتا ہے کہ دینی مدارس چلانے کے لیے اور ذرائع نہیں ہوتے اس لیے حیلہ تمیلک اختیار کیا جاتا ہے، اور آپ کا ادارہ جب اپنا نظام چلانے کے لیے طلباء سے فیس وصول کرتا ہے تو اس کو زکوۃ کی رقم حیلہ تملیک کے ذریعہ سے استعمال کرنا درست نہیں ہے، بلکہ وصول ہی نہ کرے، البتہ اگر واقعی مستحق طلبہ پر خرچ کرے تو وصول کرنا درست ہے۔

"منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثير غير نامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير "...... (فتاوىٰ الهندية : ۱/۱۸۷)

"امانفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذافي الشرع كذافي التبيين"...... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۰)

"ویجوز دفعھاالی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحامکتسبا" .....

(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"هوالفقیر والمسکین وهواسوء حالا من الفقیر ای المصرف الفقیر والمسکین والمسکین ادنی حالا وفرق بینهما فی الهدایة وغیرها بان الفقیر من له ادنی شیء والمسکین من لاشیء له" .... (البحرالرائق : ۲/۴۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس مدرسہ میں غریب طالب پڑھتے ہوں اس میں عشر دینا:

مسئلہ نمبر (۵۲۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دینی مدرسہ جس میں طالب علم پڑھتے ہوں اور رہائش بھی مدرسہ میں رکھتے ہوں اور طالب علموں کی اکثریت غریب بچوں کی ہو، اور کچھ لڑکوں کے والدین درمیانے درجے کے ہوں، دیہاتی ماحول ہو جہاں پر مدرسوں کی امداد کم کی جاتی ہو، ایسے مدرسے کو اناج کا عشر دیا جانا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم مسئلہ کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مدرسہ کو اناج کا عشر دینا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔

"ومنهافی سبیل الله وهواختیار منه لقول ابی یوسف وعندمحمد منقطع الحاج وقیل طلبة العلم" ...... (البحرالرائق: ۲/۴۲۲)

"ومنهافی سبیل الله وهم منقطعوا الغزاة الفقراء منهم عندابی یوسف وعندمحمد منقطعوا الحاج الفقراء منهم" ..... (فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امامت وخطابت کے بعوض صدقات واجبہ دینا:

مسئلہ نمبر (۵۲۵): حضرات علماء کرام ومفتیان عظام دین عالیہ حنفیہ سے مندرجہ ذیل مسائل کی صحیح تحقیق انتہائی ادب کے ساتھ سائل معلوم کرنا چاہتا ہے کہ

(۱) زکوۃ، صدقۃ الفطر، قربانی کی کھال یا اس کھال کی قیمت اور دیگر واجبات ونذر رانات امام وخطیب مسجد کو بعوض امامت وخطابت دینا ازروئے شریعت مطہرہ جائز ہے یا نہیں؟

اگر دینا جائز نہیں تو پھر خود امام وخطیب مسجد اور ان کے اہل وعیال کا نان نفقہ اور اخراجات ضروریہ کا بوجھ کس پر لازم اور واجب ہے؟ تاکہ وہ اطمینان قلب کے ساتھ دین عالیہ وحقہ کی خدمت بصورت امامت وخطابت سرانجام دے سکے۔

(۲) امامت وخطابت مسجد بعوض تنخواہ ازروئے شریعت مطہرہ جائز ہے یا نہیں؟

اگر جائز ہے تو آج کل اس مہنگے دور میں امام وخطیب مسجد کی تنخواہ کا کم از کم معیار کیا ہونا چاہیئے؟ جس سے وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نان نفقہ اور اخراجات ضروریہ پورے کرسکے، اور اس کے بارے میں پریشان وسرگرداں نہ ہو، اور قلب فارغ کے ساتھ دین عالیہ وحقہ کی خدمت بشکل امامت وخطابت کرسکے، اور اس تنخواہ کے حصول کی کیا صورت ہونی چاہیئے؟

(۳) اگر امام وخطیب مسجد صاحب نصاب نہ ہو بلکہ مسکین غریب اور فقیر ہو تو پھر ایسے امام وخطیب مسجد کو زکوۃ، صدقۃ الفطر، قربانی کی کھال یا اس قربانی کی کھال کی قیمت اور ایسے ہی دیگر واجبات ونذر رانات کا دینا ازروئے شریعت مطہرہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) زکوۃ، فطرانہ، نذر، قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف فقراء اور مساکین ہیں اور مذکورہ رقوم بلاعوض فقیر مستحق زکوۃ شخص کو مالک وقابض بنا کر دینا شرعاً لازم ہے، لہٰذا زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ امامت وخطابت کے عوض مشاہرہ میں امام صاحب کو دینا شرعاً جائز نہیں ہے، اس سے زکوۃ وغیرہ ادا نہ ہوں گے، البتہ اگر وہ مستحق زکوۃ ہے تو مندرجہ اشیاء سے اس کی امداد کی جاسکتی ہے اھ (بدائع الصنائع) امام صاحب کا معقول معاوضہ حق الخدمت مسجد انتظامیہ کے ذمہ لازم ہے۔

(۲) متاخرین فقہاء کے فتوی کے مطابق امام کے لیے حق الخدمت لینا جائز ہے، اور امام وخطیب کا مشاہرہ اتنا معقول ہونا چاہیئے کہ وہ سکون سے اپنی زندگی گزار سکے۔

(۳) اگر امام صاحب فقیر، مستحق زکوۃ ہو تو پھر اسے زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ بلاعوض مالک بنا کر دینا جائز ہے، لیکن تنخواہ میں دینا پھر بھی جائز نہیں ہے۔

"مصرف الزکوۃ والعشر...... ھو فقیر وھومن له ادنی شیء ای دون نصاب اوقدرنصاب غیرنام مستغرق فی الحاجة ومسکین من لاشیء له علی المذھب "......(درمختار: ۱/۱۴۰)

"تملیک جزء مال عینه الشارع عن مسلم فقیر غیرھاشمی ولامولاہ مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه "......(درمختار: ۱/۱۲۹)

"ولودفعھاالمعلم لخلیفته ان کان بحیث یعمل له لولم یعطه صح والالا قوله والالا ای لان المدفوع یکون بمنزلة العوض "...... (درمع الرد: ۲/۷۷)

"ولونوی الزکوۃ بمایدفع المعلم الی الحلیفة ولم یستاجرہ ان کان الخلیفة بحال لولم یدفعه یعلم الصبیان ایضا اجزأہ والافلا"......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۹۰)

"ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن، قال فی الھدایة وبعض مشائخنا رحمھم الله استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظھور التوانی فی الامورالدینیة ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیه الفتویٰ اہ وقداقتصر علی استثناء تعلیم القرآن ایضافی متن الکنز ومتن مواھب الرحمن وکثیر من الکتب وزادفی مختصر الوقایة ومتن الاصلاح تعلیم الفقه وزادفی متن المجمع الامامة ومثله فی متن الملتقی ودررالبحار وزادبعضھم الاذان والاقامة والوعظ وذکرہ المصنف معظمھا ولکن الذی فی اکثرالکتب الاقتصار علی مافی الھدایة فھذامجموع ماافتی به المتاخرون من مشایخنا "......(ردالمحتار: ۵/۳۸)

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکالااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحومسجد "......(درعلی الرد ۲/۶۸)

"ومنھا ان یؤذن محتسبا ولایاخذ علی الاذان والاقامة اجراولایحل له اخذالاجرة علی ذلک لانه استئجار علی الطاعة وذالایجوزلان الانسان فی تحصیل الطاعة عامل لنفسه فلایجوزله اخذالاجرة علیه وعندالشافعی یحل

لہ ان یاخذ علی ذلک اجرا وھی من مسائل کتاب الاجارات وفی الباب حدیث خاص وھو ماروی عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ انہ قال آخر ماعھدالی رسول اللہ ﷺ ان اصلی بالقوم صلاۃ اضعفھم وان اتخذ مؤذنا لایاخذعلیہ اجرا وان علم القوم حاجتہ فاعطوہ شیئا من غیر شرط فھوحسن لانہ من باب البر والصدقۃ والمجازاۃ علی احسانہ بمکانھم وکل ذلک حسن"۔ ....(بدائع الصنائع: ۱/۳۷۵،۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس شخص کو کاروبار میں نقصان ہو گیا ہو اس کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نوید اکبر ولد محمد اکبر ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازم ہوں، یہ ادارہ شیئرز کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہے، اسی ادارے کی وساطت سے میں نے بھی شیئرز کی خرید وفروخت کا کام کیا، جس میں مجھے میری اوقات سے زیادہ نقصان ہو گیا، اب ادارے کے مالکان مجھ سے رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں، اور گندی گالیاں، مار پیٹ تک آ گئے ہیں اور جان سے مار دینے کی دھمکی دیتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ وہ یہ سب کچھ کر گزریں گے، میں ایک سفید پوش آدمی ہوں، میری نا تو کوئی جائیداد ہے اور نہ ہی میرے گھر میں کوئی زیور ہے، بس تنخواہ پر گزارا ہے، اور میں آج کل کرایے کے مکان میں رہ رہا ہوں، میری پانچ بیٹیاں ہیں اور بیوی ہے۔

مجھے صرف یہ پوچھنا ہے کہ کیا ان حالات کے اندر میں زکوۃ کا حق دار ہوں یا نہیں؟ جسے کہ میں اپنی عزت اور اپنی جان بچا سکوں؟ حاصل یہ کہ مجھ پر ساڑھے چھ، سات لاکھ کا قرضہ ہے، اور میرے پاس روزمرہ کی ضرورت کے علاوہ کوئی کیش، کوئی جائیداد بھی نہیں ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر سوال میں ذکر کردہ تحریر حقیقت کے عین مطابق ہے تو اس صورت میں مذکورہ شخص مستحق زکوۃ ہے اور انہیں زکوۃ دی جا سکتی ہے۔

"فان کان من علیہ الدین معسرا یجوز لہ اخذالزکوۃ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل"......(قاضی خان علی ھامش الھندیۃ: ۱/۱۶۹)

"فان كان من عليه الدين معسرا يجوزله اخذالزكوة في اصح الاقاويل لانه بمنزلة ابن السبيل "......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٨٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سید کی بیٹیوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سید بزرگ فوت ہوگئے ہیں، ان کی سات بیٹیاں ہیں اور بیٹا کوئی نہیں ہے، کیا ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

شرافت نسب کی وجہ سے سیدوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

"كتاب الزكوة ،فهي تمليك المال من فقير مسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من كل وجه لله تعالى هذافي الشرع كذافي التبيين "..... (فتاوىٰ الهندية: ١/١٧٠)

"وشرعا تمليک جزء مال عينه الشارح من مسلم فقير ولومعتوها غيرهاشمي ولامولاه الخ "......(درمع الرد: ٢/٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فلاحی اداروں کو زکوٰۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاہور کا ایک فلاحی ادارہ ہے، جس کے زیر انتظام ہسپتال، مدارس وغیرہ چل رہے ہیں، اور ان ہسپتالوں میں غریبوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے، جن کے اخراجات ہسپتال میں قائم زکوٰۃ فنڈ سے ادا کیے جاتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس صورت میں کیا کوئی شخص اپنی زکوٰۃ میں سے اس ہسپتال فنڈ میں عطیہ دے سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے یہ شرط ہے کہ غریب غیر سید مسلمان کو بلاعوض مالک بنا کردی جائے، لہٰذا اگر اس

زکوۃ سے صرف مستحق افراد کو دوا وغیرہ دی جاتی ہے تو زکوۃ ادا ہوگئی، اور اگر اس روپے سے ہسپتال کے بستر اور مشین یا دیگر سامان خرید لیا جاتا ہو یا غیر مستحق افراد پر خرچ کرتے ہوں تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

"اما تفسیرھا فھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی ھذا فی الشرع کذا فی التبیین "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۰)

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة کما مر لا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینه "..... (الدر المختار علی ھامش الرد: ۲/۶۸)

"قوله نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالا تملیک فیه زیلعی "......(فتاویٰ شامی: ۲/۶۸)

"ولا یجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالا تملیک فیه ولا یجوز ان یکفن بھا میت ولا یقضی بھا دین المیت کذا فی التبیین " ..... (فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک مقروض شخص کو زکوۃ میں ڈیڑھ لاکھ روپے دینا:

مسئلہ نمبر (۵۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ پر ڈیڑھ لاکھ روپیہ قرض ہے، میرا ایک دوست ہے، اس کو حج کرنے کا بہت شوق ہے، لیکن بہت غریب ہے اور حج پر بھی جانا چاہتا ہے، میں نے ایک اہل ثروت سے بات کی تو اس نے کہا کہ میرے پاس زکوۃ کا مال ہے، تو میں نے کہا کہ میں مقروض ہوں آپ مجھے ڈیڑھ لاکھ روپے زکوۃ میں سے دے دیں، میں اپنی طرف سے اس کو وہ پیسے حج کے لیے دے دوں گا بطور ہدیہ یا بطور قرضہ، اور اس نے مجھے ڈیڑھ لاکھ روپے دے دیے، تو کیا اس کی زکوۃ ادا ہوگئی؟ اور میں نے اس کو حج کے لیے بطور ہدیہ دے دیے تو کیا میرا یہ فعل جائز ہے؟ اور اس پر مجھے بھی حج کا اجر ملے گا یا نہیں؟ اور اگر بطور قرضہ دیے اور اس نے حج کر لیا تو کیا میرا یہ فعل جائز ہے؟ اور اس نے واپس آ کر وہ قرض ادا بھی کر دیا؟ اور اس قرض پر مجھے اجر ملے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ شخص کا آپ کو بطور زکوۃ ڈیڑھ لاکھ روپے دینا جائز ہے، جب کہ آپ کی کل مالیت سے قرض زیادہ ہو، اور آپ مستحق زکوۃ بھی بنتے ہوں، کیونکہ مقروض کو زکوۃ کا مال دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

"ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصابا فاضلاعن دينه او كان له مال على الناس لايمكنه اخذه كذافي التبيين والدفع الى من عليه الدين اولى من الدفع الى الفقير "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۸)

(۲) اگر آپ کا دائن راضی ہو تو اپنے غریب دوست کو بطور قرض ڈیڑھ لاکھ روپے برائے حج اخراجات دے سکتے ہیں، آپ کو تعاون علی البر کی وجہ سے ثواب ملے گا، لیکن اگر ہدیہ کر دیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اور زیادہ ثواب کا کام ہے۔

"وشرائط صحتها في الموهوب ان يكون مقبوضا غير مشاع مميزا غير مشغول كماسيتضح وركنها هو الايجاب والقبول "......(ردالمحتار على درالمختار : ۴/۵۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مجبور اور بے بس کو زکوۃ لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء حق بروئے شریعت اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے 18 سال قبل درس وتدریس کے لیے پرائیویٹ سکول بنایا تھا، اور اللہ نے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہوا تھا، زید نے اپنی تین بہنوں کی شادی کی اور اپنی بھی، 2001ء میں زید کو آنتوں کی تکلیف ہوگئی، جس کے لیے دو مرتبہ راولپنڈی میں آپریشن کروانا پڑا، اس میں زید کا تمام سرمایہ ختم ہو گیا اب زید 2001ء سے مسلسل بے کار ہے، گھر کے اخراجات اللہ تعالیٰ نہ جانے کہاں سے پورے کر رہا ہے، زید کی شہر میں سفید پوشی کا بھرم بھی ہے، اور عرصہ تیس برس سے شعبہ صحافت سے منسلک ہے، اب حقیقی حالات یہ ہیں کہ والدہ علیل ہیں، اور میں اور میری اہلیہ اور بہن اس کا حال ہی میں کینسر کا آپریشن ہوا ہے، چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار کھانا کھاتے ہیں، اور بچوں کو جن کی عمر سات سال اور پانچ سال ہے دن میں دو بار دودھ پلاتے ہیں، دونوں بچے حفظ قرآن کر رہے ہیں، زید کا چونکہ شہر میں ایک نام ہے اس لیے وہ اپنی جھوٹی انا کی خاطر گھر والوں کو فاقہ کرا سکتا ہے لیکن بچوں کا کیا کرے؟

کسی کے سامنے کہتے شرم آتی ہے سب آسودہ سمجھتے ہیں، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ زید زکوۃ کا حقدار ہے یا نہیں؟ زید کے پاس ایک روپیہ بھی ذاتی نہیں ہے، جواب سے مستفید فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زید اگر واقعی ایسا مجبور ہے کہ اس کے پاس سونا، چاندی، نقد روپیہ، اسباب تجارت اور ضرورت سے زائد کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سید بھی نہیں ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"باب المصرف هو الفقير والمسكين وهو اسوأ حالا من الفقير .....الفقير من له ادنى شيء والمسكين من لاشيء له .....والاولى ان يفسر الفقير بمن له دون النصاب كمافي النقاية اخذا من قولهم يجوزدفع الزكوة الى من يملك مادون النصاب اوقدرنصاب غيرنام وهومستغرق في الحاجة" .....(البحرالرائق: ۲/۴۱۹)

"التصدق على الفقير العالم افضل من التصدق على الجاهل كذافي الزاهدی" .....(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"في المصارف منهاالفقير وهومن له ادنى شيء وهومادون النصاب اوقدرنصاب غيرنام وهومستغرق في الحاجة" .....(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"ومنهاالمسكين وهومن لاشيء له فيحتاج الى المسئلة لقوته اومايواری بدنه ويحل له ذلک" .....(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"ويجوزدفعها الى من يملک اقل من النصاب وان كان صحيحامكتسبا كذافي الزاهدی" ..... (فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

"ولايدفع الى بنی هاشم وهم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقيلؓ وآل حارثؓ بن عبدالمطلب كذافي الهداية" .....(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتالوں اور اداروں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۶): محترم جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

اس مسئلہ پر فتویٰ کی ضرورت ہے مدد فرمائی جائے۔

ہم چنیوٹ شیخ ایسوسی ایشن کی طرف سے زکوۃ فنڈ اکٹھا کرتے ہیں، جس کے لیے ایک آفس سیکرٹری ہے، اور میں میاں ہارون فنانس سیکرٹری کا عہدہ نبھا رہا ہوں، میرا کام صرف حساب چیک کرنا اور فنڈ کی بانٹ کے لیے جو فیصلے صدر سیکرٹری حضرات کرتے ہیں ان کے لیے بینک چیک وغیرہ کو دستخط کرنا ہے۔

زکوۃ فنڈ کی بابت تین اداروں کے نام ہے۔

(۱) الحجاز ہسپتال گلبرگ لاہور

(۲) گلاب دیوی ہسپتال لاہور

(۳) مدرسہ اقرأ گلگت

اور ایک فری ڈسپنسری، چھڑہ منڈی لاہور (برائے خرچہ ادویات صرف) غریب اور حق دار برادری کی عورتوں (ذاتی اخراجات) اور بندوں کو برائے ضرورت بچی کی شادی وغیرہ کے لیے فرداً فرداً ادا کی جاتی ہے۔

(۱) کیا زکوۃ فنڈ کو اداروں کے نام دیا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا فرداً فرداً مندرجہ بالا ضروریات کے لیے زکوۃ فنڈ میں سے رقم خرچ کی جا سکتی ہے؟

مہربانی فرما کر تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کے لیے یہ شرط ہے کہ غریب مسلمان غیر سید کو بلاعوض مالک بنا کر دی جائے، لہٰذا اگر یہ ادارے صرف مستحق افراد پر خرچ کرتے ہوں خواہ دواء کی صورت میں ہو یا نقدی کی صورت میں تو ان کو دینا جائز ہے، اور اگر ہسپتال وغیرہ کی تعمیر و مرمت یا اس کے فرنیچر، بیڈ مشینری یا ڈاکٹروں کی تنخواہ وفیس وغیرہ میں لگاتے ہوں تو زکوۃ ادا نہ ہوگی، کیونکہ اس میں تملیک نہیں ہوتی بلکہ یہ چیزیں ہسپتال کے لیے وقف ہوتی ہیں، اور یہی حال مدرسہ کا ہوگا اس میں بھی مستحق طلبہ پر مالک بنا کر خرچ کیا جانا ضروری ہے ورنہ زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

نوٹ: اس جواب کے ساتھ حوالہ جات نہیں ہیں مناسب حوالہ جات دوسرے جوابات سے اس کے ساتھ لگادیے جائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض آدمی کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۲): محترم و مکرم جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔

میرا نام محمد فاروق ولد عبدالوہاب ہے، میری ماہوار آمدن تقریباً 4800 ہے، اور میرا مکان کرایہ پر ہے، اور زیور ایک تولہ بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی وراثت میں چیز ہے، میرے گھریلو سامان میں مہنگا صرف ایئرکولر اور واشنگ مشین ہے، ہم 2 میاں بیوی اور 4 بچے ہیں، 3 بچے سکول پڑھتے ہیں سب سے چھوٹا بچہ معذور اور بیمار رہتا ہے، مکان کا کرایہ بمع بل مبلغ 1500 روپے ہے، اور بچوں کے سکول کا خرچ تقریباً 500 روپے ہے، اور مجھ پر تقریباً 45000 روپے قرض ہے جو کہ چھوٹے بچے کے بیمار ہونے کی وجہ سے مجھ پر قرض ہوگیا ہے اور میں اب ایک پانچ مرلے کا پلاٹ لینا چاہتا ہوں جس کی قیمت تقریباً 75000 روپے ہے، اور کچھ لوگ میری مدد کرنا چاہتے ہیں بطریق زکوۃ، اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان پیسوں سے میں قرض اتاروں یا پلاٹ کا ایڈوانس دے دوں یا دونوں میں سے جہاں چاہوں استعمال کرلوں اور آیا کہ اس صورت میں مجھے زکوۃ لگتی بھی ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص مستحق زکوۃ ہے۔

"وفي شرح التنوير مصرف الزكوة والعشر هوفقير وهومن له ادنى شيء اى دون نصاب اوقدرنصاب غيرتام مستغرق في الحاجة ومسكين لاشيء له" ...(۲/۶۴).

دونوں جگہ اس مال کو استعمال کرسکتے ہیں مگر قرض ادا کرنا اولیٰ ہے۔

"باب المصرف اى مصرف الزكوة والعشر......هوفقير وهومن له ادنى شيء اى دون نصاب اوقدر نصاب غيرتام مستغرق في الحاجة ومسكين من لاشيء له"... ...(درمع الرد: ۲/۶۴)

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"

.....(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"للمالک ان یتصرف فی ملکه ای تصرف شاء".....(بدائع الصنائع: ۵/۳۹۴)

"سئل ابو حفص الکبیر عمن یعطی الزکوة الی الفقراء احب الی من دینه لیقضی دینه؟ قال الی من علیه دین لیقضی دینه".....(فتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تیس ہزار روپے کے مقروض کو زکوٰۃ دینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر (۵۳۳): بخدمت جناب مفتی صاحب

گزارش ہے کہ شریعت کے لحاظ سے صورت احوال یہ ہے کہ تین آدمی ایک گھر کے کمانے والے ہیں جن کی ٹوٹل آمدن 8000 روپے ہے، جس سے گھر کے اخراجات نہایت مشکل سے پورے ہورہے ہیں مگر تینوں آدمیوں کی آمدن مستقل نہیں ہے۔ جس ماہ ایک فرد کی مزدوری کم ہوجاتی ہے تو گھر کے اخراجات بدستور موجود رہتے ہیں اسی طرح وہ آدمی مبلغ 30000 روپے کا مقروض ہو چکا ہے۔ ان حالات میں وہ آدمی زکوۃ وصدقات وفطرانہ کا حق دار ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فیصلہ ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص قرضہ کی وجہ سے صاحب نصب نہیں رہتا ہے اور مستحق بنتا ہے اور سید بھی نہیں ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"فان کان من علیه الدین معسرا یجوز له اخذ الزکوة فی اصح الاقاویل"

.....(البحر الرائق: ۲/۴۲۰)

"(الباب السابع فی المصارف) ومنها الغارم وهو من لزمه دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینه او کان له مال علی الناس لایمکنه اخذه کذا فی التبیین والدفع

لی من عليه الدين اولى من الدفع الى الفقير كذافي المضمرات "... (فتاوی الهندية: ۱۸۸/۱)

"قوله وبنى هاشم ومواليهم اى لايجوز الدفع لهم لحديث البخارى نحن اهل بيت لاتحل لناالصدقة " ... (البحر الرائق: ۴۲۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض غیر سید کو زکوۃ دے سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۵۳۴): محترمی ومکرمی مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم کے بعد بندہ رقم طراز ہے کہ ایک آدمی کی ایک دوکان تھی جو معاشی بدحالی کی وجہ سے دیوالیہ کی شکل اختیار کر چکی ہے کنبہ کے سات افراد ہیں، بچوں کی کفالت اور مکان کا کرایہ مستقل دو تین لڑکوں کی قلیل محنت سے پورا ہو رہا ہے نتیجہ یہ ہے کہ آدمی قرضہ کے بوجھ سے لد چکا ہے، ایام رفتہ میں اس نے کسی طرح ایک تین چار مرلہ کا پلاٹ خرید اتھا جس پر غربت وعسرت کی بناء پر چھت بھی ڈالنے سے قاصر ہے، علاوہ ازیں اس کے موجودہ اثاثہ میں ایک پرانا شکستہ حالت میں سکوٹر ہے اور گھر میں زیور نہیں ہے، ہاں ضرورت کے برتن وغیرہ موجود ہیں، کیا ایسا پریشان حال اور مصیبت زدہ انسان موجودہ کمرتوڑ اور ہوش ربا مہنگائی کے دور میں شریعت مطہرہ کی رو سے زکوۃ کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص مقروض ہے اور سید نہیں ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"هو الفقير والمسكين وهو اسوأ حالا من الفقير والعامل والمكاتب والمديون قوله المديون اطلقه القدورى وقيده فى الكافى بان لايملك نصابا فاضلاعن دينه لانه المراد بالغارم فى الآية وهو فى اللغة من عليه دين ولايجد قضاء كماذكر القتبى ......وفى الفتاوى الظهيرية والدفع الى من عليه الدين اولى من الدفع الى الفقير". ....(كنزمع البحر الرائق: ۴۲۲/۲)

"وكره اعطاء فقير نصابا اواكثر الااذاكان المدفوع اليه مديونااوكان

صاحب عیال بحیث لوفرقه علیهم لایخص کلا اولایفضل بعددینه نصاب فلایکره "......(درعلی الرد: ۲/۷۴)

"ویجوزدفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحامکتسبا کذافی الزاهدی "..... (فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

"ولاتدفع الی بنی هاشم لقوله علیه السلام یابنی هاشم ان الله تعالی حرم علیکم غسالة الناس واوساخهم "......(هدایه: ۱/۲۲۳)

"وبنی هاشم وهم آل علی وعباس وجعفر وعقیل والحارث بن عبدالمطلب ومو البهم ای معتقی هؤلاء ولاالی ذمی ".....(شرح الوقایة: ۲/۲۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم تعمیر ومرمت پرلگانا جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۵۳۵): کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں مسجد سے علیحدہ بلڈنگ جس میں بچے بچیاں قرآن پاک حفظ وناظرہ پڑھتے ہیں غیرمقامی طلباء بھی نہیں ہیں لنگروغیرہ کاانتظام بھی نہیں ہے اورنہ ہی کوئی نادار بچہ پڑھتا ہے، کیااس بلڈنگ کی مرمت وغیرہ پرزکوۃ کی رقم خرچ ہوسکتی ہے؟ چونکہ وہ بلڈنگ صرف اورصرف قرآن پاک کی تعلیم کے لیے ہی خصوصی طورپراستعمال میں ہے، برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح طورپرلکھ دیں، آپ کی مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ میں یہ شرط ہے کہ غریب مسلمان غیرسید کو بلاعوض مالک بنا کردی جائے، جب کہ عمارت وقف ہے اس کا کوئی مالک نہیں ہے لہٰذاتعمیرومرمت پرلگانا جائز نہیں ہے۔

"هی تملیک المال بغیرعوض من فقیرمسلم غیرهاشمی ولامولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ ".....(کنز الدقائق: ۶۹، مکتبه رحمانیه)

"ولایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد وکذاالقناطر والسقایات واصلاح

الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه"۔ ....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

"لایصرف الی بناء نحو مسجد قوله نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه زیلعی"......(الدرمع الرد: ۲/۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس شخص کی کوئی آمدن نہ ہواس کوزکوۃ دینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۵۳۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیاکوئی ایساغریب آدمی ہو یابیوہ یامعذورانسان زکوۃ کامستحق ہوسکتاہے جس کا چھوٹاساذاتی مکان ہو یعنی سر چھپانے کی جگہ ہولیکن اپنی اوراہل وعیال کی گزراوقات کے لیےکوئی آمدنی نہ ہو؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرشخص مذکورہ مستحق زکوۃ ہےتواس کوزکوۃ دینادرست ہےاور مستحق ہونے کامطلب یہ ہے کہ وہ سیدنہ ہو اورساڑھےسات تولہ سونایاساڑھےباون تولہ چاندی کی مقدارسامان تجارت ضرورت سےزائدنہ ہو۔

"ذکر ابن محمد اذاکان لرجل دار تساوی عشرة آلاف درهم لجودة موضعه وقربه من السوق ولیس فیها فضل عن سکناه مایساوی مائتی درهم قال تحل له الزکوة"......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۲۱۵)

"ولایجوز دفع الزکوة الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر اودراهم اوسوائم اوعروضا للتجارة اولغیر التجارة فاضلاعن حاجته فی جمیع السنة هکذافی الزاهدی.... ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی ......ولایدفع الی بنی هاشم" .....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

”قوله وبنی هاشم وموالیهم ای لایجوز الدفع لهم لحدیث البخاری نحن اهل بیت لاتحل لنا الصدقة “......(البحر الرائق: ۲/۴۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کو تنخواہ میں زکوۃ دینا جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۵۲۷): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مسجد کے امام کو تنخواہ کے طور پر عشر یا زکوۃ کے پیسے دیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کسی کی پچاس ہزار روپیہ سالانہ زکوۃ ہو اور ماہانہ امام کو تین ہزار روپے دے دیا کریں تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں امام صاحب کو زکوۃ کے مال میں سے ماہانہ تنخواہ ادا نہیں کرسکتے البتہ غیر معین مقدار بطور امداد دے سکتے ہیں، بشرطیکہ امام مسجد مستحق ہوں۔

”ولو دفعها المعلم لخلیفته ان کان بحیث یعمل له لم یعطه صح والالا قوله والالا ای لان المدفوع یکون بمنزلة العوض “..... (فتاوی شامی: ۲/۷۷)

”ولو دفع الزکوة الی صبیان اقربائه برسم العید اوالی مبشر یبشره اوالی من یهدی الیه باکورة لایساوی شیئا یجوز عن الزکوة الااذانص علی التعویض وکذلک صدقة الفطر والصدقات المنذورة فی الیتیمیة سئل عن معلم له خلیفة فی المکتب یعلم الصبیان ویحفظهم ویکتب الواحهم ولم یستاجره بشیء معلوم ومااشترط شیئا والمعلم یعطه فی الاحالین دراهم بنیة الزکوة هل یجوز عن زکوة نعم الاان یکون بحیث لولم یعطه لم یعمل له ذلک فی مکتبه “......(فتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۱۸)

”ولو نوی الزکوة بمایدفع المعلم الی الخلیفة ولم یستاجره ان کان الخلیفة بحال لولم یدفعه یعلم الصبیان ایضااجزأه والافلا وکذامایدفعه الی الخدم من

الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرھابنیۃ الزکوۃ کذافی معراج الدرایۃ"

.....(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تندرست غریب آدمی کوزکوٰۃ دی جاسکتی ہے:

مسئلہ نمبر(۵۳۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسے شخص کوزکوٰۃ دینا کیسا ہے جوغریب ہولیکن صحیح سالم ہواور کام کاج کرسکتا ہو۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال مذکورہ شخص کوزکوٰۃ دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مسلمان ہواور سید نہ ہو۔

"ولایجوز دفع الزکوۃ الی من یملک نصابا من ای مال کان ... ویجوز دفعھا الی من یملک اقل من ذالک وان کان صحیحا مکتسبا لانہ فقیر والفقراء ھم المصارف" .... (الھدایہ:۱/۲۲۴)

"واماأھل الذمۃ فلایجوز صرف الزکوۃ الیھم بالاتفاق"......(فتاوی الھندیۃ ۱/۱۸۸:)

"ولایدفع الی بنی ہاشم"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہمسایہ کوزکوٰۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۳۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میراایک ہمسایہ ہے وہ کوئی کاروبارنہیں کرتااس کاایک بچہ زمینداری کرتاہے،کیااس کوزکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرہمسایہ کے پاس بقدرنصاب مال موجودنہیں ہےتوان کوزکوٰۃ دی جاسکتی ہے،بشرطیکہ وہ سیدنہ ہو۔

"ویجوز دفعھا الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"کذالوکان معیلاجاز ان یعطی له مقدار مالووزع علی عیاله یصیب کل واحد منهم دون المأتین"۔ ....(فتاوی الهندیة:۱۸۸/۱)

"الفقیر من له قوت یومه وعیاله اویقدر علی کسب ما ینفق علی نفسه وعیاله تحل له الزکوۃ ولایحل له السوال" ....(فتاوی التاتارخانیة:۲۰۱/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کھیتی باڑی کرنے والے کوزکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک سالی ہے ان کے بچے ہیں خاوند کھیتی باڑی کرتے ہیں لیکن وہ اتنے خوشحال نہیں ہیں کیا ان کوزکوۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر آپ کی سالی کے پاس بقدر نصاب مال موجود نہیں ہے تو ان کوزکوۃ دی جاسکتی ہے۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"۔ ....(فتاوی الهندیة:۱۸۹/۱)

"کذالوکان معیلا جازان یعطی له مقدار مالووزع علی عیاله یصیب کل واحدمنهم دون المأتین" ......(فتاوی الهندیة:۱۸۸/۱)

"الفقیر من له قوت یومه وعیاله اویقدر علی کسب ماینفق علی نفسه وعیاله تحل له الزکوۃ ولایحل له السوال"......(فتاوی التاتارخانیة:۲۰۱/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سوتیلی ماں کوزکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی سوتیلی ماں بہت غریب ہے جس کی کوئی اولاد نہیں ہے تو کیا یہ شخص اپنی اس سوتیلی ماں کوزکوۃ دے سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں یہ شخص اپنی سوتیلی ماں کوزکوۃ دے سکتا ہے۔

"ویجوز دفع الزکوۃ الی من سوی الوالدین والمولودین من الاقارب ومن الاخوۃ والاخوات لانقطاع منافع الاملاک بینھم"......(بدائع الصنائع: ۲/۱۶۳)

"ویجوز دفعها لزوجة ابیه وابنه"......(ردالمحتار: ۲/۳۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا وکیل زکوۃ کی رقم اپنی بیوی کو دے سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۵۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک آدمی نے زکوۃ کی رقم دوسرے آدمی کو دی کہ یہ رقم مساکین میں تقسیم کردیں، وہ آدمی خود صاحب نصاب ہے لیکن اس کی بیوی مسکین ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ آدمی اس زکوۃ کی رقم میں سے اپنی مسکین بیوی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں یہ آدمی اس کی دی ہوئی زکوۃ کی رقم سے اپنی بیوی کو دے سکتا ہے۔

"وللوکیل ان یدفع لولده الفقیر وزوجته لالنفسه قوله وزوجته ای الفقیر"......(الدرمع الرد: ۲/۱۲)

"وفی الجامع الصغیر سئل الشیخ الامام ابوحفص عمن دفع زکاۃ ماله الی رجل وامران یتصدق بها فاعطی ولدنفسه الکبیر والصغیر اوامراته هومحاویج وفی الخانیة ولایمسک لنفسه شیئا جاز"......(التاتارخانیة: ۲/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے کچھ عرصہ پہلے اپنے اور گھر والوں کی ضرورت کے لیے ایک گاڑی خریدی ہے جس کی وجہ سے مجھ پر ۲۵ ہزار روپے قرضہ ہوگیا میرے پاس ایک

عدد کمپیوٹر بھی اپنی ضرورت کے لیے موجود ہے، میرے بہن بھائی مجھے زکوۃ دینا چاہتے ہیں تاکہ میں اپنا قرض اتار سکوں، کیا میرے لیے زکوۃ لینا درست ہے اور میرے پاس کوئی سونا چاندی وغیرہ بھی نہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں اس مقروض آدمی کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے، بشرطیکہ ان کے پاس ضرورت سے زائد اشیاء ٹی، وی وغیرہ اتنی مقدار میں نہ ہوں کہ جس کی قیمت سے قرض اتارنے کے بعد بقدر نصاب باقی رہے۔

”ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصابا فاضلاعن دينه اوكان له مال على الناس لايمكنه اخذه كذافي التبيين والدفع الى من عليه الدين اولى من الدفع الى الفقير كذافي المضمرات “.....(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۸)

”والمديون اطلقه كالقدوري وقيده في الكافي بان لايملک نصابا فاضلا عن دينه لانه المراد بالغارم في الآية وهوفي اللغة من عليه دين ولايجد قضاء كماذكره القتبي وانما قيده المصنف لان الفقر شرط في الاصناف كلها الاالعامل وابن السبيل اذاكان له في وطنه مال بمنزلة الفقير وفي الفتاوىٰ الظهيرية والدفع الى من عليه الدين اولى من الدفع الى الفقير “ .....
(البحر الرائق: ۲/۴۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال زکوۃ سے جلسہ منعقد کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم سے کسی جلسہ یا دینی مجلس کا اہتمام کیا جائے اور واعظ کے لیے مدعو کو کرایہ اور وظیفہ وہدیہ دیا جائے اور حاضرین مجلس کے لیے طعام وغیرہ اکرام کا انتظام کیا جائے تو یہ شرعاً کیسا ہے؟ اس سے زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مال زکوۃ کا کسی مستحق کو بلاعوض ومنفعت مالک بنانا ضروری ہے لہٰذا مال زکوۃ سے جلسہ منعقد کرنے اور حاضرین کو کھانا کھلانے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی، آنے والے مہمانوں کو کرایہ یا ہدیہ مال زکوۃ سے دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مستحق بھی ہو اور کسی وعظ وغیرہ کے عوض میں بھی نہ ہو۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحو مسجد ولاالی کفن میت اہ (قولہ تملیکا)فلایکفی فیہ الاطعام الابطریق التملیک ولواطعمہ عندہ ناویا الزکوۃ لاتکفی"......(ردالمحتار:۲/۲۸)

"الزکوۃ ھی تملیک المال من فقیر مسلم غیرھاشمی ولامولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجہ للہ تعالی"...(کنزعلی البحرالرائق: ۲/۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سسرکوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۵): کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے سسرمیرے سگے تایاجان ہیں، ان کی عمر۹۰سال ہے،ان کے پاس کوئی جائیداد،مال،ذاتی گھر،زیوروغیرہ نہیں ہے،ان کی اولادسب ماشاءاللہ اپنے گھروں میں خوشحال ہیں،میرے سسراپنے مرحوم بیٹے کے گھرمیں رہتے ہیں،جہاں ایک بیوہ اورتین بچے ہیں، ایک بچہ کہیں ملازم ہےاوردوبچے زیرتعلیم ہیں،میرے سسرکی ماہانہ پنشن 6044روپے ہیں،گھرکی بیوہ بہوکی پنشن 4000روپے ہے،میرےسسراپنی پنشن چنددنوں میں گھریلواخراجات وغیرہ میں خرچ کردیتے ہیں۔

مندرجہ بالاصورت حال کے پیش نظرمیرے سوالات یہ ہیں کہ

(۱) کیامیراسسرزکوۃ لینے کامستحق ہے؟

(۲) کیامیں اپنے سسرکویعنی تایاجان کوزکوۃ دےسکتی ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرخسرموصوف کاپنشن کی رقم میں گذربسرمشکل ہورہاہےاوران کے پاس کوئی سوناچاندی وغیرہ بھی نہیں ہے اورنہ ہی کوئی پلاٹ وغیرہ خریداہواہےتوان کوآپ اپنی زکوۃ کی رقم دےسکتی ہیں،بشرطیکہ خسرموصوف سیدبھی نہ ہوں،لیکن اپنے شوہرکے مال کی زکوۃ خسرکودیناجائزنہیں ہوگا،کیونکہ اولاداپنے والدین کوزکوۃ نہیں دےسکتی۔

"قولہ ولاالی من بینھما ولاد...... وقیدبالولادۃ لجوازہ لبقیة الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی لانہ صلة وصدقة"......(الدرمع الرد:۲/۶۹)

"یجوز دفع الزکوۃ الی من یملک مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وھو مستغرق فی الحاجۃ" .....(البحر الرائق: ۲/۴۱۹)

"قولہ وبنی ھاشم وموالیھم ای لایجوز الدفع لھم لحدیث البخاری نحن اھل بیت لاتحل لنا الصدقۃ" .....(البحر الرائق: ۲/۴۲۹)

"ویجوز صرفھا الی الاب المعسر وان کان ابنہ موسرا" .....(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تنخواہ کے علاوہ فقیر امام کو زکوۃ دے سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۵۴۶): حضرت مفتی صاحب عرض یہ ہے کہ بندہ ایک امامت کرتا ہے یہ بہت غریب آدمی ہے 2000 روپے تنخواہ لیتا ہے جس سے گذران مشکل ہوتا ہے، تو کیا ایسا آدمی زکوۃ صدقات خیرات وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا زکوۃ صدقات خیرات کے لینے سے نماز کی صحت پر کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اصل میں تنخواہ الگ مقرر ہے، چاہے 2000 ہی کیوں نہ ہو، امام صاحب چونکہ ایک فقیر آدمی ہے، لہذا تنخواہ کے علاوہ امام صاحب کو زکوۃ وغیرہ دینا جائز ہے، اور اس سے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

"منھا الفقیر وھو من لہ ادنی شیء وھو مادون النصاب اوقدر النصاب غیر نام وھو مستغرق فی الحاجۃ" .....(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاھل" .....(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بدعتی حضرات کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں بدعتی حضرات

اکثریت میں ہیں، تو ہم اگر ان کو زکوۃ دیں تو کیا حکم ہے؟ جب کہ وہ ہمارے مدرسہ یا مسجد میں صرف اس وجہ سے امداد نہیں کرتے کہ یہ وہابیوں کی مسجد اور مدرسہ ہے، راہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بدعتی بھی مسلمان تو ہوتا ہے اور زکوۃ وغیرہ ہر مستحق مسلمان کو دے سکتے ہیں۔

"قوله تعالىٰ انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها الآية"

......(التوبة:

"مصرف الزكوة والعشر ......هوفقير وهومن له ادنى شيء ومسكين وهومن لاشيء له وعامل الخ" ......(الدرعلى الرد : ۲/۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

طلبہ کی طرف سے مہتمم کا وکیل بننے کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۵۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ والے یعنی مہتمم اور ناظم وغیرہ طلباء مدرسہ کی طرف سے وکیل کی حیثیت سے ضرورت کے وقت زکوۃ کی رقم کیا مدرسہ کی تعمیر یا مدرسہ کے لیے جگہ خریدنے پر خرچ کر سکتے ہیں؟ مدلل وضاحت فرمائیں، جزاکم اللہ احسن الجزاء

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ کے بارے میں اکابر کے تمام تر فتاویٰ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بھی احقر کے ذہن میں چند ایسے مسائل گردش کر رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے مہتمم حضرات کو فقراء طلبہ کا وکیل کہنا صحیح اور درست نہیں۔

۱۔ مؤکل اپنے وکیل کو جب اور جیسے چاہے معزول کر سکتا ہے، جبکہ طلبہ مہتمم مدرسہ کو وکالت سے معزول نہیں کر سکتے۔

"قال: (وللمؤكل أن يعزل الوكيل عن الوكالة) لأن الوكالة حقه فله أن يبطله إلاإذاتعلق به حق الغير بأن كان وكيلابالخصومة بطلب من جهة الطالب لمافيه من إبطال حق الغير"......(فتح القدير:۱۳۸/۷)

۲۔ مؤکل کے انتقال کے بعد اس کا مال لامحالہ اس کے ورثاء کی ملکیت میں داخل ہوتا ہے، جبکہ مدرسہ میں مہتمم کے پاس طلبہ کے مال پر ان کے ورثاء کی ملکیت تسلیم نہیں کی جاتی۔

۳۔ جب مدرسہ میں اتنی رقم جمع ہوجائے کہ مجموعہ طلبہ پر تقسیم کرنے سے ہر شخص کا حصہ بقدر نصاب ہوجائے، تو اس کے بعد مہتمم کے لیے کسی سے مزید رقم مدرسہ کے لیے لینا جائز نہ رہے گا، بلکہ حولان حول کے بعد ہر طالب علم پر زکوۃ فرض ہوجائے گی، اور زکوۃ دینے والے کو اس کا علم ہونے کے باوجود اگر اس نے زکوۃ دی تو ان کی زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

"ولو خلط زكوة مؤكليه ضمن و كان متبرعا إلا إذا وكله الفقراء، قال صاحب ردالمحتار: تحت قوله: (إذا وكله الفقراء) لأنه كلما قبض شيئا ملكوه وصار خالطا مالهم بعضه ببعض ووقع الزكوة عن الدافع لكن بشرط أن لا يبلغ المال الذى بيد الوكيل نصابا، فلو بلغه وعلم به الدافع لم يجزه إذا كان الأخذ وكيلا عن الفقير كما في البحر عن الظهيرية. قلت: وهذا إذا كان الفقير واحداً، فلو كانوا متعددين لابد أن يبلغ لكل واحد نصابا، لأن ما في يد الوكيل مشترك بينهم، فإذا كانوا ثلاثة وما في يد الوكيل بلغ نصابين لم يصيروا أغنياء فتجزئ الزكوة عن الدافع بعده إلى أن يبلغ ثلاثة أنصباء إلا إذا كان وكيلا عن كل واحد بانفراده فحينئذ يعتبر لكل واحد نصابه على حدة وليس له الخلط بلا إذنهم فلو خلط أجزأ عن الدافعين وضمن للموكلين، وأما إذا لم يكن الأخذ وكيلا عنهم فتجزئ وان بلغ المقبوض نصبا كثيرة لأنهم لم يملكوا شيئا مما في يده"......(ردالمحتار: ۲/ ۱۲)

۴۔ مؤکل اپنے وکیل سے اپنے مال کا مطالبہ کر کے بہر صورت وصول کر سکتا ہے، جبکہ طلبہ مہتمم مدرسہ سے اپنے حصہ کی رقم نہیں لے سکتے اور نہ وہ دینے کو تیار ہے۔

۵۔ حکومت وقت اموال زکوۃ کو غیر مصرف میں صرف کرنے کی مجاز نہیں، حالانکہ اس کو ولایت عامہ اور ولایت تامہ حاصل ہوتی ہے، چہ جائیکہ مدارس مہتمم حضرات اموال زکوۃ کو غیر مصرف میں صرف کریں، جبکہ ان کو ولایت عامہ اور تامہ بھی حاصل نہیں۔

"قال صاحب ردالمحتار: تحت قوله (بيوت المال أربعة) أن على الامام أن يجعل لكل نوع بيتا يخصه ..... وقال الشرنبلالي في رسالته ذكروا أنه يجب عليه أن يجعل لكل نوع منها بيتا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض، وأنه إذا احتاج إلى مصرف خزانة وليس فيها ما يفي به يستقرض من خزانة غيرها ثم إذا حصل للتي استقرض لها مال يرد إلى المستقرض منها إلا أن يكون المصروف من

الصدقات أو خمس الغنائم علی أهل الخراج وهم فقراء فإنه لایردشیئالاستحقاقهم للصدقات بالفقراء وکذافی غیره إذاصرفه إلی المستحق......الخ".....(ردالمحتار: ۲/۶۳) وکذافی (الهندیة: ۱/۱۹۰)

۶۔ اور جورقم یہ کہہ کردی جائے کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے اس کومستحقین طلبہ وغیرہ میں صرف کردیا جائے، اس میں متولی کے قبض کرنے سے ملک معطی زائل نہ ہوگی، بلکہ تقسیم علی الفقراء سے ملک زائل ہوجائے گی، اور باہم اموال زکوۃ کے خلط سے وکیل ضامن ہوگا۔

"لأن الخلط استهلاک إذالم یمکن تمییزه عندأبی حنیفة".....(الدرمع الرد: ۲/۲۷)

اب اگر یہ خلط اجازت کے ساتھ ہوا ہے تب تو متولی ضامن نہ ہوگا، اوراس کابعد میں زکوۃ ادا کرنا ایسا ہوگا جیسا کہ کسی کے امر سے اس کی زکوۃ ادا کی جائے، کہ اس صورت میں اداء غیر سے زکوۃ ادا ہوجاتی ہے، متبرع فی الأداء نہ ہوگا، اور اگر بغیر اجازت خلط کیا ہے توضامن ہوگا، اب اگر قبل اداء اذن ہوگیا تب بھی ضامن نہیں ورنہ اس کا تبرع ہے اور ضمان اس پر باقی ہے۔

"قوله (وکان متبرعا) لأنه ملکه بالخلط وصار مؤدیامال نفسه، قال فی التتارخانیة إلاإذاوجدالإذن أو أجازالمالکان اه أجاز اقبل الدفع إلی الفقیر لمافی البحر، لوأدی زکوة غیره بغیر أمره فبلغه فأجاز لم یجز لأنها وجدت نفاذاعلی المتصدق لأنهاملکه ولم یصر نائباعن غیره فنفذت علیه اهلکن قدیقال تجزیٔ عن الآمر مطلقالبقاء الاذن بالدفع اه".....(ردالمحتار: ۲/۲۷)

بہرحال اس مسئلہ میں جتنا غور وفکر کریں گے اس میں اور بھی شرعی اشکالات بڑھیں گے، لہٰذا اموال زکوۃ کو مدرسہ میں موجود طلبہ پر تقسیم کرکے ان کو اس مال کا حقیقی مالک بنایا جائے، اور پھر ان سے تعلیمی فیس، رہائشی فیس، اور کھانے وغیرہ کی فیس کی صورت میں واپس لے سکتے ہیں، جس سے پھر مدرسہ کا نظام آسانی سے چلایا جاسکتا ہے، اور جس مصرف میں چاہے خرچ کرلیں، اور یہی طریقہ ہمارے اکابر میں مروج تھا جو آجکل ناپید ہورہا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جلد پنجم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکمل ہوئی، چھٹی جلد انشاء اللہ بہت جلد چھپ کر منظر عام پر آ رہی ہے۔

یہ جلد حاضرِ خدمت، اگلی جلد بہت جلد